تاریخِ ادبِ انگریزی

مُصنّفہ

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی

طابع و ناشر
شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی

ساقی ارباب ذوق
A Pdf Book Company

تاریخِ ادبِ انگریزی

مصنّفہ

ڈاکٹر محمّد احسن فاروقی

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ
کراچی یونیورسٹی، کراچی

باشتراک

مقتدرہ قومی زبان

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت اول __________ ۱۹۸۶ء

اشاعت دوم __________ ۲۰۱۰ء

اشاعت سوم __________ ۲۰۱۷ء

اشاعت چہارم __________ ۲۰۲۰ء

قیمت:=/۶۰۰ روپے

ISBN 969-404-001-9

ناشر: شعبہ تصنیف وتالیف، جامعہ کراچی

طابع: مطبع شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی

حرفِ آغاز

پروفیسر ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نہ صرف اردو ادب کے بڑے نقاد، بڑے افسانہ نگار اور بڑے ناول نگار تھے بلکہ برعظیم پاک و ہند میں انگریزی ادب کے ایک ایسے استاد بھی تھے جو اپنے وسعتِ علم، کثرتِ مطالعہ اور دل نشین اندازِ درس و تدریس کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے ۔ اتنے پڑھے لکھے لوگ ہمارے دور میں اتنے کم ہیں کہ انہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے ۔ ڈاکٹر احسن فاروقی اردو، انگریزی، فارسی، عربی کے علاوہ فرانسیسی، جرمن، لاطینی و یونانی زبانوں سے بھی واقف تھے ۔ میں نے انہیں ہمیشہ پڑھتے لکھتے اور بحثوں میں الجھتے دیکھا ۔ وہ پاکستان میں دانشوری کی روایت کے صحیح معنی میں منفرد نمائندہ تھے ۔ انہوں نے ساری عمر درس و تدریس اور علم وادب کی خدمت میں گزار دی اور کراچی سے کوئٹہ جاتے ہوئے فروری ۱۹۷۸ء میں دل کا دورہ پڑنے سے وفات پائی ۔

ڈاکٹر احسن فاروقی کی بہت سی تحریریں ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں ۔ ان کے سینکڑوں مضامین، افسانے اور انشائیے مختلف رسائل و جرائد میں بکھرے پڑے ہیں ۔ " تاریخ ادب انگریزی " کا غیر مطبوعہ مسودہ بھی میرے پاس محفوظ تھا جسے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ شائع کررہا ہے ۔

گذشتہ دو سو سال سے انگریزی زبان و ادب برعظیم پاک و ہند کی درس گاھوں میں پڑھائے جارھے ھیں لیکن اب تک اردو زبان میں انگریزی ادب کی کوئی ایسی تاریخ نہیں لکھی گئی جسے مستند کہا جاسکے ۔ اس اعتبار سے ڈاکٹر احسن فاروقی کی زیر نظر کتاب " تاریخ ادب انگریزی " پہلی تاریخ ھے جسے انگریزی ادب کے ایک رازدان نے اردو زبان مین لکھا ھے۔ اس کتاب میں جو مواد اور زاویہء نظر پیش کیا گیا ھے وہ فاروقی صاحب کے پچاس سال کے گہرے مطالعے اور درس و تدریس کے وسیع تجربے کا نچوڑ ھے ۔

جیسا کہ ہم جانتے ھیں کہ انگریزی زبان ، ادب اور کلچر نے ھمارے زبان و ادب اور تہذیبی سانچوں کو شدت سے متاثر کرکے انہیں تبدیل کیا ھے ۔ اردو کا جدید سرمایہء ادب ، جس کی روایت سرسید و حالی سے شروع ھوتی ھے ، انگریزی ادب اور انگریزی زبان کے ذریعے مغربی ادبیات سے متاثر ھوا ھے ۔ جدید اردو ادب، نظم و نثر کی مختلف اصناف اور تخلیقی عوامل سے لے کر تنقید اور اصول تنقید تک مغرب کے گہرے اثرات کا غماز ھے ۔ نثر میں ناول ، افسانہ ، ناولٹ ، طویل مختصر کہانی ، رپورتاژ ، سوانح نگاری ، خاکہ نگاری، ادبی و فکری تنقید اور شاعری میں جدید موضوعات و اسالیب کی نظموں سے لے کر نظمِ آزاد ، نظمِ معریٰ ، نثری نظم وغیرہ تک جس طور پر اردو میں برتے گئے ھیں ، اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ھے ۔ انگریزی و مغربی ادب کی مختلف تحریکوں نے جس طرح

اردو ادب کو متاثر کیا ہے ، وہ بھی سب ہمارے سامنے ہیں ۔ اگر دیکھا جائے تو انہیں اثرات کے تحت سرسید سے پہلے اور بعد کا اردو ادب ، طرز احساس اور اصنافِ ادب ، دونوں کے اعتبار سے ، بالکل بدل چکا ہے ۔ اس پہلو سے دیکھیے تو تعجب ہوتا ہے کہ اب تک انگریزی ادب کی تاریخ اردو زبان میں کیوں نہیں لکھی گئی ؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انگریزی ادب کی تدریس چونکہ انگریزی زبان کے ذریعے ہوئی اور طلبہ و اساتذہ نے اسی زبان میں پڑھ کر اپنا مقصد پورا کرلیا ، اس لیے اہل علم کو اردو زبان میں انگریزی ادب کی تاریخ لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی ۔ دنیا کے سب متمدن ممالک میں ان کی اپنی زبانیں درس و تدریس کا ذریعہ ہیں ۔ انگریز اگر فرانسیسی ، جرمن یا روسی زبان سیکھتا ہے ، تو اپنی زبان انگریزی ہی کے ذریعے سیکھتا ہے ۔ اگر اردو زبان سیکھتا ہے تو وہ بھی انگریزی زبان ہی کے ذریعے سیکھتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ درس و تدریس کی ضرورت کے باعث دنیا بھر کے علوم و ادبیات ان کی اپنی زبان میں وجود میں آتے رہتے ہیں ۔ ہمارے ہاں صورتِ حال یہ ہے کہ ہم ہر علم انگریزی زبان کے ذریعے سیکھتے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ ہماری تخلیقی صلاحیتیں اور اختراعی قوتیں کمزور ہوکر کم و بیش ناکارہ ہوجاتی ہیں ۔ خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر احسن فاروقی مرحوم کے اس قومی احساس کی وجہ سے انگریزی ادب کی تاریخ اردو زبان میں لکھی جاسکی ۔ یہ " تاریخ " یقیناً ایک ایسا کارنامہ ہے جس سے طلبہ و اساتذہ سے لے کر عام قاری تک سب مستفید ہوں گے ۔

ڈاکٹر احسن فاروقی کی یہ تصنیف اردو ادب کے طلبہ ، اساتذہ اور قارئین کے لیے اس لیے بھی اہم ہے کہ اس کے مطالعے سے جدید اردو ادب کا پس منظر نظروں کے سامنے آجاتا ہے ـــــ وہ ادب جو مغرب سے استفادہ کرکے سرسید سے لے کر اب تک لکھا گیا ہے ۔ اسی کے ساتھ ساتھ انگریزی ادب کا ارتقاء ، رفتار اور بنیادی پس منظر بھی مربوط انداز میں پڑھنے والے پر واضح ہوجاتا ہے ۔ اس کتاب کو لکھتے ہوئے ڈاکٹر فاروقی نے اختصار لیکن جامعیت سے کام لیا ہے ۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو جلد ہی مختلف جامعات کے نصاب میں شامل ہوجائے گی ۔ اسی افادیت و ضرورت کے پیش نظر شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ نے اسے شائع کیا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب مقبول ہوگی ۔

شعبہ انگریزی کے صدر ہمارے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں جنھوں نے نہ صرف مسودہ کو توجہ اور محنت سے پڑھا بلکہ آخر میں ایک باب " انگریزی ادب دوسری جنگ عظیم کے بعد " لکھ کر اس " تاریخ " کو مزید مکمل کردیا ۔ علی عارف رضوی صاحب نے ، جو ہمارے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے سربراہ تھے اور اب ریٹائر ہوچکے ہیں ، مسودہ اور ٹائپ کی تصحیح پر پوری توجہ کے ساتھ محنت کی ۔ طارق محمود صاحب نے بھی ، جو شعبے کے نگراں ہیں ، مسودہ کی تصحیح و درستی پر نہایت محنت کی ۔ ہم ان دونوں حضرات کے شکر گذار ہیں ۔ محمد حسین صاحب نے جس تیز رفتاری سے، صفحے کے دونوں طرف یکساں حاشیہ رکھ کر ، ٹائپ

کرکے ہمارے طباعتی تجربے کو کامیاب بنایا ہم ان کے بھی ممنون ہیں ۔ ادارے سب مل کر ہی بناتے ہیں اور ہمیں بھی مل جل کر ، اخلاص و محنت کے ساتھ ، جامعہ کراچی کے سب شعبوں کو بنانا چاہیے ۔ خوشی کی بات ہے کہ اب جامعہ کراچی میں ایسی علمی فضا بحال ہورہی ہے جس میں ہمارے اساتذہ و طلبہ کی تخلیقی صلاحیتیں انشاءاللہ اچھی طرح پھلے پھولیں گی ۔

جمیل جالبی

(ڈاکٹر جمیل جالبی) ۵/اپریل ۱۹۸۶ء

عرض ناشر

کتاب علم کا وسیلہ ہوتی ہے اور کتاب چھاپنا اس لحاظ سے ثواب ہے ، پھر جب کتاب بھی اچھی ہو تو ثواب دہ چند ہوجاتا ہے لہذا یہ کتاب قارئین کے روبرو پیش کرتے ہوئے ہمیں خوشی ہورہی ہے -

اردو زبان و ادب پر انگریزی نے جو اثرات مرتب کیے وہ ظاہر و باہر ہیں ، لیکن اب سے پہلے انگریزی ادب کی کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی تھی ، لہذا احسن فاروقی کی یہ انگریزی ادب کی تاریخ ، جسے لکھنے کا ان ہی کو حق تھا ، بڑے خاصے کی چیز ہے -

اس کا مسودہ ایک عرصے سے وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کے پاس تھا اور کئی ناشرین اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے ، لیکن صاحب موصوف نے یہ قیمتی مسودہ شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ ، کراچی یونیورسٹی ، کے حوالے کیا ، جس کے لیے یہ ادارہ ان کا ممنون ہے - اس کی اشاعت بلاشبہ شعبہ کے لیے ایک امتیاز اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی کرم ارزانی ، ان کی علم دوستی اور شعبہ کے لیے ان کے دل میں نرم گوشہ کا ثبوت ہے -

اس کتاب کی طباعت کن مراحل سے گزری یہ بھی ایک دلچسپ قصہ ہے ۔ شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ کتاب کا صوری حسن متاثر نہ ہو مگر کتاب حتی الوسع سستی چھپے تاکہ قارئین اور بالخصوص نوجوان طلبہ و طالبات پر مالی بوجھ کم سے کم ہو ــــــ آج کل کاغذ بھی گراں ہے اور کمپوزنگ ، فلم سازی ، کاپی جڑائی اور طباعت کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں ، بلکہ دن پر دن بڑھتے ہی جارہے ہیں ۔ ان حالات میں اتنی ضخیم کتاب کی قیمت پر قابو رکھنا مشکل تھا ۔ مگر اس مرحلے پر ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کی فراست اور کتابوں سے ان کا دیرینہ شغف کام آیا ۔

اس سے قبل جب شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ نے " تعارف اخلاقیات " شائع کی تھی تو اس کی کمپوزنگ ، ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کے ایما پر ، تجرباتی طور سے براہ راست ٹائپ رائٹر پر کی گئی تھی ، اور اسی کے چربے سے پلیٹین بناکر کتاب کی طباعت ہوئی تھی ۔ یہ تجربہ بہت کامیاب رہا تھا ، چنانچہ " تاریخ ادب انگریزی " کے لیے بھی ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے یہی طریقہ اختیار کرنے کو کہا ۔ اس طرح کتاب کی کمپوزنگ کی لاگت ایک تہائی سے بھی کم رہ گئی ، جس کا اثر قیمت پر بھی پڑا ہے ۔

آخر میں ، میں رسماً نہیں بلکہ تہہ دل سے ڈاکٹر جمیل جالبی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ

ان ھی کی دلچسپی کی بدولت شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کو حیات نو ملی اور یہ قیمتی کتاب شائع کرنے کا موقعہ ملا ۔

طارق محمود

ساقی ارباب ذوق
A Pdf Book Company

فہرست مضامین

حصہ اول	ابتدا اینگلو سیکسن ادب	صفحہ
باب اول	ابتدائی اینگلو سیکسن ادب	٣
باب دوم	نارمن حکومت کے اثرات	١٢
باب سوم	قومی ادب کی ابتداء	٢٠
باب چہارم	پہلا قومی شاعر ــ چوسر	٢٩
باب پنجم	عوام کا ادب	٥٦
حصہ دوم	عروج ــ نشاۃ الثانیہ	
باب اول	نشاۃ الثانیہ کی تحریک اور خصوصیات	٧١
باب دوم	ابتدائی دور کا ادب ــ شاعری اور ڈرامہ	٨٢
باب سوم	دور عروج کی خصوصیات	٩١
باب چہارم	اڈمنڈ اسپنسر	٩٥
باب پنجم	سرفلپ سڈنی اور اس کے ہم عصر	١١٥
باب ششم	لیلی ، سڈنی اور افسانوی ادب	١٢٦
باب ہفتم	ڈرامہ نگاری اور کرسٹوفر مارلو	١٣٣
باب ہشتم	نثر نگاری ، انجیل اور لارڈ بیکن	١٣٨
باب نہم	ولیم شیکسپیر	١٦٥
باب دہم	بن جانسن	١٩٣
باب یازدہم	ڈرامہ نگاری کا عروج اور زوال	٢٠٧
باب دوازدہم	جون ڈن اور اس کا مکتبۂ شاعری	٢١٨
باب سیزدہم	مذہبی اثرات اور نثرنگاری	٢٣١
باب چہاردہم	جون ملٹن	٢٣٩
حصہ سوم	تعمیر ــ نوکلاسیکیت	
باب اول	بحالی بادشاہت اور نوکلاسیکیت	٢٦٣
باب دوم	جان ڈرائیڈن	٢٦٩
باب سوم	طنز ، کمیڈی ، علوم اور جون بنین	٢٨٣
باب چہارم	کلاسیکیت کی نوعیت	٢٩٣
باب پنجم	پوپ	٢٩٨
باب ششم	نثرنگاری اور سوفٹ	٣٠٥
باب ہفتم	متوسط طبقے کا ادب	٣١٦

		صفحہ
باب ہشتم	ڈاکٹر جونسن	۲۲۵
باب نہم	ناول کا عروج	۲۳۲
باب دہم	ڈرامہ اور متفرق نثر	۲۳۵
باب یازدہم	رومانی شاعروں کے پیشرو	۲۵۱
حصہ چہارم	رومانیت	
باب اول	رومانی رجحانات	۲۶۱
باب دوم	رومانیت کی خصوصیات	۲۷۸
باب سوم	ورڈزورتھ اور کولرج	۲۸۶
باب چہارم	چارلس لیمب اور نثرنگاری	۲۹۸
باب پنجم	ناول ـ اسکاٹ اور جین آسٹن	۳۱۱
باب ششم	بائرن ، شیلی ، کیٹس	۳۲۳
باب ہفتم	عہد وکٹوریہ کے رجحانات	۳۳۵
باب ہشتم	کارلائل اور نثرنگاری	۳۵۰
باب نہم	ٹینی سن ، براوننگ ، آرنلڈ اور دیگر شعرا	۳۶۹
باب دہم	ناول نگاری ، ڈکنز تھیکرے اور جارج ایلیٹ	۳۸۵
باب یازدہم	رومانیت کے آخری اثرات	۵۰۷
حصہ پنجم	دورِ جدید	
باب اول	خصوصیات اور رجحانات : پہلا دور	۵۳۵
باب دوم	کپلنگ اور چیسٹرٹن	۵۴۰
باب سوم	برنارڈ شا اور ڈراما نگاری	۵۴۵
باب چہارم	ویلز اور ناول نگاری	۵۵۰
باب پنجم	شاعری اور متفرق نثر	۵۵۸
باب ششم	پہلی جنگ عظیم اور دوسرا دور	۵۶۳
باب ہفتم	نئی شاعری اور نثر	۵۶۶
باب ہشتم	نئی ناول اور افسانہ ـ دوسری جنگ عظیم	۵۷۲
تتمہ	انگریزی ادب دوسری جنگ عظیم کے بعد	
باب اول	دوسری جنگ عظیم کے بعد	۵۸۳
باب دوم	ناول	۵۹۰
باب سوم	ڈرامہ ـ ۱۹۲۵ء کے بعد	۶۰۳
باب چہارم	تنقید ۱۹۲۵ء کے بعد	۶۰۹

حصہ اوّل

ابتدا اینگلو سیکسن ادب

۶۵۰ تا ۱۵۱۶ء

		صفحہ
باب اول	ابتدائی اینگلو سیکسن ادب	۳
باب دوم	نارمن حکومت کے اثرات	۱۴
باب سوم	قومی ادب کی ابتدا	۲۰
باب چہارم	پہلا قومی شاعر ۔ چوسر	۳۹
باب پنجم	عوام کا ادب	۵۶

باب اول

ابتدائی اینگلو سیکسن ادب

۶۵۰ تا ۱۰۶۶ء

یورپ کے مختلف ممالک مین قومی ادب نشاۃ ثانیہ کے بعد ھی پھلے پھولے مگر ان کے بیج ھر ملک کی سرزمین پر عرصۂ دراز سے موجود تھے اور ان کی جڑین برابر پھیلتی رھین ۔ چنانچہ اینگلو سیکسن (ANGLO-SAXON) قوم (جو یہان پانچوین صدی عیسوی مین آکر آباد ھوئی تھی) کے ادب پارون مین ھمین اُس مخصوص ادب کی جھلک دکھائی دیتی ھے جو ملکہ الزبتھ کے عہد مین اپنے اوج کمال پر پہنچا اور اپنی قومی انفرادیت کی بنا پر تمام یورپ کے ادب سے ممتاز نظر آیا ۔ یہ دریائے ایلبے (ELBE) اور اوڈر (ODER) کے درمیان رھنے والی المانی(GERMANIC) قوم کے قبیلے، ھنُ (HUN) قوم کے شدائد سے پریشان ھوکر جزائر برطانیہ مین آکر آباد ھوگئے ۔ اینگلوں (ANGLES) نے دریائے ھمبر (HUMBER) کے شمال کے تمام حصّے پر ، جوٹوں(JUTES) نے کینٹ (KENT) کے صوبے پر ، اور سَیکسَنوں نے باقی ملک پر قبضہ جمالیا ۔ یہ سب لوگ کافر تھے مگر چھٹی صدی عیسوی کے اختتام تک سب نے عیسائیّت قبول کرلی اور ان کے ادبی شاھکار، جو ھم تک پہنچے ھین ، وہ ساتوین صدی کے آخر مین وجود مین آئے ۔ اس صدی تک اینگلو سَیکسَن قوم سب سے زیادہ نمایان ھوچکی تھی ۔ اس کا خاص پیشہ زراعت تھا اور عیسائیت کے اثر سے اس نے اپنا ایک

خاص سیاسی ، اقتصادی اور اخلاقی نظام بنا لیا تھا ۔ اس کے ادب پر عیسائیت کا اثر نمایاں ھے ۔ اس ادب مین اس قوم کے زمانۂ جاھلیت کے رسوم اور دیوتاؤن کے نام ملتے ھین مگر یہ سب عیسائیت کے اثر سے بدل دئے گئے ھین ، یہان تک کہ اینگلو سیکسن ادب کو عیسائی ادب کہنا غلط نہ ھوگا ۔

اس وقت ھمارے پاس اینگلو سیکسن ادب کا جو ذخیرہ ھے اس کو یکجا کرنے والے لاطینی زبان کے وہ علما تھے جو انگلستان مین عیسائیت کے پھیلنے کے بعد ظہور مین آئے ۔ ۵۹۷ء مین سینٹ آگسٹائن (ST. AUGUSTINE) نے روم سے آکر کینٹ (KENT) مین کینٹر بری (CANTERBURY) کا گرجا قائم کیا ۔ تقریباً اسی زمانے مین نورتھمبریا (NORTHUMBRIA) مین پادریون نے تبلیغ کا کام شروع کیا ۔ ان دو مرکزون سے عیسائیت پھیلتی ھوئی سیکسن لوگون مین پہنچی ۔ اول الذکر سے متعلق لاطینی عالم اولڈھم (OLDHAM) اور ثانی الذکر سے متعلق بیڈ (BEDE) اور الکوئن (ALCUIN) خاص طور پر نمایان ھوئے ۔ انھون نے اور ان کے ساتھیون نے لاطینی کو اپنے ادبی اور علمی مطالب کے ادا کرنے کا ذریعہ بنایا مگر اینگلوسیکسن کی جتنی تصانیف انھین مل سکین ان کو بھی جمع کیا ۔ انھون نے جو چیزین چھوڑی ھین ان مین پہیلیان ھین ، نیز خاصی تعداد مختلف قسم کی نظمون کی ھے ۔ ان نظمون کو واضح طور پر دو حصّون مین تقسیم کیا جاسکتا ھے ۔ ایک وہ جن پر کفر کا اثر اس قدر غالب ھے کہ جو بھی عیسائیّت کے اثرات ان مین ملتے ھین ان کی بابت یہ رائے قائم کرنا پڑتی ھے کہ یہ عالمون کی جدّت کا نتیجہ ھین ۔ یہ نظمین ادبی نقطۂ نظر سے زیادہ بلند ھین ۔ دوسری قسم کی نظمین وہ ھین جو ادبی لحاظ سے کم درجے کی ھین مگر تمام تر عیسائیت کے رنگ مین رنگی ھوئی ھین ۔ ممکن ھے کہ اول الذکر نظمین اُس وقت کی تصانیف ھون جب سیکسنون نے عیسائیت قبول نھین کی تھی ، اور یہ بھی ممکن ھے کہ عیسائیت قبول کرنے کے بعد بھی اُن کے مصنفین پر اپنے اجداد کے مذھب کا گھرا اثر رہ گیا ھو ؛ یہ رنگ بہرحال ان

نظموں کی تخئیلی خوبی میں اضافہ کرتا ہے ۔ غرض رجحانات کے اعتبار سے اینگلو سیکسن شاعری کو زیادہ تر غیر عیسائی ، اور تمام تر عیسائی ، دو قسموں میں الگ الگ کیا جاسکتا ہے ۔

غیر مذھبی شاعری

غیر عیسائی رجحانات کی فراوانی ہمیں تین طویل نظموں میں اور کئی مختصر نظموں میں ملتی ہے ۔ "وِڈسِتھ" (WIDSITH) "ڈی اور" (DEOR) اور "بیوولف" (BEOWULF) اس وقت کی تصویر پیش کرتی ہیں جب کہ کفر کا دور دورہ تھا ۔ ان میں جنگلی زندگی ، مہمات ، روایات اور رسوم کے بیانات ملتے ہیں ۔ رومانیت اور جذباتِ غم کا رنگ ان پر طاری نظر آتا ہے ۔ " وِڈسِتھ " یعنی بڑا سیّاح ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے میں جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے ؛ وہ بہت سے بادشاھوں سے ملتا ہے جو اس کو نوازتے ہیں اور جن کے حالات وہ رقم کرتا ہے ؛ ان بادشاھوں میں اکثر تاریخی اہمیت رکھتے ہیں اور وہ بڑی حد تک روایتی ہیں ۔ یہ نظم تاریخی معلومات میں اضافہ کرتی ہے اور ادبی لحاظ سے اس میں ایک خاص زور اور چمک ہے جو گہرا اثر کرتی ہے ۔"ڈی اور" ایک قسم کا مرثیہ ہے جس میں ایک غم زدہ شاعر اپنی بدقسمتی کا رونا روتا ہے کیوں کہ اس کے مربّی نے اس کے مدِّمقابل کو اس پر ترجیح دے دی ہے ؛ وہ ایسے بڑے لوگوں اور دیوتاؤں کو یاد کرتا ہے جو اسی قسم کے حالات سے دوچار ہوچکے تھے ۔ نظم کا غنائی اور جذباتی اثر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے ۔

ان تینوں نظموں میں "بیوولف" سب سے زیادہ اہم ہے ۔ اس میں ہمیں ایک پوری سوسائٹی کی مکمل تصویر ملتی ہے ۔ اس کا منظر برطانیہ نہیں بلکہ سِی لینڈ (SEALAND) کا جزیرہ اور سویڈن (SWEDEN) کا جنوبی حصّہ ہے ۔ بیوولف ،گیٹ (GEATS) قوم کا بہادر ہے جو اپنے ساتھیوں کو لے کر ڈین (DANE) قوم کے بادشاہ ہروتھگار (HROTHGAR) کی مدد کے لئے آتا ہے ۔

هروتھگار کے قلعے پر ہر رات ایک اژدھا حملہ کرتا ہے اور بادشاہ کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو نگل جاتا ہے ۔ اس اژدھے کا نام ، جو دیوزاد بھی ہے ، گرینڈل (GRENDEL) ہے ۔ بیوولف اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کا ایک ہاتھ قلم کر دیتا ہے۔ گرینڈل اپنے غار میں غائب ہو جاتا ہے اور وہیں مر جاتا ہے ۔ بادشاہ کے قلعے میں بڑی خوشیاں منائی جاتی ہیں ۔ کچھ ہی عرصے کے بعد گرینڈل کی ماں انتقام کے لئے قلعے پر حملہ کرتی ہے ۔ بیوولف اس کا پیچھا کرتا ہوا ایک جھیل میں غوطہ لگاتا ہے اور حملہ آور کے غار میں پہنچتا ہے جو جھیل کی تہ میں ہے ۔ بیوولف شکست کھانے ہی والا ہوتا ہے کہ اسے ایک جادو کی تلوار دکھائی دیتی ہے جو دیوار پر لٹکی ہوئی ہے ۔ اس تلوار کو وہ گرینڈل کی ماں کے جسم میں اتار دیتا ہے اور وہ مر جاتی ہے ۔ ڈین (DANE) قوم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیوولف کا خاتمہ ہوگیا مگر وہ گرینڈل کا سر لئے ہوئے نمودار ہوتا ہے اور اس طرح ایک بار پھر قلعے میں خوشیاں منائی جاتی ہیں ۔ بیوولف، گیٹوں (GEATS) کا بادشاہ ہو جاتا ہے اور چالیس برس تک حکومت کرتا ہے ۔ کچھ عرصے بعد ایک خزانے سے ، جس کا محافظ ایک اژدھا ہے ، کچھ جواہرات غائب ہو جاتے ہیں ۔ وہ اژدھا بیوولف کی حکومت میں بربادی پھیلانے آتا ہے اور اپنی شعلہ فشاں سانس سے ہر چیز کو جلا دیتا ہے ۔ بیوولف اس اژدھے کو مار ڈالتا ہے مگر اس کے زہریلے دانت سے لگا ہوا زخم بیوولف کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے ۔ بیوولف ایک بڑے بہادر کی طرح مر جاتا ہے ۔ اس کی رعایا اس کی بہادری کی مدح کرتی ہے اور اس خزانے کو اپنے تصرف میں لے آتی ہے جس کا محافظ مذکورہ اژدھا تھا ۔ نظم کی ادبی خوبی اس کے بیانات میں ہے ۔ اژدھوں اور ان کے رہنے کے مقامات کی منظر کشی نہایت گہرے خوف کے تاثرات پیدا کرتی ہے ۔ سب سے زیادہ مشہور حصّہ اس نظم کا وہ بیان ہے جس میں گرینڈل کی ماں کے رہنے کی جگہ کی تصویر کشی کی ہے ۔ غم کا جذبہ پوری نظم پر طاری نظر آتا ہے ۔ جنگ کے حالات ، فتح کے مواقع ، ہیرو کے

کردار وغیرہ کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی اور انسانی شکوہ کی ناپائیداری کا بار بار ذکر ھے - پوری نظم کی فضا حُزن وملال سے تاریک ھے اور کہین پر بھی امید کی کوئی کرن نہین دکھائی دیتی- عیسائی پسپائیت ، غمزدہ خانقاھون اور مقبرون کا سا عالم اس نظم کی روحِ روان ھے - اسی وجہ سے اسے اعلیٰ ترین ادب مین جگہ نہین دی جاسکتی -

جذبۂ غم و اندوہ مختصر غنائی نظمون پر بھی طاری نظر آتا ھے - تمام تر نظمین کسی غمزدہ شاعر کی شکایات معلوم ھوتی ھین - ایک نظم ایک ایسے شہر کے آثار پر ھے جو اب برباد ھوچکا ھے مگر پہلے نہایت شاندار تھا - ایک نظم "لورز میسیج" (LOVERS' MESSAGE) کچھ زیادہ غمزدہ نہین ھے حالانکہ اس کا موضوعِ محبت ھے - ایک اور نظم "وائفز کمپلینٹ" (WIFE'S COMPLAINT) ایک عورت کے غمزدہ تصورات سے بھری ھوئی ھے جو اپنے محبوب کے خواب دیکھ رھی ھے - ایک اور نظم "وانڈرر" (WANDERER) مین ایک جوان رئیس زادہ اپنے ایک دوست لارڈ کے مرنے کے بعد ترک وطن کرتا ھے اور روتا جاتا ھے - غنائی نظمون مین سب سے بہتر "دی سی فیرر" (THE SEAFARER) ھے- اس نظم کے معنی آسانی سے سمجھ مین نہین آتے اور اس لئے اس کو مختلف مطالب دینے کی متعدد کوششین کی گئی ھین - اس کی تعمیر بھی بہت ھی غلط ھے مگر اس کی ابتدا بڑی زور دار ھے اور سمندری زندگی کی تصویرین ، سردی ، کہرے ، ھواؤن اور خطرون وغیرہ کے بیانات بہت ھی مؤثر ھین - بعض جگہ واقعیّت ، بعض جگہ تمثیلیّت ، اور بعض جگہ جذباتیّت کا اثر گہرا ھو جاتا ھے - سمندر سے محبّت انگریزی قوم کا ایک مخصوص جذبہ ھے اور اس نظم مین وہ پہلی دفعہ دکھائی دیتا ھے -

ان مختصر نظمون کے علاوہ دو اور زور دار نظمین بھی ھین جن مین جنگ کے حالات بیان کئے گئے ھین - یہ نظمین بھی زمانۂ کفر کی یاد تازہ کرتی ھین - پہلی نظم "برونانبرا" (BRUNANBURH) اس نام کے شہر کی فتح پر ایک "اوڈ" (ODE) ھے - اس مین

سَیکسَن اور اسکاٹ لوگون کی جنگ کی طرف اشارے هین ، اول الذکر کی تعریف اور ثانی الذکر کی مذمّت کی گئی هے - مدح اور طنز کے کئی حصّے بڑے پُراثر هین - اس نظم کو واقعات اور حالات سے چندان تعلق نہین هے ، یه محض جوش و خروش اور کچھ روایتی معاملات پر مشتمل هے - برخلاف اس کے دوسری نظم "بیٹل آف مالڈن" (THE BATTLE OF MALDON) بالکل تاریخی "ایپک" (EPIC) هے جس مین سیکسن سردار براتھنوتھ (BYRHT NOTH) کی نارتھمن (NORTHMEN یا NORSEMEN) لوگون سے جنگ بیان کی گئی هے - اس کو سیکسنون کی قومی ایپک کہنا بجا هوگا - براتھنوتھ ایک هیرو هے جو جنگ سے خوش هوتا هے ، مرتے وقت هنستا هے اور خدا کا شکر ادا کرتا هے که اُسے جی بھر کر لڑنے کا موقع ملا - اس کے ساتھی بھی بڑے جوش سے جنگ مین حصّه لیتے هین - یه نظم هر اعتبار سے ایپک شاعری کی عظمت تک پہنچ جاتی هے - اس مین فوق الفطرت حالات کا کہین ذکر نہین اور هر بات تاریخی اور واقعی هے ، اخلاقی قدرون کو بڑی اهمیت دی گئی هے ، هیئت قریب قریب کلاسیکی صفائی تک پہنچ جاتی هے اور طرز اور ترنم کا زور بہت اعلیٰ درجه پر نظر آتا هے - اگرچه اس نظم کا ایک ٹکڑا هی هم تک پہنچا هے مگر یہی اس کو اینگلو سَیکسَن ادب مین سب سے اعلیٰ درجه پر فائز کرنے کے لیے کافی هے -

مذهبی شاعری

مذهبی نظمون کی تعداد بہت زیادہ هے - یه ادبی لحاظ سے بہت کمزور هین مگر مذهبی اور اخلاقی نکات و مسائل سے لبریز هین - ان کو تین حصّون مین تقسیم کیا جاسکتا هے - اوّل وه نظمین جو موسیقار کیڈمن (CAEDMON) سے منسوب هین - ناردمبریا (NORTHUMBRIA) مین اسٹریونشال (STREONESHAL) کی خانقاه مین ایک آدمی رهتا تھا جو بڑا نیک بخت تھا مگر اُسے موسیقی کی مجالس سے نفرت تھی - ایک رات اُس نے خواب

مین حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا جنھوں نے فرمایا " گاؤ، کیڈ من کچھ گیت میرے لئے گاؤ "۔ صبح کو جب وہ اُٹھا تو شاعری اور موسیقی کی قوتین اس کے اندر نمایاں ہوئین ۔ پادریوں نے اس کا امتحان یوں لیا کہ مقدس انجیل کے کچھ حصّے اسے ترجمہ کرکے سنائے اور اس نے ان کو نظم کردیا ۔ اس کے بعد اس کا یہی کام ہوگیا کہ انجیل کے واقعات کو نظم کرے ۔ چنان چہ اس کی نظمین روزِ اَلسَت سے لے کر روز قیامت تک کے تمام اہم واقعات کو پیش کرتی ہین ۔ یہ نظمین انجیل کے واقعات اور خیالات کو عوام تک پہنچانے کا بہت ہی اچھا ذریعہ ثابت ہوئین ۔ ادبی لحاظ سے ان مین تمام وہ محاسن ملتے ہین جو اینگلوسیکسن شاعری سے مخصوص ہین ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کے واقعات برطانیہ کی سرزمین پر گزرے تھے اور برطانیہ کے قدرتی مناظر تمام نظموں کا پس منظر ہین ۔ نظموں کا طرز اکثر بھونڈا ہے مگر اس مین ایپک شاعری کا شکوہ اور عظمت بھی نمایاں ہے ۔ انجیل کے سادہ اور پُراثر طرز کے مقابلے مین یہ نظمین بناوٹی نظر آتی ہین ۔ بلا ضرورت الفاظ اور ایک غلط قسم کا شکوہ اِن نظموں کو بوجھل بنا دیتا ہے مگر پھر بھی اِس پھوہڑپن کے پیچھے ایک واقعیّت اور ایک سچّا جذبہ پنہاں ہے جو اِن نظموں کو ایک دائمی دل چسپی بخشتا ہے ۔

دوسری وہ نظمین ہین جو مذہب اور اخلاق کا ایک خاص رجحان پیش کرتی ہین ۔ ان مین سے دو خالص مذہبی ہین ۔ "جوڈیتھ" (JUDITH) انجیل کی کتاب "اپوکریفا" (APOCRYPHA) پر مبنی ہے اور اس مین جوڈیتھ کا کردار اینگلوسیکسن رنگ مین رنگا ہوا دکھائی دیتا ہے ۔ طرز کافی پُر از آورد ہے مگر ہیروئن کا روحانی کردار بڑا موثر ہے ۔ "فال آف دی اینجلز" (FALL OF THE ANGELS) انجیل کی کتاب "جَینیَسِس" (GENESIS) پر مبنی ہے اور اس مین شیطان اور آدمؑ و حوّاؑ کے کردار بہت زور دار ہین ۔ کچھ عالموں کی رائے ہے کہ ملٹن (MILTON) نے یہ نظم پڑھی تھی اور اس کا اثر "پیراڈائز لاسٹ" (PARADISE LOST) مین موجود ہے مگر فن کے لحاظ سے یہ نظم بہت کمزور ہے ۔ واقعات

کی بلا ضرورت تکرار ، الفاظ کی خواہ مخواہ بھرتی ، اور اسی قسم کے دوسرے نقائص اس نظم کو اونچے درجے پر فائز کرانے سے مانع آتے ہین - پھر تین تمثیلی نظمین ہین"ڈریم آف دی رُوڈ" (DREAM OF THE ROOD) شاعر کا ایک تمثیلی خواب پیش کرتی ہےجس مین مقدس صلیب خاص علامت کے طور پر نمایان ہوتی ہے۔ " بسٹیئری" (BESTIARY) مین ایک تیندوے، ایک وھیل ، اور ایک پھُدکی کے ذریعے درسِ اخلاق دیا گیا ہے۔" فینِکس"(PHOENIX) مین ھُما اور جنت کے نقوش اُبھارے گئے ہین۔ یہ نظم فن کے لحاظ سے بھی کمال پر پہنچتی ہے - آخری پانچ خالص اخلاقی نظمین ہین جو یہ ہین :۔"گِفٹس آف مِن"(GIFTS OF MEN)، " وِیرڈس آف مِن " (WIERDS OF MEN)، " ٹَین اِنسٹرکشَنز آف اے فادر ٹُو ہِز سَن" (TEN INSTRUCTIONS OF A FATHER TO HIS SON) "ڈائلاگز بیٹوین سَولوَمن اینڈ سَیٹرَن" (DIALOGUES BETWEEN SOLOMON AND SATURN)،"ڈِسکوَری آف دِی سَول ٹُو اِٹس باڈی" (DISCOVERY OF THE SOUL TO ITS BODY) - اِن سب مین عیسائی اخلاق کی وضاحت کی گئی ہے۔ روح ، جسم، موت ، ترکِ دنیا وغیرہ پر زور ہے - بے ثباتیِ دنیا اور غم و اندوہ کے ذکر سے ایک تاریک فضا قائم کی گئی ہے جو جدید دور کے قاری کے لئے تکلیف دہ ہے - طرز اور ترنّم سے پھوھڑپن نمایان ہے مگر اکثر حصّے پر اثر بھی ہین۔ ان تمام نظمون کا مقصد مذہب کی تبلیغ ہے اور ادب کو اس مقصد کے پورا کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے -

مذہبی اینگلوسیکسن شاعری سے وابستہ ایک فرد اور بھی ابھرتا ہے جس کا نام کِین وولف (CYNEWULF) ہے اور جس کا کلام ایک انفرادی نوعیت رکھتا ہے - کِین وولف کی بابت اب بھی اتفاق رائے نہین ہے، مگر بیشتر نتائج ہمین یہان تک پہنچاتے ہین کہ وہ آٹھوین صدی کے وسط مین لینڈس فرِان (LANDS FORONGH) کا بشپ تھا اور چار نظمین" کرائسٹ" (CHRIST) ، "جولیانا" (JULIANA)،"ایلین" (ELENE) اور"دی فیٹس آف دی اپَوسٹِلز"(THE FATES OF THE APOSTLES) اس کی تصانیف

هین ۔ چار اور نظمین، جو عیسائی اولیاء کی زندگی کے حالات پر هین ، کین وولف کے ساتھ بہت شکوک کے ساتھ منسوب کی جاتی هین اور بیشتر آراء کی رُو سے یہ سب الگ الگ لوگون کی تصانیف هین ۔"جولیانا" (JULIANA)،"ایلین" (ELENE)،"اینڈریا" (ANDREA) غیر ممالک کی پاک عورتون کی سوانحات هین ۔ "گتھ لاک" (GUTHLACK) ایک قومی ولی کی زندگی پیش کرتی هے۔ یہ سب نظمین واقعات اور معجزات سے مملو هین اور اِن مین کافی افسانویت هے ۔ زبان نہایت درجہ رنگین هے مگر عروض بے ڈھنگا هے ۔ تمام حالات عیسائی خانقاهیّت ، ترکِ دنیا ، اندوہ کے دوام اور اسی قسم کی پسپائیّت کا درس دیتے هین ۔

پہیلیان

اینگلو سیکسن ادب کی نمایان صِنف پہیلیان هین جن کو نظم و نثر کے بَین بیَن رکھنا مناسب معلوم هوتا هے ۔ یہ پہیلیان عجیب چیز هین ؛ اِن مین سے کچھ محض جملے هین ، کچھ پورے پورے بیان هین اور کچھ مکمل نظمین هین ۔ هر قسم کے جانور ، اجسام فلکی، فنون ، هتهیار ، باجے ، کپڑے اور دیگر روزمرّہ کے استعمال کی چیزین ، غرض دنیا کی هر چیز ان کے موضوعات هین۔ کچھ پہیلیان غنائی نظمین هین جیسے " آندهی یا هوا کی پہیلی" جس مین پہلے آندهی کو خدا کے حکم سے بندها هوا دکھایا گیا هے پھر آزاد هوکر سمندر کے پانی کو متھتے هوئے پیش کیا گیا هے ۔ یہ نظم جدید قاری کے ذهن مین شیلے (SHELLEY) کی "اوڈ ٹو دی ویَسٹ وِنڈ"(ODE TO THE WEST WIND)کی یاد دلاتی هے ۔ ایک حد تک یہ پہیلیان تمام اینگلو سَیکسَن ادب مین سب سے زیادہ دل چسپ اور زور دار هین ۔

نــثر

اینگلو سیکسَن ادب مین نثر بھی کافی اھمیت رکھتی ھے۔ کلیسائی عالمون نے لاطینی مین تصانیف چھوڑی ھین جو ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ھین ۔ کچھ عرصے کے بعد لاطینی کو قومی زبان مین ترجمہ کرنے کی تحریک شروع ھوگئی ۔ اس سلسلے مین بادشاہ الفریڈ اعظم (ALFRED THE GREAT) کی ھستی بہت اھم ھے ۔ اپنے کو ملک مین سب سے زیادہ طاقت ور بنانے کے بعد اُس نے اپنی قوم کے کلچر کی طرف توجہ دی ۔ اپنے دربار مین ھر طرح کے عالمون کو جمع کیا ، لاطینی زبان سیکھی اور خود ترجمے کے کام مین مصروف ھوگیا ۔ اس نے اوَروَسِیَس (OROSIUS) کی "یونی ورسَل ھسٹری" (UNIVERSAL HISTORY) کا ترجمہ کیا ۔ بیڈ (BEDE) کی "اکلیزیاسٹیکل ھسٹری" (ECCLESIASTICAL HISTORY) اور گریگری کی "پاسٹوَرَل رُول" (PASTORAL RULE) کا ترجمہ بھی اس نے لاطینی زبان کے چند عالمون کی مدد سے خود کیا ۔ بیتھیئس (BEOTHIUS) کی "کَنسولیَشَن" (CONSOLATION) کا ترجمہ اس کے حکم سے کیا گیا ۔ اس کی نثر قومی ادب مین ایک مخصوص حیثیت رکھتی ھے ۔ اس کا رنگ کبھی کبھی بناوٹی ھوجاتا ھے مگر زیادہ تر اس مین ھمین وہ سادہ اور قدرتی زبان ایک مخصوص تربیت کے تحت ملتی ھے جو نثر کی ھر جگہ اور ھر دور مین عام زبان ھوتی ھے ۔ ۹۰۱ء مین الفریڈ کے دور کے خاتمے کے ساتھ ادب کی ترقی بھی رک گئی ۔

پھر جب خانقاھون کی اصلاح کا دور آیا اور سَینٹ بینیڈِکٹ (ST. BENEDICT) کے احکام کا دَور دَورہ ھوا تو مذھب کو عوام تک پہنچانے کے لئے نثر کو ذریعہ بنایا گیا ۔ اِس سلسلے مین دو نثر نگار نمایان ھوئے جن کی نثر شاہ الفریڈ کی نثر سے بھی زیادہ ترقی یافتہ ھے ۔ ایلفرک (ELFRIC) کی تصنیف "ھَومِلِیز" (HOMILIES) کی نثر شاعرانہ عناصر رکھتی ھے مگر اس کو پڑھ کر یہ محسوس ھوتا ھے کہ جیسے کوئی پادری عام لوگون کو سمجھانے

کے لئے لکھ رہا ہے ۔ صفائی ، حسن ، آہنگ اور ایجاز و اختصار اس نثر کی خاص صفات ہین ۔ ایلفرک کے ہم عصر ولفستان (WOLFSTAN) کی نثر بھی نمایان حیثیت رکھتی ہے، حالان کہ ایلفرک کی نثر کی خوبی تک نہین پہنچتی ۔

کچھ ہی عرصے کے بعد اینگلوسَیکسَن قوم نارمنون کی غلامی مین آگئی اور کلچر مین ایک انقلاب آیا اور ادب کا ایک نیا دور شروع ہوا ۔

باب دوم

نارمن حکومت کے اثرات

۱۰۶۶ تا ۱۳۵۰ء

برطانیہ پر نارمن (NORMAN) حکومت نے ادب کا رخ بڑی حد تک بدل دیا ـ محکوم قوم کی حیثیت سے یہاں کے رہنے والوں نے فرانسیسی زبان اور فرانسیسی ادب میں اُسی طرح دل چسپی لی جیسی کہ ہم لوگوں نے انگریزی حکومت کے تحت انگریزی زبان اور انگریزی ادب میں لی ہے ـ نارمن اقتدار ۱۰۶۶ء میں قائم ہوا ـ یہ لوگ فرانس کے صوبہ نارمنڈی (NORMANDY) سے آئے تھے اور ان کا قانون ، نظام سلطنت اور کلچر فرانسیسی تھا ـ ان کے ساتھ فرانسیسی ادیب بھی آئے اور بعد میں بھی آکر بستے رہے ـ فرانسیسی زبان اور ادب ہی کو سب کچھ سمجھا جانے لگا اور ملک کے رہنے والوں نے بھی مادری زبان کو چھوڑ کر حکمرانوں کی زبان کی طرف توجہ کی ـ تقریباً ایک صدی تک اینگلوسیکسن ادب بالکل پس پشت پڑا رہا اور اینگلو نارمن ادب نے ترقی کرکے ایک مخصوص صورت اختیار کر لی ـ اس ادب کے بہت سے مصنّفین کے نام اور متعدد تصانیف موجود ہیں مگر ان کی خالص ادبی اہمیت تقریباً صفر ہے ـ تاہم تقریباً تین سو برس کے اِس دور کا مطالعہ، انگریزی ادب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کیوں کہ اس طویل عرصے میں فرانسیسی اثرات انگریزی کلچر پر اِس حد تک حاوی ہوتے رہے کہ انگریزوں کی زبان اور ادبی نصب العین بالکل بدل گئے یہاں تک کہ پرانا فرانسیسی ادب بھی انگریزی قومی ادب کے سلسلے میں اتنا

ہی اہم ہوگیا جتنا کہ اینگلو سیکسن ادب؛ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انگریزی ادب کی تعمیر مین اور اس کو اس کی انفرادی صورت دینے مین فرانسیسی ادب اینگلو سیکسن ادب سے کہین زیادہ اہم ہوگیا ۔ لہذا اِس دور کے مطالعے سے ہمین یہ اندازہ لگانا ہے کہ فرانسیسی اثر سے اینگلو سیکسن زبان اور ادب مین وہ کیا تبدیلیان واقع ہوئین جنہون نے نارمَن حکومت کے بعد ایک نئے قومی ادب کو جنم دیا ۔

پہلے تو زبان کے مزاج مین وہ اہم تبدیلیان واقع ہوئین جو آج کل کی انگریزی کی مخصوص صفات ہین ۔ فرانسیسی تصانیف کے اینگلو سَیکسَن زبان مین ترجمے کئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام زبان ایک ادبی زبان مین تبدیل ہوئی جس مین بہت سے عام الفاظ کم کر دئے گئے اور فرانسیسی الفاظ شامل کئے گئے ، چنان چہ جدید انگریزی مین فرانسیسی الفاظ اینگلو سَیکسَن الفاظ سے کہین زیادہ ہین ۔ اینگلو سیکسن الفاظ کے تلفظ مین بھی فرق آتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرکب الفاظ مختصر صورت اختیار کرتے گئے ۔ اینگلو سیکسن زبان مین الفاظ کے حروف قواعد کے مطابق بڑھا گھٹا دئے جاتے تھے ، مگر فرانسیسی کے اثر سے یہ قاعدہ کالعدم ہوگیا اور اب انگریزی زبان مین تصریف اس قدر کم ہے کہ گردان کی بالکل ضرورت نہین پڑتی ۔ اسی طرح اینگلو سیکسن کے قواعد مین بڑی بڑی تبدیلیان آگئین ۔ صَرف و نحو ، جملون کی ساخت ، الفاظ کی ترتیب مین وہ صورتین پیدا ہوگئین جو جدید انگریزی قواعد مین ہمارے سامنے آتی ہین ۔

اسی طرح اینگلو سیکسن ادب کے بیان اور عروض مین بھی بڑی تبدیلیان واقع ہوئین ۔ حقیقت یہ ہے کہ ادب کی بابت نصب العین ہی بدل گیا ۔ اینگلو سیکسن زبان مین تصریف کی بے حد گنجائش اور مرکب الفاظ بنالینے کی بے انتہا آسانی ہے اور اس کا شاعری پر یہ اثر پڑا کہ جملۂ معترضہ اور فقرے اس کثرت سے استعمال ہونے لگے کہ مطالب مین اِبہام پیدا ہوگیا اور مرکب الفاظ، محض رنگ جمانے کے لئے ، اتنے زیادہ بنائے گئے کہ تکلیف دہ بناوٹ

نمایاں ہوگئی ۔ اس طرح اینگلو سیکسن شاعری " ابہام " اور " معنے بوجھنے " کا کھیل ہوگئی ۔ عروض مین ، محض ایک خاص طرز ، ہر نظم مین یکسانیت کے ساتھ اختیار کی گئی اور اس پر عمل ہوتا رہا ۔ برخلاف اس کے فرانسیسی زبان کی ساخت ایسی تھی کہ صفائی اور سادگی اس کے بیان کی اہم صفات تھین اور اس کے عروض مین ، اوزان کے حساب سے ، مصرعون کی لمبائی مین فرق کرنے کی گنجائش تھی ۔ غرض فرانسیسی اثر کا نتیجہ یہ ہوا کہ اینگلو سیکسن شاعری بجائے محض رنگین اور مصنوعی ہونے کے زیادہ فطری زیادہ صاف ، زیادہ پر معنی اور زیادہ رواں ہونے لگی ۔ انگریزی شاعری کا مطمحِ نظر اسی قسم کی شاعری ہوگیا جس کو حالی نے " نیچرل شاعری " کہا ہے ۔

یہ تمام تبدیلیاں تین صدیون مین وقوع پذیر ہوئین ۔ شروع شروع مین نارمن حکمران اپنی زبان الگ بولتے رہے اور محکوم عوام اپنی بولی مین مگن رہے ۔ فرانسیسی زبان دربار ، مدارس، کچہریون اور دفاتر کی زبان ہوئی ، گرجون اور سائنس کی زبان لاطینی رہی، مگر فرانسیسی کا دخل ان دائرون مین بھی کہین کہین نظر آنے لگا ۔ زمیندار نارمن زبان اور شہری فرانسیسی ہی استعمال کرتے رہے ۔ ملکی لوگون کو حکومت سے تعلقات مین فرانسیسی ہی استعمال کرنا پڑی ۔ مگر جب ۱۲۰۴ء مین نارمنڈی کا صوبہ نارمنون کے قبضہ سے نکل گیا اور وہ محض برطانیہ کے مالک رہ گئے تو انھین برطانیہ کی زبان کی طرف توجہ دینا پڑی ۔ اب حُبّ الوطنی کا جذبہ پیدا ہوا اور نارمنون نے سیکسنون کی زبان سیکھنی شروع کی ۔ دونون قومین قریب تر ہوتی گئین اور فرانسیسی زبان کے محاسن سیکسن زبان مین سرایت کرتے گئے ۔ تیرھوین صدی مین ان تبدیلیون کی رفتار تیز ہوگئی ۔ چودھوین صدی شروع ہوتے ہوتے نارمن فرانسیسی زبان ترک کرچکے تھے اور سیکسن زبان مین اس حد تک تبدیلیاں پیدا ہوچکی تھین کہ برطانیہ مین جو زبان بولی جاتی تھی اسے انگریزی کہا جاسکتا تھا ۔ یہ زبان کچھ ہی عرصے مین مدرسوں، کچہریوں اور پارلیمان کی زبان ہوگئی ۔

بارھوین صدی کے ختم ھونے سے پہلے ھی ایک نیا ادب ظہور مین آیا ، جو پرانے اینگلو سیکسن ادب سے بہت مختلف تھا اور فرانسیسی ادب سے متاثر تھا ۔ اس ادب کو انگریزی ادب کی ایک حد تک ابتدا کہا جاسکتا ھے ۔ اس کا زیادہ تر حصّہ مذھبی ھے؛ پند و نصائح ، نظم و نثر مین وعظ ، انجیل کے مختلف حصّون کے ترجمے ، درس اخلاق ، اولیاء کی سوانحات اور دعائین وغیرہ اس ادب مین فراوانی سے نظر آتی ھین ۔ اس تمام مذھبی ادب کا مواد لاطینی یا فرانسیسی تصانیف سے لیا گیا ھے مگر اس کے طرز مین جو بات پیدا ھوگئی ھے وہ خاص طور پر توجہ کے قابل ھے اور اس کا اندازہ لگانے کے لئے کچھ اھم تصانیف کا مطالعہ ضروری ھوجاتا ھے ۔ دو نظمین "پوئما موریل" (POEMA MORALE ؛ ١١٧٠ء) اور "آرمولم" (ORRMULUM) خاص طور پر توجہ کے قابل ھین ۔ پہلی ایک قسم کا وعظ ھے جس مین عیسائیون کو گناہ کی زندگی ترک کرکے نیکی کی زندگی کی طرف آنے کی دعوت دی گئی ھے اور انفرادی اعتماد پر خاص زور دیا گیا ھے ۔ اس نظم کا طرز اور عروض بالکل نیا اور پر اثر ھے ۔ اس مین چھوٹے چھوٹے جملے ملتے ھین ۔ پرانی ترکیبون اور فقرون کی جگہ سادہ اور صاف زبان نظر آتی ھے ۔ اس نظم مین سات اوزان کے چار سو مصرعے ھین اور اوزان کی ترتیب "آیئمبک" (IAMBIC) ھے ۔ یہ بحر بعد مین ان نظمون کے لئے مخصوص ھوگئی جن کو 'بیلڈ' (BALLAD) کہا جاتا ھے ۔ قافیون کا التزام بھی 'کپلٹ' (COUPLET) مین ھے ۔ دوسری انجیل کے چالیس ٹکڑون کا ترجمہ ھے ۔ اس کا طرز اور عروض بھی جدید ھے ۔ بحرین پہلی نظم کی ھین مگر قافیہ مفقود ھے چنان چہ اس کو انگریزی مین بلینک ورس (BLANK VERSE) کی پہلی نظم کہا جاسکتا ھے ۔ دعاؤن مین "لَو رُون" (LOVE RUNE) سب سے زیادہ نمایان ھے جس مین پہلی دفعہ انگریزی شاعری کے لئے فرانسیسی شاعر ویلون (VILLON) کے زیر اثر ایک خوشنما بند یا اسٹنزا (STANZA) استعمال کیا گیا ھے ۔ نثر کی سب سے اھم تصنیف "انکرن ریول" (ANCREN REWLE) ھے ۔ اس مین ترک دنیا کے

اُصول بتائے گئے هین اور زبان مین ایک نئی لطافت نمایان هے۔ اولیاء کی زندگی کے حالات "لائف آف سینٹ برانڈن" (LIFE OF ST. BRANDON) ، جس کا فرانسیسی سے ترجمه کیا گیا، اور "لائف آف سینٹ ڈنسٹن" (LIFE OF ST. DUNSTAN) سے زیادہ نمایان هین ۔ ان مین ایک نئی شاعری نظر آتی هے جو سادہ ، هلکی اور تیز رفتار هے ۔ کہانیون کی کتابون مین "هَینڈلِنگ سِن" (HANDLYNGE SINNE) ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمه هے جو قوت قصّه گوئی کی ایک اچھی مثال هے ۔ یه کتاب انگلستان مین بولی جانے والی فرانسیسی زبان مین بارھوین صدی مین لکھی گئی۔ "کرسرمنڈی" (CURSOR MUNDI) انجیل کے قصّون کا مجموعه هے جو تیز رفتار مصرعون مین نظم کیا گیا هے۔ عام افراد مین ریچارڈ رول آف هیمپول (RICHARD ROLLE OF HAMPOLE) سب سے زیادہ نمایان هو جاتا هے ۔ اس کی نظم و نثر اس کے سچّے فقر اور گہرے مذهبی جذبات کو بڑی خوبی سے پیش کرتی هے ۔

نئی زبان اور نئے طرز مین مذهبی ادب کے علاوہ ایک ذخیرہ لادِینی ادب کا بھی ملتا هے ۔ یه تمام تر تیرھوین صدی سے تعلق رکھتا هے اور فرانسیسی رومانی نظمون کا ترجمه هے ۔ اس سلسلے مین لایامون (LAYAMON) نامی ایک پادری کے ترجمے سب سے زیادہ اهم هین ۔ اس کے علاوہ منظوم تاریخیں بھی، جن مین انگلستان اور اسکینڈی نیویا (SCANDINVIA) کی تاریخیں بیان هوئی هین ، بڑی دل چسپ هین ۔ "هیولاک" (HAVELOCK) اور "هارن" (HORN) کی رومانی داستانون مین قصّه گوئی کی جدّت اور طرز کی ندرت لطیف جذبات سے هم آهنگ نظر آتی هے ۔ "دی آول اینڈ نائٹنگیل" (THE OWL AND THE NIGHTINGALE) "دی فوکس اینڈ دی وُلف" (THE FOX AND THE WOLF) تمثیلی نظمون کی عمدہ مثالین هین ۔ اس دور کے گیتون کا مجموعه اب تک کی تمام غنائی شاعری سے بهتر هے ۔ ان مین محبت ، مناظرِ قدرت ، سیاست ، طنز ، حُبِّ وطن کے موضوعات ملتے هین ، مگر سب سے زیادہ خاص بات ان مین یه هے که یه گیت بڑے هی مُترَنّم بَندوں مین

لکھے گئے ھین ۔ ان مین انگریزی غنائی شاعری کا آزاد اور پُرتنوّع عروض اپنی بنیاد قائم کرتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔ اس مین شک نہین کہ یہ سب گیت فرانسیسی شاعری کے تتبّع مین لکھے گئے مگر ان مین انگریزی اثرات بھی نظر آتے ھین ۔ معلوم ھوتا ھے کہ انگریزی شاعری نے فرانسیسی شاعرون سے مدد لے کر وہ اصول معلوم کرلئے ھین جن پر چلنے مین ان کی ترقی کا راز پوشیدہ ھے۔

اس طرح ھم دیکھتے ھین کہ نارمنون کے زیر اثر انگریزی ادب کی داغ بیل پڑ گئی اور نارمن حکومت ادب کے لئے ایک طرح کی نعمت بھی ثابت ھوئی ۔

باب سوم

قومی ادب کی ابتدا

۱۳۵۰ تا ۱۴۰۰ء

چودھویں صدی کے آخری پچاس سال نہایت پُرآشوب تھے ، مگر اِسی عرصے میں قومی شاعری کے وہ شاہکار سامنے آئے جن کو انگریزی شاعری کی بنیاد کہنا چاہئیے اور ایک شاعر ایسا نمایاں ہوا جو نہ صرف انگریزی کا بابائے شاعری ہے بلکہ اپنے مخصوص فن میں یورپ کے عظیم ترین شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے ۔ سیاسی افق پر اس دور میں عجیب عجیب تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں ۔ ۱۳۶۰ء میں بریٹینی (BRETIGNY) کے صلح نامہ سے ایڈورڈ سوئم نے فرانس کے بڑے حصّے پر انگلستان کا قبضہ قائم رکھا مگر اس بادشاہ نے بڑھاپے میں کچھ ایسی نا اہلی کا ثبوت دیا کہ قوم اس سے نفرت کرنے لگی ۔ اس کے لڑکے کو قوم نے بلیک پرنس (BLACK PRINCE) کا نام دیا اور جب یہ تخت پر بیٹھا تو اُسے جلد ختم کرادیا گیا ۔ رچرڈ دوم کا دور شروع ہوا اور ہر طرف بد اَمنی پھیلنے لگی ۔ جاگیردار، زمیندار ، عوام ، فوج سب ہی اس احمق ، جذباتی اور ظالم بادشاہ سے تنگ آگئے ۔ سماجی زندگی میں ایک زبردست آفت اس طاعون کی صورت میں آئی (۱۳۴۹ - ۵۰ء) جسے 'بلیک ڈیتھ' (BLACK DEATH) کا نام دیا گیا ۔ یہ وبا بڑی تیزی سے پھیلی اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے ۔ اس سے بچنے کا کوئی چارہ نظر نہ آیا ۔ " ویٹ ٹائلر " (WAT TYLER) نے کینٹ کے کسانوں کو حکومت کے خلاف اُبھار کر ایک انقلاب لانے کی کوشش کی ۔

نارمن خاندانون کے جاگیردارون نے انگریزی جاگیردارون کی مخالفت کی اور دونون کے تعلقات خراب ہوگئے ۔ جان وِکلِف (JOHN WYCLIF) نے مذہب کو ایک داخلیت دے کر اِسے پھر سے زندہ کرنے کی تحریک شروع کی اور پوری قوم دو فِرقون مین بَٹ گئی ۔ ان ھی حالات مین انگریزی ادب کا پہلا اھم دور شروع ھوا اور وہ تمام نقوش قائم ہوئے جن کو آج تک قومی ادب کی بنیاد مانا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام پریشانیون کے باوجود ساری قوم ایک ہوگئی اور اس کی ایک انفرادی صفت نمایان ہوگئی اور ایک مزاج بن گیا۔ انگریز قوم ھر قوم کی طرح گوناگون صفات کی حامل ھے اس کی خاص صفت ایک مخصوص قسم کی لاپرواھی سے زندگی کے شدائد کو ٹالنا اور ھنستے ھنساتے رھنا ھے ۔ اس دور مین اس قوم کی یہ مرنجان مرنج ذھنیت ابھر آئی ، چنان چہ حالات کی خرابی کے باوجود زیادہ تر لوگ زندگی کی تفریحات مین مصروف نظر آئے اور مخصوص رجحان رکھنے والے لوگ اپنے شاھکار تخلیق کرتے رھے ۔

اِس دور مین اگرچہ قوم متحد نظر آنے لگی مگر اُس کی زبان اب تک ایک نہین ھوئی تھی ۔ ملک مین چار بولیان (DIALECTS) رائج تھین اور ھر بولی کا اپنا الگ ادب تھا ، مگر ان مین سے دو بولیان نے خاص طور پر ترقی کی ۔ ایک مغرب کی بولی ، جس مین لکھنے والون نے قومی شہرت حاصل کی اور دوسری مشرقی بولی جو کچھ ھی عرصے مین بادشاہ کی زبان ، حکومت کی زبان اور قومی زبان ہوگئی ۔ مشرقی اور مغربی حصّون کی بولیون مین نمایان فرق ضرور تھا ، مگر یہ فرق رفتہ رفتہ مِٹتا گیا اور ایک مشترکہ زبان وجود مین آئی جو آج کل کی انگریزی کی بنیاد ھے ۔ چودھوین صدی کے نصفِ آخر کا جو ادب ھمارے سامنے ھے وہ مختلف بولیون سے تعلق ضرور رکھتا ھے مگر اِن سب ادب پارون کی زبانون کو ایک ھی زبان مانا جاسکتا ھے اور اِسی زبان کو قومی زبان کہا جاسکتا ھے ۔ ساتھ ھی ساتھ ھم یہ بھی دیکھتے ھین کہ اسکاٹ لینڈ مین بھی ایک الگ زبان ترقی کرکے اسی درجے پر آگئی ھے کہ اُس کا ادب بھی قومی ادب کا ایک حصّہ ہوگیا ھے اور یہ زبان بھی

قومی زبان سے بہت زیادہ مختلف نہین ھے - اس دور کے ادب کا مطالعہ کرتے وقت صوبہ جاتی فرق کو نظرانداز کیا جاسکتا ھے -

اِس دور کا سرمایہ چار نظمین ھین جو شاید کسی ایک ھی شاعر نے لکھی ھین ، اور چار بڑے شاعرون کی تصانیف ھین جن مین سے ایک دنیا کے بڑے شاعرون مین جگہ حاصل کرچکا ھے -

چار نظمیں

"پَرل" (PEARL) ، "پیورٹی" (PURITY) ، "پیشِنس" (PATIENCE) اور "سر گاوین اینڈ دی گرین نائٹ" (SIR GAWAYNE AND THE GRENE KNIGHT) اس دور کے ایک مسودے مین ساتھ ساتھ دستیاب ھوئی ھین - اِن کو پڑھ کر یہ محسوس ھوتا ھے کہ یہ ایک ھی مصنّف کی مختلف اوقات مین لکھی ھوئی تخلیقات ھین - ان کی زبان ، اِن کے جذبات اور ان کے پس منظر مین ایک مخصوص فرد کا وجود ھمین ان کے مصنّف کی تلاش پر مجبور کرتا ھے - محققین نے اس سلسلے مین خاصی کوشش کی ھے مگر کوئی خاص نتیجہ نہین نکلا - تمام تلاش سے صرف اتنا نتیجہ نکلتا ھے کہ ان کا مصنّف ایک ایسا شخص تھا جس کی زندگی مین کئی مذھبی اور لادینی ادوار گزرے ، جو قلعون مین رھا ، دعوتون مین شریک ھوا ، سیر اور شکار پر گیا ، ٹُورنامنٹ (TOURNAMENT) شوق سے دیکھے ، شھری زندگی اور شاھی دربار سے بھی متعلق تھا اور دیہات کی زندگی سے بھی گھری دل چسپی رکھتا تھا ؛ مذھبی لوگون اور ادارون سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھا اور مذھبی رسوم کو پوری عقیدت سے ادا کرتا تھا ؛ غیر مذھبی شاعری اور انجیل دونون کا اس نے گھرے طور پر مطالعہ کیا تھا ؛ اخلاقیات سے اسے خاص دل چسپی تھی اور ھر جگہ وہ عصمت اور عفت پر بہت زیادہ زور دیتا ھے - نظمون مین موضوع کے انتخاب ، خیالات کی ترتیب اور تاثرات کے توازن سے یہ محسوس ھوتا ھے کہ وہ کافی اچھا اور تجربہ کار فنکار تھا -

"پرل" ایک تمثیلی قصّہ ہے ، جس پر فرانس کی مشہور تمثیل "روماں دَ لا روز" (ROMAN DE LA ROSE) کا اثر کم اور "اپوکیلپس" (APOCALYPSE) کا اثر زیادہ نمایاں ہے۔ مذہبی جذبات نے اس نظم مین ایک ایسا جوش پیدا کردیا ہے کہ اس کا دانتے (DANTE) سے مقابلہ کرتے ہوئے جھجک نہین محسوس ہوتی ۔ شاعر کا موتی یعنی اُس کی لڑکی مارگریٹ (MARGARET) دو برس کے سن مین ایک باغ سے غائب ہو جاتی ہے اور گھاس مین سے گزر کر زمین مین پہنچ جاتی ہے یعنی مر جاتی ہے ۔ شاعر اکثر اس پر آنسو بہاتا ہوا اس کی قبر پر آتا ہے ۔ اگست کے مہینے مین ایک دن قبر پر روتے روتے وہ سو جاتا ہے اور اسے ایک خواب دکھائی دیتا ہے ۔ وہ ایک نہایت خوبصورت دنیا مین پہنچتا ہے ، جہان پہاڑ بِلّور کے ہین ، درختون پر سونے کی پتّیان ہین، سڑکون پر موتی بکھرے پڑے ہین ، چمک دار پرون والی چڑیون کے دل کش نغمے اُسے ایک دنیا کے کنارے لے جاتے ہین ،جہان جواھرات پتھرون کی طرح پڑے ہین ۔ اُسے محسوس ہوتا ہے کہ جنت اِس عالم سے آگے ، دریا کے اُس پار ہے ۔ مگر اس دریا پر کوئی پُل نہین نظر آتا ۔ پھر اُسے اُس پار ایک لڑکی سفید کپڑون مین ملبوس دکھائی دیتی ہے ۔ یہ لڑکی اُس کے سامنے آتی ہے اور اسے اپنے موتی کے لئے رونے سے منع کرتی ہے کیون کہ وہ موتی آسمان پر جنت مین پہنچ گیا ہے ۔ وہ اس موتی کے پاس نہین پہنچ سکتا، کیون کہ اس دریا کو موت سے پہلے پار کرنا ممکن نہین ۔ لڑکی اپنی آسمانی زندگی کے اور خداوند خدا سے قُرب کے حالات بیان کرتی ہے ۔ وہ ان چار سو چالیس کنواریون مین سے ہے ، جن کو سینٹ جون (ST. JOHN) نے یروشلم (JERUSALEM) کی پہاڑی پر دیکھا تھا ۔ لڑکی باپ کو آسمانی بادشاھت دکھانے کے لئے دریا کے منبع کی طرف چلتی ہے اور شاعر اپنی طرف کے کنارے پر اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے ۔ شاعر کو بالکل ویسا ہی شہر دکھائی دیتا ہے جیسا کہ "اپوکیلپس" (APOCALYPSE) مین بیان کیا گیا ہے ۔ یہان سفید کپڑے پہنے ہوئے کنواریان ناچ رہی ہین ۔

خداوند خدا کا مجسمہ اُن کے درمیان ہے اور فرشتے ان کے چاروں طرف ہیں ۔ ان میں اسے اپنی پیاری بچی بھی دکھائی دیتی ہے ۔ وہ اس کے پاس جانے کے لئے دوڑتا ہے اور اس کی آنکھ کھل جاتی ہے ۔ وہ اپنی بچی کی قبر پر سر رکھے ہوئے رو رہا ہے مگر اب خدا کی مرضی سے اسے تسلیم و رضا کا سبق مل گیا ہے۔ اب اسے اپنے موتی کے دیکھنے کی خواہش نہیں رہی ، کیوں کہ وہ موتی اب بہت ہی اچھی جگہ محفوظ ہے ۔" اپوکیلپس" کے اقتباسات نے اس نظم کے اَچھوتے پن کو کم کر دیا ہے۔ درس اخلاق کی طرف مصنّف کی توجہ نے اکثر جگہ بھاری پن پیدا کردیا ہے۔ اکثر بیانات ضرورت سے زیادہ رنگین ہیں ، مگر مجموعی حیثیت سے یہ نظم اپنے دور کی تمام تمثیلی نظموں سے آگے نکل جاتی ہے۔ اخلاقی ہماہمی اور فنّی جوش کا جو امتزاج ہمیں یہاں ملتا ہے وہ کسی اور تمثیل میں نظر نہیں آتا ۔ عقّت کی اہمیت جتانے کے لئے ہر چیز کو ایک مناسب مقام دیا گیا ہے ۔ باپ کا غم ایک انسانی جذبے کی طرح ہر جگہ موجود ہے اور نظم میں ایک ڈرامائی تاثر پیدا کرتا ہے ۔ طرز اکثر مقامات پر مصنوعی ہے پھر بھی زیادہ تر ایک مخصوص تہذیب کا تاثر پیدا کرتی ہے ۔ جذبات کی لطافت اور تخیّل کی گرمی اس نظم کے پیچیدہ اسٹنزوں (STANZAS) سے بھی نمایاں ہے ۔ مصرعوں کی ساخت 'ایلیٹریشن' (ALLITERATION) پر مبنی ہے مگر ہر مصرعے میں چار اوزان (STRESSES) بھی ہیں ۔ ہر اسٹنزا (STANZA) بارہ مصرعوں کا ہے اور پانچ پانچ اسٹنزے ایک گروپ بناتے ہیں ۔ قافیے کا التزام سانیٹ (SONNET) کے مقابلے میں کافی پیچیدہ ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی نظم ابھی تک پیچیدگیوں میں اُلجھی ہوئی ہے اور آزادی کی ضرورت ہے ۔

عروض کی پیچیدگی "پیورٹی" (PURITY) میں بھی نظر آتی ہے مگر یہ نظم ایپک (EPIC) ہے ، جس میں فرشتوں کا زوال ، طوفانِ نوحؑ ، فرشتوں کا حضرت ابراہیمؑ کے پاس نزول، بلتھزار (BALTHAZZAR) کی دعوت ، نیبوچڈ نزار

(NEBUCHEDNEZZAR) یعنی بخت نصر بادشاہ کا زوال دکھایا گیا ھے ۔ "پیشنس" (PATIENCE) مین حضرت یونسؑ کی زندگی کے حالات بیان ھوئے ھین ۔ حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ مین حال ذرا مزاحیہ ھو جاتا ھے ۔ مگر دونون نظمین مذھبی عقائد اور تسلیم و رضا کا درس دینے اور فنّی تاثرات کو اخلاق سے ھم آھنگ کرنے مین اتنی ھی کامیاب ھین جتنی کہ "پرل" ۔

اخلاقی رنگ" سرگاوین اینڈ دی گرین نائٹ " (SIR GAWAYNE AND THE GRENE KNIGHT) پر بھی غالب ھے مگر یہ ان سب سے بالکل مختلف قسم کی نظم ھے ۔ یہ بادشاہ آرتھر (ARTHUR) کی روایات سے تعلق رکھتی ھے مگر اس مین جو مخصوص قصّہ بیان کیا گیا ھے وہ کہین اور نہین ملتا ۔ بادشاہ آرتھر کرسمس (CHRISTMAS) کے موقع پر کیمیلوٹ (CAMELOT) کے ھال مین بیٹھا ھے کہ ایک سبز پوش دیو ھیکل نائٹ داخل ھوتا ھے ۔ وہ بادشاہ کے نائٹون کا امتحان لینے آیا ھے ۔ اُس کے ھاتھ مین ایک بہت بڑی کلہاڑی ھے ۔ وہ کہتا ھے " مین اپنا سَر اِس کلہاڑی سے کٹوا دینے کو تیار ھون اگر بارہ مہینے کے بعد میرا سَر کاٹنے والا میرے سامنے اپنا سر اِسی کلہاڑی سے کٹوانے کے لئے تیار ھو " یہ سن کر بادشاہ آرتھر کے سب نائٹ تذبذب مین پڑ جاتے ھین ، مگر سر گاوین کلہاڑی لے کر سبز پوش نائٹ کا سَر اُڑا دیتا ھے ۔ سبزپوش نائٹ اپنا سَر اٹھا لیتا ھے اور سر گاوین کو وعدے پر قائم رھنے کی تنبیہ کرتا ھوا غائب ھو جاتا ھے ۔ ایک سال بعد سَر گاوین سبز پوش نائٹ کی تلاش مین نکلتا ھے ۔ کئی مراحل طے کرنے کے بعد ایک نہایت خوبصورت قلعے مین پہنچتا ھے ۔ اس کا مالک ایک بڈھا ھے ، جس کی جوان اور نہایت خوب صورت بیوی ھے ۔ ھر روز بڈھا شکار پر چلا جاتا ھے اور اس کی بیوی سر گاوین کو محبت کے جال مین پھانسنے کی کوشش کرتی ھے ۔ سَر گاوین اُس کی محبت کو قبول نہین کرتا مگر اُس سے ایک سبز پیٹی لے لیتا ھے ، جس مین جادو کا اثر ھے اور جس کو باندھ لینے والا کبھی مارا نہین جاسکتا ۔ چنان چہ جب سبز پوش نائٹ کی کلہاڑی سر گاوین

کی گردن پر پڑتی ھے تو محض اس کی کھال چھل جاتی ھے ـ اب معلوم ھوتا ھے کہ یہ بڈھا ھی سبزپوش نائٹ تھا اور اس کی بیوی مورگائن لا فےَ (MORGAIN LA FAY) تھی جس نے بادشاہ آرتھر کے نائٹون کو ذلیل کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا ـ سر کیمیلوٹ واپس آتا ھے اور اس کی کامیابی کی یاد مین آرتھر اپنے تمام نائٹون اور لیڈیون کو سبز پیٹیان باندھنے کا حکم دیتا ھے ـ

اس نظم کے پس منظر مین ایک ایسے فنکار کے وجود کا احساس ھوتا ھے جو واقعات کی ترتیب کے فن سے واقف ھے ، جو قصّے کو نہایت دل چسپی اور تنوع کے ساتھ پیش کرسکتا ھے اور جو انسانی نفسیات کا ماھر ھے ـ وہ معلمِ اخلاق ھے اور اس کا خاص موضوع عِفّت ھے ـ سر گاوین ، مورگائن لا فےَ کی شہوت کا شکار ھو جانے سے جس طرح بچتا ھوا دکھایا گیا ھے اُس کا کمال اِس امر مین ھے کہ سر گاوین کسی جگہ مروت اور ظاھری اخلاق کو ھاتھ سے نہین جانے دیتا ـ سر گاوین کا کردار پورے ڈرامائی زور کے ساتھ نمایان ھوتا ھے ـ پھر اس نظم مین سیر اور شکار کے مناظر نہایت درجہ واقعاتی ھین ـ اس نظم مین دو اسٹنزے (STANZAS) استعمال ھوئے ھین جو موسم کی تبدیلیان بیان کرتے ھین ـ موسم کی تبدیلیون کے بیانات شاعر کی قدرتی مناظر سے واقفیت اور محبت کا ثبوت دیتے ھین ـ خراب موسم اور خشک مناظر کی تصویرین خاص طور پر جاذبِ نظر ھین ـ موسمِ سرما کی بربادیون کی تصویر کو سب سے زیادہ سَراھا گیا ھے ـ گو اینگلو سیکسَن پسپائیّت کا اثر اس نظم مین دکھائی دیتا ھے مگر عفّت سے شاعر کی دل چسپی نے اسے کامیاب اخلاقی نظم بنا دیا ھے ـ

یہ چارون نظمین فَن کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ نظر آتی ھین ـ یہ ھین تو اینگلو سیکسَن شاعری کی روایات سے وابستہ اور ان کی کافی حد تک نمائندگی بھی کرتی ھین ، مگر ان سے یہ بھی ثابت ھوتا ھے کہ نارمَن اثرات کے تحت کس قدر ترقی ھوگئی ھے اور انگریزی شاعری کس درجہ معیاری ھوگئی ھے ـ زبان اور رنگ مین ایک نئی تہذیب نمایان ھے ـ خیالات اخلاق سے ھم آھنگ

ہوگئے ہیں ۔ جذبات میں پستی اور پسپائیت جاتی رہی ہے۔ عروض بھی ایک راہ ڈھونڈھ رہا ہے ، حالاں کہ یہ راہ اُسے ابھی ملی نہیں ہے ۔

اسکاٹ لینڈ ۔ بار بور

اِس دور میں اسکاٹ لینڈ کی زبان اور ادب بھی انگلستان کے شمالی اضلاع کی زبان اور ادب سے قریب آگئے ۔ عرصے تک دونوں مُلکوں میں دشمنی رہی اور اسکاٹ لینڈ کے لوگوں نے اپنا الگ قومی کردار بنا لیا مگر تہذیب اور ادب کے سلسلے میں انہیں انگلستان کے ساتھ ہی چلتے بن پڑی ۔ چنان چہ چودھویں صدی میں اسکاٹ لینڈ کا شاعر جون باربور (JOHN BARBOUR) نمایاں ہوا جس کی تیرہ ہزار مصرعوں کی نظم "برُوس" (BRUCE) سے اسکاچ ادب کی شان دار ابتدا ہوتی ہے ۔ باربور کے حالات صرف اس قدر معلوم ہیں کہ یہ ابرڈین (ABERDEEN) میں آرچ ڈیکن (ARCHDEACON) تھا ۔ اُس نے دو سفر انگلستان کے اور دو فرانس کے کئے اور ۱۳۷۵ء اور ۱۳۷۸ء کے درمیان اس نے اپنی یہ نظم لکھی جو اسکاٹ لینڈ کی قومی نظم ہے ۔ یہ نظم اپنے ملک کی صحیح تاریخ بیان کرتی ہے ۔ باربور نے اپنے ملک کے تاریخی حالات کی چھان بین کی ہے اور وہ سچّے جذبۂ حب الوطنی کے ساتھ ، جو کچھ حقیقت میں گزرا ہے، بیان کر دینا چاہتا ہے ۔ "برُوس" اسکاٹ لینڈ کے مورخین کے لئے آج بھی بڑی اہم ہے ۔

یہ نظم اسکاٹ لینڈ کے بابائے قوم رابرٹ بروس(ROBERT BRUCE) کی تاریخ بیان کرتی ہے ۔ بروس کی زندگی یوں شروع ہوتی ہے کہ وہ ایک غدّار کو ایک مقدس مقام پر قتل کر دیتا ہے ۔ اسے اپنی جان بچانے کے لئے کوہ و دشت میں پناہ لینا پڑتی ہے ۔ برسوں وہ اپنی زندگی یوں گزارتا ہے کہ دشمن اسے ڈھونڈھ رہے ہیں اور وہ ننگے پاؤں پہاڑوں پر چڑھ چڑھ کر اپنے تئیں چھپا رہا ہے ۔ آخرکار وہ راتھلِن (RATHLIN) کے جزیرہ میں

پہنچ جاتا ھے - وھان وہ ایک فوج جمع کرتا ھے - ۱۳۱۲ء مین وہ اپنے ملک پر فوج کشی کرتا ھے اور بَینکبَرن (BANNOCKBURN) کے مقام پر انگلستان کے شاہ ایڈورڈ دوم کو شکست دیتا ھے اور اس طرح اسکاٹ لینڈ کے لئے کامل آزادی حاصل کر لیتا ھے - یہ نظم مکمل واقعاتی ھے مگر اِس کے واقعات ایسے ھین جن تک پہنچنے مین رومانی تخیلات مات ھو جاتے ھین - ایک قوم کی جنگ آزادی کا قصّہ اس طرح بیان کیا گیا ھے کہ اس کی حقیقت کے سامنے ھر گہری جذباتی نظم کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ھے - باربور نے بروس کا کردار نمایان کرنے مین حد سے زیادہ غیر جانب داری برتی ھے مگر بروس کی کشمکش کے مدارج ایسے تعجب انگیز ھین کہ اس کا کردار ایپِک نظمون کے ھیروؤن کا کردار معلوم ھوتا ھے -

اس نظم کا مواد اس کے فن سے زیادہ اھم ھے - مگر اس مین فن کی بھی کمی نہین - بروس کا کردار پوری نظم کو ایک اھم یکسانیت عطا کرتا ھے - ھزارون اور مختلف قسم کے واقعات ھیرو کی ھستی سے وابستہ ھونے کی وجہ سے ایک قدرتی آھنگ مین آکر نہایت مربوط شکل بناتے ھین - باربور معلمِ اخلاق بھی ھے اور بروس کی زندگی کا مذھب سے تعلق بھی شروع اور آخر مین اس طرح نمایان کیا گیا ھے کہ پوری نظم مین ایک اخلاقی وحدت آجاتی ھے - باربور نے اِس نظم کو اپنے ملک والون مین حب الوطنی کے جذبے کو ، جو کم ھو چلا تھا ، بڑھانے کے لئے لکھا تھا اور اس مین آزادی اور اس سے متعلق موضوعات پر بڑے خاص خیالات ملتے ھین - اس نظم مین رنگ و بُوئے شاعری کی کمی محسوس ھوتی ھے اور اس کے چار رکن والے چھوٹے مصرعون مین کوئی اعلیٰ ترنّم نمایان نہین ھوتا ، مگر پھر بھی یہ ادب کے لافانی شاھکارون مین سے ھے -

لینگ لینڈ

اس دور مین عوام کا سب سے زور دار شاعر ولیم لینگ لینڈ

(WILLIAM LANGLAND) تھا ، جس کی عجیب و غریب نظم "پیرس پلاؤمن" (PEARS PLOWMAN) انگریزی ادب کے شاہکارون مین سے ہے ۔ اس نظم کے تین مسودے ہمارے سامنے ہین ، جن مین اتنا اختلاف ہے کہ اکثر عالمون کی رائے کے مطابق یہ تین مختلف مصنّفون کی تصنیفات ہین ۔ پھر اس کے مصنّف کی بابت یہ بھی طے نہین ہوسکا کہ اس کا نام لَینگ لَینڈ تھا یا لَینگ لے(LANGLEY)۔ مگر جو امور اس کی بابت تصدیق سے ثابت ہوچکے ہین وہ یہ ہین کہ وہ تقریباً ۱۳۳۰ء مین شراپشائر (SHROPSHIRE) مین پیدا ہوا ۔ ایک عرصے تک وہ مالوَرن کی پہاڑیون (MALVERN HILLS) مین رہا ، پھر اپنی بیوی اور لڑکی کو ساتھ لے کر لندن مین آبسا اور عرائض نویسی کا کام کرتا رہا ۔ کچہریون اور قانون کی زبان سے اس کی اچھی واقفیت ہوگئی ۔ وہ نہایت مغرور تھا ، کسی کو خاطر مین نہ لاتا تھا ۔ زیادہ تر لوگ اسے پاگل سمجھتے تھے ۔ اس نے خود اپنے تئین ایسا فقیر بتایا ہے جو دروازے دروازے گاتا پھرتا ہو اور خیرات پر بسر اوقات کرتا ہو ۔ کیا معلوم یہ شاعرانہ انکسار ہو ! خیر یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وہ شدید طور پر مذہبی تھا اور اُسے نام نہاد عیسائیون سے سخت نفرت تھی ۔ وہ پورے معاشرے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس کے ذہن مین عیسائی معاشرے کا ایک مخصوص نصب العین تھا ۔ وہ فن کار سے زیادہ معلّمِ اخلاق تھا اور جو تصنیف اس کے نام سے منسوب ہے ، وہ ہے تو نظم ، مگر معاشرے کی طنزیاتی تصویر پیش کرتی ہے اور عیسائیت کا زبردست پرچار کرتی ہے ۔

"پیرس پلاؤمن" (PIERS PLOWMAN) شروع یون ہوتی ہے کہ شاعر گڈریے کا بھیس بدل کر مالوَرن کی پہاڑیون مین جاتا ہے اور وہان سو جاتا ہے ۔ خواب مین اسے ایک وسیع میدان دکھائی دیتا ہے جس مین ہر قسم کے لوگ اسی طرح نظر آتے ہین جیسے کہ کسی بازار مین دکھائی دین ۔ غریب ، رئیس ، مزدور ، ناکارہ، زمیندار ، تجارت پیشہ ، کلرک ، مسخرے سب ہی موجود ہین ۔ ان کے درمیان لیڈی ہولی چرچ (LADY HOLY CHURCH) ظہور

کرتی هین اور ان سے کہتی هین کہ وہ سب آسمانی معاملات سے بے بہرہ هین اور یہ کہ انسان کا فرض یہ هے کہ حق کی تلاش کرے اور یہ کہ محبت اور سخاوت هی انسان کو جنت کی طرف لے جاتی هے ۔ یہ سن کر تمام مجمع توبہ کرتا هے اور تلاشِ حق کے لئے تیار هو جاتا هے ۔ مگر کسی کو راستہ معلوم نہین هے ۔ اب " پیئرس پلاؤمن" ظاهر هوتا هے ۔ اس نے پچاس برس حق کی خدمت کی هے اور ضمیر اور عقل کی مدد سے اُسے حق کے راستے کا سراغ مل گیا هے ۔ وہ راستے کو تمثیلی طریقے پر بیان کرتا هے ۔ اس کو سن کر بزدل لوگ بھاگ جاتے هین ۔ چلنے سے پہلے پیئرس زمین جوتتا هے اور عورتون کو هدایت کرتا هے کہ وہ سِینے پرونے کا کام کرین۔ کچھ لوگ اب بھی بھاگنا چاهتے هین لیکن بھوک کی وجہ سے مجبوراً رک جاتے هین ۔ شاعر کی آنکھ کھل جاتی هے ۔ وہ پوپ کے معافی نامون کے خلاف وعظ کرتا هے اور قیامت کے دن نیکو کارون کے انعام و اکرام کا نقشہ کھینچتا هے ۔ خاص نظم اس طرح ختم هوجاتی هے مگر اس کے بیچ مین دو حصّے ایسے هین جو اس سے زیادہ طویل هین اور ایک دوسرے سے ملے هوئے هین ۔ ایک" دی میرج آف لیڈی میڈ" (THE MARRIAGE OF LADY MEED) هے ۔ اس مین لیڈی میڈ (MEED : یعنی انعام و اکرام) بہت قیمتی لباس پہنے جواهرات سے لدی سر پر ایک تاج رکھے هوئے دکھائی دیتی هے۔ پہلے اس کے نام کا مطلب 'انعام و اکرام' بدرجہ حق تھا مگر اب 'حیلہ سازی' هوگیا هے ۔ اس کے ساتھ بہت سے چاپلوس هین جو اُسے برائی کی طرف لے جاتے هین ۔ یہ لوگ اس کی شادی "جھوٹے" (FALSE) کے ساتھ ٹھہراتے هین ۔ شادی کا معاهدہ تیار هوجاتا هے مگر " دینیات " (THEOLOGY) کی مخالفت کی بنا پر یہ معاملہ لندن مین شاهی دربار مین لایا جاتا هے، جہان صالح لوگ" ضمیر" (CONSCIENCE) اور " عقل " (REASON) کی مدد سے بادشاہ پر زور ڈالتے هین کہ شادی کا معاهدہ ختم کیا جائے ۔ بے ایمان اور رشوت خور افسرون کی کوشش کے باوجود بدمعاشون کو سزا دی جاتی هے ۔ "جھوٹ" اور اُس کے ساتھی بھاگ جاتے هین اور

پوپ کے معافی نامے بیچنے والون (PARDONERS)، سود اگرون ، گانے والون اور فرائرون (FRIARS) کے درمیان پناہ لیتے ھین ۔

دوسرا حصّہ " کنفیشن آف سَیوِن ڈَیڈلِی سِنزْ" CONFESSION OF SEVEN DEADLY SINS) ھے ۔ یہ پہلے حصّے سے یون ملتا ھے کہ "عقل" (REASON) کے ایک وعظ کا یہ اختتامیہ ھے ۔ "عقل" سب گناھگارون کو حق کی تلاش کی طرف توجہ دلاتی ھے ۔ ویسے تو سات تباہ کُن گناھون کا ذکر قرونِ وسطیٰ مین بہت جگہ ملتا ھے مگر لینگ لینڈ کے یہان ان گناھون کا بیان بڑی حقیقت پسندی پر مبنی ھے ۔ یہ سب گناہ بدل سکتے ھین اور "توبہ" خدا سے دعا کرتی ھے کہ یہ سب ٹھیک ھو جائین ۔

ان حصّون کے علاوہ اس نظم کا ایک اختتامیہ بھی ھے، جو بہت سے خوابون کا مجموعہ ھے اور یہ تین عنوانات کے تحت جمع کر دئے گئے ھین ۔ ڈوویل (DOWEL) ، ڈوبِٹ (DOBET) ، ڈوبیٹ (DOBEAT) تین عنوانات ھین ۔ یہ آخری حصّہ ڈرامائی انداز مین ھے جس مین مختلف اخلاقی صِفات کردارون کی صورت مین آتی ھین اور ایک مقام پر حضرت عیسیٰؑ بھی نظر آتے ھین ۔ اکثر جگہ پیٹرس پلاؤمن بھی نظر آتا ھے؛ کبھی وہ محض عام انسان ھوجاتا ھے ، کبھی عیسیٰؑ اور کبھی نیک لوگون کا نمائندہ ۔ آخر مین "ضمیر" اس کی تلاش مین جاتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔

فنّی اعتبار سے یہ نظم نہایت درجہ بے ھیئت اور بے ھنگم ھے۔ اس مین خیالات ، تصوّرات اور تمثیلات اس بے ترتیبی کے عالم مین ھین کہ اس کی مجموعی تصویر ذھن مین قائم کرنا مشکل ھے۔ پوری نظم کا مرتّب خاکہ نہین بنایا جاسکتا ۔ مختلف حصّے کسی آھنگ کے تحت باھم مربوط نہین ھین ۔ اگر ان کو الگ الگ کیا جائے تو بھی یہ محسوس ھوتا ھے کہ اس کے مصنّف مین فن کارانہ صلاحیت بہت کم تھی ۔ کسی حصّے مین زور نظر نہین آتا ۔ اشعار مین نہ زیادہ اثر ھے اور نہ ترنّم ۔ فنّی لحاظ سے یہ نظم دوسرے درجے ھی کی رہ جاتی ھے ، مگر خیالات کے لحاظ سے اس کی اھمیت بہت ھے ۔ مذھب اور اخلاق کا درس اس مین اس زور کے ساتھ

ملتا ھے کہ اس کی فنّی خامیاں محسوس نہیں ھوتیں ۔ لینگ لینڈ سیاسی اور سماجی حالات کا منکر نظر آتا ھے اور اس ضمن میں اس کے خیالات بہت زور اور قوت رکھتے ھیں ۔ وہ مذھبی اور سیاسی معاملات میں اصلاح کی صورتیں بتاتا ھے ۔ پارلیمانی نظام کا تصور اس کی جدت ھے ۔ جمہوریت کا جو نقشہ وہ پیش کرتا ھے وہ اس کے دور کو دیکھتے ھوئے تعجب انگیز ھے ۔ اصل میں اس کی طبع کا زور اس نظم کو کامیاب بناتا ھے ۔ اس کا خلوص اپنی مثال آپ ھے، جو ایک اعلیٰ تبلیغی جوش کی صورت میں نمایاں ھوکر اُس وقت کے مذھبی نظام کی دھجّیاں اڑاتا ھے ۔ اس کا طنز اس جوش سے لبریز ھونے کی وجہ سے بڑے اعلیٰ ادبی درجے پر پہنچا ھوا نظر آتا ھے ۔ وہ محض بُت شکن نہیں بلکہ تعمیرِ نو کا حامی بھی ھے اور اس کے لئے مثبت خیالات پیش کرتا ھے ۔ وہ اپنے دور کے مذھبی ، سیاسی اور سماجی نظام کے خلاف بغاوت کرکے ایک عیسائی سماج کی نئی تشکیل پیش کرتا ھے ۔ وہ عوام اور غربا کے حقوق کو سب سے زیادہ اھمیت دیتا ھے ۔ پیئرس پلاؤمن ایک کسان ھے جو ایک مثالی عیسائی ھے، اور اس مثالی انسان کا مجسمہ ھے جس کا تصور حضرت عیسیٰؑ اور اُن کے شاگردوں نے پیش کیا اور جس کی سی زندگی بسر کرنا انھوں نے خود اپنا فرض سمجھا ۔

گاور

اگر لینگ لینڈ عوام کا نمائندہ ھے تو جون گاور (JOHN GOWER) اُس دور کے شرفا اور رؤسا کی بھرپور نمائندگی کرتا ھے ۔ گاور کی نظمیں اُس زبان میں ھیں جو لندن ، آکسفورڈ اور کیمبرج کے اضلاع میں بولی جاتی تھی اور جس کو " شاھی انگریزی " کہا گیا ھے ، نیز جو قومی زبان ھی ھوکر نہیں رھی بلکہ اب بھی معیاری زبان مانی جاتی ھے ۔ چودھویں صدی سے پہلے یہ زبان دوسری تین زبانوں سے بہت پیچھے تھی مگر شاھی دربار اور یونیورسٹیوں کے قُرب نے اسے جلد ھی اس قدر اھمیت دے دی کہ

وہ کچھ ہی عرصے مین ملک کی تمام زبانون سے آگے نکل گئی ۔

گاور اس دور کے تعلیم یافتہ شرفا کا نمائندہ کہا جاسکتا ھے۔ وہ کینٹ کے ایک شریف گھرانے مین پیدا ھوا ۔ اس زمانے کے دستور کے موافق اپنی تعلیم پوری کی ، لاطینی اور فرانسیسی مین مہارتِ تامّہ حاصل کی ، شاھی دربار سے وابستہ ھوا اور لندن مین آبسا ۔ اس کا شمار عالمون مین کیا جاسکتا ھے ۔ اس کے پاس عمدہ کتب خانہ بھی تھا ۔ اونچے طبقے کے تہذیب یافتہ لوگون کی طرح اس نے فرانسیسی اور لاطینی کو اپنے مطالب کے ادا کرنے کا ذریعہ بنایا ۔ حالان کہ مُلکی زبان کو کافی عروج حاصل ھوگیا تھا اور ھو رھا تھا مگر اب تک اعلی طبقے کے لوگ اس زبان کو پست ھی سمجھتے تھے ۔ چنان چہ جوانی مین گاور نے اپنی محبت کے گیت فرانسیسی زبان ھی مین گائے ۔ ان گیتون مین اینگلو نارمن شاعرون کا اثر نمایان ھے ۔ جوش کی کمی تو ھے مگر ایک خاص نفاست بھی موجود ھے ۔ زبان پیرس کی فرانسیسی سے بہت مختلف ھےاور بیشتر مصنوعی ھے ۔ ان گیتون سے معلوم ھوتا ھے کہ اعلیٰ طبقے مین محبت کے اظہار کی زبان بھی اینگلو فرنچ تھی ۔

گاور نے اپنی پہلی طویل نظم بھی فرانسیسی ھی مین لکھی۔ اس کا نام "اسپیکولم مڈیٹینٹس" یا "مرائر دَ لوم" (SPECULUM MEDITANTIS Or MIROIR DE L'HOMME) ھے ۔ اس مین اُس نے اپنے دور کی بد عنوانیون کا نقشہ کھینچا ھے اور قوم کو برائیون سے دور رھنے کی تلقین کی ھے ۔ نظم بہت طویل ھے اور پند و نصائح سے اس قدر بھاری ھوگئی ھے کہ شاعرانہ اثرات اس مین بالکل ھی غائب ھوگئے ھین ۔ ھر جگہ زمانے کے گناھون پر لعنت کے سِوا اور کچھ نہین نظر آتا ۔ گاور کا اخلاقی جوش تسلیم، مگر اُس کی شاعری بالکل بے کار نظر آتی ھے ۔ اس کے بعد گاور نے اپنی شاھکار نظم "وُکس کلمَینٹِس" (VOX CLEMANTIS) لاطینی مین لکھی ۔ اس دور کے عالمون کی طرح اسے مادری زبان کے مستقبل پر اعتماد نہ تھا اور وہ اپنے بہترین خیالات اور بہترین فن کو لاطینی کے سپرد کردینا ھی مناسب سمجھتا تھا ۔ یہ نظم واٹ ٹائلر

کے ماتحت کسانوں کی بغاوت کا نقشہ ہے جو ایک خوف زدہ زمیندار کے نقطۂ نظر سے کھینچا گیا ہے - واٹ ٹائلر کی تحریک گاور کے ضلع ہی میں شروع ہوئی اور اُس نے اسے بہت نزدیک سے دیکھا - اس کی نظم ایک ڈراؤنے خواب کا بیان ہے جس میں تمام عام لوگ جانور ہو جاتے ہیں - گدھے شیروں کی طرح خون خوار ہو جاتے ہیں اور بوجھ اٹھانے سے انکار کرتے ہیں ، بیل ہل چلانے سے انکار کرتے ہیں ، کتّے شکاریوں پر بھونکتے ہیں ، بلّیاں پاگل ہو جاتی ہیں ، ایک نِیل کنٹھ اُن کو اُکساتا ہے اور ان کے درمیان کھڑا ہو کر چیختا ہے " عزت مردہ باد "، "قانون کو مٹا دو" - ایک معزول پادری بھی اس کے ساتھ ہے جو کہتا ہے " جب آدمؑ زمین کھودتے تھے اور حوّاؑ سوت کاتتی تھیں ، اُس وقت کون شریف آدمی تھا" - یہ جانور " ٹرائے نو وانت' (TROYNOVANT) کا شہر برباد کرتے ہیں- مگر نِیل کنٹھ مارا جاتا ہے اور ان کی طاقت کم ہو جاتی ہے - حکومت کا جہاز 'ڈِس آرڈر' (DISORDER) کے جزیرہ پر لنگر انداز دکھایا گیا ہے - آسمان سے ایک آواز گاور کو یہ حالات بیان کرنے کا حکم دیتی ہے - اس تمثیل میں 'نیل کنٹھ' واٹ ٹائلر ہے ، 'ٹرائے نو وانت' لندن ہے اور تاریخی واقعات کو تمثیلی رنگ دے دیا گیا ہے - واٹ ٹائلر کا سماجی انقلاب ، حکومت نے پہلے اس کے لیڈر کو قتل کراکے پھر عوام سے وعدہ لے کر اور آخر میں زبردستی سے، دبا دیا تھا مگر اس نظم کو لکھتے وقت گاور کو یہ یقین تھا کہ یہ انقلاب دب چکا ہے - اس کے اسباب پر غور کرکے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ سب قوم کی عام بدکاری کا نتیجہ ہے - اُسے معاشرہ تین طبقوں میں بٹا ہوا نظر آیا اور تینوں طبقوں کو اس نے بدکاری میں مبتلا پایا - شاہی دربار اسے سب برائیوں کا مرکز نظر آیا - نظم کا زیادہ حصہ درسِ اخلاق ہے اور آخر میں شاعر جوان بادشاہ رچرڈ دوم سے التجا کرتا ہے کہ وہ دربار کی زندگی کو اخلاقی اصولوں پر لائے اور تمام مخلوق سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کو درست کر لے تاکہ خدا کے سامنے جانے کے قابل ہو- یہ نظم بڑی زور دار ہے مگر ایک مُردہ زبان میں ہونے کی وجہ سے

یہ اہم نہین ھوسکی ۔

قومی ادب مین گاور کا نام اس کی آخری طویل نظم کی بنا پر آتا ھے جو انگریزی مین ھے ۔ اس کا نام "کنفیسیو امینٹس" (CONFESSIO AMANTIS) ھے ۔ یہ بہت سے قصّون کا مجموعہ ھے ۔ گاور نے اسے عوامی زبان مین شاہ رچرڈ کے حکم پر لکھا ۔ اس امر کا وہ نظم کے شروع مین اعتراف کرتا ھے ۔ وہ آگے افسوس کے ساتھ کہتا ھے کہ اسے محبت کی بابت لکھنا پڑ رہا ھے جب کہ اس کا مخصوص اور دل چسپ موضوع اخلاقیات ھے ۔ اس موضوع کو اس نے عوام کی دل چسپی کے لئے چھانٹا ھے ۔ اس کی نظم اس طرح شروع ھوتی ھے کہ بہار کے موسم مین ایک دن وینس(VENUS) اسے اپنے پجاری 'جینیَس'(GENIUS) کے پاس لے جاتی ھے ۔ جینیَس شاعر کا امتحان لیتا ھے ۔ جینیس ھر برائی کے سلسلے مین امتحان لینے کے لئے ایک قصّہ سناتا ھے ۔ وہ زندگی کو تباہ کرنے والے گناھون اور ان سے ملے جلے بہت سے اور گناھون کے الگ الگ قصّے سناتا ھے اور اس طرح پوری نظم کے سات حصّے مکمل ھو جاتے ھین ۔ اس کے بعد وینس شاعر کے بڑھاپے کا مذاق اڑاتی ھے اور وہ بھاگ جاتا ھے۔ قصّے کو یکجا کرنے کا یہ طریقہ نہایت بھونڈا ھے کیون کہ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ مختلف قصّون کا محبت سے کیا تعلق ھے ۔ اگر اس نظم کے چھوٹے چھوٹے قصّے بغیر اس طریقۂ ترتیب کے ایک جگہ جمع کردئے جاتے تو اچھا تھا ۔ قصّے چھوٹے بھی ھین اور بڑے بھی ۔ اکثر یونانی اور لاطینی ادب سے لئے گئے ھین ، بعض عام روایات سے، مگر سب کسی نہ کسی برائی کی مثال کے سلسلے مین آتے ھین۔ مثلاً ریاکاری کی مثال کے لئے لڑاکا گھوڑے کا قصّہ سناتا ھے ۔ یہ دکھانے کے لئے کہ قتل غصّے کا نتیجہ ھے اور کسی کام کو بغیر سوچے سمجھے نہ کرنا چاھئیے ، پیرامِس اور تھِسبی (PYRAMUS AND THYSBIE) کا قصّہ سنایا گیا ھے جس مین پیرامِس محض یہ گمان کرکے کہ تھسِبی کو شیر نے مار ڈالا ، اپنے تئین مار ڈالتا ھے ۔ یہ دکھانے کے لئے کہ محبت مین لاپروائی نقصان دہ ھے وہ فِیٹن (PHAETON) کا قصّہ سناتا ھے جس نے اپنے باپ کے رتھ کو ایسی لاپروائی سے چلایا کہ

زمین کبھی منجمد ھوگئی اور کبھی جل گئی حس کے نتیجے مین اُس کے باپ تھوبس نے اسے رتھ سے گرادیا اور وہ سمندر مین ڈوب گیا ۔ قصّہ گو کی حیثیت سے گاور بالکل کامیاب ھے ۔ وسیع معلومات کی بنا پر اس نے بڑے دل چسپ قصّے چھانٹ چھانٹ کر یکجا کئے ھین اور ان کو بیان کرنے مین صفائی اور روانی دکھائی ھے ، مگر محبت کے موضوع کو برتنے کا وہ اھل نہین ثابت ھوا ؛ اس مین نہ مِزاح ھے اور نہ ھی ڈرامائی قوت ۔ مختلف جگہون پر وہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ھے اور صرف درسِ اخلاق پر ، جو اس کا مرغوب موضوع ھے ، لکھنے کی خواھش ظاھر کرتا ھے ۔ چوسَر نے اسے مارَل گاور (MORAL GOWER) کہا ھے کیون کہ اخلاقیات ھی اس کا اصل موضوع ھے ۔

گاور مین اوّل درجے کی شاعرانہ قوتون کا فقدان ھے ۔ وہ عالم، محنتی ، اپنے زمانے کا نمائندہ اور حد تک دل چسپ شاعر ضرور ھے اور اس کی واحد انگریزی نظم اس کے دور کے رجحانات کے مطالعے کے لئے بڑی اھمیت رکھتی ھے ۔

وِکلف

اِس دَور کا تمام تر رجحان اخلاقیات اور مذھبی اصلاح کی طرف تھا ۔ عیسائی سوسائٹی ایک ایسے موڑ پر پہنچ چکی تھی ، جہان اسے اپنے لئے اصلاح کا راستہ تلاش کرلینا ضروری ھوگیا تھا ۔ تمام شاعر اصلاح کے راستے دکھانے کی کوشش مین محو رھے ۔ کیتھولِک مذھب اور پاپائے اعظم کی زیادتیان حد کو پہنچ چکی تھین ۔ اِس دَور مین ایک اھم رھبر بھی سامنے آیا جس نے اپنی زندگی اصلاح کے کامون مین صَرف کر دی ۔ یہ رھبر جوَن وِکلِف تھا ۔ وہ ١٣٢٣ ء مین پیدا ھوا ۔ آکسفورڈ مین پروفیسر مقرر ھوا ، پھر شاہ ایڈورڈ سوم کا معلّمِ دینی مقرر ھوا ۔ دینیات اور قانون کا وہ بہت بڑا عالِم تھا ۔ اس وقت پاپائے روم اور کلیسائے روم کے ظلم سے تنگ آکر فرانس نے بغاوت کردی تھی ۔ انگلینڈ نے بھی فرانس کی راہ اس وقت

اختیار کی جب پوپ اَربن پنجم (POPE URBAN V) نے رقم طلب کی ۔ ایک بے نام پمفلٹ چھاپا گیا ، جس مین پوپ کی طلب کو صحیح ثابت کیا گیا ۔ وکلِف نے اس کا جواب لکھا ۔ اس پر پوپ کی انگلستان سے مخالفت بڑھی ۔ حکومت نے وکلف کا کھلے طور پر ساتھ نہین دیا ۔ وکلف نے عوام کو اپنی طرف راغب کیا اور مذھبی نظام اور پوپ کی بے جا حکومت کی پَول کھولی ۔ ۱۳۸۰ء سے اس نے لاطینی کے بجائے انگریزی مین لکھنا شروع کیا ۔ اس نے دوسرون کی مدد سے انجیل کا ترجمہ کیا اور اپنے خیالات کو عوام تک پہنچانے کے لئے واعظون کی ایک تنظیم نو کی ۔ "غریب پادریون" کے نام سے یہ نیک لوگ عوام کو انجیل کے صحیح معنے سمجھاتے ہوئے اور ھر فرد کے خدا سے براہ راست تعلق پر زور دیتے ہوئے گاؤن گاؤن پھرتے نظر آئے ۔ ان پادریون کو 'لولارڈز' (LOLLARDS) کا نام دیا گیا ۔ یہ فرائرس (FRIARS) کے مخالف تھے جن کو وکلِف نے، پوپ سے تعلق کی بنا پر ، بے ایمان قرار دیا تھا ۔ فرائرس کے بناوٹی وعظون اور ریاکارانہ زندگی کے برخلاف لولارڈز کے وعظ سادہ زبان مین ہوتے تھے اور ان کی زندگی خلوص اور نیکی کی مثال تھی ۔ ۱۳۸۰ء کے بعد سے وکلِف نے اپنے عہد کے فرسودہ عقائد پر حملہ شروع کیا ۔ اس نے یوکرائسٹ (EUCHARIST) پر عقیدے کو اور پوپ کے معافی نامون کو غلط قرار دیا ۔ اس وجہ سے اس کے دوست اس سے الگ ہوگئے ۔ رؤسا اور تجّار کسانون کی بغاوت سے ڈر کر اور بھی رجعت پسند ہوگئے تھے ۔ اسے کینٹربری (CANTERBURY) کے آرچ بِشَپ اور آکسفورڈ یونیورسٹی نے بھی مطعون کیا ۔ ۱۳۸۴ء مین اس کا انتقال ہوگیا ۔ اس کو پہلا پروٹسٹنٹ کہا جاتا ھے ۔ حالانکہ اپنی زندگی مین اس نے ناکامی کا منھ دیکھا مگر اصلاح کا جو بیج اس نے بویا تھا وہ جڑین پھیلاتا گیا اور آگے چل کر انگلستان پروٹسٹنٹ ہوکر رہا ۔

وکلِف کی اصلاحی تحریک کا ادب پر یہ اثر پڑا کہ انگریزی نثر وجود مین آگئی ۔ اس نے انجیل کا ترجمہ کیا اور اس کے ساتھی ھرفورڈ (HERFORD) نے توریت کا ترجمہ کیا ۔ وکلِف کا ترجمہ بہت

ناقص ھے کیون کہ اس نے لفظی ترجمہ کیا ھے اور لاطینی مین عرصے تک لکھتے رھنے کی وجہ سے بہت عرصے بعد وہ صحیح انگریزی نثر لکھنے کا اہل ہوا تھا ۔ اس کی نثر پر لاطینی کا اثر غالب ھے مگر پھر بھی اس کی نثر انجیل کے اس طرز کی بنیاد ھے جو ۱۹۱۱ء مین مکمل ہوئی ۔ پھر وکلِف پہلا شخص ھے جس نے قوم کو اشتہارات اور پمفلٹون کے ذریعے متاثر کیا ۔ ان کی زبان اگرچہ ادبی نہین ھے مگر عقلی دلائل اور زورِ بیان کی وجہ سے یہ نثر کی بنیاد ضرور بن جاتے ھین ۔

باب چہارم

پہلا قومی شاعر۔ چوسر

۱۳۴۰ (؟) تا ۱۴۰۰ء

چوسر کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے دَور کی مکمل نمائندگی کرتا ہے جب کہ اس کے ہم عصر کسی ایک پہلو ہی سے تعلق رکھتے ہین ۔ چوسر نہایت غیر جانب داری سے اور بڑے شوق کے ساتھ ماضی کو بھی دیکھ رہا ہے جو کتابون کے ذریعے اُس کے لئے زندہ ہے اور اپنے سامنے گزرتے ہوئے حالات پر ، جو اس کے ملک اور دوسرے ممالک مین اہم حقیقت ہین ، نظر رکھتا ہے ۔ اسے ہر طبقے سے دل چسپی ہے ۔ اِس طرح اُس کا کلام اس کے دور کا مکمل آئینہ دار ہے اور وہ اُن مستقل اور دائمی صفات پر بھی پہنچ جاتا ہے جو انسان کی فطرت سے تعلق رکھتی ہین اور ہر ملک اور ہر دور مین یکسان ہین ۔

اس کی زندگی کے جو حالات ہم کو معلوم ہین اُن پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف قسم کی ملازمتون پر رہا ۔ درباری زندگی ، سیاسی زندگی اور سرکاری ملازمت کی زندگی اس کے سامنے رہی ۔ اس کا والد شراب کا تاجر تھا ۔ وہ تجارت پیشہ طبقے مین پیدا ہوا اور پلا بڑھا ۔ اُس نے دنیا کا ہر نشیب و فراز دیکھا اور دوسرے ممالک مین بھی رہا اور اپنی انتظامی و سرکاری مصروفیات کے ساتھ ساتھ وہ مطالعے کے لئے بھی وقت ضرور نکالتا رہا ۔ اس کے کردار کی وسعت کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ وہ ہر قسم کی زندگی سے خوش اور مطمئن رہا اور کتابون کے مطالعے کے ساتھ ساتھ زندگی کا بھی مطالعہ کرتا رہا ۔ معلوم

ہوتا ہے کہ زندگی سے اُسے بے پناہ دل چسپی تھی اور وہ کسی کام سے نہین اُکتاتا تھا اور نہ کسی عالم سے گھبراتا تھا ۔ اِسی وجہ سے اس کے کلام مین ہمین ایک صاف نظر اور وسیع ہمدردی ملتی ہے جو انگریزی کے بہترین مصنّف کی نمایان صفت ہے ۔

یہ اس کی صحیح دماغی کی اہم مثال ہے کہ اس نے دوسری رائج الوقت زبانون پر وقت خراب کرنے کے بجائے لندن کے نواح کی زبان کا انتخاب کیا جو 'بادشاہ کی زبان' کہلاتی تھی مگر ادبی نقطۂ نظر سے بڑی کم مایہ تھی ۔ اس نے اس زبان کو ہر قسم کی خوبیون سے معمور کر دیا ۔ وہ کامل طور پر شاعر تھا اور اس کا مقصد درسِ اخلاق و فلسفہ نہین تھا بلکہ آخر تک وہ خالص ادبی مقصد کو سامنے رکھتا رہا ۔ اسے انگریزی شاعری کی ہر چیز ایجاد کرنا پڑی۔ اس نے فرانسیسی شاعری سے مستعار لے کر وہ دس ٹکڑون والا مصرع ایجاد کیا جو انگریزی شاعری کا قدرتی وزن ہوگیا اور جس پر تمام اہم نظمین لکھی گئین ۔ اس نے اس مصرعے کو ابیات (COUPLETS) مین استعمال کیا اور اس سے مختلف قسم کے اسٹنزا (STANZAS) بھی بنائے ، مگر ان تمام تجربون سے دو عروضی شکلین ایسی نکلین جو اب تک رائج ہین : ایک بیت (COUPLET) اور دوسرا سات مصرعون کا بند جس کو چوسَرِینؔ اسٹنزا (CHAUCERIAN STANZA) کہتے ہین ۔ بیان کردینے مین تو یہ کام معمولی معلوم ہوتا ہے مگر چوسَر سے پہلے کی شاعری کا عالم دیکھتے ہوئے اور اس کا مقابلہ اس کے بعد کی شاعری سے کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہین کہ جو کچھ اس نے کیا وہ معجزے سے کم نہین ہے ۔

اس کے دور مین فرانسیسی زبان بڑی اہم تھی اور اس نے اس زبان اور اس کے شاعرون کا پورا اثر قبول کرکے انگریزی الفاظ کو ترتیب دی اور اس کی شاعری کی نفاست اور خوبیون کو اپنی زبان مین منتقل کیا ۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس نے خود کو اینگلوسَیکسَن روایت سے الگ کرکے یورُپ اور خاص طور سے فرانس کی روایات سے ہم کِنار کیا ۔ فرانسیسی نظم "روماں دَ لا روز" (ROMAN DE LA ROSE) اُس کی شاعرانہ تربیت مین اہم مقام رکھتی ہے۔ اُس نے

اِس نظم کا اپنی زبان مین ترجمہ کیا اور اسی عمل سے طرز اور عروض مین مشق بہم پہنچی ۔ اس نے انگریزی زبان کی کمزوریان بھی محسوس کین اور یہ کہا کہ " انگریزی مین ہم قافیہ الفاظ بہت کم ہین "۔ مگر یہ اس کی محنت ہی کا نتیجہ تھا کہ انگریزی زبان کی بیشتر خامیان دور ہوگئین ۔ یہ نظم اس کے لئے زندگی بھر اہم رہی اور اگر جوانی مین وہ اس کی رومانی صفات سے متاثر ہوا تو بلوغ کے زمانے مین اس کی زندگی پر نظر اور اس کی تنقیدِ حیات نے اس کے مزاحیہ رجحان کو فروغ دیا ۔ پہلے عام رائے یہ تھی کہ چوسَر پر فرانسیسی اثر کا ایک دور گزرا مگر اب یہ معلوم ہوگیا ہے کہ یہ اثر اس کی فطرت کا اہم حصّہ ہوگیا تھا ، چنان چہ اس کی شاعری کا مزاج ، اس کے تصوّرات کی صفات اور اس کی طرز کا لب و لہجہ ہمیشہ کے لئے فرانسیسی ہوگیا ؛ اگرچہ وہ اطالوی شاعرون کے اثر مین بھی آیا مگر بنیادی طور پر وہ فرانس کے قدیم شعرا کا ہم نوَا رہا ۔ وہ توازن جو فرانسیسی شاعری کی جان ہے اس کے یہان شروع سے آخر تک موجود نظر آتا ہے ۔

غنائی اور تمثیلی نظمیں

چوسر نے شاعری کی ابتدا عشقیہ نظمون سے کی اور اس کے کلّیات مین کافی تعداد اس قسم کی نظمون کی ہے ۔ یہان عام طور سے وہ فرانسیسی شاعرون کا نقّال ہے مگر اس کی انفرادیت ضرور جھلک دکھاتی رہتی ہے ۔ اس کی چھوٹی نظمون مین وہ نظم جس مین وہ بھیڑ بھاڑ سے الگ ہوکر خلوص کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اب بھی پورا اثر رکھتی ہے ۔ غنائی نظمون مین COMPLEYNT OF ANELIDA غم کے عالم کا نقشہ کھینچنے مین، اور BALLADE OF BRISELIDIS غنائی جذبات کے ساتھ مِزاح کی آمیزش کرنے مین شاہکار کی حیثیت رکھتی ہین ۔

اس کی تمثیلی نظمون سے ہمین محسوس ہوتا ہے کہ "روماں دَ لا روز" (ROMAN DE LA ROSE) نے اسے قرونِ وسطیٰ کے طرز

مین عرصے تک پھنسائے رکھا ۔ اس قسم کی اس کی پہلی نظم THE BOKE OF THE DUCHESSE ہے جو اُس نے اپنے مرّبی جون آف گونٹ (JOHN OF GAUNT) کی بیوی کی موت پر لکھی۔ یہان چوسر ایک مصیبت زدہ عاشق کی طرح سامنے آتا ہے اور پریشانی سے جاگتے جاگتے آخر کو سو جاتا ہے ۔ خواب مین وہ دیکھتا ہے کہ وہ شہنشاہ آکٹیوین (OCTAVIAN) کے ساتھ شکار پر گیا ہے اور جنگل مین اسے ایک خوبرو نائٹ دکھائی دیتا ہے جو اپنی بیوی کی موت پر آنسو بہا رہا ہے ۔ یہ اپنی بیوی کے حسن کی تصویر کھینچتا ہے اور اس کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی کے مختصر ہونے کی شکایت کرتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ نظم ہنگامی ہے اور اس مین چوسر کا طرز اس کے فرانسیسی استادون سے کئے ہوئے سرقون سے بھرا ہوا ہے مگر جگہ جگہ اس مین شاعرانہ کمال بھی نظر آتا ہے۔ خاص طور سے وہ حصّہ جس مین نائٹ اپنی بیوی سے جدائی پر روتا ہے جذبات غم و درد کی عکاسی مین پورے طور پر کامیاب ہے ۔ مگر اس نظم مین جو چیز چوسر کے آخری دور کے کلام کو دیکھتے ہوئے اہم ہوگئی ہے وہ " واقعیّت " ہے ۔ یہ خاص طور سے خود شاعر کی کردار نگاری مین نمایان ہوتی ہے اور اس مخصوص مزاح کی جھلک دکھاتی ہے جو چوسر کا خاص حصّہ ہے ۔

اسی قسم کی دوسری نظم PARLEMENT OF FOULES ہے جو چوسر نے شاہ رچرڈ دوم کی منگنی کے موقع پر لکھی ہے۔ یہان وہ سیپیو (SCIPIO) کی کتاب پڑھتے پڑھتے سو جاتا ہے ۔ خواب مین سیپیو آتا ہے ، اسے ایک باغ مین لے جاتا ہے جہان حُسن کی دیوی وینَس کا مندر ہے اور جہان قدرت (NATURE) کی حکمرانی ہے ۔ سینٹ ویلنٹائن کا دن (ST.VALENTINE'S DAY) ہے اور پرندے اپنے اپنے جوڑے منتخب کر رہے ہین ۔ قدرت کے ہاتھ مین ایک خوب صورت باز ہے جو سب سے زیادہ اہل پرندہ ہے ۔ قدرت پارلیمان منعقد کرتی ہے ۔ یہان باز اور دوسرے شکار کرنے والے پرندے اعلیٰ طبقے کے ہین اور اپنے جذبات کا بڑی نفاست سے اظہار کرتے ہین ۔ پھر عام پرندے ہین جو کیڑے یا دانے کھاتے

ھین - ان کی آوازین بھدّی اور کرخت ھین - یہان رومان اور مزاح ھم کنار نظر آتے ھین - چوسر کی مخصوص غیر جانب دار اور مزاحیہ فطرت اُبھر کر سامنے آجاتی ھے -

چوسَر کی تمثیلی نظمون مین شاید سب سے زیادہ اھم "ھاؤس آف فیَم" (HOUSE OF FAME) ھے - یہان اس نے دانتےکی طرح بلند پروازی کا تجربہ کیا ھے - شروع مین خوابون کی اھمیت پر بحث ھے - پھر شاعر سو جاتا ھے اور خواب مین وینس کا مندر دیکھتا ھے جہان اینیاس (AENEAS) کا سارا واقعہ دیوار پر نقش ھے - ایک سنہرا شاھباز اسے آسمان کی طرف اُڑا لے جاتا ھے - اس کی ملاقات ان سب مصنّفین سے ھوتی ھے جن کےکلام سے وہ واقف ھے - اسے حُسن کی دیوی دکھائی دیتی ھے اور وہ اس کی عنایات کی تقسیم کا مشاھدہ کرتا ھے - وھان سے وہ "افواہ کے گھر" (HOUSE OF RUMOUR) مین جاتا ھے اور دیکھتا ھے کہ افواھین کیسے گھڑی جاتی ھین - یہان کے شور سے اس کے کان پھٹنے لگتے ھین - نظم یہین پر ختم ھو جاتی ھے اور نامکمل رہ جاتی ھے مگر اس کے وہ حصّے بہت ھی اھم ھین جہان چوسر اپنے کردار اور مزاج کا حال بیان کرتا ھے - جب شاھباز اسے اُڑائےلئے جارھا ھے تو وہ کہتا ھے کہ وہ بلند پروازی کے لئے نہین بنایا گیا، اس کے لئے زمین پر چلنا ھی مناسب ھے - مختلف سیّارون کے پاس سے گزرتے وقت وہ ڈرتا ھے کہ کہین ان کی روشنی اسے اندھا نہ کردے - اس کا دل اُسی کیچڑ بھری سڑک پر ھے جو لندن سے کینٹربَری جاتی ھے - یہان معلوم ھوتا ھے کہ وہ بلند پروازی سے بالکل انکار کر دیتا ھے اور اسراریّت کو بالکل ترک کردیتا ھے -

اس کی نامکمل نظمون مین LEGENDE OF GOOD WOMEN (۱۳۸۵ ء) بھی ھے - یہان وہ اپنی کتابون سے دل چسپی کا اظہار کرتا ھے مگر موسمِ بہار مین وہ کتابون کوچھوڑ کر قدرت کے مناظر مین محو ھو جاتا ھے - اس کا محبوب پھول ڈیزی (DAISY) ھے - اِس پھول کے حُسن کو دیکھتے دیکھتے وہ سو جاتا ھے - خواب مین محبت کا دیوتا آتا ھے اور اسے ڈانٹتا

ہے کہ اس نے کریسیڈ ی(CRISEYDE)کی بے وفائی کا حال کیوں لکھا ۔ دیوتا کے ساتھ جو ملکہ ہے وہ شاعر کی طرف داری کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اس نے سچّی محبت کے بھی گیت گائے ہیں ۔ ملکہ شاعر کو حکم دیتی ہے کہ وہ تمام نیک بیبیوں کے حالات لکھے ۔ یہ ملکہ ALCESTIS ہے جو ADMETUS کی بیوی تھی ۔ دیوتا شاہ رچرڈ دوم ہے اور ALCESTIS اس کی بیوی کا بھی اشارہ ہے۔ چوسر تاریخ کی اہم خواتین کے حالات بڑی مفکرانہ سنجیدگی سے بیان کرتا ہے مگر اس کا مزاحیہ رجحان خلل انداز ہوتا ہےاورآخر کو وہ نظم کو نامکمل چھوڑ دیتا ہے ۔ یہاں تمثیل کی جگہ تاریخ آگئی ہے اور چوسؔر غم و الم کی تصویریں کھینچنے میں کامیاب ہے۔ اس نظم کے بعد ہی وہ اپنا شاہکار "کینٹر بَری ٹیلز" (CANTERBURY TALES) لکھنے میں مصروف ہوا ۔ یہاں اِس نے ابیات(COUPLETS) استعمال کئے ہیں جو اس کے شاہکار کی نمایاں خصوصیت ہے ۔

اطالوی اثر۔ ٹراوئلس کریسیڈی (TROYLUS AND CRISEYDE)

۱۳۷۲ء میں چوسر اٹلی گیا اور وہاں کے مقبول ادیبوں سے متاثر ہوا ۔ اٹلی میں بوکیچیو (BOCCACIO) ، پٹرارک (PETRARCH) ، دانتے (DANTE) نشاۃ الثانیہ کے نجومِ سحر کی طرح چمک کر اہم ہوچکے تھے ۔ چوسؔر نے ان تینوں سے اپنے مزاج کے موافق استفادہ کیا ۔ دانتے کی راہ پر چل کر اسے محسوس ہوا کہ یہ شاعری اس کے لئے نہیں ہے ؛ اس نے پٹرارک کی غنائیت کی بھی نقل کی اور اس سلسلے میں بھی اپنے مزاج کو موافق نہیں پایا ، البتہ بوکیچیو کے مزاج اور اپنے مزاج میں اُسے مناسبت نظر آئی ۔ بوکیچیو کی نثری تصنیف سے وہ ناواقف رہا مگر اس کی نظموں نے اسے کافی متاثر کیا ۔ بوکیچیو کی نظم "ٹیسیڈ ی"(TESEIDE)سےاس نے اپنی "کینٹر بَری ٹیلز" کی "دی نائٹس ٹیل" (THE KNIGHT'S TALE) کا مواد لیا اور اس میں واقعاتی مناظر کا اضافہ کیا ۔ مگر بوکیچیو کے اثر کی سب سے اہم تخلیق "ٹراوئلس اینڈ کریسیڈ ی" ہے۔

اس نظم سے ، جو چوسَر کے شاہکارون مین سے ھے ، معلوم ھوجاتا ھے کہ چوسر کا خاص رجحان کدھر ھے ۔ بوکیچیو سے لئے ھوئے قصّے مین وہ ایسے اضافے کرتا ھے کہ اس کا نظریۂ ادب ھی مختلف نظر آتا ھے ۔ چوسَر کا مقصد نفسیاتِ انسانی کی عکاسی اور کردار نگاری ھے ۔ قصّہ عشقیہ ھے مگر اس مین چوسر پنڈارس (PANDARUS) کا مزاحیہ کردار شامل کرکے اسے بالکل نئی چیز بنا دیتا ھے ۔ پنڈارس اوسط عمر کا مرنجان مرنج آدمی ھے جو ھر وقت فضول باتین کرتا ھے اور مثلین اور کلّیے بڑے لطف سے کام مین لاتا ھے ۔ اس کے مزاح سے غم ناک قصّے مین طربیہ عنصر آجاتا ھے اور زندگی کے واقعاتی نقوش اُبھرتے ھین ۔ دردناک حصّے زیادہ تر بوکیچیو کی نقل ھین مگر مزاحیہ حصّون مین چوسَر یورُپ کے تمام شاعرون سے آگے نظر آتا ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ چوسر نے اپنے مآخذ کو اسی طرح استعمال کیا جیسے بعد مین شیکسپیر نے برتا ۔ اس نے اصل قصّے کے جُزئیہ اثر اور جذباتی کردار کو قائم رکھا مگر ھر جگہ اس نے ایسا اضافہ کیا کہ کردار کا نفسیاتی مطالعہ پیش ھوگیا ۔ یہ نظم ھی چوسر کو اوّل درجے کے شاعرون مین جگہ دینے کے لئے کافی ھے ۔

کینٹربری ٹیلز (CANTERBURY TALES)

قصّون کا یہ مجموعہ چوسَر کو یورپ کے تمام قصّہ گو شاعرون سے آگے پہنچا دیتا ھے ۔ اب تک کی تصانیف مین وہ کبھی فرانسیسی تو کبھی اطالوی ادب کا تابع نظر آتا ھے ، مگر اس نظم مین وہ خالص انگریز اور انگریزون کا منفرد نمائندہ معلوم ھوتا ھے ۔ اب تک وہ یورپ کے ممالک کا انگریزون کے لئے ترجمان رھا ، اب پچاس برس کے سِن مین وہ انگریزی معاشرے کا مصوّر ھوگیا اور انگریزی شاعری کو دوسرے ممالک کی شاعری کے برابر لے آیا ۔ یہ کہنا غلط ھوگا کہ اس سِن مین وہ اچانک مبصّرِ حیات بن گیا ۔ ھم دیکھتے آئے ھین کہ اس کی ھر قسم کی نظمون مین سب سے مخصوص تاثر واقعیّت اور مِزاح کا ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ غنائی ، مفکرانہ اور تمثیلی شاعری

کی بھول بھلیوں میں وہ اپنا مخصوص راستہ ڈھونڈھ رہا تھا اور اب اس کو یہ راہ مل گئی ۔ وہ اس نظم میں واقعاتی اور ڈرامائی قصہ گوئی پر قادر نظر آتا ہے ۔ اُس کے قصوں کی اہم ترین صنف تنوع ہے ۔ غنائی ، حُزنیہ ، پُرعظمت سب ہی قسم کے تاثرات ان میں ملتے ہیں مگر ان کا خاص اثر ایک روانی ہے جس میں جذبات و تاثرات ایک مخصوص مزاحیہ نظر کے ماتحت تیزی سے بیتے ہوئے آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتے ہیں ۔ سب قصوں کو یکجا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ہر ایک کو ایک منفرد بیان کرنے والا تصور کرے جو اپنے پیشے اور نفسیات دونوں میں دوسرے سے الگ ہو ۔ ۱۳۸۵ء سے وہ گرینچ (GREENWICH) میں اس سڑک پر رہتا تھا جس پر سے ہوکر سینٹ ٹامس اے ۔ بیکٹ (ST.THOMAS A BECKET) کے کینٹربری میں مزار پر جانے والے زائرین گزرا کرتے تھے ۔ ان میں ہر طبقے ، ہر پیشے اور ہر قسم کے آدمی ہوتے تھے ۔ شاید چوسر خود بھی اُن میں شامل تھا ۔ یہ ہر طرح کی باتیں کرتے ہوئے اور قصے بیان کرتے ہوئے زیارت کا سفر کرتے اور شاید چوسر نے اُن کی باتیں نوٹ کیں اور ان کے قصے سنے ۔ غرض ان سے واقفیت کی بدولت ہی اُسے اپنے لکھے ہوئے تمام قصوں کو یکجا کرنے کا ایک تصور مل گیا ۔ اُس دور کے تمام قصہ گو شاعروں نے بہت سے قصوں کو ایک ڈور میں پرونے کی بہت سی ترکیبیں نکالی تھیں مگر چوسر کی ترکیب سب سے کامیاب اس لئے رہی کہ اس کے قصہ گویوں کا گروہ بہت بڑا تھا اور ان کے کردار کا تنوع بہت زیادہ تھا ۔ ان سے پورے انگریز معاشرے کی نمائندگی ہوتی تھی اور ہر قسم کے قصوں کی گنجائش بھی نکلتی تھی ۔

چوسر کا ذہن بالکل انگریزی ذہن ، یعنی کردار نگار اور ڈرامہ نگار کا ذہن تھا ۔ اس کے پیشروؤں میں بوکیچیو (BOCCACIO) نے اپنے تمام قصوں کو یکجا کرنے کے لئے دس افراد کو ایک محل میں جمع دکھایا تھا ۔ مگر بوکیچیو کے دس افراد میں سے ایک کو چھوڑ کر باقی سب محض قصہ گو ہی ہیں اور ان میں کسی کے کردار کا تاثر ہمارے ذہن پر نہیں جمتا ۔ برخلاف اس کے چوسر کو اپنے

قصّہ گویوں کے کردار سے بڑی دل چسپی ہے اور پہلا کام اس نے یہ کیا کہ ان کی انفرادیت کو پورے پورے طور پر واضح کردیا اور ان کے کردار کو پوری طرح ہمارے ذہن پر جما دیا ۔ اس نے اُنتیس (۲۹) مخصوص افراد چھانٹے اور ان کو اپنی طویل نظم کے افتتاحیہ یا 'پرولوگ' (PROLOGUE) مین پیش کیا ۔ یہ 'پرولوگ' ہی اپنی جگہ پر انگریزی شاعری کا ایک شاہکار ہے ۔

پرولوگ موسم بہار کے بیان سے شروع ہوتا ہے جس زمانے مین ٹامس اے ۔ بیکٹ کا عرس ہوتا تھا ۔ یہ بیان انگریزی نیچرل شاعری کا مبدا ہے ۔ پھر گرینچ (GREENWICH) کی 'ٹیبارڈ سرائے' (TABARD INN) کا ذکر ہوتا ہے جہاں اُنتیس آدمیون کے ساتھ شاعر زیارت پر جانے کے لئے ٹھہرا ہے ۔ وہ ان آدمیون کے حالات بیان کرتا ہے ۔ سب سے پہلے ایک شان دار نائٹ (KNIGHT) دکھائی دیتا ہے جس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہین اور جو اخلاق اور عادات کے اعتبار سے بھی پُرعظمت ہستی ہے ۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا "اسکوائر" (ESQUIRE) ہے جو بہار کے پھولون کی طرح تر و تازہ اور زندہ دل جوان ہے ۔ وہ عشق مین مبتلا ہے اور شاعری کرتا ہے ۔ وہ یقیناً چوسر کی اپنی جوانی کی تصویر ہے ۔ ان کے ساتھیون مین ایک آزاد کسان (YEOMAN) تیر انداز ہے جو لمبی سی کمان ہاتھ مین لئے ہوئے ہے اور سبز رنگ کی پٹی سے ایک بھونپو یا قرنا لٹکائےہوئے ہے ۔ یہ تینون فوجی طبقے کی پوری نمائندگی کرتے ہین جو اس زمانے مین سب سے زیادہ اہم تھا ۔ پھر اس طبقے کے مساوی اہم طبقہ مذہب سے وابستہ لوگون کا آتا ہے ۔ ان مین سب سے پہلے ایک راہبہ (NONNE) کا کردار آتا ہے جو اینگلو فرانسیسی تہذیب کی مکمل مثال ہے ۔ اس کے حال سے چوسَر کا لطیف طنز نمایان ہونے لگتا ہے ۔ پھر ایک راہِب (MONK) آتا ہے جس کو اسقف (BISHOP) بننے کا، گھوڑون کا، اور شکار کا شوق ہے اور جو انجیل کی آیات سے نفرت کرتا ہے ۔ اس کے بیان مین چوسَر کا طنز پُر زور ہو جاتا ہے ۔ غریبون کو دھوکا دے کر ٹھگنے والا فرائر (FRIAR)، ذلیل شرابی پوپ

کے معافی نامے بیچنے والا " پارڈنر" (PARDONER)اور اس کا دوست گندا بدشکل بدنفس گرجے کا سپاہی (SOMNOUR) منظم مذہبی اداروں کا مکمل نقشہ ہمارے سامنے لے آتے ہین - ان کے مقابلے مین چوسر ایک غریب پادری (POOR PARSON) کی تصویر بھی پیش کرتا ہے جس مین پادریوں کے کوئی ہتھکنڈے نہین ہین اور جو ایک سچے مذہبی آدمی کی عینی تصویر ہے - اس کردار سے چوسر کے طنز کا رنگ اور بھی تیز ہو جاتا ہے - پھر مختلف پیشون کے لوگ آتے ہین - ایک ڈاکٹر (DOCTOR OF PHYSIC) جو بہت مال دار ہے اور اپنے پیشے مین ہوشیار ہے مگر انجیل سے ناواقف ہے ؛ ایک ماہر وکیل (SERGEANT OF LAW) جو بہت ذہین اور مصروف ہے اور اپنی مصروفیت کا ضرورت سے زیادہ مظاہرہ کرتا ہے ؛ ایک طالب علم "کلرک آف آکسفورڈ" (CLERK OF OXFORD)ہے، جو ایک یونیورسٹی کے ہونہار طالب علم کی تصویر ہے،اور چوسر خود ایک احمق کی طرح ان کے ساتھ ہے - زراعتی پیشون کے سلسلے مین ایک نیک اور محنتی انسان (PLOUGHMAN) ہے جو معصومیت کی سچی تصویر ہے - ایک بدمعاش تگڑا مُسٹنڈا چکّی والا(MILLER) ہے - ایک مال دار ریو (REVE) ہے جو اپنے مالک کو بھی قرضہ دیتا ہے اور انعام لیتا ہے - ایک پٹواری(FRANKLIN) ہے جو بڑا مہمان نواز ہے - ایک بے ایمان " تاجر" (MERCHANT) ہے جو نفع کمانے کی سب چالین جانتا ہے - ایک " جہاز ران" (SHIP MAN) ہے جو جہاز رانی مین بڑا ہوشیار ہے مگر گھوڑے پر سوار نہین ہوسکتا - دستکاری کے پیشے کے نمائندہ لوگون مین ایک" وائف آف باتھ " (WIFE OF BATH) ہے جو کپڑا بنانے کے فن مین بڑی ہوشیار ہے اور مردون کو قابو کرنے مین بڑا تجربہ رکھتی ہے - یہ عورت چوسر کے مزاج کا کمال ہے - بساطی (HABERDASHER) بڑھئی (CARPENTER)،جولاھا (WEBB) ، رنگریز (DYER)، ایک کپڑے پر کام بنانے والا (TAPICER) اور دوسرے دستکار ہین جن کا محض ذکر کر دیا جاتا ہے - ان کی ایک گِلڈ (GUILD) ہے اور سب اسی کے موافق زندگی بسر کرتے ہین - خوراک پہنچانے

والوں میں ایک کالج کے سامان کی خریداری کا افسر(MAUNCIPLE)، ایک نجس " کُک " (COOK) اور ایک سرائے کا مالک " ھوسٹ آف ٹیبارڈ " (HOST OF TABARD) ھے ۔ ان تیس آدمیوں کے حالات سے اعلیٰ ترین اور ادنیٰ ترین لوگوں کو چھوڑ کر چودھویں صدی کے انگلستان کی تمام سوسائٹی ھمارے سامنے آجاتی ھے ۔

" پرولوگ" کے آخری حصّے میں چوسر نے ضمناً شاعری، کردار نگاری اور قصّہ گوئی کا نظریہ واضح کر دیا ھے ۔ شاعری سچائی پر مبنی اور حقیقت کی آئینہ دار ھونی چاھئیے ۔ کردار ان لوگوں کا نقشہ ھونا چاھئیے جن کو شاعر نے دیکھا ھے ۔ قصّہ کردار کی فطرت کے موافق ھونا چاھئیے ۔ شاعر کو انجیل اور افلاطون کے اقوال پر چلتے ھوئے حق گو ھونا ضروری ھے ۔ سرائے میں اس امر پر بحث ھوتی ھے کہ تفریح کے لئے کیا سامان ھو ۔ سرائے کا مالک (HOST OF TABARD) ، جو چوسر کی مزاحیہ تخلیق کا شاھکار ھے ، یہ ترکیب بتاتا ھے کہ ھر شخص کینٹربری جانے میں دو قصّے سُنائے اور پھر واپس آتے ھوئے دو قصّے سُنائے ۔ جس کا قصّہ سب سے اچھا ھوگا اس کو سرائے والا (HOST) بغیر خرچے کے ایک دن مہمان رکھے گا ۔ چنان چہ یہ طے ھونے کے بعد سب لوگ صبح اُٹھتے ھیں، قرعہ نائٹ کے نام پڑتا ھے اور وہ اپنا قصّہ سناتا ھے ۔ سب روانہ ھوجاتے ھیں ۔ تجویز کے موافق قصّوں کی تعداد ایک سو بیس ھونا چاھئیے تھی مگر " کینٹربری ٹیلز " میں کُل چوبیس ھی قصّے ھیں ۔ کچھ زائرین نے قصّہ سنائے ھی نہیں ۔ راستے میں ایک پادری کا آزاد کردہ کسان بھی ان میں شامل ھوگیا اور اس کا سُنایا ھوا ایک قصّہ موجود ھے ۔ سب قصّے ۱۷ اپریل سے ۲۰ اپریل کے درمیان سُنائے گئے تھے ۔ راستے میں قصّہ گو آپس میں لڑتے جھگڑتے اور بحثیں کرتے جاتے ھیں اور اس طرح ایک قصّے کی دوسرے قصّے سے کڑی ملتی جاتی ھے ۔ کردار جو " پرولوگ " میں محض بیان کردئے گئے تھے اپنی حرکات سے زندہ ھوتے جاتے ھیں ۔ معلوم ھوتا ھے کہ ایک چلتا ھوا اسٹیج ھمارے سامنے ھے جس پر تیس کرداروں کی کشمکش جاری ھے جن میں سے ھر ایک اپنی فطرت کے موافق اپنی مخصوص زبان میں

قصہ سنا رہا ھے -

ظاھر ھے کہ ھر قسم کے قصے ھمارے سامنے آجاتے ھین- پہلا قصہ " نائٹس ٹیل"(KNIGHT'S TALE) سنجیدہ ، رومانی اور فلسفیانہ ھے - یہ قصہ دو نائٹون کی دل چسپ داستان بیان کرتا ھے جو قید ھوگئے تھے اور ایک ھی خاتون پر عاشق ھوگئے تھے- پالاموں (PALAMON) اور آرسیٹی (ARCITE) کے کردار بہت ھی زور دار ھین اور ان کی آپ بیتیون مین مناظر کی بہت ھی دل کش تصاویر سامنے آتی ھین - ان کی آخر مین ایک دوسرے سے لڑائی ، ایک کا مارا جانا اور دوسرے کا اپنی محبوبہ ایلس(ALICE) سے بیاھا جانا بہت رومانی ھے - اس قصے مین چوسَر نےبیتھیئس(BOETHIUS) کے طِرز کو جس خوبی سے قصے مین کھپایا ھے وہ فلسفیانہ شاعری کی بہترین مثال ھے - یہ قصہ چوسر کی تمام سنجیدہ شاعری کا حاصل ھے اور انگلستان کے رومانی ادب کا سچّا آغاز ھے - اسی طرح"مَونکس ٹَیل" (MONK'S TALE) مین چوسر دانتے سے ٹکر لیتا ھے - مگر چوسَر کا کمال واقعاتی اور مزاحیہ قصّون مین نظر آتا ھے -" فرائرز ٹَیل" (FRIAR'S TALE) اور " مِلرز ٹَیل"(MILLER'S TALE)سب سے زیادہ پُر مزاح ھین - یہ عام عشق بازی کے قصے ھین جن مین عشق بازی زِنا کاری کے درجے پر اتر آتی ھے - واقعات اور کردار ھنساتے ھنساتے لِٹا دیتے ھین - " مِلرَز ٹَیل" مین ایک جوان جو آکسفورڈ کا طالب علم ھے ایک احمق بڈھے بڑھئی جون (JOHN) کے گھر رھتا ھے - طالب علم کا کردار تیس مصرعون مین ھمیشہ کے لئے زندہ ھو جاتا ھے - وہ لاپروا ھے اور بڑے اطمینان سے اپنا وقت خراب کر رھا ھے - پھر بڈھے بد قسمت احمق بڑھئی کا کردار بارہ مصرعون مین تکمیل کو پہنچتا ھے - چوسر کے لطیف طنز و مزاح نے اسے عجیب چیز بنادیا ھے - پھر ایک جوان طرّار کالی آنکھون والی لڑکی کا کردار آتا ھے جس سے بڈھے بڑھئی نے شادی کر رکھی ھے اور جس کا حُسن اور جوانی بڑھئی کی بد قسمتی کے نشان نظر آتے ھین - اب قصہ شروع ھوتا ھے - یہ لڑکی ، جس کا نام الیسن

(ALISON) ھے ، طالب علم سے، جس کا نام نکولَس (NICHOLAS) ھے ، عشق کرنے لگتی ھے اور دونوں یہ طے کرتے ھیں کہ موقع ملنے پر ھم آغوش ھوں گے ۔ اس درمیان میں الیسن ایک ولی کے تہوار کے دن گرجے جاتی ھے اور وھاں ایک پادری ابسولن (ABSOLON) اس پر عاشق ھو جاتا ھے ۔ ابسولن کا کردار بھی پوری زندگی کے ساتھ ھمارے سامنے آجاتا ھے ۔ ابسولن گھر گھر گاتا پھرتا ھے مگر الیسن کو دیکھنے کے بعد اُسی کے گھر پر بار بار آکر گاتا بجاتا ھے ۔ وہ ایک تماشے میں سوانگ کھیلتا ھے اور الیسن کا دل موہ لیتا ھے ۔ اب اس قِصّے کا خاص واقعہ آتا ھے ۔ نکولَس اپنے علم کی بنا پر پیش گوئی کرتا ھے کہ آنے والی پیر کے دن سیلاب آئے گا اور سب گھر بہہ جائیں گے ۔ اس سے بچنے کے لئے وہ جون کو صلاح دیتا ھے کہ تین بڑے بڑے کُونڈے چھت سے لٹکا دئے جائیں .اور ایک کلہاڑی رکھی جائے جس سے سیلاب آنے پر رسّی کاٹ دی جائےاور کونڈے تیرنے لگیں ۔ ایسا ھی کیا جاتا ھے؛ رات کے وقت تینوں سیڑھیاں لگا کر اپنے اپنے کونڈوں میں جاکر لیٹ رھتے ھیں ۔ بڑھئی دن بھر کا تھکا ھوا خراٹے لینے لگتا ھے ۔ نکولس اور الیسن اُتر کر ھم بستر ھو جاتے ھیں ۔ اُدھر ابسولن نے یہ سنا ھے کہ جون لکڑی خریدنے باھر گیا ھوا ھے اس لئے وہ صبح کے قریب گاتا ھوا گھر کی کھڑکی کے پاس آتا ھے ۔ الیسن اسے بھگانے کے لئے کھڑکی پر جاتی ھے اور اسے بوسہ دے کر بھگا دیتی ھے ۔ مگر اسے یہ محسوس ھوگیا ھے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ھے اور وہ لوھار کی دوکان سے ایک جلتا ھوا لوھا لے کر پھر کھڑکی پر آتا ھے ۔ اس دفعہ نکولس اسے بھگانے جاتا ھے اور وہ لوھا نکولس کے سُرین پر مار دیتا ھے ۔ نکولس تڑپ کر پانی پانی چلاتا ھے ۔ اب جون جاگ اُٹھتا ھے، اپنے کونڈے کی رسّی یہ سمجھ کر کاٹ دیتا ھے کہ سیلاب آگیا ۔ وہ دھم سے گرتا ھے اور نہایت درجہ احمق بنتا ھے ۔

قصّے کا مواد کافی رکیک ھے ، مگر قصّہ گوئی کے فن اور مزاح نِگاری کے طرز کا اس میں کمال نظر آتا ھے ۔ انتخاب ، ترتیب ، تسلسُل ، آھنگ ، کِردار نگاری ، اتحاد ، تاثر کی اِس سے بہتر مثال

ملنا مشکل ھے ۔ چوسر ایک غیر تہذیب یافتہ دور کا فرد تھا مگر قصہ گوئی کے سلسلے مین اس کا ذھن آفاقی تہذیب سے قدرتی طور پر معمور تھا ۔ شاید " کینٹربری ٹیلز" کا سب سے بہتر قصہ " نن پریسٹس ٹیل" (NUN PRESTES' TALE) ھے ۔ یہ چانٹکلیر (CHAUNTECLEER) نامی ایک مرغ کا قصہ ھے جو اپنی مرغیون کے درمیان دکھایا جاتا ھے ۔ اس کی سب سے زیادہ پیاری مرغی " پرٹیلوٹ " (PERTELOTE) ایک خواب دیکھتی ھے جس کی تعبیر یہ ھے کہ کوئی ناگہانی آفت آنے والی ھے ۔ مرغ اس کے توھمات کو ٹال دیتا ھے مگر آفت ایک لومڑی کی صورت مین آ ھی جاتی ھے جو چانٹکلیر کی گردن پکڑ کر لے بھاگتی ھے ۔ یہ مرغ اور مرغیان ایک بیوہ کی ھین جو شور مچاتی ھے اور گاؤن بھر کے لوگ جمع ھو جاتے ھین مگر کچھ نہین کر پاتے ۔ اسی اثنا مین خود مرغ کی ایک ترکیب سے لومڑی کا منھ کھل جاتا ھے اور مرغ چھوٹتے ھی اڑ کر پیڑ پر بیٹھ جاتا ھے ۔ اِس قصے کی نزاکت اور لطافتِ بیان نہین کی جاسکتی ۔ مرغ اور مرغیون کی باتین، چانٹکلیر اور لومڑی کی کشمکش ایسے لطیف مزاح کے ساتھ بیان ھوئے ھین جو چوسر ھی کا حق ھے۔ قصہ نہایت کمال کے ساتھ بیان کیا گیا ھے اور قیامت کا اختصار برتا گیا ھے ۔ لطیف مزاح کی اس سے بہتر مثال شاید ھی کسی ادب مین کہین ھو ۔

حقیقت مین چوسر دنیا کے اعلیٰ ترین فن کارون مین سے ھے ۔ اُس کی فطرت کا خاص رجحان لطیف مزاح کی طرف ھے ۔ وہ مذھبی، اخلاقی، فلسفی اور ھر قسم کی قدرون سے بالاتر نظر آتا ھے۔ انسانی فطرت اس کا موضوع ھے اور وہ زندگی پر ایک نہایت غیر جانبدارانہ نگاہ ڈالتا ھے ۔ اس کی پوری دنیا اس کی جولان گاہ ھے اور اس کی ھمدردی ھر فردِ بشر کے ساتھ ھے ۔ اس کا دل زندہ ھے اور وہ ھر فرد کی حماقتون کو خاص طور پر نوٹ کرتا ھے ۔ بعض جگہ وہ کھلکھلا کر ھنستا ھے مگر زیادہ تر ایک خاص قسم کی مسکراھٹ اس کے ھونٹون پر کھیلتی نظر آتی ھے ۔ زائرین مین چند کو چھوڑ کر ھر کردار مزاحیہ ھے ۔ ھر ایک کی کوئی نہ کوئی بات ھمین

ھنسا ضرور دیتی ھے ۔ کسی کے چھرے ، کسی کے کپڑے ، کسی کی ادا ، کسی کی باتین اور کسی پر چوسَر کی رائے ۔ ان مین سب سے زیادہ نمایان سرائے کا مالک اور " وائف آف باتھ" ھین ۔ سرائے کا مالک ھر جگہ مذاق کرتا ، کھیلتا کھِلاتا سب زائرین پر قابو حاصل کرتا اور مزے کرتا دکھائی دیتا ھے ۔ " وائف آف باتھ" مین مزاح کا کمال ھے ۔ اس کی بڑی ٹوپی ، اس کے سُرخ گال ، اس کا مذھبی جذبہ ، اس کا ھر شخص سے لڑنا ، مِزاحیہ کردار نگاری کا کمال ھے۔ " وائف آف باتھ " قصّہ سنانے سے پھلے اپنی نو شادیون کا قصّہ سناتی ھے ۔ وہ اس نِسائیّت کی روح ھے جو مرد کو اپنا غلام بنا لیتی ھے ۔ اس کا فن مرد کی جِنسی طاقت کو تھکا کر پسپا کر دیتا ھے ۔ اس کے ھر شوھر کا قصّہ الگ ھے اور نھایت دل چسپ ھے ۔ وہ جِنسی آزادی کو مذھب سے ثابت کرتی ھے ۔ غرض کہ وہ ایک تعجب انگیز چیز ھے اور اپنی جگہ دنیا کے بھترین مزاحیہ کردارون مین مسلّم ھے ۔

چوسر کا مزاح طنز مین بھی تبدیل ھو جاتا ھے ۔ وہ مُصلح نھین ھے اور دنیا کو بدلنا نھین چاھتا مگر اسلے اپنے زمانے کے مذھبی آدمیون کی دنیا داری اور ریا کاری تکلیف ضرور پھنچاتی ھے ۔ ' نَن' اور 'مُونک' اس کے طنز کی بھترین مثال ھین ۔ یہ مذھب کے محافظ ھین مگر ایک کو مذھب کے دکھاوے سے کچھ تعلق ھے اور دوسرے کو ھر چیز سے انکار ھے —— چوسَر کو شدت سے احساس ھے کہ رومن کیتھولک کلیسا مین خرابیان پیدا ھوگئی ھین ۔ ان کردارون پر طنز " پُوؤر پارسَن" (POOR PARSON) کے کردار سے اور بھی نمایان ھو جاتا ھے ۔ چوسر نے اس کے کردار کو منفی جُزئیات کا ذکر کرکے تعمیر کیا ھے ۔ یہ اس کی طنز کے سلسلے مین نزاکت کی بھترین مثال ھے ۔ طنز اس کے یھان ایک بڑے ھی ھلکے رنگ کی طرح ھے ۔ مگر یہ ایسا تیز نشتر ھے جو لگتے ھی اپنا کام کرجاتا ھے اور معلوم بھی نھین ھوتا کہ کیا ھوا ۔ اس کا مدار تمام تر واقعیّت پر ھے اور اس کا ذھن ایک ڈرامہ نگار کا ذھن ھے ۔ چوسر فن کردار نگاری کا موجد ھے اور اس فن کو برتنے مین اس کا

کچّا پن اکثر نمایان ہو جاتا ہے ۔ " پرولوگ " کے خاکون مین جُزئیات بے ترتیبی سے بکھری نظر آتی ہین ۔ کہین کسی جسمانی جزو کو کپڑون کے یا اخلاق کے جزو سے جوڑ دیا ہے ۔ کہین رنگون کے ذکر کو نفسیاتی حالت سے مِلا دیا ہے ۔ کچھ کردار ضرورت سے زیادہ عینی ہوکر محض علامات ہوتے ہوتے رہ جاتے ہین ۔ کچھ کے بیان مین ، صاف لاپرواہی برتی گئی ہے ۔ مگر ان سب خامیون کے باوجود کردار کو زندہ بلکہ زندۂ جاوید بنادینے کی چوسر کی پیدائشی صلاحیت مین کوئی شک نہین کیا جاسکتا ۔ اس کے کردارون کی زندگی اُس لطافت مین مضمر ہے جہان لطیف مِزاح اور نازک طنز کی حدود ملتی نظر آتی ہین ۔ کردار کہین نمائندے ہین اور کہین افراد مین نمایان ، مگر ہر جگہ چوسر کے اُس مخصوص رنگ مین رنگے ہوئے ہین جو اس کی ذاتی صلاحیتون کا کمال ہے ۔

چوسَر ان شاعرون مین سے ہے جو شیکسپیر کی طرح اپنے زمانے مین بھی مقبول ہوئے اور جون جون زمانہ گزرتا جاتا ہے ، وہ زیادہ سے زیادہ مقبول ہوتے جاتے ہین ۔ ادب کی خوبی یہ ہے کہ وہ حقیقت سے قریب ہو ۔ چوسر کا فن اس معنی مین بڑا اہم ہو جاتا ہے ۔ اس مین شک نہین کہ پہلے پہلے وہ روایات اور خوابون کی دنیا مین اُلجھا رہا ، مگر اس کی طبیعت آزادی کی مُتَلاشی رہی ، اور آخرکار وہ مکمل آزادی حاصل کرکے ہی رہا ۔ جب ہم اس کی بہترین تصانیف کو دیکھتے ہین تو ان مین حقیقت اپنی پوری وسعت ، اپنے پورے تنوّع اور اپنے تمام پہلوؤن کے ساتھ نظر آتی ہے ۔ خدا کی دَین کا مکمل نقشہ اُس کے یہان موجود ہے ۔ اس نے ایک پوری دنیا تخلیق کی ہے جس کی فضا بڑی ہی لطف انگیز ہے ، جس کی ہوا مین ایک خاص قسم کی صحت مندی ہے ، جہان کی ہر چیز مین ایک عجیب تازگی ہے ۔ یہ دنیا ہر بڈھے کو جوان اور ہر دل کو غنی بنا دیتی ہے ۔ ادب ایک نیا جنم لیتا ہوا دکھائی دیتا ہے ۔ قرون وسطی کا دھندلکا صاف ہوگیا ہے ، سورج نکلنے والا ہے ، جدید دور کی دل کش صبح کا سماں ہے ۔ ہم چوسر کی طرف دیکھتے ہین تو وہ بالکل جدید دور کا ایک ترقی یافتہ

انسان معلوم ہوتا ہے مگر ہمارے جدید دور کا انسان ہونے پر بھی
وہ ہماری زندگی کی اُلجھنوں سے بہت بلند ہے ۔ ہم نے زندگی
کو بہت پیچیدہ بنا لیا ہے اور اپنی ہمدردیوں کو بہت محدود کر
لیا ہے ۔ چوسر کی ہمہ گیر ہمدردی پر ہمیں رشک آتا ہے ۔ وہ
زندگی سے محبت کرتا ہے ، اُسے دنیا کی برائیوں پر غصہ نہیں آتا
وہ ہر چیز کو صاف دیکھتا ہے ، اپنی ہستی کو بھی خوب پہچانتا
ہے ، وہ جیسا ہے ویسا ہی رہنا چاہتا ہے ، نہ اسے ترقی کی
خواہش ہے نہ نقصان کا غم ہے ، وہ بالکل معتدل مزاج انسان ہے
اور بہت جلد ہر ایک کا دوست ہو جاتا ہے ۔ وہ صحیح نظر ،
وسیع فہم اور روشن ذہن کا نمونہ ہے ؛ وہ اُن مبصّرین میں سے ہے
جو آفاقی نظر سے دنیا کو دیکھتے ہیں اور وہ ہمیں اپنے ساتھ
اسی درجے پر لے جاتا ہے ۔ اس کے یہاں زندگی ، اس کی اپنی
ہستی ، اور فنِ شاعری یکجان ہوگئے ہیں ۔ اسی لئے ہر زمانہ اُسے
مُڑ مُڑ کر دیکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہے ۔

باب پنجم

عوام کا ادب

۱۴۰۰ تا ۱۵۱۶ء

چوسَر کے بعد کا دور زوال اور انحطاط کا دور کہا جاتا ھے ۔ اگر قوم مین محض شُرفا شمار کئے جائین اور اونچے درجے کے لوگون کی ادبی سرگرمیون کو ادب کہا جائے تو چوسر کے بعد قومی ادب ایک صدی سے زیادہ عرصے تک زوال پذیر ھی رہا ۔ شُرفا مین چوسَر بہت مقبول رہا اور تمام شاعر اس کا تتبّع کرتے رھے۔ انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ دونون جگہ سب شاعرون نے اس کی نقل کی مگر کوئی اس کے مخصوص فنَ کو نہ سمجھا ۔ وہ اپنے زمانے سے بہت آگے تھا اور اس نے انگریزی عروض کو بھی جس درجہ نفاست پر پہنچایا تھا وہ اس کے پیروؤن کی سمجھ سے بہت دور تھی ۔ مُتتبعّین نے چوسَر کے معمولی کلام ھی کی نقل کی کیون کہ وھی ان کے پَلّے پڑا۔ 'وار آف دی روزز' (WAR OF THE ROSES) جو ۱۴۵۳ء سے ۱۴۸۳ء تک جاری رھی ایک حد تک ادبی ترقی کے لئے مضر ثابت ھوئی ۔ ایسا ادب ظہور مین آیا جو "کینٹربَری ٹیلز" سے کوئی تعلق ھی نہین رکھتا تھا ۔ شاعر چوسر سے پہلے کے زمانے مین پہنچے ھوئے نظر آئے ۔ اس دور کے دو مشہور شاعر انحطاط کے دور کی مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ھین۔ ایک ٹامس اوکلیو(THOMAS OCCLEVE) اور دوسرا جَون لِڈگیٹ (JOHN LYDGATE) ۔ دونون نے چوسَر کی تمثیلون کی نقل کی اور عروض مین وہ بے راہ روی برتی کہ ان کے اشعار اب بھونڈے معلوم ھوتے ھین ۔ ایک تیسرا شاعر اسٹیفن ھاز

(STEPHEN HAWES) بھی محض تمثیل نگار تھا ۔ پھر دو اور شاعر نمایان ھوئے، ایک الگزنڈ رباركلے (ALEXANDER BARCLAY) اور دوسرا جون اسکلٹن (JOHN SKELTON) ، جنھون نے کچھ جدت دکھائی ۔ اول الذّکر نے کامیاب واقعیّت نگاری کی ھے مگر اس کی زبان بھونڈی ھے اور طبع نا موزون ؛ آخرالذکر نے مِزاح برتا مگر وہ بھانڈ ھوکر رہ گیا ۔ یہ سب شاعر قرونِ وسطیٰ کے دھندلکے مین واپس پہنچ گئے ھین ۔ وہ چوسر کو دیکھ ضرور رھے ھین مگر انھین چوسر کے وھی عناصر دکھائی دیتے ھین جو قرونِ وسطیٰ سے متعلق ھین ۔

جب ھم اسکاٹ لینڈ کی طرف نظر کرتے ھین توحالات کچھ بہتر نظر آتے ھین ۔ یہان بھی چوسر کا غلط تتبّع ھو رھا ھے مگر اسکاٹ قوم کی اسکاٹ زبان مین شاعری، جو باربُور(BARBOUR) سے شروع ھوئی تھی، اپنی جڑین مضبوط کرتی دکھائی دیتی ھے ۔ شاہ جیمس اول کی نظم " کنگز کوائر" (KINGS QUAIRE) جس مین اس نے اپنی محبت کا قصّہ سنایا ھے ، نظم مین چوسر کی یاد ھے مگر ساتھ ھی ساتھ اس کی واقعیّت بھی دل چسپ ھے ۔ رابرٹ ھنریسن (ROBERT HENRYSON)چوسر کی نقل کرتے ھوئے بھی آزاد رھتا ھے اور اس کی حکایات،" فیبلز" (FABLES)، مین بڑی جان ھے ۔ سب کہانیان بڑے لطیف مِزاح کے ساتھ بیان ھوئی ھین اور اب بھی دل چسپی سے پڑھی جاسکتی ھین ۔ ولیم ڈنبَر (WILLIAM DUNBAR) اِس دور کے شاعرون مین سب پر فوقیت لے جاتا ھے ۔ اس کی تقریباً سو نظمین ھین جو موضوع اور عروضی خوبی دونون اعتبار سے بڑی اھم ھین ۔ سچّا فن کار ھے، وہ غنائی تمثیلی، طنزیہ اور مزاحیہ شاعری مین یکسان طور پر کامیاب ھے اور اس کی شاعری مصوّری کے لحاظ سے ھر جگہ درست ھے ۔ ایک اور شاعر گیون ڈگلس (GAVIN DOUGLAS؛ ۱۴۷۴ء؟تا ۱۵۲۲ء) بھی اپنے دائرے مین پورا کامیاب نظر آتا ھے ۔ مگر ان سب مین کوئی ایسا نہین ھے جسے بڑا فن کار کہا جائے ۔

بیلڈ

اصل مین اِس دور کے مطالعے کے لئے همین اِن سب کو نظرانداز کرکے اُس ادب کو دیکھنا چاهئیے جو عوام مین رائج تھا اور ترقی کر رہا تھا ۔ اس ادب کو چوسَر سے ، یا کسی اونچے درجے کے شاعر سے ، کوئی تعلق نه تھا مگر آگے چل کر یه ادب ایسا اُبھرا که قومی ادب کا اهم اور ایک اعتبار سے سب سے زیاده اهم حصه بن گیا ۔ پرانے مورخینِ ادب اِس ادب کی طرف توجه کرنا مناسب نهین سمجھتے تھے ، مگر حال هی مین اس کی اهمیت کو سمجھ کر جب اس کو دیکھا گیا تو یه نهایتِ درجه دل چسپ نظر آیا ۔

عوام مین ایک صِنف بهت مقبول تھی جس کو 'بیلڈ' (BALLAD) کهتے تھے ۔ لفظ 'بیلڈ' اینگلو سیکسن لفظ 'بیلر' (BALLER) سے نکلا جس کے معنی هین "ناچنا"۔ پهلے پهلے جو نظمین عوامی ناچ کے ساتھ گائی جاتی تھین ان کو 'بیلڈ' کها جاتا تھا ۔ اِن نظمون مین کوئی مختصر افسانه هوتا تھا ۔ ان مین سے کچھ بهت زیاده مقبول هوئین اور ایک گانے والے سے دوسرے گانے والے تک پهنچین ۔ یه معلوم نهین که اِن کا مصنّف کون تھا ، مگر یه یقین هے که وقت کے ساتھ ان مین تبدیلیان هوتی رهین چنان چه یه کهنا غلط نهین هوگا که هر بیلڈ کی تصنیف اور تشکیل مین بهت سے لوگون کا هاتھ رها ۔ لهذا یه نظمین متحده کوششون کا نتیجهِ سمجھی جاسکتی هین ۔ اختصار کی بنا پر انهین غنائی شاعری مین جگه دی جاسکتی هے مگر اصل مین یه گیتون سے بهت مختلف هین ۔ ان مین عوام کو ایک ایسا واقعه سنایا جاتا هے جو اُن کے ماحول سے متعلق هوتا هے اور جس سے وه واقف هوتے هین ۔ مقصد یه هوتا هے که کسی اهم قومی واقعے کی یاد تازه کی جائے ۔ یورُپ کے تمام حصّون مین بیلڈ مقبول تھے ۔ انگلینڈ مین اور اسکاٹ لینڈ مین، دونون ملکون کی سرحد کے اضلاع مین ، ان ملکون کی جنگون پر مبنی واقعات پر کثرت سے بیلڈ عوام مین رائج تھے ۔ آج همارے

پاس بیلڈوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جن کی تاریخ کے سلسلے مین عام لوگ سرگردان ہین۔ اِن مین سے دو بڑے اعلیٰ پائے کے بیلڈ پندرھوین صدی کے سمجھے جاتے ہین ۔

"چیوی چیز" (CHEVY CHASE) تمام بیلڈون مین سب سے زیادہ نمایان ہے ۔ یہ ایک ایپک نظم ہے جس کا موضوع نیم تاریخی ہے ۔ اس مین پرسی آف نورد مبرلینڈ (PERCY OF NORTHUMBERLAND) اور ڈگلس آف اسکاٹ لینڈ (DOUGLAS OF SCOTLAND) کی جنگ دکھائی گئی ہے جو پندرھوین صدی کے اوائل مین ہوئی تھی ۔ پرسی دشمن کے ملک مین شکار کھیلنے جاتا ہے ۔ اس کا مقصد شکار کھیلنا نہین ہے بلکہ دشمن کو شہ دینا ہے ۔ اُس کو بڑی خوشی ہوتی ہے جب کہ ڈگلس مقابلے پر آجاتا ہے اور لڑائی کے سامان ہو جاتے ہین ۔ مگر یہ دونون سردار بہادر ہین اور ڈگلس ، بے گناہ لوگون کا خون کرنے سے گریز کرتے ہوئے ، یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ وہ اور پرسی تنہا ایک دوسرے سے لڑین مگر پرسی کے ساتھیون کا جوش یہ گوارا نہین کرتا کہ محض ان کا سردار ہی خطرے مین پڑے ؛ یہ اُن کے لئے شرم کا مقام ہے ۔ اس لئے دونون طرف سے عام جنگ ہوتی ہے ۔ اس جنگ مین ڈگلس مارا جاتا ہے ۔ پرسی ، جو ڈگلس کے خون کا پیاسا تھا ، اب دشمن کی لاش پر آنسو بہاتا ہے اور اُس کی بہادری کی تعریف کرتا ہے ۔ بیلڈ اسی سبق پر ختم ہوتا ہے کہ بے سمجھے بوجھے کام کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے ۔ اس بیلڈ کی واقعیّت بہت ہی پُراثر ہے ۔ کہین کہین اس مین غنائی جوش بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر خاص چیز جو ہمین اِس کی طرف متوجہ کرتی ہے وہ اس کے کردارون کا عجیب اخلاق ہے ۔ ان کی انسانیت عجیب ہے ۔ یہ جنگ اور ڈکیتی میں فرق نہیں کرتے ، ان مین جذبۂ انتقام کی انتہا نہین ، مگر دشمن کی خوبیون کی تہ دل سے تعریف کرتے ہین ۔ پھر اس کے جذبات کا خلوص بھی ایک الگ کیف رکھتا ہے ۔ واقعات کچھ ایسے پیرائے مین بیان کئے گئے ہین کہ دل پر گہرا اثر کرتے ہین ۔ لڑائی کا اتار چڑھاؤ ، انگریز

تیر اندازوں کی کارگزاری، ڈگلس کے پینترے، انفرادی لڑائی سب باتیں ایسی سچائی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں کہ فوراً دل میں گھر کر جاتی ہیں - پھر اس میں ایک عجیب غیر جانب داری برتی گئی ہے - پرسی اور ڈگلس دونوں کو یکساں طور پر بہادر دکھایا گیا ہے - شاعر کی حبّ الوطنی آخر میں ظاہر ہوتی ہے - جب اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ ڈگلس کی موت کا حال سنتا ہے تو اُسے بڑی مایوسی ہوتی ہے، مگر جب انگلینڈ کے بادشاہ ہنری چہارم کو پرسی کے مارے جانے کی خبر ملتی ہے تو وہ فوج بھیجتا ہے اور انگریزی فوج ہمبلڈن کے مقام پر فتح حاصل کرتی ہے - اس بیلڈ کے اسٹنزا (STANZA) میں چار مصرعے ہیں، پہلا اور تیسرا چار رُکن کا، اور دوسرا اور چوتھا تین رُکن کا اور تیسرے اور چوتھے ہم قافیہ ہیں؛ تمام بیلڈوں کا مقبول عروضی بند ہے، رنگ بھی سادہ ہے اور تکرار کا استعمال فراوانی سے ہوا ہے - یہ صفات بھی بیلڈ کے لئے مخصوص ہوگئیں - اس بیلڈ کی تعریف بعد کے شعرا اور نقاد نے بہت زیادہ کی ہے اور یہ انگریزی قومی ادب کا ایک اہم شاہکار ہے -

اس دور کا دوسرا اہم بیلڈ "دی نٹ براؤن میڈ" (THE NUT-BROWN MAID) ہے - یہ رومانی ہے - ایک لارڈ کی سانولی لڑکی ایک پست درجہ سپاہی سے محبت کرتی ہے - یہ سپاہی اس سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے کو آتا ہے کیونکہ اس نے ایک خون کیا ہے اور وہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے اب جنگل میں پناہ لے گا - لڑکی اس کے ساتھ جانے کی ضد کرتی ہے - سپاہی اس کے سامنے خطروں اور مصیبتوں کے نقشے کھینچتا ہے مگر وہ نہیں مانتی - سپاہی اسے ٹالنے کے لئے یہ کہتا ہے کہ وہ ایک اور لڑکی سے محبت کرتا ہے مگر وہ یقین نہیں کرتی - آخر میں سپاہی یہ بتاتا ہے کہ یہ سب اُس نے اس کا امتحان لینے کے لئے کیا تھا اور وہ سچّی عاشق ثابت ہوئی - وہ اب ظاہر کرتا ہے کہ وہ ویسٹ مورلینڈ (WEST MORLAND) کے ارل (EARL) کا لڑکا ہے اور لڑکی سے شادی کرکے وہ اپنی ریاست پر لے جاتا ہے - یہ بیلڈ سات

رکن کے مصرعون مین ہےجو ہم قافیہ ابیات ہین۔ان مین اندرونی قافیے بھی ہین ، ایک مصرعے کی تکرار بھی ہے ۔ عروض کی سختی ظاہر ہے مگر طرز کی سادگی اور بے ساختگی کمال ہے۔عاشق اور معشوق دونون کی بات چیت مین ڈرامائی کیف ہے ۔ بیلڈ کا مقصد یہ ہے کہ عورتون پر تلوّن مزاجی کا جو الزام لگایا جاتا ہے اسے رد کرے مگر یہ مقصد قصّے کی دل چسپی مین کھو جاتا ہے ۔ سادہ رنگ مین جذبات بڑی خوبی سے ادا ہوئے ہین ۔ کہین کہین بہت ہی موزون اور دل کش استعارے بھی استعمال ہوئے ہین ۔اس پر کہین بھی حرف نہین لایا جاسکتا ۔ شُرفا کی شاعری اس عوامی شاہکار کے سامنے ماند ہو جاتی ہے ۔

ڈرامہ

بیلڈ سے زیادہ اہم عوامی ادب ہمین اِس دور کے عوامی ڈرامون مین ملتا ہے ۔ انگریزی ڈرامہ سب سے زیادہ اہم قومی صنف ہے ؛ اس کا کمال ہی انگریزی ادب کا کمال ہے۔ پندرھوین صدی مین عوامی ڈرامہ جو کئی صدی پہلے سے رفتہ رفتہ عام ہوتا چلا آرہا تھا ایک خاص ترقی پر پہنچا ۔ ہر صوبے مین ڈرامائی جدوجہد نے ایک خاص اہمیت اختیار کرلی ۔ ہر شہر کی گِلڈ نے ان کی تنظیم مین اہم حصّہ لیا ۔ ڈرامہ پہلے گرجون مین شروع ہوا مگر کچھ ہی عرصے مین شاہراہِ عام پر آگیا ۔ میلون کی کثرت ، تجارت کے پیشے کی ترقی اور شہرون مین گِلڈون کی تنظیم نے اس پر بڑا اثر کیا ۔ مذہبی تہوارون کے موقعون پر تہوارون سے متعلق تاریخی واقعات کو ڈرامائی صورت مین پیش کیا جاتا تھا ۔ بہت سے ڈرامائی ٹکڑے تختِ روان پر الگ الگ پیش ہوتے ۔ ہر تہوار سے وابستہ ڈرامون کا ایک مجموعہ ہو جاتا جو ہر سال کام آتا ۔ 'کرسمس کا مجموعہ'، 'ایسٹر کا مجموعہ'، 'کارپس کرِسٹی (CORPUS CHRISTI) کا مجموعہ'، سب سے زیادہ مقبول ہوئے۔ پھراِن مجموعون کے نام اُن شہرون کے نام پر رکھے گئے جہان یہ دکھائے جاتے تھے۔

چسٹر (CHESTER) ، کوونٹری (COVENTRY) ، یارک (YORK) وغیرہ کے مجموعے اب بھی موجود ھین ۔ پندرھوین صدی مین ان کی طرف خاص توجہ دی گئی ۔ جو مجموعے ھمارے پاس ھین وہ اسی صدی کے ھین ۔ ان کو "لیریکل پلیز" (LYRICAL PLAYS) کہا جاتا تھا ۔

ان ڈرامون کے پیش کرنے کا اندازہ لگانے کے لئے شہر یارک کے کارپس کرسٹی تہوار کا مجموعہ اچھی مثال ھے ۔ اس تہوار پر یارک مین اڑتالیس ڈرامے دکھائے جاتے تھے جو پوری انجیل کے واقعات کا احاطہ کرلیتے تھے ۔ ھر پیشے کی گلڈ کے سپرد ایک ڈرامہ ھوتا تھا جس کے سلسلے کا سب انتظام اُسے کرنا پڑتا تھا ۔ یارک مین زرہ بنانے والون کو جنت کا واقعہ سونپا گیا تھا ، جہاز بنانے والون کو نوحؑ کی کشتی کا ، مچھیرون اور جہازرانون کو طوفانِ نوحؑ کا ، موم بتّی بنانے والون کو ستارے دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش جاننے والے گڈریون کا ، سنارون کو حضرت عیسیٰؑ کے پاس آنے والے عالمون کا ، نانبائیون کو آخری دعوت کا ، رنگ سازون کو صلیب پر چڑھانے کا قصّہ وغیرہ وغیرہ ۔ قریب قریب ھر گلڈ کا اپنا الگ اسٹیج ھوتا تھا ۔ یہ ایک لکڑی کا بڑا تخت ھوتا تھا جس کے ساتھ ایک کمرہ سا ھوتا تھا جس مین ایکٹر ٹھیرتے تھے ۔ اکثر یہ تخت ایک جگہ رکھ دیا جاتا اور تماشائی اس کے سامنے آکر کھڑے ھوجاتے تھے ۔ اکثر ان تختون مین پہیے لگے ھوتے تھے ۔ تماشائی ایک ھی جگہ رھتے اور ایک تخت کے بعد دوسرا ان کے سامنے آجاتا ۔ سب ڈرامون کو دیکھنے دکھانے مین کئی دن لگ جاتے ۔

ادبی لحاظ سے جانچنے پر ھم دیکھتے ھین کہ ان ڈرامون کا رنگ بیشتر بھونڈا اور بے تکا ھے مگر ان مین کہین شاندار جذبات ھین اور کہین گھریلو زندگی کے عکس ھین ۔ یہ بڑی محنت سے لکھے گئے ھون گے ۔ ان مین بڑے مشکل اور عجیب عجیب قافیون کے بڑے بڑے بند استعمال کئے گئے ھین جن کی وجہ سے ڈرامائی اثر کم اور غنائی اثر غالب ھو جاتا ھے، یہی ان کی بڑی کمزوری ھے ۔ ان مین مکالمے بے اثر ھین البتہ کہین کہین حُزنیہ یا طربیہ اثرات پورے طور

پر قائم ہو جاتے ہین ۔ عوام کو ان سے دل چسپی مذہبی مواد کی وجہ سے تھی ۔ واقعات سب جانے بوجھے ہوتے تھے،ان کو تماشے کی صورت مین دیکھنا اچھا لگتا تھا ۔ ان کے مصنّفین کو اپنی انفرادیت دکھانے کی نہ ضرورت تھی اور نہ موقع ۔ کہیں کہیں اتفاق سے کچھ ٹکڑے اونچے پائے کے ہوگئے ہین اور آج بھی پُر اثر ہین ۔

"ابراھم اینڈ آئزک" (ABRAHAM AND ISAAC) جو پندرھوین صدی مین لکھا گیا ایک نا معلوم مجموعے کا ٹکڑا ھے ۔ یہ ڈرامہ جذباتِ غم کی عکس کشی مین نہایت درجہ کامیاب رہا ۔ اس مین ایک عجیب جذباتی کشمکش دکھائی گئی ھے۔ ایک طرف ابراھم (ابراھیمؑ) کو خدا کا حکم ماننا ھے دوسری طرف ان کو آئزک (اسحاقؑ) سے بڑی محبت ھے ۔ آئزک ایک طرف سعادت مند ہین اور دوسری طرف موت سے ڈرتے ہین ، بیچارے تلوار کو چمکتا دیکھ کر ڈر جاتے ہین ، اپنی ماں کو یاد کرتے ہین ، باپ سے تلوار چلانے کی التجا بھی کرتے ہین ، مگر یہ بھی چاھتے ہین کہ مرنے سے بچ جائین ۔ یہ ڈرامائی حالت نہایت پُر درد ھے ۔ اِس کو دیکھ کر رونا آجاتا ھے ۔ اِس کے بعد کے سِین مین آئزک موت سے بچ جاتے ہین ۔ اُن کی جگہ دنبہ ذبح ہوچکا ھے ۔ اُن کا معصومی کے ساتھ شکر ادا کرنا اور خوش ہونا بھی نہایت پُراثر ھے ۔ یہ یونانی ڈرامہ نگارون اور شیکسپیر کے فن تک پہنچ جاتا ھے ۔

اکثر مجموعون مین مزاحیہ ٹکڑے بھی بہت اعلیٰ درجے کے ہین۔ طربیہ حصّون مین ان کے مصنّفون نے کافی آزادی سے کام لیا ھے ؛ کہین انجیل کے واقعے کو مُضحِک بنا دیا گیا ھے ، کہین مزاحیہ کردار واقعے مین شامل کردئے گئے ہین ۔ ایسے دو ٹکڑے اپنی جگہ پر شاھکار ہین ۔ ایک " نُواہ " (NOAH) یعنی نوحؑ ھے ۔ اس مین نوحؑ اور ان کی بیوی کا جھگڑا دکھایا گیا ھے ۔ نوحؑ خدا کا حکم ماننے کو تیار ہین مگر اپنی بیوی سے دبتے ہین جو بڑی بدمزاج اور ضدی ہین ۔ وہ طوفان سے ڈرتی ہین مگر کشتی کی ساخت انھین ناپسند ھے ۔ وہ کشتی پر سوار ہوکر پھر کشتی سے اُترجاتی

ہین اور ایک کونے مین اکیلی چرخہ کاتنے لگتی ہین ۔ اُن کے شوہر اور بچے التجا کرتے ہین مگر وہ نہین ہِلتین ، مگر جب نوحؑ ان سے کہتے ہین کہ وہ جو جی چاہے کرین تو وہ فوراً کشتی مین آجاتی ہین ۔ وہ غصّے مین بھری ہین اور جب نوحؑ انھین خوب مارتے ہین تو ٹھیک ہو جاتی ہین ۔ پِٹنے کے بعد وہ بڑی خوش مزاج ہو جاتی ہین اور کشتی چلانے مین مدد دیتی اور اچھی اچھی باتین کرتی ہین ۔ دوسرا ٹکڑا " نَیٹی وِٹی" (NATIVITY) ہے ۔ اس مین ایمان دار گڈریے اپنی اُن پریشانیون کا حال بیان کرتے ہین جو اُن پر شریف لوگون نے ڈالی ہین ؛ وہ اپنی بد دماغ بیویون کی بھی شکایت کرتے ہین ۔ ان کے ساتھ ' میک ' (MAC) نامی ایک چال باز بھی ہے ۔ یہ ایک بھیڑ چُرا لیتا ہے اور اس کو پالنے مین رکھ دیتا ہے ۔ اس کی بیوی بستر پر لیٹ کر اس طرح کراھنےلگتی ہے جیسے کہ اس کے بچہ پیدا ہوا ہو ۔ ایک نیک گڈریا بچے کو چھ پنس دینے کے لئے آتا ہے تو بھانڈا پھوٹ جاتا ہے ۔ اس وقت فرشتون کے گانے کی آواز سنائی دیتی ہے اور گڈریے ستارے کو دیکھتے ہوئے روانہ ہوجاتے ہین ۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس پہنچتے ہین اور اپنے اپنے تحفے، ایک چڑیا اور کچھ بیر، پیش کرتے ہین ۔ وہ کبھی "خدا کے بیٹے" کی تعریفین کرتے ہین کبھی اس کی غربت پر ترس کھاتے ہین ۔ دونون ٹکڑون کا مزاح نہایت صاف اور خالص ہے۔ یہ ڈرامے بہرحال مذہبی جذبات کی نفی نہین کرتے ۔

اِس دور مین ڈرامے نے ایک اور ترقی بھی کی ۔ اس قسم کے ڈرامے وجود مین آئے جن کو اخلاقی ڈرامے (MORALITY PLAYS) کہا جاتا ہے ۔ ان مین انجیل کے کردار کی جگہ اخلاقی شخصیتین لائی گئین ۔ یہ ڈرامے ذھنی اعتبار سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ ان مین تماشے سے زیادہ معانی اہم ہوگئے ۔ ان مین موضوع کی ترتیب ، تعمیر اور اتحاد بہتر نظر آتے ہین ۔ اخلاقی شخصیتین نفسیاتی مطالعے پر مبنی ہین ۔ اس طرح انفرادی کردار نگاری کی بنیاد پڑی ۔ ہر اخلاقی ڈرامہ ایک اسٹیج پر پیش ہوا جس سے صحیح معنون مین ڈرامے کی بنیاد پڑی اور المیہ (ٹریجیڈی) کے لئے راستہ

صاف ھوا ۔ ان مین سب سے پرانا " دی کیسٹل آف پرسیورنس" (THE CASTELL OF PERSEVERENCE) ھے ۔ 'ہیومینم جینس' (HUMANUM GENUS) اچھے اور بُرے فرشتون کے درمیان ھے ۔ عرصہ تک وہ تعیّش (PLEASURE) اور بیوقوفی (FOLLY) کا غلام رھا ۔ اب وہ 'کیسٹل آف پرسیورنس' یعنی کوشش اور محنت کے قلعے مین نیکیون کے ساتھ پناہ لیتا ھے۔ حرص (COVETOUSNESS) قلعے مین آجاتی ھے اور اس کو پھسلاتی ھے کہ باھر نکل چلے۔ مگر مرنے سے پہلے جب کہ اس کی روح دوزخ مین جانے والی ھے ، اُسے PEACE یعنی 'سلامتی' اور MERCY یعنی 'رحمت' آکر بچا لیتی ھین ۔

کئی اور اخلاقی ڈرامے بھی اعلیٰ پائے کے ھین مگر " ایوری مَین" (EVERYMAN) ایک عظیم شاھکار ھے ۔ خدا ایوری مَین کو بلانے کے لئے موت بھیجتا ھے ۔ پریشانی کے عالم مین وہ مہلت طلب کرتا ھے ۔ اُسے کچھ گھنٹون کی مہلت دی جاتی ھے تاکہ اپنے ساتھ جانے والون کو جمع کرلے ۔ ایوری مَین " دوستی " یعنی " فیلوشپ" (FELLOWSHIP) سے التجا کرتا ھے جو اس کا دوست تھا اور " اعزا و اقربا " (KINDRED) اور " مال و متاع" (GOODS) سے بھی مگر کوئی نتیجہ نہین نکلتا ۔ پھر اُسے " نیک اعمال" (GOOD DEEDS) یاد آتا ھے جسے وہ عرصے سے چھوڑ چکا ھے اور جو زمین پر لیٹا ھے ۔ وہ اس کی دعا سن لیتا ھے ، اس کی مدد کرتا ھے اور اپنی بہن " دانش " (KNOWLEDGE) سے اس کی سفارش کرتا ھے ، جو اسے " اعتراف " (CONFESSION) کے پاس بھیجتی ھے جس سے اس کے گناہ دور ھو جاتے ھین اور وہ خدا سے ملنے کے لئے تیار ھو جاتا ھے ۔ جب وہ قبر تک پہنچتا ھے تو "حُسن" (BEAUTY)، " قوت" (STRENGTH)، " احتیاط" (DISCRETION) "حواس خمسہ" (FIVE WITS) اور " فارٹوئٹِس" (FORTUITOUS) جنھون نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اسے چھوڑ جاتے ھین ۔ " دانش " اس کے ساتھ جانا چاھتی ھے مگر نہین جاسکتی ۔ صرف " نیک اعمال " (GOOD DEEDS) رہ جاتا ھے ، وھی اس کے لئے دعا کرتا ھے ۔ ایوری مَین کے گناہ دھل جاتے

هین اور خدا اُسے معاف کر دیتا ھے ۔ یہ ڈرامہ نہایت ھی عمدہ طریقہ پر تعمیر کیا گیا ۔ اس کا خلوص بہت ھی لطیف ھے۔ یہ ایک لافانی شاھکار ھے؛ آج کل بھی بڑے شوق سے اسٹیج کیا جاتا ھے۔

معجزاتی ڈرامے (MIRACLE PLAYS) یعنی وہ ڈرامے جن کا موضوع عیسائی اولیاء کے معجزات سے لیا گیا تھا، ساتھ ساتھ چلتے رھنے مگر اخلاقی ڈرامے ان کی جگہ لیتے گئے حتیٰ کہ پندرھوین صدی کے آخر تک معجزاتی ڈرامے ناپید ھوگئے ۔

چھاپہ خانہ اور نثر

اس صدی مین ادب کی ترقی کے لئے ایک بڑی ھی اھم ایجاد وجود مین آئی ۔ ۱۴۷۴ء مین ولیم کیکسٹن (WILLIAM CAXTON) نے چھاپہ خانہ ایجاد کیا اور ۱۴۷۶ء مین اسے ویسٹ منسٹر ایبے کے پاس لگایا ۔ وہ خود بھی صاحبِ ذوق تھا اور اس نے کچھ کتابون کے ترجمے کئے مگر اُس نے عام پسند شاھکارون کو چھاپنا بہتر سمجھا۔ اس نے چوسر کی "کینٹربری ٹیلز" (CANTERBURY TALES) اور "ٹراوِلس اینڈ کریسڈی" (TROILUS AND CRISEYDE) چھاپیں اور لِڈگیٹ (LYDGATE) اور گاور (GOWER) کی نظمین بھی چھاپین ۔ مگر اس نے نثر کی کتابین، جو فرانسیسی کے ترجمے تھے، چھاپنا بہتر سمجھا، اس طرح وہ انگریزی نثر کی ترقی کا باعث ھوا ۔ زیادہ تر اس کی چھاپی ھوئی نثر کی کتابین عامیانہ تھین مگر اس کی چھاپی ھوئی ایک تصنیف انگریزی نثر کی بنیاد اور دائمی شاھکار ھے ۔ یہ سر ٹامس میلری (SIR THOMAS MALORY) کی "مارٹی ڈ آرتھر" (MORTE D'ARTHUR) ھے جس کی نثر نے انگریزی نثر پر گہرا اثر ڈالا اور اب بھی نہایت پر اثر ھے۔ میلری کا کہنا ھے کہ اُس نے اِسے ایک فرانسیسی کتاب سے ترجمہ کیا ۔ یہ ترجمہ ۱۴۶۹ء مین مکمل ھوا اور کیکسٹن نے اسے ۱۴۸۴ء مین چھاپا۔

اس تصنیف کی بابت ایک یہ رائے بھی ھے کہ یہ کتاب مختلف کتابون سے مواد اخذ کرکے لکھی گئی ھے اور اس کو پڑھنے سے یہ واضح

بھی ھو جاتا ھے،کیون کہ اس مین بہت کچھ مواد بے ترتیب اور غیر مربوط ھے - سر بالِن (SIR BALIN) ، سر پیلیاس (SIR PELLEAS) ، سر پالومیڈِز (SIR PALOMIDES)، سر بَورِس (SIR BORIS) ، ٹرِسٹرَم (TRISTRAM) اور اِسَولڈِ (ISOLDE) کے الگ الگ قصّے ھین ، پھر بھی ایک مرکزی کہانی اُبھرتی ھے جو آرتھر بادشاہ سے متعلق ھے - آرتھر کی کامیاب حکومت ، اس کی ملکہ گوئنِی نیوِیَر (GUINIVERE) کا سر لانسِلَوٹ (SIR LAUNCELOT) سے عشق ، لانسِلوَٹ کی اپنی بدکاری کی وجہ سے سِنگریَل (SANGREAL) کی تلاش مین ناکامی، سرگیلا ھِڈ (SIR GALLAHAD)کا اپنے تقویٰ کی بنا پر سنگریل کو پا لینا ، یہ سب پلاٹ کے خاص اجزا ھین - پھر یہ بھی دکھایا گیا ھے کہ ملکہ گوئنی نیویر کے گناہ کی بنا پر آرتھر کے نائٹ (KNIGHTS) اس سے بگڑ جاتے ھین - سر مورڈ ریڈ (SIR MORDRED) آرتھر سے جنگ کرتا ھے - آرتھر کی موت ایک الگ واقعہ ھے - آرتھر کی موت کے بعد گوئنی نیویر راھبہ ھو جاتی ھے ، لانسلِوٹ درویشی اختیار کرلیتا ھے - اس قصّے کا اثر خالصتاً رومانی ھوتا ھے مگر بیشتر حصّون کا حقیقت سے تعلق ھے - اس مین درسِ اخلاق بھی ھے جو کسی اعتبار سے قصّے سے ھم آھنگ نہین ھوتا - لانسلِوٹ اور گوئنی نیویر کی محبت کو حقیقی کہا گیا ھے لیکن دراصل وہ ایک قسم کی زناکاری ھے - اصل مین پورا قصّہ کسی بنیادی خیال کے تحت ترتیب نہین دیا گیا ھے -

مگر یہ تصنیف ھے بڑی دل چسپ - اس مین ایک شاعرانہ اتحاد ھے ، شروع سے آخر تک ایک فضا ھے - ھم ایک عجیب و غریب دنیا مین پہنچتے ھین جو بہت دور ھے ، دُور از قیاس ھے ناممکن ھے، پھر بھی تخئیلی لحاظ سے ایک وحدت کی حامل ھے - اس ملک مین زراعت یا تجارت کا نام نہین ، ھر طرف قلعے ھی قلعے نظر آتے ھین ، لڑائیان اور ٹورنامنٹ کے سوا یہان کے لوگ اور کچھ کرتے ھی نہین ، ھر شخص اور ھر شے عجیب و غریب ھے ، ھر واقعہ تعجب انگیز ھے ، ایک سنہرا جہان آباد ھے جس مین داخل

ہوکر ہم اس دنیا کی ساری مشکلات کو بھول جاتے ہین -

یہ کتاب اپنے طرزِ ادا کی بنا پر اب بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی - اس کا یہ طرز نہایت سادہ ہے، اگرچہ اکثر جگہ یکسانیت تکلیف دہ ہے مگر ہر جگہ ایک صفائی اور نفاست کا دَوردَورہ ہے - کہین کہین یہ فرسودہ ضرور معلوم ہوتا ہے مگر یہی وہ طرز ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہے - اس مین ایک ترنّم ہے اور کہین کہین شاعرانہ رنگ بھی غالب آجاتا ہے - یہ طرز محض رومانی قصّون کے لئے ہی موزون ہے اور جہاں مَیلرَی (MALORY) بحث کرنے لگتا ہے وہاں بے مزا ہو جاتا ہے - یہ افسانے اور ناول کی نثر کی بنیاد ہے - اس کا اثر انگریزی نثر پر گہرا ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے - یہ انگریزی مین شاعرانہ نثر کی پہلی مثال ہے- آگے چل کر نثر نے اپنا رنگ بدلا مگر اس کتاب کی نثر کی اہمیت کا اعتراف ہر دور مین ہوا اور ہوتا رہے گا -

ساقیِ اربابِ ذوق
A Pdf Book Company

حصّہ دوم

عُروج ـــ نشاۃ الثانیہ

۱۴۰۰ تا ۱۶۶۰ء

صفحہ

باب اول	نشاۃ الثانیہ کی تحریک اور خصوصیات	۷۱
باب دوم	ابتدائی دور کا ادب ـــ شاعری اور ڈرامہ	۸۲
باب سوم	دور عروج کی خصوصیات	۹۱
باب چہارم	اڈمنڈ اسپنسر	۹۵
باب پنجم	سر فلپ سڈنی اور اس کے ہم عصر	۱۱۵
باب ششم	لیلی ، سڈنی اور افسانوی ادب	۱۲۶
باب ہفتم	ڈرامہ نگاری اور کرسٹوفر مارلو	۱۳۳
باب ہشتم	نثر نگاری ، انجیل اور لارڈ بیکن	۱۴۸
باب نہم	ولیم شیکسپیر	۱۶۵
باب دہم	بن جانسن	۱۹۴
باب یاز دہم	ڈرامہ نگاری کا عروج اور زوال	۲۰۷
باب دوازدہم	جون ڈن اور اس کا مکتبۂ شاعری	۲۱۸
باب سیزدہم	مذہبی اثرات اور نثرنگاری	۲۳۱
باب چہار دہم	جون ملٹن	۲۳۹

باب اوّل

نشاۃ الثانیہ کی تحریک اور خصوصیات

۱۴۹۳ تا ۱۵۶۰ء

جب ترکون نے ۱۴۹۳ء مین قسطنطنیہ فتح کیا اور یونان کے عالِم بھاگ کر اٹلی مین پناہ گزین ہوئے تو یہ اپنے ساتھ یونانی علم اور یونانی شاہکارون کے مسودات لائے ۔ یہ لوگ اٹلی کے مختلف شہرون فلورنس (FLORENCE) ، بولونا (BOLOGNA) ، پاڈوا (PADUA) ، وینس (VENICE) اور روم (ROME) وغیرہ مین بسے تو یہ مقامات علم کے مراکز بن گئے ۔ قرونِ وسطیٰ مین پورا یورپ عیسائی مذہب کا پیرو تھا ، پوپ کی حکومت تمام ممالک پر تھی اور اُس کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہین کرسکتا تھا ۔ چودھوین صدی تک یہ مذہب دم توڑ چکا تھا؛ مذہبی رہنما یا تو محض لکیر کے فقیر تھے یا پھر ریاکار ہوکر رہ گئے تھے؛ راہبون مین بدکاری عام تھی اور پوپ نے گناھون کے معافی نامے بیچنے شروع کر دئے تھے؛ یونانی اور لاطینی زبان کے عالِم مذہب کے تنگ دائرے سے نکل کر نئی آزادی کی تلاش مین تھے ۔ یونانی اور لاطینی زبان کے شاہکارون کے مطالعے نے ان لوگون کو ایک نیا نظریۂ حیات بخشا لیکن اس نظریے کی ایک منفی خصوصیت یہ تھی کہ اس مین پہلے مذہب کی طرف ایک قسم کی بے رخی تھی ۔ حقیقت مین مذہب سے متعلق لوگ ہر طرح بدگمان ہوچکے تھے اور عام لوگون مین مذہب یا تو کلیسائی عہدیدارون کے رعب کا نتیجہ یا کچھ فرسودہ مسائل کی پابندی تھا ۔ برخلاف اس کے یونانی نظریۂ حیات

ایک خاص آزادی ، باھمی ھمدردی اور رواداری کا سبق دیتا ھے۔ اھم فرق یونانی روح اور عبرانی روح کا ھے : اول الذکر کے مطابق انسان اپنی تمام اچھائیوں اور برائیوں کے ساتھ ایک مکمل چیز ھے اور اُسے اسی طرح دیکھنا چاھئیے؛ گناہ اور ثواب کا سوال نہین اٹھتا ؛ یہ دنیا ھی سب کچھ ھے اور اسے کسی نظریے کے مطابق نہ دیکھنا چاھئیے ۔ آخرالذکر کے مطابق اخلاقی قدرین ، آسمانی احکام اور عافیت زیادہ اھم ھو جاتے ھین اور انسان کو اس نظر سے دیکھا جاتا ھے کہ وہ کسی مذھب کے اصولون اور مسائل کی روشنی مین کتنا اچھا اور کتنا بُرا نظر آتا ھے ۔ کلاسیکی؛ یعنی یونانی اور لاطینی، نظریۂ حیات جو عیسائیت سے پہلے رائج تھا اسی کے پھر سے رائج کئے جانے کا نام نشاۃ الثانیہ ھے۔ سطحی طور پر دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ یونانی نظریۂ زندگی کے مطابق زندگی کا کوئی معیار ھی نہین رہ جاتا اور اچھے بُرے کی تمیز ھی مِٹ جاتی ھے ۔ اصل مین اس سے جو پہلو نکلے اُن مین سے ایک " انسان دوستی" یا " ھیُومَنزِم" (HUMANISM) تھا جس کے مطابق انسانیت سب سے اھم قدر ھے ؛ انسان کو انسان سے ھر حالت مین محبت ھونا چاھئیے ؛ دین اور قوم و ملت کے اختلافات سے بالاتر ھوکر ھی انسان انسان کہلانے کے قابل ھوتا ھے اور مذھبی غلُو اور نفرت گناہ ٹھہرتے ھین ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ انسان دوست یعنی " ھیُومَنِسٹ " (HUMANIST) لوگ نہایت عالی دماغ نظر آئے ۔

نشاۃ الثانیہ سے لادینیت کا دور شروع ھوتا ھے ۔ جو دنیا ھمارے سامنے ھے وھی تمام تر اھم ھو جاتی ھے ۔ اِسی دنیا مین نئے معیار اور نئے مدارج یون قائم ھوتے ھین کہ فن اور علم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ھے ۔ فن کار پیغمبر کی جگہ لے لیتا ھے ۔ یونانی ادب کے فن پارے انجیل کی جگہ آجاتے ھین ۔ عالِم فقہ کا جاننے والا اور اخلاقی اصولون کا عائد کرنے والا نہین رھتا بلکہ مبصّر حیات ھو جاتا ھے ۔ وہ قدرت کو گہری نظر سے دیکھتا ھے اور اُس کے اصولون کو وضع کرتا ، آسمان سے آئے ھوئے اصولون کو

بے چون و چرا ماننے کے بجائے ان پر تنقید کرنا اور انھین زندگی کے معیار پر جانچنا اس کا فرض ٹھہرتا ھے ۔ سائنسی نظریۂ حیات کی بنیاد پڑی ۔ لوگ دنیا کے سفر پر نکلے اور مختلف اقوام کے سماجی حالات معلوم کرکے ان کے ذھن مین نئے نئے خیالات آئے جن کو انھون نے رائج کیا ۔ فلکیات کے ماھرون نے اجسامِ فلکی کے سلسلے مین نئی معلومات حاصل کین جن سے توھم پر مبنی عقائد مین فرق پڑا ۔ افلاطون کا فلسفہ بہت عام ھوا اور اس کے منطقی اصول دیکھنے کے بجائے اس کے یہان ایک خاص قسم کی روحانیت دیکھی گئی ۔ کائنات ایک نئی حسن سے معمور نظر آئی ۔ محبت کو تہذیب کا ضروری جُز قرار دیا گیا اور عورت کی ایک خاص نوعیت سامنے آئی ۔ جنسی اور ازدواجی تعلقات کے بجائے افلاطونی محبت ایک فرض ٹھہری ۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ھوا کہ لوگ جنسی لطف آزادی کے ساتھ اٹھانے لگے اور اگرچہ آخر مین اُنھین بڑی تکلیفین ھوئین مگر زیادہ تہذیب یافتہ لوگون کے لئے عورت آسمانی عقل و فہم کی علامت بن گئی ۔ سیاسیات کو مذھب سے الگ کیاگیا اور اندرونی اور بیرونی انتظام مین اخلاق کے بجائے قوت اھم ھوگئی ۔ یونانی ادب مین بڑے اعلیٰ پیمانے کے حُسن کا مشاھدہ کیا گیا اور اسی حُسن سے ھم کِناری انسان کا مذھب ھوا ۔ نشاۃ الثانیہ کا مختلف فنون سے خاص تعلق قائم ھوا ۔ مذھبی عقیدت مندی کی جگہ تہذیب نے ، مذھبی پابندی کی جگہ کلچر نے لے لی ۔ کلچر ھی کا لفظ عام ھوا اور وہ آدمی سب سے زیادہ معیاری اور قابلِ قدر سمجھا گیا جو سب سے زیادہ کلچر رکھتا ھوا نظر آیا ۔ یونانیون کے نظریے کے مطابق ادبیات یعنی " ھیُومنِٹیز " (HUMANITIES) سے واقفیت کلچر کا معیار ھوئی اور نئے انسان کو " ھیُومنسٹ " (HUMANIST) کہا گیا ۔

اٹلی نشاۃ الثانیہ کا مرکز بنا ۔ اس ملک مین یہ اثرات پہلے ھی سے موجود تھے؛ اس تحریک کے تین بڑے پیش رو اس کی بنیاد رکھ چکے تھے ۔ اُن مین سے ایک دانتے (DANTE) تھا جس کی " ڈیوینا کمیڈیا" (DIVINA COMMEDIA) اگرچہ کیتھولک مذھب کا

شاہکار ہے مگر اس میں ایک "دینی شاعر ورجل (VIRGIL) کی روح کو دانتے نے اپنا رہبر بنایا ہے اور آگے چل کر ورجل کی جگہ ایک حسینہ بیٹرس (BEATRICE) کو دی ہے جس کو دانتے نے 'روحانی عقل مندی' کہا ہے - یہی دانتے کو جنت میں پہنچاتی اور وہاں کے مناظر سمجھاتی ہے - ہیومنزم (HUMANISM) کا روحانی پہلو دانتے سے زیادہ اور کسی کے یہاں نمایاں نہیں ہوا - دوسرا پیش رو پٹرارک (PETRARCH ؛ ۱۳۰۴ء تا ۱۳۷۴ء) ہے جس کی غنائی نظموں میں جذباتِ محبت کو بہت ہی بڑی حیثیت دی گئی ہے اور حسن و محبت کے انکشافات نشاۃ الثانیہ کے جذباتی پہلو کی بنیاد رکھتے ہیں - تیسرا جیووانی بکیچیو (GIOVANNI BOCCACCIO ؛ ۱۳۱۳ء تا ۱۳۷۵ء) ہے جس کی " دیکامیرون" (DECAMERON) واقعیّت ، انسانی نفسیات سے دل چسپی ، اور دنیا پر ایک بالکل غیر جانب دارانہ نظر کا پہلا شاہکار ہے - نشاۃ الثانیہ کی تمام خصوصیات ان تین شخصیتوں کی قیادت سے قائم ہوتی گئیں - اٹلی میں ادب سے زیادہ فنونِ لطیفہ پر زور دیا گیا اور مصوّری اور بُت تراشی کے شاہکار وجود میں آئے - نشاۃ الثانیہ اٹلی سے اس قدر گہرے طور پر وابستہ ہے کہ اس کو اطالوی نشاۃ ثانیہ بھی کہتے ہیں - روم قرونِ وسطیٰ میں عیسائیت کا مرکز تھا جو یونانی طرزِ خیال کی بالکل ضد تھی مگر یورپ میں عیسائیت نے یونانیّت پر غلبہ حاصل کرنے کے باوجود بھی اس کے کچھ عناصر سے رواداری برتی تھی اور بہت سی رسموں کو عوام میں رائج رہنے دیا تھا - جب اٹلی میں نشاۃ الثانیہ کا دور دورہ ہوا تو عیسائیت کی سختی سے لوگ تنگ آکر پوری آزادی سے زندگی کی دل چسپیوں کی طرف آگئے ؛ تفریحات میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لینا پوری قوم کا شعار ہوگیا ؛ اعلیٰ درجے کی عیاشی عام ہوگئی ؛ تہذیب یافتہ لوگ عیشِ دوام کی تلاش میں نظر آئے اور عام لوگ جنسی بے راہ روی میں پڑگئے - نشاۃ الثانیہ نے جو آزادی دی تھی اس کی بنا پر عیش و عشرت کو انسانی زندگی کا حاصل سمجھا گیا ؛ چناں چہ ایسی زندگی کے نتیجے میں لازمی طور پر پریشانیاں لاحق ہوئیں اور غم و اندوہ کا منہ دیکھنا

پڑا ۔ جہان تک ادب کا تعلق ہے اطالوی شاعری مین رنگینی اور تیز جذبات کی حد ہوگئی ۔ اٹلی کو بدکاری اور جعل سازی کا مرکز سمجھا جانے لگا ۔ اٹلی کے ظالم بادشاہ اور بنوینوتو چیلینی (BENVENUTO CELLINI ؛ ۱۵۰۰ء تا ۱۵۷۱ء)، مکیاویلی (MACHIAVELLI ؛ ۱۴۶۹ء تا ۱۵۲۷ء) اور اریٹینو (ARETINO) نشاۃ الثانیہ کو حدود تک پہنچا دینے والے کہے جاتے ہین اور انھون نے سیاست ، فن اور فلسفہ کے سلسلے مین صحت مند حدود کو ضرور پار کر لیا ۔

مگر اٹلی سے نکل کر نشاۃ الثانیہ نے ایک صحت مند اثر بھی ڈالا ۔ فرانس مین اس کی سب سے زیادہ صحت مند صورت کی مثال ملتی ہے ۔ یہان مونتین (MONTAIGNE ؛ ۱۵۳۳ء تا ۱۵۹۲ء) ایسا ادیب پیدا ہوا جس کو نشاۃ الثانیہ کا مکمل نمائندہ کہا جاسکتا ہے ۔ اس کی تربیت بھی یونانی ادب اور فلسفے کے اصولون پر ہوئی تھی مگر وہ اطالوی عالمون کی طرح اس سلسلے مین انتہا اور شدت تک نہین پہنچا ؛ اس نے یونانیون سے انسانی فطرت کی طرف ایک نیا رجحان سیکھا ۔ اس نے رومی دور کے اطالوی ادیبون کا عام طور پر اور پلوٹارک (PLUTARCH) کا خاص طور پر اثر قبول کیا اور ان سے نفسیات کا درس لیا ۔ وہ جدید نفسیات دانون مین پہلا شخص ہے ؛ اس کی ہستی ایک قدرتی انسان کی ہے جس مین ہر قسم کی کمزوریان بھی ہین ، جو وقت کے ساتھ بدلتا بھی ہے مگر جس مین بڑی جان ہے، برداشت کی طاقت ہے ، ترقی کرنے کا جذبہ ہے ، جو آرام طلب بھی ہے اور مغرور بھی ہے مگر جس کا خاص فلسفۂ حیات یہ ہے کہ تفریح اور نیکی ایک ہی چیز ہین ۔ اگر انسان کی فطرت کا صحیح جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نیکی بھی ایک تفریح ہے بلکہ سب سے اعلیٰ تفریح ہے ۔ فن مین نیکی اور تفریح اعلیٰ ترین امتزاج کے ساتھ دکھائی دیتی ہین ۔ " ہیومنزم " (HUMANISM) کے معنی یہ ہوئے کہ انسانی زندگی کے ہر جذبے اور احساس کو ٹھیک اور حق بجانب مان لیا جائے ، ان مین وہ توازن رکھا جائے جو یونانی اور دیگر قدما

کے ادب کی قدرون مین ملتا ھے ۔ ان قدرون مین سب سے اھم تفریح ھے جس کے معنی دنیا کی اچھی چیزون سے لطف اندوز ھونا ھے اور دنیا کی سب سے اچھی چیزین فنون ھین ۔ اٹلی مین نشاۃ الثانیہ مذھب کو ختم کرنے اور عیاشی کو اُچھالنے کے حدود تک پہنچی مگر مونتین کے یہان وہ ایک صحیح دماغ لادینیت سے آگے نہ بڑھی ۔ اسے مادّی اور روحانی دونون قسم کی زندگی سے تعلق ھوا اور دونون کا توازن قائم رکھکر اُس نے زندگی کا ایسا نصب العین بنایا جو عورتون اور مردون دونون کے لئے یکسان تھا مگر جو کسی آسمانی کتاب کے بجائے تجربہ اور تاریخ پر مبنی تھا ۔ غرض فرانس مین نشاۃ الثانیہ نے اپنی سب سے زیادہ صحت مند صورت اختیار کی ۔

جرمنی مین اس کے اثر سے اس مین ایک اھم صفت شامل ھوگئی جو بعض اوقات اس کی مخصوص صفت سے ٹکرائی ۔ یہان نشاۃ الثانیہ نے جمے ھوئے مذھب کے خلاف علم اُٹھایا ۔ مارٹن لوتھر (MARTIN LUTHER) جو پروٹسٹنٹ (PROTESTANT) فرقے کا بانی ھوا نشاۃ الثانیہ کی پیداوار تھا جس نے اُسے اعلٰی قدرون کا متلاشی بنادیا تھا مگر وہ خدا سے زیادہ قریب آجانا چاھتا تھا اور اُس انسانی آزادی کو ، جس کی نشاۃ الثانیہ طرف دار تھی ، قائم رکھتے ھوئے رائج مذھب کو ختم کرکے ایک نیا مذھب وجود مین لانا چاھتا تھا ۔ اُس نے پوپ کو خدا کا نمائندہ ماننے سے انکار کر دیا اور پوپ کے معافی نامون کو شاھراہ عام پر جلوایا ۔ ایک نئی تحریک شروع ھوئی جس کو " ریفارمیشن" (REFORMATION) کہا جاتا ھے ۔ "ریفارمیشن" ایک عجیب چیز تھی جو پیدا تو نشاۃ الثانیہ ھی سے ھوئی مگر جس نے نشاۃ الثانیہ کا پہلے راستہ کاٹا اور پھر اُس کی مدِمقابل بن گئی ۔ اصل بات یہ تھی کہ مذھب اپنی جگہ پر ایک اھم طاقت رھی ۔ عوام مین زیادہ تر لوگ ایسے تھے جو خدا سے اپنا تعلق منقطع کرنا نہین چاھتے تھے ۔ بیشتر عالمون کو یہ گمان بھی نہ گزرا کہ یونانی روح مذھبی روح کے خلاف ھے اور اگر قدما کے اصولون کو اُن کی منطقی حد تک پہنچایا جائے تو وہ خداپرستی کو ختم کردیتے ھین ۔ مگر یہ تضاد اپنی جگہ پر تھا اور لوتھر کی

پروٹسٹنٹزم (PROTESTANTISM) ایک قسم کا سمجھوتا پیش کرتی تھی ۔ یہ سمجھوتا کچھ لوگوں نے قبول کیا مگر بیشتر کے دل کو نہ لگا اور نشاۃ الثانیہ اور ریفارمیشن کے درمیان ایک کشمکش چلی جو زیادہ زور پکڑتی چلی گئی، چنان چہ نشاۃ الثانیہ سے وابستہ ادب کے ساتھ ساتھ ایک اس کا مخالف مذہبی ادب بھی نظر آتا ہے اور خود ادیبوں کی فطرت میں بھی اکثر دونوں نظریوں کے درمیان کشمکش نمایاں نظر آتی ہے ۔

ریفارمیشن نے ایک بڑے اہم معاملے میں نشاۃ الثانیہ کی مدد کی ۔ قومیّت کا جذبہ نشاۃ الثانیہ کے اہم ترین نتائج میں سے تھا ۔ جب انسان کی توجہ آسمان سے زمین کی طرف آئی تو جغرافیائی حدود اور ان کا انسانی فطرت پر اثر محض ٹھونسے ہوئے مذہبی عقائد سے زیادہ اہم نظر آیا ۔ ادب کی مذہب سے زیادہ اہمیت نے عوام کی زبان کو مذہب کی مانی ہوئی لاطینی زبان سے زیادہ اہم قرار دیا ۔ ایک جغرافیائی خطّے میں رہنے والے اور ایک زبان بولنے والے لوگوں نے اپنے میں اتحاد اور اپنے سے مختلف ملک اور زبان کے لوگوں سے تضاد محسوس کیا ۔ قوم پرستی یا نیشنلزم (NATIONALISM) جو عرصے سے دَبی ہوئی چلی آ رہی تھی زور پکڑ گئی اور جب ریفارمیشن نے پوپ کی طاقت کو، جو سارے یورپ کو مذہبی اور سیاسی طور پر ایک کئے ہوئے تھی، ختم کردیا تو صاف طور پر قومیّت کا دَور آگیا ۔ ہر قوم اپنی مخصوص روایات کے ساتھ نئے طور سے زندہ ہوئی اور علوم اور فنون میں دوسری قوموں سے مقابلہ کرنے لگی ۔ فرانس اور جرمنی نے نشاۃ الثانیہ کا اثر اپنے اپنے قومی طریقے پر قبول کیا مگر ان ملکوں کو آزاد قومی حیثیت دینے کے لئے ریفارمیشن کا آنا ضروری تھا ۔ دونوں تحریکوں کے درمیان خواہ کچھ بھی تضاد ہو مگر یہ مسلّم ہے کہ قومیت، جو آج بھی بڑی اہم ہے اور لادینی سیاست کی بنیاد ہے، ان دونوں کے متحدہ اثر کا نتیجہ ہے ۔

انگلستان میں نشاۃ الثانیہ سب سے بعد میں آئی اور سب سے زیادہ دیر میں پھیلی ۔ " ہیومنزم " یہاں بھی آگئی تھی مگر

یہان کی زبان ابھی تک اس درجے پر نہین پہنچی تھی کہ اس کا ادب اس سے متاثر ہوتا - انگریز " ہیومنسٹ " لاطینی مین ھی لکھتے رہے اور جب اٹلی اور فرانس کے اثرات سے انگریزی زبان ادائے مطالب کے لئے موزون ھوگئی تب نشاۃ الثانیہ کے پھلنے پھولنے کا وقت آیا - پہلے پہلے نشاۃ الثانیہ کو فنونِ لطیفہ ھی سے سروکار تھا اور اِن فنون سے انگلستان بے تعلق تھا - انگلستان ایک جزیرہ ھے ؛ اس وجہ سے انگلستان کے لوگ فطرتاً یورپ کے لوگون سے اپنے آپ کو مختلف سمجھتے تھے اور اپنے اخلاق کو سب سے بالاتر مانتے تھے ؛ اسی لئے اٹلی مین نئی روشنی کو انھون نے تعجب اور تذبذب کے ساتھ دیکھا اور اس کے لادینی اور پست اثرات سے دور رھنا ھی مناسب سمجھا - انگلستان مین نشاۃ الثانیہ کا زور اُس وقت بندھا جب ۱۴۹۰ء اور ۱۵۲۰ء کے درمیان مذھبی جھگڑے شروع ھوئے - کچھ نوجوان انگریز، یونانی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اٹلی گئے اور وھان سے واپس ھوکر انھون نے قوم کو اِس زبان کا درس دینے کی صورتین پیدا کین - معلمین اور فلسفیون کا ایک گروہ بنا جو انگلستان مین " ہیومنزم " کے سلسلے مین بڑا اھم ھے - جوَن کولٹ (JOHN COLET) نے لاطینی اور یونانی پڑھانے کے لئے سینٹ پالز اسکول (ST.PAUL'S SCHOOL) بنایا - اس کے اثر سے ایراسمَس (ERASMUS ؛ ۱۴۶۶ء تا ۱۵۳۶ء) جو ولندیزی تھا، نے نئے علم کی تحریک چلائی - اس کے دوست اور مُربّی سر تامس مُور (SIR TOHMAS MORE ؛ ۱۴۷۸ء تا ۱۵۳۵ء) نے اس کا اثر قبول کرکے لاطینی مین اپنی مشہور کتاب " یُوٹوپیا " (UTOPIA) لکھی - یہ تصنیف اگر انگریزی مین ھوتی تو ادب مین بیش بہا اضافہ ھوتی، مگر اس کے خیالات نے اس وقت بھی گھرے اثرات پیدا کئے اور یہ اب بھی سیاسیات کی تاریخ مین اھم مانے جاتے ھین - خیالات مین نئی تبدیلی جس خوبی سے اس کتاب مین واضح ھوتی ھے وہ ھمین کھین اور نظر نہین آتی ؛ اس مین نئے نئے ممالک کے دریافت کا اثر نمایان ھے - مگر خاص طور پر یہ افلاطون کے فلسفے پر مبنی ھے اور اسی کی تبلیغ کرتی ھے - مُور رائج خیالات کی پُر زور تردید کرتا

ھے ، قرونِ وسطیٰ کی تعلیم کا مذاق اڑاتا ھے ، یونانی کو لاطینی پر ترجیح دیتا ھے ، سپاھیون کی مذمّت کرتا ھے اور جنگ کو ختم کرنے کی ضرورت پر زور دیتا ھے ۔ اس کا سیاسی نصب العین اشتراکیت ھے ؛ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی فراغت ھے ،انسان بنیادی طور پر صالح ھے اور ھر شخص کو اپنے جسم ،روح اور دماغ کو ھر طرح صالح رکھنا ضروری ھے ۔ " یُوٹوپیا" مین مُور نے اپنا ایک خواب پیش کیا ھے جو اس کی وکیل اور پارلیمنٹ کے ممبر کی حیثیت سے زندگی کے تجربے پر مبنی ھے ۔ اس کی کتاب " ھیُومَنزِم " کے سلسلے مین دائمی اھمیت رکھتی ھے اور اس کی ھستی انگریزی ھیُومینَٹِیز مین مثالی ھے ۔

مُور کے بعد کچھ معلّمین نے درس کے ذریعے اور تصانیف کے ذریعے نشاۃ الثانیہ کے اثرات کو عام کرنے کی کوشش کی ۔ ان مین سر ٹامس ایلیٹ (SIR THOMAS ELYOT) ، سر جون چیک (SIR JOHN CHEKE ؛ ١٥١٤ء تا ١٥٥٧ء) سر ٹامس ولسن (SIR THOMAS WILSON ؛ ١٥٢٥(؟)ء تا ١٥٨١ء) کے کارنامے داد کے قابل ھین ، مگر ان سب سے زیادہ نمایان ھستی روجر ایشم (ROGER ASCHAM ؛ ١٥١٥ء تا ١٥٦٨ء) کی ھے ۔ وہ معلّمین مین سب سے زیادہ مقبول ھوا اور اس کی تصانیف ، جن مین "دی اسکول ماسٹر" (THE SCHOOL MASTER) خاص ھے ،ایسی ھدایات دیتی ھین جو دائمی طور پر اھم ھین ۔ وہ اپنی آراء کو اپنے تجربے اور یادون پر مبنی کرتا ھے ، روم کے قدما کی اھمیت کا اعتراف کرتا ھے ، انگریز رؤسا کو جنھون نے اٹلی کی تہذیب کے بُرے اثرات قبول کر لئے ھین ، مطعون کرتا ھے ۔ ادب مین وہ زبان سے زیادہ کردار پر اثر کا قائل ھے ۔ انگریزی زبان کی تشکیل اور ترقی مین اس کا بڑا ھاتھ ھے ۔ وہ بتاتا ھے کہ وہ لاطینی کو چھوڑ کر مادری زبان مین اس لئے لکھتا ھے تاکہ شرفا اور عوام دونون تک پہنچے ۔ اس کی انگریزی بہت لاطینی زدہ ھے ۔ مگر وہ اس طریقے پر انگریزی کو ترقی دینے کا دعویٰ کرتا ھے اور اپنے شاگردون کو اس عمل کی پیروی کا سبق دیتا ھے تاکہ وہ اپنی زبان مین

ایک اعلیٰ معیار قائم کرسکین اور اس کی تشکیل اعلیٰ معیار پر کرسکین -

انگلستان مین نشاۃ الثانیہ کا پرچار ۱۵۱۵ء سے شروع ھوا مگر ۱۵۱۶ء سے ریفارمیشن※ (REFORMATION) کے اثرات اس کے ساتھ چلنے لگے - انگلستان پروٹسٹنٹ ھونے کے لئے عرصے سے تیار ھو رھا تھا - چودھوین صدی مین وکلِف (WYCLIFFE) نے "لولارڈز" (LOLLARDS) کی جو تحریک شروع کی تھی اس کے اثرات دور تک گئے اور بادشاہ ھنری ھشتم کے عہد (۱۴۹۱ء تا ۱۵۴۷ء) مین ریفارمیشن انگلستان پر چھا کر رھی - اس کا اثر یہ ھوا کہ انجیل کے انگریزی مین ترجمے عام ھونے لگے اور(THE BOOK OF COMMON PRAYER) انگریزی مین چھپ گئی جس سے انگریزی نثر مین اضافہ ھوا - مگر ۱۵۳۵ء سے ۱۵۳۹ء تک خانقاھون کو جو پوپ کے ماتحت تھین پروٹسٹنٹون نے برباد کیا اور ان مین جو علوم پوشیدہ تھے وہ ناپید ھوگئے - پروٹسٹنٹ قرونِ وسطیٰ کی فقہ کے دشمن تھے چنانچہ انھون نے اپنے نظریے کے مطابق تاریخین لکھنے پر بہت زور دیا - کافی تعداد مین مورخین سامنے آئے جن مین ھولن شیڈ (HOLINSHED ؛ متوفی ۱۵۸۰ء) سب سے زیادہ نمایان ھوا - ایڈورڈ ھال (EDWARD HALL ؛ متوفی ۱۵۴۷ء) اور جان اسٹو (JOHN STOWE ؛ ۱۵۲۵ء تا ۱۶۰۵ء) کی تاریخین بھی بہت مقبول ھوئین - یہ تینون تاریخین انگریزی تاریخ کے سلسلے مین اھم مانی جاتی رھین اور اب بھی ان کی اھمیت ھے - پھر پروٹسٹنٹ واعظ نمایان ھوئے - ان مین ھیو لیٹیمر (HUGH LATIMER ؛ ۱۴۸۵ء تا ۱۵۵۵ء) اور جون فوکس (JOHN FOXE ؛ ۱۵۱۶ء تا ۱۵۸۷ء) کے وعظون کے مجموعے

※ پروٹسٹنٹ - وہ عیسائی جو کیتھولک چرچ سے ، جس کا سربراہ روم مین پوپ ھوتا ھے ، ٹوٹ کر علیحدہ ھوگئے - "ریفارمیشن" یعنی تحریک احیائے مذھب کے نتیجے مین پروٹسٹنٹ ممالک مین قومی کلیسا قائم ھوگئے - انگلستان کا سرکاری مذھب پروٹسٹنزم (PROTESTANTISM) ھوگیا اور قومیت کی بنیاد پر "اینگلی کن ازم" (ANGLICANISM) کہلایا

انگریزی نثر مین اضافہ کرتے هین ۔ اسکاٹ لینڈ مین تحریک احیائے مذهب (ریفارمیشن) نے انگلینڈ سے زیادہ زور پکڑا ۔ جون ناکس (JOHN KNOX ؛ ۱۵۰۵ء تا ۱۵۷۲ء) نے اپنے ملک کی زبان مین پمفلٹون کے ذریعے اپنی قوم کو اُبھارا اور ملکہ میری اسٹوارٹ (MARY STUART) کو دبا دیا ۔ وہ عملی انسان تھا اور اس کی تصانیف سے زیادہ اهم اس کی عملی کامیابی هے ۔ انگلستان اور اس سے زیادہ اسکاٹ لینڈ کے ان تمام لوگون نے مذهبی اور سماجی زندگی مین ایک نئے دور کا آغاز کردیا ۔ پروٹسٹنٹ مذهب، جمهوریت، قومیّت اور قومی ادب کو انهین نے راہ پر لگایا ۔

باب دوم

ابتدائی دور کا ادب۔ شاعری اور ڈرامہ

۱۵۲۰ تا ۱۵۷۸ء

نشاۃ الثانیہ کا اثر انگریزی شاعری پر خاص طور پر نمایاں ہوا ۔ ہنری ہشتم کے دو درباری شاعروں نے جو ہیومنسٹ (HUMANIST) تھے شاعری کو ، جو بہت پست ہوگئی تھی ، پھر سے زندہ کیا ۔ دونوں اٹلی کے ادب سے متاثر تھے اور دونوں نے انگریزی شاعری میں وہ بیج بوئے جو الزبتھ اوّل (ELIZABETH I) کے عہد (۱۵۳۳ء تا ۱۶۰۳ء) میں بار آور ہوئے ۔ دونوں کم عمری میں مرگئے اور ان کی تحریک بلوغ کو نہ پہنچ سکی ۔ یہ سر ٹامس وایٹ (SIR THOMAS WYATT؛ ۱۵۰۳(؟) تا ۱۵۴۲ء) اور ہنری ہاورڈ (HENRY HOWARD) ملقب بہ ارل آف سرے (EARL OF SURREY؛ ۱۵۱۷(؟) تا ۱۵۴۷ء) تھے ۔ ان کا کلام ان کی زندگی میں نہ چھپ سکا ۔ سرے کے قتل کے دس برس بعد ۱۵۵۷ء میں نظموں کا ایک مجموعہ چھپا جس کا نام تھا "ٹوٹلز مسلینی" (TOTTEL'S MISCELLANY) اور جس میں ان دونوں شاعروں اور کچھ دوسرے معمولی شاعروں کی نظمیں تھیں ۔

سر ٹامس وایٹ (SIR THOMAS WYATT) فرانس اور اٹلی میں مقیم رہا اور ۱۵۲۷ء میں اٹلی سے واپس آکر اس نے اپنے ملک کی شاعری کو اٹلی کی شاعری کے برابر لانے کی کوشش کی۔ انگریزی شاعری میں نفاست اور ترنّم پیدا کرنا اس کا خاص مقصد تھا ۔ انگریزی شاعری کا عروض خاص توجہ کا محتاج تھا ۔ پہلے پہل اس نے اپنے

عروض مین صرف SYLLABLE SYSTEM کا حساب رکھا لیکن اس تجربے کے تحت لکھی ہوئی نظمین ناکامیاب ھین ـ آھستہ آھستہ اس نے ایک آھنگ پیدا کیا اور اٹلی کے وہ اصنافِ سخن رائج کئے جن کا انگریزی زبان مین وجود نہ تھا ـ دانتے کا " ٹرزاریما " جو دانتے نے DIVINE COMEDY مین استعمال کیا ھے اور کئی اور اطالوی عروض انگریزی مین داخل کئے ـ مگر اس کا نام خاص طور پر پٹرارک (PETRARCH) کے " سانٹ " (SONNET) کے ساتھ وابستہ ھے ـ اس صِنف کی خوب صورتی ، اس کی غنائی شاعری کے لئے موزونیت اور اس مین ذاتی خیالات اور جذبات کے انکشاف کی رسم نے وایٹ کو گرویدہ کر لیا ـ اس کے سانٹون نے انگریزی غنائی شاعری کو پھر سے زندہ کردیا ـ اس نے زیادہ تر پٹرارک کا ترجمہ کیا ھے یا اس کی نقل کی ھے مگر الفاظ کے استعمال ، استعارون کی مناسبت، ادا کی نزاکت اور اختصار نے ان مین ایک فنّی کیف پیدا کردیا ھے ـ وایٹ (WYATT) کا کوئی سانٹ اوّل درجے کا نھین ھے ـ وہ تمام تر پٹرارک کے تصورات، خیالات اور جذبات لاتا ھے ـ کچھ سانٹون مین وہ خود بھی نمایان ھوتا ھے اور معلوم ھوتا ھے کہ اُس کی فطرت محبت سے زیادہ جھگڑنے کے لئے موزون تھی ـ جس سانٹ مین وہ اس امر کا اعتراف کرتے ھوئے اپنی محبوبہ کو اور محبت تک کو خدا حافظ کہتا ھے وہ نہایت پُر اثر ھے ـ اُس کی فطرت طنز نگاری کے لئے زیادہ موزون تھی اور اس نے طنزیہ نظمین لکھین ـ یہ زیادہ تر ھوریس (HORACE) اور الامنی (ALAMANNI) کی نقل ھین مگر اس کا زور دار کردار اس مین نمایان ھے ـ وہ دربار سے نکلنے کے بعد اُن سب برائیون اور پریشانیون کا ذکر کرتا ھے جو اس نے مشاھدہ کی تھین ـ وہ اُن جوانون کا مذاق اُڑاتا ھے جنھون نے روپیے کے لئے بیواؤن سے شادیان کین ـ وہ شہری چوھے اور دیہاتی چوھے کا قصّہ بیان کرتا ھے اور اخلاقی درس اخذ کرتا ھے ـ اس نے کچھ گیت بھی لکھے جو نہایت دل کش ھین ـ وہ اُنتالیس برس کے سِن مین مرگیا اور اس کا فن اپنی مخصوص راہ پر آتے آتے رہ گیا ـ

ھنری ھاورڈ (HENRY HOWARD) اَرل آف سَرِے (EARL OF SURREY) وایٹ سے چودہ برس چھوٹا اور شاید اس کا شاگرد تھا ۔ وایٹ کی تعریف اس نے اکثر جگہ کی ھے ۔ اس کی تمام نظمین فن کے اعتبار سے عمدہ ھین ۔ وہ وایٹ سے بڑا فن کار تھا اور تھوڑی سی عمر مین اس نے جو کچھ کیا وہ قابلِ تحسین ھے ۔ اس کی شرافتِ نفس اور تہذیب یادگار ھے ۔ وہ بھی عشقیہ شاعری مین پٹرارک (PETRARCH) کی رسم کا پابند رھا ۔ اس کے سانِٹ ایک خاتون سے منسوب ھین جس کا نام سانِٹون مین تو جیرلڈائن (GERALDINE) ھے لیکن ویسے لیڈی الزبتھ فِزجِرالڈ (LADY ELIZABETH FITZGERALD) بتایا جاتا ھے ۔ محبت کا درد اس کا خاص میدان ھے ۔ وہ مناظرِ قدرت سے بھی محبت کرتا ھے اور اُن کے بیان کے ساتھ محبت کی پُرکیف آمیزش کرتا ھے ۔ مگر اُس کے خارجی سانِٹ زیادہ زور دار ھین ۔ اِن مین کچھ بیش بہا اضافے ھین ۔ اِن مین خیالات کا اختصار سے بیان ، ترکیب کا زور اور ایک شان دار ترنّم ان کو دائمی قیمت دیتا ھے ۔ کچھ سانٹ اس نے جیل مین بھی لکھے جب وہ بادشاہ کے حکم سے قید کر دیا گیا تھا ۔ ان مین مناظر ، قدرت ، قدما سے دل چسپی ، محبت مین ناکامی کے اظہار ملتے ھین ۔ ایک نظم جس مین وہ بچپن مین بادشاہ کے بیٹے ، ڈیوک آف رچمنڈ ، کے ساتھ گزارے ھوئے دن یاد کرتا ھے ذاتی جذبات کے اظہار مین خاصی شدت کی حامل ھے ۔ اس نے سانٹ کو ایک نئی ترکیب دی جو شیکسپیرین سانِٹ (SHARESPEAREAN SONNET) کے نام سے مشہور ھے کیون کہ یہ ترکیب شیکسپیر نے ھی استعمال کی تھی ۔ اس نے جیل مین وَرجِل کی "اِیِنڈ" (AENEID) کا نظم مُعَرّیٰ یعنی بلینک ورس (BLANK VERSE) مین ترجمہ کیا ؛ اس طرح انگریزی مین یہ صنف وجود مین آئی ۔ سَرِے (SURREY) کی بلینگ ورس اگرچہ خام ھے مگر اس مین ایک شکوہ ضرور ھے ۔ اس طرح وہ انگریزی ڈرامہ اور اَیپک (EPIC) شاعری کے لئے مخصوص عروضی ذریعہ بھی تیار کر گیا ۔ وہ تیس ھی برس کا تھا جب اسے قتل کرادیا

گیا - اس کی بے وقت موت سے انگریزی شاعری کو بڑا نقصان پہنچا -

وایٹ اور سَرّے کے نام ھمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ھوگئے ھین - اُن کے معاصرین کی شاعری بہت ھی گِری ھوئی ھے اور صرف دو کچھ زور رکھتے ھین - ٹامَس سَیکوِل (THOMAS SACKVILLE ؛ ۱۵۳۶ء تا ۱۶۰۸ء) اپنے "انڈکشن" (INDUCTION) کی وجہ سے نمایان ھے - بعد مین اس نے (THE MIRROR FOR MAGISTRATES) لکھی جو انگلستان مین تاریخی حیثیت رکھنے والے بڑے لوگون سے متعلق وبال اور بدقسمتی کی کہانیان ھین - اس نظم کی حیثیت بس اتنی ھے کہ یہ نظم ھے - سَیکوِل کا عروض اس اس درجے پر ھے کہ اسے چوسَر (CHAUCER) اور اسپنسر (SPENCER) کے درمیان کی کڑی کہا جائے - دوسرا سَر ولیَم گَیسکوئن (SIR WILLAM GASCOIGNE ؛ ۱۳۵۰ء تا ۱۴۱۹ء) ھے جس کی طنزیہ نظم " اسٹیل گلاس" (STEEL GLASS) نہایت صحیح نظم معریٰ یا بلینک ورس (BLANK VERSE) مین لکھی ھوئی ھے اور جس مین اس نے جدید دور کو خوب خوب مطعون کیا ھے - گَیسکوئن کی تاریخی اھمیت یہ ھے کہ اس نے انگریزی کا پہلا افسانہ، پہلا نثری طربیہ یا کمیڈی (COMEDY)، پہلا ماسک* (MASQUE)، پہلا المیہ یا ٹریجیڈی (TRAGEDY)، پہلی مکمل طنزیہ نظم اور پہلی عروض کی کتاب لکھی لیکن ان سب کی فنّی اھمیت کچھ نہین ھے -

ڈرامہ

" ریفارمیشن" یا تحریک احیائے مذھب کا پرچار کرنے والون نے شاعری

---

* MASQUE ایک قسم کا نظمیہ ڈرامہ ھوتا تھا جو خاص طور سے بادشاہ اور درباریون کے لئے یا کسی بڑے آدمی کی خاطر لکھا جاتا تھا - اداکارون کے لباس اور اسٹیج آراستہ ھوتے تھے اور تقریباً ھر کردار لمبی اور پُر شِکوہ تقریر کرتا تھا - موسیقی اور ناچ گانے کا بھی اھتمام ھوتا تھا -

کو سطحی کہہ کر ٹال دیا مگر اپنا کام نکالنے کے لئے ڈرامہ سے بڑی مدد لی ۔ اس وقت معجزاتی ڈرامے (MIRACLE PLAYS) پرانی رفتار پر چل رہے تھے مگر اخلاقی ڈرامون (MORALITY PLAYS) کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ کچھ اخلاقی ڈرامے جیسے جان اسکلٹن (JOHN SKELTON) کا " دی فور ایلیمنٹس " (THE FOUR ELEMENTS) اور رڈ فورڈ (RED FORD) کا " پلے آف وِٹ اینڈ سائنس " (PLAY OF WIT AND SCIENCE) نے نمایان ادبی حیثیت حاصل کرلی تھی ۔ سر ڈیوڈ لینڈسے (SIR DAVID LYNDSAY؛ ۱۴۹۰ء تا ۱۵۵۵ء) کی " این پلیز نٹ ستائر آف دی تھری اسٹیٹس" (AN PLEASANT SATYRE OF THE THREE ESTAITS) مین کلیسا پر طنز کی گئی ہے اور اس کا مذاق اڑایا گیا ہے ۔ جون بیل (JOHN BALE؛ ۱۴۹۵ء تا ۱۵۶۳ء) کے ڈرامے احیائے مذہب کے لئے خوب استعمال کئے گئے ہین ۔ ان مین کنگ جون (KING JOHN) خاص طور پر قابل توجہ تمثیلی ڈرامہ ہے ۔ یہ پہلا ڈرامہ ہے جس مین قومی تاریخ کے واقعات استعمال کئے گئے ہین ۔ یہ انگریزی تاریخی ڈرامے کا منبع ہے ۔ اس ڈرامے کا اثر شیکسپیر کے " کنگ جون" (KING JOHN) پر بھی پڑا ۔

اس دور مین ایک خاص قسم کے مزاحیہ ڈرامے بھی ظہور مین آئے جن کو " انٹرلیوڈ" (INTERLUDE) کہا جاتا ہے ۔ جون ہے وُڈ (JOHN HEYWOOD؛ ۱۴۹۷ (؟) تا ۱۵۸۰ء (؟)) کے انٹرلیوڈ (INTERLUDES) بہت ہی دل چسپ ہین ۔ وہ کیتھولک ہے اور پروٹسٹنٹ لوگون کا مذاق اڑاتا ہے ۔ یہ مکالمون کے چھوٹے ٹکڑے ہین مگر ان مین سے چار اب بھی زندہ اور پُراثر ہین ۔" اے ڈائلاگ کنسرننگ وِٹی اینڈ وِٹ لیس (A DIALOGUE CONCERNING WITTY AND WITLESS) مین جیمس (JAMES) اور جون (JOHN) یہ بحث کرتے ہین کہ عقل مند ہونا بہتر ہے یا احمق ۔ " اے پلے آف لو" (A PLAY OF LOVE؛ ۱۵۳۴ء) مین ایک طرف ایک عاشق اور ایک معشوق جو ایک دوسرے سے محبت نہین کرتے اپنے کو دردمند ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین ، دوسری طرف ایک کامیاب عاشق اور

ایک غیر عاشق اپنے کو زیادہ خوش ثابت کرنے کی کوشش کرتے ھین ۔ " پلے آف دی ویدر" (THE PLAY OF THE WEATHER) مین دس آدمی جُوپیٹرَ (JUPITER) سے اپنے اپنے مزاج کے موافق موسم مانگتے ھین ۔ ھر ایک کی پسند الگ ھے،سب کی دعا ایک ساتھ کیسے قبول ھو ۔ آخر کو جوپیٹر یہ طے کرتا ھے کہ ھر ایک کی دعا کو یکے بعد دیگرے قبول کرے ۔"دی فور پیز" (THE FOUR P'S) مین چار آدمی پامَرٗ (PLAMER) یعنی جو یروشلم کی زیارت کرکے بعد واپس آیا ھو، پیڈلرَ(PEDLAR) یعنی پھیری والا ، پارڈنرَ (PARDONER) یعنی کلیسا کے معافی نامے بیچنے والا،اور اپوتھکری(APOTHECARY)یعنی وید یا حکیم مقابلہ کرتے ھین کہ کون سب سے بڑا جھوٹ بولے ۔ پامَر یہ بول کر کہ اُس نے اپنی تمام دنیا کے سفر مین کہین بھی کسی عورت کو غصّہ مین نہین دیکھا سب سے جیت جاتا ھے ۔ آخری انٹرلیوڈ سب سے زیادہ زندہ ھے مگر باقی بھی ایسے دائمی حقائق کو پیش کرتے ھین کہ ان کی قدر و قیمت مسلّم ھے ۔

۱۵۵۰ء کے بعد انگریزی ڈرامے نے بڑی تیزی سے ترقی کی ۔ اس وقت پیشہ ور اداکارون کی ٹولیان یا کمپنیان (COMPANIES) قائم ھوئین ۔ یہ ایک شہر سے دوسرے شہر ڈرامے دکھاتے پھرتے تھے ، ھر جگہ کے لوگ کثرت سے ڈرامے دیکھنے آتے تھے ۔ پہلی کمپنی کو ۱۵۷۴ء مین لائسنس ملا مگر لندن شہر مین تماشا دکھانے کی اجازت نہ تھی ۔ لندن مین تماشے سراؤن کے صحنون مین دکھائے جاتے تھے۔ پھر کمپنی والون نے ۱۵۷۶ء مین سب سے پہلا تھیٹر شہر سے باھر بنایا ۔

لندن مین اِنز آف کورٹ (INNS OF COURT) مین کلاسیکی ڈرامے کھیلے جاتے تھےجن مین عالِم لوگ شریک ھوتے تھے ۔ یونیورسٹیون کےمعلّمین ڈرامے لکھتے اور لڑکے کھیلتے۔اس سلسلے مین کلاسیکی طرز پر لکھے ھوئے ڈرامے ظہور مین آئے ۔ سب مین پہلی کامیاب کمیڈی" رالف رائسٹر ڈائسٹر (RALPH ROISTER DOISTER) تھی جس کو ۱۵۳۲ء مین نکولس اڈل (NICHOLAS UDALL یا

NICHOLAS UVEDALE) نے،جو ایٹن(ETON) اور ونچسٹر (WINCHESTER) کے پبلک اسکولوں کا ھیڈماسٹر رہ چکا تھا ، پیش کیا - یہ قدیم کمیڈی لکھنے والے پلاٹس (PLAUTUS)کے تتبّع مین ھے - کچھ کردار پرانے اور کچھ نئے ھین - ھیرو رالف (RALPH) پلاٹس (PLAUTUS) کے ھیروؤن کی طرح اکڑفوں دکھاتا ھے اور ویسا ھی احمق ھے - وہ جذباتی محبت مین مبتلا ھے اور لالچی بھی ھے - اس مین ایک کردار کام چور میری گریک (MERRY GREEK) بھی ھے- ان کےعلاوہ ھیروئن کونسٹینس (DAME CONSTANCE) ھے جو باعزّت اور باعصمت عورت ھے جس کے ساتھ کئی نوکرانیان ھین - بدتمیز احمق رالف اس سے محبت جتاتا ھے اور اس کے سچے عاشق گُڈرِچ (GOODRICH) کے پاس جا کر اُسے بدنام کرتا ھے - خاص مناظر دو ھین ، ایک جس مین میری گریک رالف کا خط پڑھ کر کونسٹینس کو سناتا ھے اور ساتھ ساتھ خط مین گرامر کی غلطیان صحیح کرکے محبت نامے کو توھین مین تبدیل کردیتا ھے ، دوسرا جس مین میری گریک اپنے سر پر ایک تاپا رکھ کر کونسٹینس کے گھر پر حملہ آور ھوتا ھے اور نوکرانیان اُسے مار بھگاتی ھین - یہ کلاسیکی طرز کی فارس* (FARCE) ھے اور اس کا مقصد محض ھنسانا ھے -

کرائسٹ کالج ، کیمبرج(CHRIST COLLEGE, CAMBRIDGE) مین ایک راس سے بہتر فارس کھیلی گئی جس کا نام " گیمَر گَرٹنس نِیڈل"(GAMMER GURTON'S NEEDLE) ھے - گیمر کی وہ سوئی کھو جاتی ھے جس سے وہ اپنے ملازم کی برجس سیتی ھے - ایک ناکارہ ڈِکَن دی بِڈلیَم (DICCON THE BEDLAM) نامی اسے بتاتا ھے کہ مَدَر چَیٹ (MOTHER CHATTE) وہ سوئی چرُا کر لے گئی ھے-اس پر بڑے جھگڑے ھوتے ھین اور پورا گاؤن ھنگامے کی لپیٹ مین آجاتا ھے -گاؤن کے پادری کو آنا پڑتا ھے - موقع سے

---

* طربیہ ڈرامے جن مین ACTION تیز ھوتا ھے اور کردار سے کوئی خاص مطابقت نہین رکھتا -

فائدہ اٹھا کر لڑکن گوشت چُرا لیتا ھے۔ آخر مین ملازم ایک دَم سے چیخ اُٹھتا ھے اور معلوم ھوتا ھے سُوئی اس کی برجِس مین لگی ھوئی تھی ۔ قِصّہ کافی رکیک ھے مگر مکالمہ روان ھے ۔ واقعیّت بالکل صاف ھے اور ایک عمدہ گیت بھی شامل ھے ۔

کلاسیکی ٹریجیڈی کا بھی تتبّع کیا گیا اور زیادہ تر سنیکا※ (SENECA) کی ٹریجیڈیون کی نقل کی گئی ۔ ان مین ٹامَس سکوِیل (THOMAS SACKVILLE) اور ٹامس نارٹن (THOMAS NORTON) کی لکھی ھوئی " ٹریجیڈی آف گاربوڈک" (TRAGEDY OF GORBODUC)یا "فیرکس پورکس" (FERREX OR PORREX) سب سے زیادہ نمایان ھوئی ۔ بادشاہ گاربوڈک (GORBODUC) اپنا تخت اپنے دو لڑکون فیرکس اور پورکس کو دے دیتا ھےاور دونون آپس مین فوراً جنگ کرنے لگتے ھین ۔ فورکس مارا جاتا ھے اور اس کی ماں بدلے مین پورکس کو مار ڈالتی ھے ۔ عوام بغاوت کردیتے ھین اور ماں باپ کو بھی مار ڈالتے ھین ۔ انتقام کا موضوع مار دھاڑ، ڈراؤنی فضا، جنگ ، لمبی لمبی تقریرین سب سے سنیکا کا اثر صاف ظاھر ھے ۔ کردار بے جان ھین ۔ مقصد درسِ اخلاق ھے ۔ مگر پھر بھی یہ ٹریجیڈی اھم ھے کیون کہ آگے چل کر اِسی کا تتبّع ھوا ۔ اس مین نظم مُعرّیٰ یا بلینک ورس (BLANK VERSE) پہلی دفعہ استعمال ھوئی ھے اور کافی زور رکھتی ھے۔ اس طرح عہدِ الزبتھ کی ٹریجیڈی کی اِسی سے بنیاد پڑتی ھے ۔

اِس دور مین ایک آدھ ایسے ڈرامے بھی نظر آئے جن مین قومی ڈرامے کی تمام خصوصیات موجود تھین ۔ " کمبیسیس※※" (CAMBYSES) ایک اچھی مثال ھے جو ھر طرح الزبتھ کے عہد کے ڈرامہ نگاری کے موافق ھے ۔ اس کا مصنّف شاید ٹامس پرسٹن

※ SENECA، روم کا المیہ ڈرامہ نگار (سن ۴ قبل مسیح سے سن ۶۵ بعد مسیح) ۔

※※ پورا نام یہ ھے: A LAMENTABLE TRAGEDY MIXED FULL OF MIRTH CONTEYNING THE LIFE OF CAMBYSES, KING OF PERSIA. یہ ۱۵۶۹ء مین منظرعام پر آئی

(THOMAS PRESTON ؛ ۱۵۳۷ء تا ۱۵۹۸ء) تھا ۔ اس کا قصہ هیرو ڈوٹس (HERODOTUS) سے لیا گیا ھے اور اسے مناظر مین تقسیم کردیا گیا ھے ۔ پلاٹ بنانے کی کوئی کوشش نہین کی گئی ھے ۔ کردار کو هر پہلو نمایان کرتے ہوئے پیش کیا گیا ھے ۔ هیرو کا کردار پیچیدہ اور بالکل واقعاتی ھے ۔ مزاحیہ سین بھی شامل هین جو هیرو سے زیادہ تعلق نہین رکھتے ۔ معجزاتی ڈرامے (MIRACLE PLAY) اور اخلاقی ڈرامے (MORALITY PLAY) کے طریقون کو ملا جُلا دیا گیا ھے ۔ قصہ ایک واقعات کی قطار کی صورت مین سامنے آتا جاتا ھے ۔ اس ڈرامے کا طرز بہت ھی خراب ھے ۔ کچھ عرصے مقبول ھونے کے بعد یہ مضحکہ خیز هوگیا مگر قومی ڈرامے کے اپنے رنگ کی یہ اهم مثال ھے ۔

بـــاب دوم

باب سوم

دورِ عُروج کی خصوصیّات

۱۵۶۸ء تک نشاۃ الثانیہ کے اثرات انگریزون مین سرایت کرگئے اور انھون نے ایک قومی صورت اختیار کرلی ۔ نشاۃ الثانیہ اٹلی سے شروع ہوئی اور اس لئے یہ جہان بھی پہنچی وہان کے ادب پر اٹلی کے ادب کا اثر نمایان رہا ۔ انگلستان مین اس اثر کو قبول کرنے مین پہلے تذبذب ہوتا رہا پھر اُس نے اِسے اپنا ہی لیا ۔ مخصوص اطالوی ادیبون کے انگریزی مین ترجمے ہوئے اور ان سے قومی ادیبون اور عوام نے استفادہ کیا ۔ پرانے رومَن ادیبون کے،جو جدید اٹلی مین بہت اہم ہوگئے تھے جیسے پلوٹارک (PLUTARCH)، یا فرانسیسی ادیبون کے ، جو اٹلی کے اثر سے اُبھرے تھے جیسے مَونتیںَ (MONTAIGNE) ، ترجمے بہت زیادہ مقبول ہوئے ۔ سر ٹامس نارتھ (SIR THOMAS NORTH ؛ ۱۵۳۵(؟) تا ۱۶۰۱ء(؟)) نے پلوٹارک کا ترجمہ ۱۵۷۹ء مین کیا اور مونتین کا جان فلوریو (JOHN FLORIO) نے ۱۶۰۳ء مین کیا ۔ یہ دونون ترجمے عوام پر اور عوام سے تعلق رکھنے والے ادیبون پر مثلاً شیکسپیر پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئے ۔ اِس دور کے اکثر شاعر اور ادیب لاطینی اور یونانی زبان سے واقف نہ تھے اور وہ قدما کے کلام سے براہِ راست استفادہ نہین کرسکتے تھے ۔ مگر قدما کو وہ اطالوی اور فرانسیسی زبان کے ترجمون مین پڑھ سکتے تھے ۔ پھر بھی اِس دور مین اٹلی کا اثر زیادہ گہرا تھا ۔ اِٹلی کا سفر اور اٹلی کی کتابین اِس دور مین اتنی ہی اہم ہوگئین جتنا ہمارے یہان انگلستان کا سفر اور

انگلستان کی کتابین هین -- انگریز نے اٹلی کے لوگون کی طرح بننے کی صاف کوشش کی - حد یہ تھی کہ کاستی لیونے (BALDASSARE CASTIGLIONE ؛ ۱۴۷۸ء تا ۱۵۲۹ء) کی کتاب "اِل کورتیجیانو" (IL CORTEGIANO) یا THE COURTIER کا ترجمہ هوا تاکہ جَوان لوگ اٹلی کا درباری رکھ رکھاؤ سیکھین - اٹلی مین اُس وقت قصّون کی کتابین بہت عام تھین اور بکیچیو (BOCCACCIO)، سِنتھِیو (CINTHIO)، بانڈیلو (BANDELLO)، اسٹراپارولا (STRAPAROLA)، وغیرہ کے قصّے انگریزی مین بڑے مقبول ہوئے - ان کے مزاحیہ، حُزنیہ اور اکثر عریان قصّے ڈرامون مین استعمال ہوئے - ان مین عیش، محبت، جنگ، کشت و خون اور غم کے حالات نے انگریزون پر بڑا اثر کیا - اگر عہدِ الزبتھ کے ڈرامون مین سے اِن قصّون کا اثر ہٹا لیا جائے تو کچھ بھی باقی نہین رہ جاتا - عام طور پر اخلاقیات کے جذبے کے تحت انگریزون نے اٹلی کی بُرائی تو کی، مگر شعوری طور پر اُس کے ادب کو اپنایا اور لاشعوری طور پر اُس کی تہذیب پر چلے -

مگر انگریز همیشہ اپنی قومی انفرادیت پر ناز کرتا رہا اور اس کے ادب کا عروج بھی بیرونی اثرات سے زیادہ قومی جذبے کے تحت ہوا - ۱۵۷۸ء مین فرانسِس ڈریک (FRANCIS DRAKE) نے تمام دنیا کا سفر کیا - ۱۵۸۹ء مین هسپانوی فوجی بیڑے پر فتح پائی - انگریزون کو اپنی بڑھتی ہوئی طاقت اور اپنی خوش حالی پر غرور ہوا اور دل مین یورپ بھر سے زیادہ اہم ہو جانے کی خواہش پیدا ہوئی ؛ مذہب نے جو نوعیت اختیار کرلی اس نے بھی قومی جذبے کو تقویت دی ؛ پروٹسٹنٹ مذہب نے پوپ کی حکومت یعنی روم کے کلیسا سے آزادی دی ؛ دوسرے یورُپین ممالک سے تعلقات مین یہ فرق آگیا کہ سَر فِلپ سِڈنی (SIR PHILIP SIDNEY ؛ ۱۵۵۴ء تا ۱۵۸۶ء) نے یورپ کے ملکون کی ایک فیڈریشن کا تصور پیش کیا جس کی صدارت انگریز کرے؛ عیسائیّت کو بھی انگریزی رنگ دیا گیا - لِیلِی (LYLY) نے ایک جگہ لکھا کہ خدا انگلینڈ کا خاص طور پر محافظ ہے اور پھر یہ کہا کہ انگریزون کا خدا ھی

خدا ہے ۔ انگریز ہمیشہ سے عیسائیت سے زیادہ اپنے قومی رسم و رواج کے دلدادہ رہے ؛ اب اُن کی کھیل تماشون مین دل چسپی بہت بڑھ گئی ؛ ہیومنزم اُن کی فطرت کے موافق آکر بیٹھی۔ الزبتھ نے پروٹسٹنٹ مذہب کا بڑے شان و شوکت سے اعلان کیا ۔ ۱۵۶۳ ء مین پارلیمان نے الزبتھ کو قومی چرچ کا سربراہ قرار دیااور اس طرح مذہب اور قوم دونون کا وہ استعارہ ہوئی اور اُس کی شان و شوکت قوم کی شان و شوکت نظر آئی ۔ قومیّت کا جذبہ نشاۃ الثانیہ نے اُبھارا تھا مگر جس حد تک یہ انگلستان مین اُبھرا ویسا کہین اور نہ اُبھر سکا ۔ ادب پر اس کا یہ اثر ہوا کہ اسپنسر (SPENSER)، لیلی(LYLY) اورسڈنی (SIDNEY) جیسے لوگ ادب کو ایک نئی صورت دینے کے لئے رہبرون کی طرح سامنے آگئے ۔

قومی جذبہ ہی شاعرون کی ترقی کا باعث ہوا ۔ انگریز نے سیاسی ترقی پانے کے بعد دیکھا کہ اُس کی شاعری اٹلی اور فرانس کی شاعری سے بہت زیادہ پیچھے تھی اور اس نے طے کیا کہ اس کی شاعری کو سب سے آگے ہونا چاہئیے۔ پاسٹورل (PASTORAL)، ایپک (EPIC)، کمیڈی(COMEDY)، ٹریجیڈی(TRAGEDY)، لیرک (LYRIC)، نثر ، رومانس (ROMANCE) اور تاریخ و فلسفہ سب مین دخل دیا اور قومی جذبے کی مدد سے ہر ایک مین کامیابی حاصل کی ۔ نشاۃ الثانیہ کے اثر سے ادب کا ایک بہت ہی اونچا نظریہ قائم ہوگیا تھا ۔ اس کے مطابق شاعر سے زیادہ اہم کوئی اور عالم یا فن کار نہ تھا ۔ سڈنی نے شاعر کو پیغمبر اور ولی کہا اور مورخ اور فلسفی سے زیادہ اونچی جگہ دی ۔ اپنی AN APOLOGIE FOR POETRY مین جو ۱۵۸۶ء مین شائع ہوئی یہ نظریہ پیش کیا کہ شاعر ہی وجدان (DIVINE INSPIRATION) کے زیرِ اثر لکھتا ہے اور شاعری کو تمام علوم کا مالک بنایا۔ ایڈمنڈ اسپنسر(EDMUND SPENSER ؛ ۱۵۵۲(؟) تا ۱۵۹۹ء) کی شاعری پر سڈنی کے نظریے کا گہرا اثر رہا ۔ شاعری کا یہ اعلیٰ تصور نشاۃ الثانیہ کے ساتھ آیا تھا ، مگر انگریزی شاعرون مین سے ہر ایک نے اس تصوّر کو جس قدر زور سے دوہرایا ہے وہ ہمین کہین اور

نہین ملتا ۔ شاعر کے لئے علم اور اخلاق بھی ضروری ٹھہرایا گیا مگر حسن سے شغف کو سب سے زیادہ اھمیت دی گئی؛ حسن نے خدا کی جگہ لی اور شاعر اس کا پیغمبر نظر آیا ۔ پوری قوم کا یہی عقیدہ ہوگیا اور شاعر ہونا سب سے زیادہ باعزت ہونا مانا گیا ۔ ہر شخص نے شاعر ہونے یا شاعر کے قریب آنے کی کوشش کی ۔ ہر شخص کا مزاج شاعرانہ ہوگیا ۔ یہ نفسیاتی اثر دربار سے ملا اور عوام مین پھیل گیا ۔ ہر علم اور ہر صنف سخن شاعرانہ ہوگئی۔

ہر فرد کو اپنی انفرادیت کا پورا پورا حق ادا کرنے کی آزادی ملی ۔ بیرونی اثرات اور قومی روایات کے باوجود ، ہر فرد نے زبان اور عروض کو اپنی طرح استعمال کرنا شروع کیا ۔ اب تک انگریزی زبان کی کوئی قواعد نہین لکھی گئی تھی ۔ الفاظ کا صرف اور جملون کا نحو مقرر نہ تھا ۔ نئے نئے الفاظ بڑی آسانی سے بنائے جا رہے تھے ، عروض آزاد تھا ؛ شاعرون نے اسے اپنے مزاج کے موافق ڈھالنے مین آسانی محسوس کی ۔ اگر اس دور مین عروض کی جدتون کی طرف نظر کی جائے تو دماغ چکرا جاتا ھے ۔ انگریزی شاعری مین قاعدون کے بغیر ہی چلنے کی صلاحیت آگئی تھی ۔ شاعری اعلیٰ ترین منازل طے کرتی گئی اور قاعدے وضع کرنے کا کام آنے والی زیادہ منطقی نسلون کے لئے چھوڑ دیا گیا ۔

باب چہارم

اڈمنڈ اسپنسر

۱۵۵۲ تا ۱۵۹۹ء

سب مین پہلے جس شخص نے انگریزی شاعری کو عروج کمال پر پہنچایا وہ اڈمنڈ اسپنسر (EDMUND SPENSER) تھا۔ وہ ایک معمولی گھرانے کا آدمی تھا جس نے کیمبرج مین تعلیم پانے کے بعد ترقی کرکے اس وقت کے ارل آف لیسٹر (EARL OF LEICESTER) کی ملازمت حاصل کرلی تھی ۔ فرانسیسی کے اُن شاعرون کی طرح جو " پلیاڈ " (THE PLEIADE) کے نام سے مشہور تھے اُس نے بھی اپنے ملک کی شاعری کو ایک نیا جنم دے دینے کی ٹھانی تھی ۔ ۱۵۷۹ء مین اس کی پہلی نظم " شیپرڈس کیلنڈر " (THE SHEPHERD'S CALENDAR) چھپی اور پوری قوم کو یہ محسوس ہوگیا کہ ایک نئی اور اعلیٰ شاعری کا دور شروع ہوگیا ہے ۔ اسپنسر نے یہ نظم اِٹلی کی صِنف " پاسٹورل " (PASTORAL) مین لکھی تھی اور فرانسیسیون کی قومی تحریک سے متاثر ضرور تھا مگر اُسے اپنے قومی ماضی سے بھی بڑا گہرا لگاو تھا ۔ اُس نے چوسَر کو انگریزی کا سرچشمہ اور اپنا استاد بتایا ۔ چوسَر کی زبان اُس کو حفظ تھی۔ جو نظم اس نے پیش کی تھی ، اس مین چوسر کے زمانے کے وہ الفاظ بھی استعمال ہوئے تھے جو اب متروک ہوچکے تھے ۔ اس کی شاعری بالکل نئی، انفرادی اور اونچے پایہ کی تھی مگر اس پر قدما کا بھی گہرا اثر نمایان تھا اور قومی شاعری کا بھی ۔ وہ حقیقت مین بڑا رہبَر تھا جس کی فطرت مین تمام روایتی اثرات

ایک خداداد انفرادیت کے ساتھ مل کر نمایاں ہوئے تھے -

دی شیپرڈس کیلنڈر

" دی شیپرڈس کیلنڈر" (THE SHEPHEARDS CALENDER) بارہ نظموں (ECLOGUES) کا مجموعہ ہے جو سال کے بارہ مہینوں سے تعلق رکھتی ہین - ان مین ایک خاص گڈریا ہے جس کا نام " کولن کلاؤٹ " (COLIN CLOUT) ہے جو ایک حد تک خود اسپنسر کا نمائندہ ہے - پہلی نظم کی سرخی " جنوری" ہے اور اس مین کولن کلاؤٹ اپنی محبوبہ روزلینڈ (ROSALIND) سے ناکام محبت پر غم کا اظہار کرتا ہے - اسی طرح ہر مہینہ کی الگ نظم ہے اور ہر ایک کا موضوع جدا ہے - " فروری" مین ایک بڈھا گڈریا ایک جوان گڈریے کو اخلاقی سبق دیتا ہے؛ " مارچ " مین دو جوان گڈریے آپس مین محبت پر بات چیت کرتے ہین ؛ " اپریل" مین دو اور گڈریے ملکہ الزبتھ کی تعریف کرنے کے ساتھ کولن کلاؤٹ کی ناکام محبت پر غم کا اظہار کرتے ہین ؛ " مئی" مین دو اور گڈریے مذہب پر بات چیت کرتے ہین ؛ " جون " مین کولن کلاؤٹ پھر آجاتا ہے اور ایک اور گڈریے سے اپنی محبت مین ناکامی کے بارے مین بات چیت کرتا ہے ؛ " جولائی" مین دو گڈریے اچھے گڈریوں کی تعریف اور برے مالکون کی مذمت کرتے ہین ؛ " اگست" مین تین گڈریے آپس مین محبت کرتے ہین ؛ " ستمبر" مین ایک شخص گڈریا بنا ہوا آتا ہے اور دوسرے کو دھوکا دیتا ہے؛ " اکتوبر " مین دو گڈریے شاعری کی بات چیت کرتے ہین ؛ " نومبر" مین کولن کلاؤٹ پھر آتا ہے اور ایک خاتون کا غم کرتا ہے؛ " دسمبر" مین کولن کلاوٹ اپنے دیوتا " پین " (PAN) سے دعا کرتا ہے - ان موضوعات کو محبت ، شاعری ، اخلاق ، اینگلیکن کلیسا کے پادریون پر طنز، ملکہ کی مدح وغیرہ پر تقسیم کیا جاسکتا ہے - اسپنسر نے ان سب موضوعات پر عام باتین کہی ہین - کولن کلاؤٹ عاشق اور شاعر سب سے نمایاں کردار ہے مگر اس کا یا دوسرے کردارون کا کوئی نفسیاتی

تاثر نہین اُبھرتا ، ھان پوری نظم شاعر کی ھستی کی آئینہ دار ھے؛ وہ محبت مین مبتلا ، دنیا سے بیزار، مذھب مین پروٹسٹنٹ اخلاق کا دلدادہ، ملکہ کا مداح ، ترقی کا خواھان اور مناظرِ قدرت کا مبصر ھے -

نظم کی اصل اھمیت اس کے تجرباتی انداز مین ھے- ان بارہ اکلوگ نظمون مین وہ ھر قسم کی بحرون اور عرُوض کا تجربہ کرتا ھے - اسی لئے اسپنسر کو 'شاعرون کا شاعر' (A POET'S POET) کہا جاتا ھے - اس نظم کے دیباچہ مین اسپنسر نے بتایا ھے کہ وہ حُسن کا مصوّر اور گیت گانے والا ھے - اس کا فن اِس طرح شعوری ٹھہرتا ھے مگر شعور کے ساتھ ساتھ ھمین اس مین ایک قدرتی بےساختگی، نرمی اور شیرینی ملتی ھے جس کی تعریف نہین ھوسکتی- جب ھم چوسَر سے اب تک کی شاعری کا تصوّر کرتے ھین تو ھمین تعجب ھوتا ھے کہ انگریزی اشعار مین کہان سے ایسا فنّی کمال پیدا ھوگیا- کچھ متروک الفاظ ضرور نظر آتے ھین مگر یہ بھی ایک خاص اثر کے تحت لائے گئے ھین - تصویرون کو مکمل کرنے اور راگ کو شیرین بنانے مین ان کا اھم حصّہ ھے - عروضی جدّت پر نظر جاتی ھے تو اور بھی تعجب ھوتا ھے - مصرعوں کی زبان، بَندوں کی ساخت اور ان کے تنوّع وغیرہ سے ھر جگہ ایسا موزون اور دل کش راگ پیدا ھوتا ھے جیسا انگریزی شاعری مین ابھی تک پیدا نہین ھوا تھا- پوری نظم کی ترتیب بھی فن کا کمال ھے - ھر مہینہ کا حصّہ موسم کی تصویر بھی ھے اور پورے سال کے حصّون کا اھم جزو بھی- اتحاد اور تنوّع افراد کے بدلنے سے پیدا ھوتا ھے - جذباتی تاثرات سب ایک فضا مین ڈوبے ھوئے ھین مگر پھر بھی کہین کہین بلندی ، کہین پستی ، کہین خواب اور کہین حقیقت کے رنگ مین رنگتے رھتے ھین -

یہ نظم پاسٹورل ھے یعنی ایسی نظم ھے جس مین ایک گڈریا اپنے حال خصوصاً اپنے عشق کا اظہار کرتا ھے - اسپنسر گڈریے کے لبادے مین اپنے عشق کا اظہار کر تو لیتا ھے مگر اس صنف کو سیاست اور مذھب پر تبصرے اور طنز کے لئے بھی استعمال کرتا ھے - گڈریے

کا لبادہ اوڑھ لینے کی وجہ سے شاعر کو موقع مل جاتا ھے کہ جس موضوع کو چاھے اپنا لے ۔ اسپنسر کی اس نظم کا ھر حصّہ ایک ECLOGUE ھے یعنی اُسی ایک گڈریے کی نظم ۔

ایسی نظم کی روایت اٹلی کے قدما کی قائم کی ھوئی ھےجو انھوں نے یونان کے شاعر تھِیوکرِیٹس (THEOCRITUS) سے لی تھی ۔ مشہور رومی شاعر ورَجِل (VIRGIL) نے بھی اپنی شاعری پاسٹورل نظموں سے شروع کی تھی ۔ اسپنسر پر سب سے زیادہ گہرا اثر پندرھویں صدی کے اطالوی شاعر منتوان (MANTUAN ؛ ۱۴۴۸ء تا ۱۵۱۸ء) کا ھوا ۔ اسپنسر نے ان کا اپنی نظموں میں بھرپور اتبّاع کیا ھے۔اگرچہ ان نظموں میں اطالوی شعرا کے خیالات ملتے ھیں مگر اسپنسر محض ھیرو نہیں ھے بلکہ وہ ان کے برابر آگیا ھے کیوں کہ اس کا اپنا الگ فن ھے جو اپنی جگہ ایک معجزہ ھے اور اس میں یہ اثرات آپ ھی آپ آگئے ھیں کیوں کہ یہ اسپنسر کی انفرادیت میں گہرے طور پر داخل ھوگئے ھیں ۔ اس نظم کے چھپتے ھی سب نے اسپنسر کو اعلیٰ قومی شاعر مان لیا ۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اسپنسر ، ورَجِل یا تھِیوکرِیٹس یا منتوان کا ھم پلّہ ھے ۔ مگر اس کے ھم عصروں نے اس کی تعریف کچھ اس انداز سے کی ۔ یہ بات مسلّم ھے کہ اسپنسر صرف ایک انگریز شاعر نہیں بلکہ تمام یورپی شاعری کی مرکزی روایت کے اندر کام کرتا ھے ۔

متفرق نظمیں

۱۵۷۸ء میں اسپنسر کو اَرل آف لیَسٹرَ کے یہاں ملازمت ملی اور اس ملازمت کی وجہ سے اس کی دوستی سَر فِلپ سِڈنی (SIR PHILIP SIDNEY) سے ھوگئی۔یہاں اسپنسر نے ایک عظیم ایَپک لکھنے کا ارادہ کیا ۔ اس ایپِک کے مکمل ھونے سے پیشتر طالب علمی کے دور میں بھی وہ نظمیں لکھتا رھا تھا ۔ اس کی اوسط لمبائی والی نظموں میں HYMNS IN HONOUR OF LOVE AND BEAUTY بھی ھیں جو ۱۵۹۶ء میں شائع ھوئیں ۔ ان میں سے دو ابتدائی

دور کی ہین اور دو آخری زمانہ کی ۔ پہلی دو حُسن وعشق کو دنیاوی نظر سے پیش کرتی ہین اور آخری دو آسمانی یا روحانی محبت اور حسن کی مدح کرتی ہین ۔ ان نظمون مین ہمین وہ مخصوص فلسفہ ملتا ہے جو افلاطون کے فلسفے پر مبنی ہے اور جو نشاۃ الثانیہ مین بڑا عام رہا ۔ حُسن اور خاص طور پر عورت کے حسن مین نشاۃ الثانیہ کے فن کارون نے زندگی کی اعلیٰ ترین اقدار دیکھین ۔ اسپنسر بھی جو عاشق مزاج تھا اس نظریے کا ہم نوا ہوگیا ۔ حسن اور نیکی مین اسے کوئی فرق نہ نظر آیا۔ اِن HYMNS مین اُس نے واضح کیا ہے کہ محبت سے زیادہ انسان کو نیک بنانے کا کوئی اور ذریعہ نہین ہوسکتا ۔ محبت ہی نے خلا سے دنیا کی تعمیر کی اور محبت ہی اسے چلا رہی ہے ۔ اول دو HYMNS مین عورت کے حسن اور عورت سے محبت کی بے حد تعریف کی گئی ہے ؛ دیکھنے کا لطف ایک عبادت ہے اور محبت کائنات کا اخلاقی قانون ہے ۔ مگر زندگی کے تجربے نے اُسے یہ بتایا کہ عورت کا حُسن کتنا ناپائیدار ہے اور اس سے محبت کتنا سطحی جذبہ ہے، اس لئے آخری عمر مین اس نے آسمانی حسن اور آسمانی محبت کی طرف رجوع کیا اور آخری دونون HYMNS ان ہی کی مدح مین ہین ۔ اس فلسفے سے اس کی شاعری کی معنویّت مین اضافہ یون ہوگیا کہ جو حُسن بھی اس نے دیکھا وہ اسے حسن حقیقی کی جھلک نظر آیا اور محبت کے جو اثرات اس نے محسوس کئے وہ آسمانی الہام معلوم ہوئے ۔

اسپنسر نے اس قسم کی اور نظمین بھی لکھین جو "کمپلینٹس" (COMPLAINTS) کی سرخی کے تحت جمع کی گئین اور ۱۵۹۱ء مین چھپین ۔ ان مین ایک طنزیہ نظم ہے جس کی سرخی "مدر ہبرڈس ٹیل" (MOTHER HUBBERD'S TALE) یا "پروزوپوپوئیا" (PROSOPOPOIA) ہے ۔ یہ ایک بندر اور ایک لومڑی کا قصّہ ہے ۔ دونون معاشرے مین آتے ہین اور کبھی دربار مین اور کبھی علمائے مذہب مین اقتدار حاصل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین ۔ ایک دن شیر کو سویا ہوا دیکھ کر یہ اس کا تاج چرا لیتے ہین ۔ بندر تاج پہن کر بادشاہ ہو جاتا ہے اور لومڑی اس

کی وزیراعظم ہو جاتی ہے ۔ دونوں ظلم کا بازار گرم کرتے ہیں ۔ شیر جاگ اٹھتا ہے اور دونوں بھاگ جاتے ہیں ۔ یہ نظم اس وقت لکھی گئی جب کہ " ڈیوک آف انژو" (DUKE OF ANJOU) ملکہ الزبتھ سے شادی کرنے کی فکر میں فرانس سے انگلستان آیا تھا اور ملکہ کے خاص مشیر لارڈ برلے (LORD BURLEIGH) اس کا طرف دار تھا ۔ اس میں بندر ڈیوک ہے ، لومڑی برلے ، اور شیر ملکہ الزبتھ ہے ۔ یہ نظم شاعر کی زندگی پر نظر اور اس کے درباری حالات کے مطالعے کی اچھی مثال ہے ۔ طنز زور دار ہے اور بحر موزوں ۔ رنگ شعوری طور پر کھُردرا بنایا گیا ہے جس سے طنز کا اثر گہرا ہو جاتا ہے ۔ مگر پوری نظم کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسپنسر مزاح نگار ہونے کا اہل نہ تھا اور یہاں وہ اپنے مخصوص دائرے سے باہر آگیا ہے ۔

دوسری نظمیں اس کے مزاج سے موافق ہیں کیوں کہ ان میں اس نے اپنے غم و غصّہ کا اظہار اپنے دل کش شیریں انداز میں کیا ہے ۔ دنیا کے تلخ حقائق کو سامنے لاکر شاعر نے اپنے اوپر ان کا اثر واضح کیا ہے ۔ ان میں ایک نظم " روئنز آف دی ٹائم " (RUINS OF THE TIME) ہے جس میں لیسٹر (LEICESTER) کے گھرانے کی بربادی کا نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ اِس سے زیادہ زور دار نظم " ٹیرز آف دی میوزز " (TEARS OF THE MUSES) ہے جس میں نو میوزیں* (MUSES) یکے بعد دیگرے آتی ہیں اور اِس بات کا رونا روتی ہیں کہ علوم برباد ہو رہے ہیں ، جہالت ترقی کر رہی ہے ، چھوٹے اور بڑے سب علم کے دشمن ہیں ، اس دور میں کوئی چیز تعریف کے قابل نہیں ہے ، اعلیٰ خیالات غائب ہوگئے

---

* یونانی دیومالا کے مطابق دیوتا زیوس (ZEUS) کی نو بیٹیاں جو کوہ اولمپس (MT. OLYMPUS) کے دامن میں پئیریا (PIERIA) گاؤں میں پیدا ہوئی تھیں ۔ یہ شاعری ، فنون اور علوم کی مختلف شاخوں کی حکمران تھیں ۔

ھین ۔ کلیو (CLIO) کے پاس جو تاریخ کی دیوی ھے لکھنے کے لئے مواد نہین ھے ، گانے والے غائب ھوگئے ھین اور محض چاپلوسون کو عزّت مل رھی ھے ، عیّاشی عام ھے ، پست محبت کی تعریف ھو رھی ھے ، سچّے گانے والون کو جو آسمانی محبت کے گیت گاتے ھین مناسب جگہ ملنا چاھئیے ۔ بڑے لوگون نے میوزز (MUSES) کی سرپرستی چھوڑ دی ھے جس کا نتیجہ یہ ھے کہ عوام اُن کو ذلیل کر رھے ھین ۔ میلپومین (MELPOMENE) اور تھالیا (THALIA) پریشان ھین ۔ تھالیا خاص طور پر روتی ھے کہ کمیڈی مین خوشیون کی جگہ محض پھکڑ بازی آگئی ھے ۔ ظاھر ھے کہ اسپنسر اپنے زمانے سے پریشان تھا ۔ تھیٹر کی حالت اس کے لئے بہت ھی تکلیف دہ تھی جو اُس کی نظر مین ادب کو پستی کی طرف لے جارھا تھا ۔ مگر ان دنیا کے تکلیف دہ جنجالون سے الگ اسپنسر کے لئے ایک دلچسپی کی دنیا بھی تھی ۔ اس کا نقشہ اس نے " میوپوٹمس یا فیٹ آف دی بٹرفلی" (MUIPOTOMOS OR THE FATE OF THE BUTTERFLIE) مین کھینچا ھے ۔ اس مین اس کی دنیا کی حسین چیزون سے دلچسپی کا بڑی خوبی کے ساتھ اظہار ھوا ھے ۔ ایک تتلی جس کا نام " کلیریون" (CLARION) ھے قدرت کے باغ مین اُڑ کر آتی ھے ؛ خوش و خرّم وہ ایک پھول سے دوسرے پھول پر اڑ کر بیٹھتی ھے ؛ اسے غم و اندوہ سے کوئی سروکار نہین ؛ وہ دنیا کی برائیون سے ناواقف ھے ، مگر وہ مکڑے ارگنول (ARAGNOLL) کے جالے مین پھنس جاتی ھے جو اُس کا خون چوس لیتا ھے ۔ اسپنسر کی چھوٹی نظمون مین اس سے زیادہ اور خوب صورت شاید ھی کوئی اور نظم ھو ۔ یہ ایک داخلی نظم ھے ۔ تتلی خود اسپنسر کی فطرت ھے ، سچّی شاعرانہ فطرت جو دنیا کے فریبون سے ناواقف ھے اور جس کا انجام بڑا ھی تکلیف دہ ھے کیون کہ وہ نیکی کو شہید ھوتے ھوئے دکھاتا ھے ۔ رنگِ بیان اتنا دلکش ھے جتنا اس کے ساتھ کی کسی اور نظم مین نہین ملتا اور خلوص کا اثر اس قدر گہرا ھوتا ھے کہ دل ھِل جاتا ھے ۔

اسپنسر نے کچھ مرثیے بھی لکھے ۔ چوسر کے THE BOKE

"ڈیفنائیڈا" OF THE DUCHESSE کے رنگ میں ایک طویل مرثیہ (DAPHNAIDA) لکھا جس میں وہ آرتھر جارجز (ARTHUR GEORGES) کی بیوی کی موت پر ماتم کرتا ہے ۔ مگر سب سے بہتر اس کا مرثیہ " اسٹروفل" (ASTROPHEL) ہے جو اس نے اپنے دوست اور ہم نوا سر فلپ سڈنی کی موت پر لکھا ۔ یہ انگریزی ادب میں "پاسٹورل ایلیجی" (PASTORAL ELEGY) کی پہلی اہم مثال ہے ۔ سڈنی (SIDNEY) آرکیڈیا (ARCADIA) کا ایک گڈریا ہے جو ایک بھیڑیے کے حملے سے زخمی ہو جاتا ہے ۔ نظم کا پہلا حصّہ خاص طور پر اعلیٰ ہے جس میں سڈنی کے حالات تمثیلی طور پر لائے گئے ہیں اور جس کے آخر میں افلاطونی فلسفے کے موافق سڈنی کو ایک دائمی جنّت میں پہنچا ہوا دکھایا گیا ہے ۔ اسی نظم کا ملٹن (MILTON) ، شیلی (SHELLEY) اور آرنلڈ (ARNOLD) پر بڑا اثر ہوا ۔ پھر ایک حصّہ طویل بحر میں ہے جس میں میوزوں کو رونے کے لئے جمع کیا گیا ہے ۔ تیسرے حصّے میں دو گڈریے سڈنی کی قسمت پر آنسو بہاتے دکھائے گئے ہیں ۔ چوتھا حصّہ چھوٹی بحر میں ایک دل خراش گیت ہے ۔ پانچواں پھر لمبی بحر میں ایک قصیدہ ہے اور چھٹا اس کی طرز میں تسکین دنیا ہے ۔ چھوٹی پاسٹورل (PASTORAL) نظموں میں " کولن کلاؤٹ کم ہوم اگین" (COLIN CLOUT'S COME HOME AGAIN) بہت عمدہ ہے ۔ اس نظم میں اُس نے خود اپنی حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور اس کے آئرلینڈ سے ۱۵۹۰ء میں لندن آنے کے واقعات پر مبنی ہے ۔ اس کی تمام نظموں میں یہ سب سے زیادہ داخلی ہے اور اس کی تمام پاسٹورل نظموں سے بہتر ہے ۔ کولن کلاؤٹ گڈریا ہے جس کے پاس سمندر کا گڈریا ملنے آتا ہے اور اس کے گانے سے متاثر ہوکر اسے گڈریوں کی ملکہ " سنتھیا" (CYNTHIA) کے دربار میں لے جاتا ہے ۔ دربار میں کولن پہلے ملکہ کی شان و شوکت سے متاثر ہوتا ہے جو اُس کے گیت سنتی ہے اور وہ بہت سے خوب صورت افراد کو دیکھ کر خواب کی دنیا میں گُم ہو جاتا ہے ، مگر کچھ ہی عرصے کے بعد اُس کی اِس دربار کی بدمعاشیوں ،

چال بازیون اور بدنفسیون پر نظر پڑتی ہے اور پریشان ہو کر وہ اپنی سادہ زندگی کی طرف واپس آتا ہے ۔ سچّی محبت اُسے ملتی ہے اور نیکی کا دور دورہ ہے ۔ اِس نظم مین " کولِن " تو خود اسپنسر ہے ہی ، سمندر کا گڈریا سر والٹر رَیلے (SIR WALTER RALEIGH) ہےجس نے دنیا کا سفر کیا اور انگریزون کی سمندر پر حکومت کی بنیاد رکھی ۔ اس کے ساتھ ساتھ سمندر کی شان اور انگریزون کی اس پر حکمرانی کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ نہایت پُر زور ہے اور اسپنسر کسی الہامی طاقت سے اس مین اپنی قوم کی آئندہ شان کا عکس دیکھ لیتا ہے ۔ سنتھیا ملکہ الزبتھ ہے اور اُس کے دربار کی جو تصویر اسپنسر نے کھینچی ہے وہ نہایت صحیح ہے۔ یہ نظم ہمین اسپنسر کی ہستی سے بہت قریب لے آتی ہے۔ اس کی عکس کشی کی قوت ، اس کی کمال کی زبان اور اس کا مخصوص میٹھا راگ ہمارے دل مین بیٹھ جاتا ہے ۔

سانٹ وغیرہ

۱۵۹۱ء مین اسپنسر نے الزبتھ بوائل(ELIZABETH BOYLE) سے اظہارِ عشق کرنا شروع کیا اور آخر مین اُس سے شادی کرلی ۔ اِس عشق کی واردات کا نقشہ اس نے اپنے سانٹون کے مجموعے مین کھینچا ہے جس کا نام اس نے "اَموریٹی" (AMORETTI) رکھا اور پھر اپنی شادی کے دن کا حال ایک نظم مین بیان کیا جس کا نام " اَیپی تھَیلا میون" (EPITHALAMION) رکھا ۔ یہ سب ایک ساتھ چھپے اور اسپنسر کی تصانیف مین یہی ہین جن مین وہ بغیر تمثیل کی مدد کے براہِ راست اپنے مطالب ادا کرتا ہے ۔ سانیٹ کی صنف کی طرف اسپنسر کی توجہ سر فلپ سڈنی کے سانٹون کی بنا پر ہوئی ۔ اس دور مین سانٹ کو ایک مختصر نظم کی حیثیت سے نہین استعمال کیا گیا بلکہ سینکڑون سانیٹون کو لگاتار ایک پورا محبت کا قصّہ بیان کرنے کے لئے ایک بند کی صورت مین لایا گیا ۔ بڑے شاعرون نے سچّی محبت کا قصّہ بیان کیا اور اس مین

ان کی مخصوص انفرادیت نمایاں ہوئی ۔ اسپنسر کی " امورپٹی " ۸۸ سانٹوں کا مجموعہ ہے جس میں اس نے الزبتھ بوائل سے اپنے عشق کے جذبات کو ادا کیا ہے ۔ اس محبت میں برائی اور غم کا نام نہیں ؛ جذبات عشق کی بےجا گرمی تک نہیں پہنچے ؛ شاعر کی ناکامیاں معمولی اور ٹھنڈی سانسیں وقتی ہیں ۔ محبوبہ کی سب سے اہم صفت اس کی عفّت اور سچّائی ہے ۔ پاک دامنی اور کنوارے پن سے شاعر کو بہت محبت ہے اور اس کی پوری نظم پر پاکی کی فضا چھائی ہوئی ہے ۔ وہ عورت کی پاکی پر جان دیتا تھا اور اس کو پا کر وہ بہت مطمئن نظر آتا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ بعض جگہ اس کی محبت روایتی ہو جاتی ہے ۔ وہ ناکامی کا اظہار پٹرارک (PETRARCH) کے الفاظ میں کرتا ہے اور کہیں اپنی محبوبہ کو عام شاعری کی معشوقہ کی طرح ظالم تصوّر کرتا ہے ؛ مگر یہ سب وقتی ہے ۔ اس کی محبوبہ کا عرصے تک انکار بھی اس کے لئے عفّت اور پاک دامنی کا ثبوت ہو جاتا ہے ۔ آخر اس کی محبوبہ نیک کنواری ہے اور محبت کا اثر اُس کے دل پر رفتہ رفتہ ہی ہوتا ہے اور جب اُس کے دل میں محبت جاگتی ہے تو ایک سچّے جذبے کی طرح جس کی معمولی گرمی نہ کبھی بڑھے گی اور نہ کم ہوگی ۔ محبوبہ کے صاف دل میں محبت کا آغاز شاعر کو تعجب میں ڈالتا ہے کیوں کہ کچھ ہی پہلے وہ انکار کرچکی ہے ۔ اصل یہ تھی کہ اس کا خوف سے بھرا ہوا دل محبت کے اظہار سے ڈرتا تھا مگر آخر کو ان کی محبت نے زور پکڑا ، خوف جاتا رہا اور اس نے عاشق کو قبول کر لیا ۔ کچھ حصّوں میں محبوبہ کی مدح بھی بڑے رنگین الفاظ میں کی گئی ہے اور شاعر نے اپنی خواہشوں کو بڑے جوش و خروش سے ادا کیا ہے مگر زیادہ تر زور عصمت اور پاک محبت پر ہے ۔ اسپنسر کی پاکی سے محبت کا اِس سے بہتر اظہار کہیں نہیں ملتا ۔ سانٹ کی ساخت بالکل اُس نئے طریقے پر ہے جو عہد الزبتھ میں عام ہوا ۔ اس کے تین چار چار مصرعوں والے حصّے ہیں اور آخر میں ایک بیت ہے ۔ اس صِنف میں نشاۃ الثانیہ کی شاعری اپنا کمال دکھاتی ہے ۔

" ایپی تھیلا میون" (EPITHALAMION) اسپنسر کی اوسط لمبائی والی نظموں میں سب سے بہتر ہے اور نشاۃ الثانیہ کی شاعری کا رنگ جس شان، لطف اور آھنگ کے ساتھ اس نظم میں جمتا ہے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے ۔ اس کے تیئیس طویل بندوں میں اسپنسر نے اپنی شادی کے دن کا حال بیان کیا ہے ۔ صبح کی آمد، شادی کی تیاریاں، گرجے جانا ، بازار سے گزرنا ، گھر واپسی اور رات میں ملاقات ، ہر جُزو کو کمالِ عکس کشی کے ساتھ روشن کیا گیا ہے ۔ وہ بند جس میں دولھن کے حسن کا نقشہ ہے، الفاظ میں مصوّری کا کمال ہے ۔ اِس نظم میں انگریزی ہی نہیں بلکہ تمام یورپ کی بیانیہ شاعری کا کمال ہے ۔ ۱۱ جون ۱۵۹۲ء کا دن ہے اور ہر بات واقعی ہے مگر شاعر کی رنگین طبع نے اس کو ایک عجیب رنگ دے دیا ہے ۔ معمولی باتوں کو دائمی حُسن میں ملبوس کردینا اسپنسر کا مخصوص کام ہے ۔ ہر تصویر روشن اور مناسب رنگوں سے بھری ہوئی ہے ۔ نظم ساخت کے اعتبار سے فن کا کمال ہے ۔ سادگی ، بے ساختگی اور روانی جادو کے زور پر چلتی نظر آتی ہیں ۔ ایک خوشی کے عالم میں پہنچ کر اسپنسر کی فطرت میں وہ عجیب قوت آگئی ہے جو حیرت انگیز شاہکاروں کی تخلیق کی بانی ہوتی ہے ۔

اس نظم سے کچھ کم درجہ کی نظم " پروتھیلا میون " (PROTHALAMION) ہے جو اس نے اَرل آف ورسٹر (EARL OF WORCESTER) کی دو لڑکیوں کی شادی پر لکھی ۔ اس کے دس بند بھی بہت کچھ " ایپی تھیلا میون" (EPITHALAMION) کے بندوں کی طرح کے ہیں ۔ اِس میں اسپنسر نے اپنی لندن اور دریائے ٹیمز سے محبت کا نہایت دلکش اظہار کیا ہے ۔ انگریزی کی مصوّرانہ شاعری کا کمال یہاں بھی نظر آتا ہے ۔ ٹیمز کے گھاٹ پر دو ھنسوں کی ، جو لڑکیوں کی علامت ہیں ، آمد کے مناظر تخیّل پر ثبت ہو جاتے ہیں ۔ بندوں کا بہاؤ دریا کے فرحت بخش بہاؤ کی طرح دل کو تفریح بخشتا ہے ۔ یہ نظم " ایپی تھیلا میون " سے بس اس معنی میں کم رہ جاتی ہے کہ یہ اپنی نہیں بلکہ دوسروں کی،

بابت ھے اور اس مین خوشی کا جو تاثر ھے وہ کتنی ھی دوستی پر مبنی سہی مگر پھر بھی غیرت لئے ہوئے ھے ۔ یہ نظم ١٥٩٦ ء مین شائع ہوئی ۔ اس کے بعد اسپنسر نے وہ دو روحانی HYMNS لکھین جن کا ذکر ہوچکا اور ١٥٩٨ء مین وہ ایک سرکاری کام پر ویسٹ منسٹر آیا اور کچھ ھی دن بیمار رہ کر ١٢ دن مین مرگیا۔ اس وقت اُس کی عمر ٤٧ برس کی تھی ۔

دی فیری کوئن

اس کی شاہکار نظم " دی فیری کوئن" (THE FAERIE QUEENE) ھے ۔ رومی شاعر ورَجل (VIRGIL) کی طرح اُس نے پاسٹورل شاعری سے شعر گوئی کا آغاز کیا تھا اور اس کے بعد ھی اس نے ایک ایپک نظم ورجل کے طرز پر لکھنے کا ارادہ کرلیا تھا ۔ اس کے منصوبے کے مطابق یہ نظم بارہ کتابون مین مکمل ہونی تھی ۔ اس کی الگ الگ کتابین مختلف اوقات پر چھپتی رھین اور اسپنسر کی موت کے وقت کل چھ کتابین ھی مکمل ہوئی تھین اور ساتوین کا کچھ حصّہ لکھا ہوا تھا ۔ اس نظم کو شروع کرتے وقت اسپنسر نے اپنے دوست ھاروے (HARVEY) کو لکھا تھا کہ وہ ایک ایپک نظم لکھ رہا ھے جو اٹلی کے شاعر لوڈوویکو اریوسٹو (LUDOVICO ARIOSTO ؛ ١٤٧٤ء تا ١٥٣٣ء) کی" اورلینڈو فیوریوسو "(ORLANDO FURIOSO) کو مات کر دے گی۔اِس نظم مین اریوسٹو کی نظم کی طرح بہادری کے رومانی ایپک ھین مگر ساتھ ھی ساتھ یہ نظم ایک قومی ایپک بھی ھے جس مین انگریزی تاریخ کی روایات اور ملکہ الزبتھ کے دربار کی شاعری بھی شامل ھے۔*

* رومانی ایپک وہ نظمین کہلاتی ھین جو پندرھوین صدی کے اطالوی شعرا ایریوسٹو(ARIOSTO)، تاسو(TASSO)، بوآردو (BOIARDO) نے لکھین ۔ اِن کی خصوصیت یہ تھی کہ ان مین واقعات تیزی سے رونما ہوتے تھے اور پڑھنے والون کی دلچسپی قائم رہتی تھی۔ ان شاعرون کو یونان اور روم کے قدیم شعرا سے خلط ملط نہین کرنا چاھیئے ۔ جب

(باقی صفحہ ١٠٥ ایر)

علاوہ اس کے اسپنسر کا مقصد تمام تر اخلاقی ہے اور اس نے رومانی واقعات اور کرداروں کو ایک تمثیلی نوعیت دے دی ہے جو اس کی نظم کو اطالوی نظموں سے بلند کر دیتی ہے ۔ جس وقت وہ اِس نظم کو لکھنے میں مصروف تھا اُس وقت تورکواتو تاسو (TORQUATO TASSO ؛ ۱۵۴۴ء تا ۱۵۹۵ء) کی ایپک "جیوروسلم لبراٹا" (GERUSALEMME LIBERATA) بھی ظہور میں آئی جس میں تمثیل کا عنصر اسپنسر کو اس قدر بھایا کہ اس نے اس کا اثر فوراً قبول کر لیا ۔ اس طرح اس کی نظم قدما میں ہومَر اور ورجل اور معاصرین میں اریوسٹو اور تاسو کے مقابلے پر آنے کی امیدوار ٹھیری ۔ اس نے یہ طے کیا کہ ان بارہ اخلاقی صفات پر جن کا ارسطو نے تعیّن کیا ہے وہ ایک ایک کتاب لکھے گا اور ہر کتاب میں اس اعلیٰ ترین صفت کا بھی حال آئے گا جو بارہ صفات کو اپنے میں ضم کر لیتی ہے اور جس کو ارسطو نے "میگنی فیسنس" (MAGNIFICENCE) یعنی "عظمت" کہا ہے ۔ چناں چہ "فیری کوئن" کی پہلی کتاب تقدّس یعنی "ہولی نیس" (HOLINESS) پر، دوسری "میانہ روی" یا "اعتدال" یعنی "ٹمپرنس" (TEMPERANCE)، تیسری "عصمت" یعنی "چیسٹِٹی" (CHASTITY) چوتھی "دوستی" یعنی "فرینڈ شپ" (FRIENDSHIP) پانچویں "انصاف" یعنی "جسٹِس" (JUSTICE) ، چھٹی "خوش خلقی" یعنی "کرٹسی" (CURTSEY) اور ساتویں "ثابت قدمی" یعنی "کونسٹین سی" (CONSTANCY) پر ہے ۔ ہر کتاب کا ہیرو اُس کتاب کی مخصوص اخلاقی صفت کا مجسّمہ ہے اور ہر واقعہ ہر مقام اور ہر کردار اخلاقی صفت کے نام سے موصوف بھی ہے اور اس صفت کے مطابق شاعرانہ تصویر بھی ہمارے سامنے لاتا ہے ۔ اس طرح یہ نظم الیگری (ALLEGORY) یا تمثیل نگاری کی بہترین مثال ہو جاتی ہے ۔

پرنس آرتھر (PRINCE ARTHUR) جو عظمت

(صفحہ ۱۰۴ سے مسلسل)
"فیری کوئن" لکھنے کی نوبت آئی تو اسپنسر نے پندرھویں صدی کے اطالوی رومانی ایپک نگاروں کو نمونہ بنایا ۔

(MAGNIFICENCE) کا مجسمہ ہے خواب میں گلوریانا
(GLORIANA) کو دیکھتا ہے اور اُس پر عاشق ہو کر اسے
پریون کے ملک میں تلاش کرنے جاتا ہے - پریون کی ملکہ گلوریانا ہر
سال ایک تہوار مناتی ہے جو بارہ دن چلتا ہے اور ہر روز وہ ایک
نائٹ (KNIGHT) کو کسی مصیبت زدہ کی مدد کے لئے بھیجتی
ہے - مصیبت زدہ کی مصیبت کو دُور کرنے کے لئے کسی خاص اخلاقی
صفت کی ضرورت ہوتی ہے اور جو نائٹ بھیجا جاتا ہے وہ اس خاص
صفت کا مجسّمہ ہوتا ہے - ہر نائٹ کی مہمّات ایک کتاب میں بیان
ہوئی ہیں اور ہر نائٹ کے آڑے وقت پر آرتھر مدد کو آن پہنچتا
ہے اور اس طرح ہر اخلاقی قدر کا تجربہ حاصل کرکے کامل ہوتا
جاتا ہے - پہلی کتاب میں تقدّس یعنی "ہولی نیَس (HOLINESS)
کا ہیرو ریڈکراس (RED CROSS) نامی نائٹ ہے جو یونا
(سچّائی) کی مدد کے لئے جاتا ہے جس کے باپ کے ملک کو ایک
اژدھا برباد کر رہا ہے - دونوں ساتھ ساتھ جاتے ہوئے
"ایرَر" (ERROR)نام کے اژدھے سے ملتے ہیں جس کو ریڈکراس نائٹ
قتل کردیتا ہے مگر کچھ ہی عرصے کے بعد آرکیماگو(ARCHIMAGO)
کے دھوکے میں آجاتا ہے جو ریاکاری(FRAUD) کی علامت ہے -
اس کے اثر سے وہ یونا (سچّائی) کو چھوڑ کر دوئسا (DUESSA)
کا ہو رہتا ہے جو جھوٹے مذہب (FALSE RELIGION) کی
تشخیص ہے - وہ تین غیر عیسائی نائٹوں سے لڑتا ہے جن کے نام
" سان فُوائے" (SANS FOY) یعنی ایمان سے خالی، "سان جُوائے"
(SANS JOY) یعنی خوشی سے خالی اور "سان روئے"(SANS ROY)
یعنی اصول و قانون سے خالی مگر وہ دیو اوگوگیو(ORGOGIO)
کے ، جو تکبّر کی تشخیص ہے، پھندے میں پڑ جاتا ہے - یونا اس
کی مدد کے لئے آرتھر کو لاتی ہے - وہ تکبّر سے نجات پاتا ہے مگر
مایوسی (DESPAIR) کے پھندے میں آجاتا ہے - وہ ہولی نیَس
(HOLINESS) کے گھر میں لایا جاتا ہے جہاں اس کی تمام
کثافتیں دھو دی جاتی ہیں - عیسائیت سے بہرہ مند ہوتا ہے اور
طاقت حاصل کرکے یونا کے ملک کے اژدھے کو زیر کرتا ہے اور یونا

سے شادی کر لیتا ہے ۔ اسی طرح بقیہ کتابوں کے ہیرو مشکلات میں پڑتے ہیں ، کارنامے انجام دیتے ہیں اور آخر میں اپنی خاص صفت کی تکمیل تک پہنچتے ہیں ۔

ان چھ کتابوں کو پڑھ لینے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ پوری نظم کا پلاٹ شروع ہی سے بے ترتیب تھا اور جوں جوں آگے بڑھتا گیا زیادہ سے زیادہ بے ترتیب ہوتا گیا ۔ کلاسیکی ایپک کا اتحاد اس میں نہیں ، رومانی داستان کا بے ڈھنگا پن اس کی خصوصیت ہے ۔ تمثیل بھی اکثر جگہ ٹوٹ جاتی ہے اور واقعات سے ٹکراتی ہے مگر ایک فضا قائم کرنے میں اسپنسر بہت کامیاب ہے ۔ اُس کا یہ مقصد کہ شرفا نیکی اور اخلاق کی راہ پر لگانے میں مدد کریں کہیں ہاتھ سے نہیں جاتا ۔ پھر پوری نظم میں ایک پریوں کی دنیا کا ماحول چھایا ہوا ہے ۔ ہر طرف طلسم پھیلا ہوا ہے؛ ہر چیز خوش نما ہے ۔ بھیانک چیزیں بھی اسی طرح خوب صورت ہوگئی ہیں جیسے کہ ہر نفرت کے قابل چیز صفحۂ قرطاس پر آکر اچھی لگنے لگتی ہے ۔ یہ ایک خواب کی دنیا ہے جس میں پہنچ کر آدمی ہر حقیقت کو بھول جاتا ہے ۔ قوتِ تخیّل کا عجب کرشمہ ہر جگہ نظر آتا ہے ۔ شاعر کے تخیّل نے اپنی زندگی کے ہر تجربے کو رنگین بنا کر پیش کیا ہے ۔ اُس کی زندگی کا تمام تر تجربہ اِس میں آگیا ہے ۔ وہ آئرلینڈ میں ملازمت پر مامور رہا تھا اور اس ملک کے تمام مناظری تاثرات اس نظم میں ملتے ہیں ۔ یہ منظر کشی پرانی داستانوں کی فضا سے بہت قریب تھی اور اس کی محض عکس کشی ہی سے اسپنسر کی خیالی دنیا تعمیر ہوگئی ۔ اس نظم کی لڑائیاں ، اس کی آرام گاہیں ، اس کے واقعات اور کردار ، اس کے جنگل اور وادیاں ، اس کے سورج کی روشنی میں چمکتے ہوئے مقامات ، اس کے دیہات جن کی جھونپڑیوں سے دھُواں نکلتا دکھائی دیتا ہے ، اس کے چشمے جو بڑی نزاکت سے بہتے نظر آتے ہیں ، سب اسپنسر کے اپنے تجربے کی چیزیں ہیں اور اس کے تخیّل کے زور سے ایک رومانی دنیا کے عناصر بن گئے ہیں ۔ یہ سب اس کی اسی شاعرانہ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں جو ہر چیز میں ایک

حسن اور تعجب انگیز حقیقت دیکھتی تھی ۔ پھر اسی خواب کی دنیا کے پیچھے ایک حقیقت پنہاں ہے ۔ عہدِ الزبتھ کا پورا زمانہ خوابوں اور تمثیلوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے ۔ پریوں کی ملکہ گلوریانا ملکہ الزبتھ ہے ۔ پرنس آرتھر اَرل آف لیَسٹر ہے جس کے ملکہ سے عشق کا قصّہ اب بھی تاریخوں میں ملتا ہے ۔ اس کا ہر نائٹ اور اس کی ہر لیڈی الزبتھ کے دربار کی کسی نہ کسی ہستی کا عکس ہے ۔ اُس زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسپنسر نے اپنے زمانے کا ھُوبَہُو نقشہ کھینچا ہے ۔ پہلی کتاب میں ہر واقعے اور ہر کردار کو اس زمانے سے وابستہ کیا جاسکتا ہے مثلاً یونا پروٹسٹنٹ (PROTESTANT) مذہب کی اور دوئسا (DUESSA) رومن کیتھولک مذہب کی نمائندہ ہے ۔ گمراہی کا اژدہا دل میں شک و شبہ پیدا کرنے والے اُن اشتہارات کا استعارہ ہے جو ملکہ الزبتھ کے خلاف چھپتے تھے ۔ آرکیماگو (ARCHIMAGO) پوپ ہے ، اوگوگیو ھسپانیہ کا بادشاہ فلپ دوم (PHILIP II) ہے ۔

پانچویں کتاب میں آئرلینڈ میں فسادات کا پورا قصّہ ہے جو شاہِ ھسپانیہ کی سیاست کی بدولت رونما ہوئے تھے ۔ اس میں اسکاٹ لینڈ کی ملکہ کا قتل اور نیدَرلینڈز (ہالینڈ) میں جنگ بھی شامل کرلی گئی ہے ۔ تمثیل محض اخلاقی نہیں بلکہ سیاسی بھی ہے ۔ دو مختلف قسم کی دنیاؤں کو ایک دوسرے میں ضَم کر دیا گیا ہے ۔ حقیقت کو ایسا عَینی رنگ دیا گیا ہے کہ ہر چیز خواب نظر آتی ہے ۔ پریوں کی دنیا میں پہنچ کر سب حقیقتیں وہیں کے رنگ میں رنگ گئی ہیں ۔ اسپنسر کے تجربے کے ساتھ ساتھ اُس کا عِلم بھی اس دنیا کا جز ہوگیا ہے ۔ انجیل کے اثرات ، یونانی ، لاطینی ، فرانسیسی اور اطالوی ادب سے جو کچھ بھی اس نے حاصل کیا تھا وہ سب جگہ جگہ صاف نظر آتا ہے ۔ کنگ آرتھر کی روایات جو انگریزوں میں عام تھیں اِس نظم میں پھر سے زندہ ہوگئی ہیں ۔ ایک عالمِ ادب اس دنیا میں آکر ہر طرف عِلم کے ذخیروں کا ڈھیر دیکھتا ہے مگر یہ تمام علم اور تمام کھلے

ہوئے سرقے اسپنسر کی تخیّلی قوّت کے تحت آکر ایک نئی اور بالکل اس کی چیز ہوگئے ہین ۔

یہ نظم ایپک نہین کیون کہ اس مین ایپک کی وہ عظمت اور وہ شکوہ نہین جو ہومر (HOMER) یا ورجل (VIRGIL) کے یہان ملتا ہے ۔ تمثیل کی حیثیت سے بھی یہ بہت خام ہے ۔ پہلی دو کتابون مین تو درسِ اخلاق کامیاب ہے مگر آگے کی کتابون مین تمثیل ٹوٹ جاتی ہے اور رومان بالکل غالب آجاتا ہےاور تمثیل کا دھاگا بھی بہت جگہ ٹوٹ جاتا ہے ۔ نظم مین اتحاد کی جگہ پیچیدگی ہے جس مین تمثیل بیشتر اُلجھ جاتی ہے ۔ اخلاقی اشارے تاریخی کردار بھی ہین جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی مَربُوط اخلاقی نظریہ بنانے کی کوشش کی جائے تو کامیابی نہین ہوتی ۔ اکثر تمثیلین مُبہم ہو جاتی ہین ۔ رومانی داستان کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بھی اِس مین بڑی خامیان دکھائی دیتی ہین ۔ اوّل اُس کا مقصد داستان بیان کرنا نہ تھا ۔ پھر تمثیل رومان کے راستے مین حائل ہو جاتی ہے ۔ اِس مین شک نہین کہ برٹیومارٹ ایک مکمل رومانی ہیروئن ہے ۔ اُس کے کارنامے تین کتابون پر پھیلے ہوئے ہین اور وہ اریوسٹو (ARIOSTO) کی ہیروئنون سے بہت کچھ مِلتی جُلتی ہے ۔ وہ با عصمت اور بہادر جنگ جُو سپاہی کی طرح ہے اور اس کے بھالے سے بڑے بڑے سردار زخم کھا کر زیر ہو جاتے ہین ۔ وہ جذباتی عورت بھی ہے جو محبت کی آگ مین جل رہی ہے جو اپنے دل کی خواہشون کو چھپانے کا کرب محسوس کرتی ہے جو رقابت کی گرمی سے جلتی ہے ۔ مگر محض اس کی موجودگی سے پوری نظم کو رومان کہہ دینا غلط ہے ۔

اس نظم مین ایپک، رومان اور تمثیل کا نہین بلکہ مصوّری کا کمال ملتا ہے ۔ پوری نظم ایک مکمل تصویر بھی ہے اور تصویرون کا مجموعہ بھی ۔ نشاۃ الثانیہ مصوّری کے عروج کا دور تھا ۔ اٹلی مین ایک ٹشین پیدا ہوا جس نے رنگون سے مصوّر قرطاس پر کمال دکھائے ۔ انگلستان مین اسپنسر نے وہی کام الفاظ اور نظم کے ذریعے انجام دیا ۔ اسپنسر کو مصوّری کے شاہکارون

سے دلچسپی تھی اور سِڈنی کے ساتھ اُس نے یہ طے کیا تھا کہ شاعری کو مصوّری کے ہم دوش کھڑا کر دے گا ۔ " فیری کوئن " کے بہت حصّے بالکل تصویروں کی نقل ھین ۔ جب وہ مناظر یا افراد کے نقشے کھینچتا ھے تو جسمانی خد و خال، حرکات و سکنات اور رنگوں کے جُزئیات جمع کرتا ھے ۔ اس کے یہاں بے حرکت اور چمکتی ہوئی چیزین اسی طرح ھمارے ذھن کے سامنے آتی ھین جیسے کسی قرطاس پر ھون ۔ نفسیات انسانی اداؤن اور حرکتون سے نمایان ہوتی ھے ۔ اس کے تمام کردار تصویرین ھین ۔ اکثر ان کا جلوس ھمارے سامنے سے موزون کپڑے پہنے ہوئے اور موزون ادائین دکھاتے ہوئے نکل جاتا ھے ۔ اُس کے یہاں ڈرامائی حالات بھی اِس طرح پیش کئے گئے ھین کہ معلوم ہوتا ھے کٹھ پُتلیان چل رھی ھین اور کھیل دکھا رھی ھین ۔ اسپنسر نے کتابون اور دوسرے شاعرون کی نظمون سے جو کچھ لیا ھے اسے تصویرون مین بدل دیا ھے ۔ اِس مصّورانہ رجحان کی بنا اُس کی نظم اُن تماشون سے بہت ملتی جلتی ھے، جن کو 'ماسک' کہا جاتا ھے ؛ اس مین ماسک (MASQUE) کی سی رنگ بدلتی ہوئی منظر نگاری ھے اور اداکار اشارون سے اداکاری کرتے ھین ۔ پوری نظم مین مناظر اسی طرح بدلتے ھین جیسے ماسکوں مین ، اور اِن سب کو مِلا جُلا کر ایک عجیب رومانی دنیا کی مکمل فضا زمین مین آجاتی ھے ۔ تعجب انگیز واقعات قرینِ قیاس اسی لئے ہو جاتے ھین کہ وہ جسمانی طور پر ھمارے سامنے آجاتے ھین ۔ ھماری آنکھین انھین صاف دیکھتی ھین ، ھماری ساتوں حِسّیات ان کا احساس کرتی ھین ۔ یہی مصّورانہ شاعری کا کمال ھے اور اس مین اسپنسر دنیا کے تمام شاعرون سے آگے بڑھ جاتا ھے ۔

اس کا رنگِ بیان بھی مصوّری ھی کے لئے سب سے زیادہ موزون ھے ۔ اس کے الفاظ ھمیشہ تصویرین کھینچتے ھین ۔ وہ ایسے الفاظ سے گریز کرتا ھے جو محض خیال ادا کرتے ہون ۔ اس نے ھر زبان سے الفاظ لئے ھین مگر زیادہ تر چوسَر کی زبان کو اپنایا ۔ چوسَر کے الفاظ جو متروک ہوچکے تھے ان کو اسی وجہ سے اپنایا کہ

وہ تصویر کشی مین رنگون کا کام دیتے تھے ۔ انگریزی زبان کے اُس کے زمانے مین قواعد نہ تھے جس کا اُس نے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنی تصویرون کے نقوش کو اُجاگر کرنے کے لئے زبان کو حسب ضرورت موڑا ۔ اس کے رنگ کا رجحان تمام تر احتساسی ہے ۔ لطیف تشبیہ اور استعارے ہماری حسیّات پر اثر ڈالتے ہین ؛ اس کے الفاظ کے ترنّم سے کان محو ہو جاتے ہین ۔ شیرین بیانی کا اس کے یہان کمال نظر آتا ہے ۔ ایک عجیب اچھوتا رنگ ہے جو بالکل اس کی ذات اور ہستی سے وابستہ ہے ۔ نہ وہ کسی کی نقل سے وجود مین آیا ہے اور نہ اس کی کوئی نقل کرسکا ہے ۔ یہ شاعرانہ طرز کی بہترین مثال ہے اور اس لئے اسے نمونے کا شاعر یا شاعرون کا شاعر کہا گیا ہے ۔ دوسرون کا طرز نثر، فلسفے وغیرہ کے رنگ مین جا ملتا ہے لیکن اسپنسر کا رنگ خالص شاعرانہ رہتا ہے ۔ اگر شاعری الفاظ کے ذریعے عکس کشی کا نام ہے تو اس معنی مین اُس سے بہتر شاعر کوئی بھی نہ ہوگا ۔

اس کے اشعار کا ترنّم اس کی مصوّری سے ہم آہنگ ہے ۔ " فیری کوئن " مین اس نے ایک اپنا ایجاد کردہ بند استعمال کیا ہے جس کو " اسپنسرین اسٹنزا " (SPENCERIAN STANZA) کہا جاتا ہے ۔ یہ نو مصرعون کا ہوتا ہے جس مین مقررہ صورت مین قافیوں کا التزام بھی ہوتا ہے ۔ اس کا آخری مصرع اوروں سے زیادہ لمبا ہوتا ہے اور یہ لمبان وہی کام دیتی ہے جو ہمارے یہان مسدّس مین ٹیپ ۔ یہ بند نہ صرف اسپنسر کے فقرون اور لمبے جملون سے ہم آہنگ ہے بلکہ اس کی مصوّری کے سلسلے مین بھی بہت اہم ہے ۔ اس کا ہر مصرع تصویر کے جز جمع کرتا ہوا اور آخری لمبا مصرع اس تصویر کو ختم کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔ اس کی رفتار دھیمی ہے؛ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی گہرا دریا میدان مین بہہ رہا ہو ۔ اس کے وجود کے باعث پوری " فیری کوئن " ایک مخصوص راگ سے معمور ہے ۔ ہمارے کان ایک ایسا راگ سنتے ہین جو آہستہ آہستہ بجتا ہے مگر جس مین تکرار نمایان ہے اور جس کے اثر سے ہمارے ذہن پر ایک نشہ سا طاری ہوجاتا ہے ۔ ہم حقیقت کی

دنیا سے رفتہ رفتہ خواب کی دنیا مین پہنچ جاتے ھین۔ ایک ایسی دنیا جہان ھر چیز خوب صورت اور متوازن ھے ، جہان کی حیات یہ راگ ھے ۔ اسپنسر کا اسٹنزا پربون کے ملک کی گھڑی ھے یا جرس ھے ۔ اس دنیا کا ھر لمحہ اس کے موافق چلتا ھے۔ راگ ھمارے احساسات کو مضحمل کرکے ھماری توجہ کو تصاویر مین گم کردیتا ھے۔ اقبال کا یہ شعر اسپنسر کے کلام پر پورا اترتا ھے ؎

بنوائے آفریدی چہ جہانِ دل فریبے
کہ عدم بچشم آمد چون طلسم سیمائی

اھمیت

چوسَر نے یورپ کی افسانوی شاعری کو کمال پر پہنچایا ، اسپنسر نے بیانیہ شاعری کو۔اُس کے اِس کمال کو اُس کے دور ھی مین مان لیا گیا ۔ جب وہ مَرا تو سینکڑوں شاعرون نے اپنے قلم اُس کی قبر مین ڈال دئیے ۔ نشاۃ الثانیہ کی تمام شاعری کسی نہ کسی طرح اس کے تتبّع کا نتیجہ ھے ۔ ھر دَور کے ھر بڑے شاعر نے اُسے استاد مانا اور اس سے استفادہ کیا ۔ اس کی شاعری اپنا الگ کیف رکھتی ھے ۔ اس مین فلسفی اثرات، اخلاقی اثرات ڈھونڈنا غلطی ھے ۔ یہ بالکل میر انیس کی سی شاعری ھے جس مین طرزِ ادا اور ترنّم اپنے کمال پر پہنچا ھوا ھے ۔ فصاحت اور بلاغت ، رنگین بیانی ، صفائی اور نِفاست ، تراکیب کی بے ساختگی ایک خاص انفرادیت کے ساتھ اس طرح برتی گئین کہ تعریف نہین ھوسکتی۔ اسپنسر کو اپنے شہر لندن کے دریا ٹیمز سے عشق تھا ؛ اکثر جگہ اس نے بڑے پیارے الفاظ مین اِس دریا کو یاد کیا ھے ۔ اس کی شاعری مین ٹیمز کی روح اُتر آئی ھے ۔ وھی چوڑا پاٹ ، وھی چمکتی ھوئی لہرین، وھی سُست بہاؤ، وھی پوری قومی زندگی کے عکس ، عجیب شکل اختیار کرکے چمکتے اور لہراتے ھوئے ۔ اس کی شاعری ٹیمز کی طرح ھمیشہ بہتی رھے گی اور انگریزی شاعرون کو ھمیشہ سیراب کرتی رھے گی ۔

باب پنجم

سر فلپ سڈنی اور اس کے ہم عصر

۱۵۵۴ تا ۱۶۱۱ء

سر فلپ سڈنی

اصل مین نشاۃ الثانیہ کا سب سے پہلا انگریزی شاعر سَر فلپ سڈنی تھا مگر اس کی نظمین اور دیگر تصانیف اس کے مرنے کے بعد شائع ہوئین اس لئے اسپنسر (SPENSER) اس سے پہلے مشہور ہوا ۔ پھر سڈنی کی شاعری اس کی قبل از وقت موت کی وجہ سے اس پایہ پر نہین پہنچ پائی جس پر اسپنسر کی پہنچی ۔ لہذا اسپنسر کی اہمیت اس سے زیادہ بڑھ گئی اور اسپنسر ہی تمام انگریزی شاعری کا رہبر ٹھہرا ۔

مگر سڈنی نشاۃ الثانیہ کا کامل ترین اشارہ ہے ۔ وہ اپنے زمانے کے کلچر کا بہترین نمائندہ ہے ۔ وہ انگلستان کے اعلیٰ ترین خاندان سے تعلق رکھتا تھا ۔ وہ ڈیوک آف نورتھمبر لینڈ (DUKE OF NORTHUMBERLAND) کا پوتا اور اَرل آف لیسٹر (EARL OF LEICESTER) کا بھتیجہ تھا ۔ اُسے شرافت کی مثال مانا جاتا ہے ۔ وہ بہادر تھا ، شہسواری مین فرد تھا ، عزّت کا بڑا دلدادہ تھا ، چھوٹے سے چھوٹے لوگون سے بڑے اخلاق سے پیش آتا تھا ۔ اس مین انگریزون کی بہترین تہذیب موجود تھی۔ وہ سیاست دان تھا اور سیاست کا ماہر بھی تھا ۔ اس کی تجویز تھی کہ تمام یورپ کی قومین انگلستان کی صدارت مین ایک فیڈریشن

بنائین ۔ اُس کو ادب اور دیگر فنون سے گہری دل چسپی تھی ، وہ قدما کے ادب سے اچھی طرح واقف تھا اور جدید زبانون مین فرانسیسی ، اطالوی اور ھسپانوی زبانون اور ان زبانون کے ادب سے خوب واقف تھا ۔ اٹلی کی ثقافت اس مین مکمل طور پر موجود تھی۔ اُس کو اِس ملک کے ادب ھی سے نہین بلکہ دوسرے فنون سے بھی دل چسپی تھی، اور وہ اِس ملک مین جاکر رہ بھی چکا تھا ۔ اس طرح اس کی ذات مین قومی تہذیب اور نشاۃ الثانیہ کی تہذیب کا امتزاج جس خوبی کے ساتھ نظر آتا ھے ویسا کسی اور کے یہان نہین دکھائی دیتا ۔ وہ کامل نائٹ (KNIGHT) ،کامل درباری، اور کامل ادیب تھا ۔ اُس کی فطرت گہری سنجیدہ اور فلسفیانہ تھی ۔ انگریزی نشاۃ الثانیہ کا اس سے بہتر نمائندہ تصوّر نہین کیا جاسکتا ۔

اس کی فطرت مین اعلیٰ غنائی شاعر کے جذبات اورجوش بھی پوشیدہ تھے ۔ اطالوی شاعر پٹرارک کا وہ پیرو ھوا اور اس نے سانیٹ کی صِنف مین اپنے محبت کے جذبات کو ادا کیا ۔ اسے اَرل آف اسِکس (EARL OF ESSEX)کی لڑکی پَینی لوپ ڈَیورِکس (PENELOPE DEVEREUX) سے عشق تھا جس کی شادی لارڈ رچ سے ھوگئی ۔ اس پر اسے بڑا صدمہ ھوا ۔ اپنی خوشیون کے خون ھونے کا صدمہ ، محبوبہ کو حاصل کرنے کا بے پناہ شوق ،اس کے سابق برتاؤ سے نا امیدی ، اس خیال سے فرحت کہ وہ بھی اس سے محبت کرتی تھی؛ اس کے نیک دل مین ایک طرف خواھش اور حقیقت کے درمیان اور فرض اور دوسری طرف جوش کے درمیان کشمکش کو اس نے اپنے سانٹون کے مجموعے مین ادا کیا جو " اسٹروفل اور اسٹیلا " (ASTROPHEL AND STELLA) کے نام سے چھپے ۔ اس کے سانٹون مین جو ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۴ء کے درمیان لکھے گئے اس کے محبت بھرے دل کی ھر حرکت نمایان ھوتی ھے: اس کی محبوبہ ستارہ ھے اور وہ ستارے کا پرستار ۔

اس نے اس سے قبل بھی بہت سی نظمین لکھی تھین مگر یہ محض اکتسابی تھین ۔ مگر اب کسی غیبی آواز نے اُس سے کہا

تھا " اپنے دل میں دیکھو اور لکھو " (" LOOK INTO YOUR HEART AND WRITE") - اس نے اپنی انفرادیت پا لی۔ اس کے عاشقانہ جذبات دنیا کے ہر سچّے عاشق کے جذبات ہیں اس لئے اکثر وہ روایتی معلوم ہوتے ہیں - اُس نے اپنے کلام کو صاف بنانے اور اس میں نزاکت پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ اس کی محبوبہ کے شایانِ شان ہوسکے - اس کا طرز نہایت درجہ رنگین ہے، استعاروں اور دوسرے صنائع لفظی اور معنوی کی کثرت ہے ، اکثر جگہ معنی مبہم ہو جاتے ہیں ، ان سے لطف اندوز ہونے کے لئے غور کی ضرورت ہے؛ اکثر مصرعوں میں معانی کا ایک زخّار دریا پوشیدہ ہے، اکثر ایسے تصوّرات ہیں جن کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے ، عجیب عجیب تراکیب مشاہدے میں آتی ہیں ، مگر سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی انفرادیت پورے طور پر نمایاں رہتی ہے - اُس کی محبت بڑے خاص قسم کی ہے؛ اُس میں پرانے نائٹوں کی فطرت کا جوش ہے؛ یہ جان کی بازی لگاکر اپنی خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے؛ یہ ایک درباری اور سیاسی شخص کا جذبہ ہے جو انتظامی کاموں سے الگ ہوکر محبت میں گم ہوجاتا ہے اور مغموم نظر آتا ہے، محفلوں میں وہ خاموش اور غم زدہ نظر آتا ہے، اُس کو لوگ مغرور سمجھتے ہیں ، وہ تنہائی پسند کرتا ہے، چاند کے چہرے کو دیکھتا ہے جو اس کی طرح کسی محبت میں مبتلا ہوکر غم زدہ ہو گیا ہے - سڈنی کے سانیٹ اسپنسر کے سانیٹوں کی طرح ترکیب پر مبنی ہیں مگر ان کی روح مختلف ہے - ان میں ہمیں سچّی اور پُرجوش محبت کے دل ہلا دینے والے جذبات نظر آتے ہیں - پھر بھی اس کا سب سے مشہور سانٹ وہ ہے جس میں سڈنی عشق و محبت کے ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے - اس سانٹ کا پہلا مصرعہ ہے

LEAVE ME O LOVE! WHICH REACHES BUT TO DUST

اُس کے تمام سانٹوں سے زیادہ اِس سانٹ سے خلوص و سچائی کی آواز سنائی دیتی ہے -

سڈنی کے مجموعۂ کلام میں بہت سے گیت اور غنائی نظمیں بھی ہیں جو سانٹوں سے زیادہ دل نشین اور پُر اثر ہیں ؛ ان میں غنائی شاعری کا کمال نظر آتا ہے ؛ اِن سے زیادہ پُر جوش نظمیں

ھمین اس عہد کی شاعری مین نہین نظر آتین ۔ آٹھوین نظم انگریزی غنائی شاعری کے اعلیٰ ترین شاھکارون مین سے ھے ۔ اسٹروفل اور اسٹیلا موسمِ بہار مین ایک دن ایک دِل کش باغ مین ملتے ھین ، دونون پر غم و خوشی کا عجیب عالم طاری ھو جاتا ھے ۔ اسٹروفل اپنے محبت کے جذبات کو بڑے جوش سے ادا کرتا ھے ۔ اسٹیلا کی آواز، جو کانون کو نہین بلکہ دل مین سُنائی دیتی ھے، عجیب کیف کے ساتھ نمایاں ھوتی ھے ۔ اُس کے دل مین بھی محبت کا جوش ھے مگر وہ اپنی عزّت کے خیال سے خاموش ھے اور اپنے عاشق کو بھی خاموش رھنے کا درس دیتی ھے ۔ وارداتِ محبت کی اس سے زیادہ سچّی و با تہذیب اور پُرجوش تصویر کہین اور نہین ملتی۔ انگریزی غنائی شاعری کی یہ بہترین مثالون مین سے ھے ۔ اِن نظمون کو پڑھ کر یہ احساس ھوتا ھے کہ زُتفِین (ZUTPHEN) کی جنگ مین بتّیس برس کے سِن مین ۲۲ ستمبر ۱۵۸۶ء کو سڈنی کی موت نے انگریزی شاعری کو کس قدر نقصان پہنچایا ۔

ان کا اثر

اسپنسر اور سڈنی کے اثر سے پوری قوم شاعر ھوگئی۔ یون تو غِنائی شاعری پر سڈنی کا ، اور پاسٹورَل شاعری پر اسپنسر کا اثر زیادہ نمایان ھے لیکن عام رنگِ شاعری اور ھر شاعر نے دونون کا برابر اثر قبول کیا ۔ اِس دَور مین عام طور پر کثرت سے مختلف قسم کی شاعری کے مجموعے چھپے جن مین مختلف شاعرون کی نظمین تھین ۔ حالان کہ نشاۃ الثانیہ انفرادیّت کا دور تھا مگر اس مین قومی جدّوجُہد کی عام صورت بھی نمایان ھے ۔ اِس دَور مین کسی ایک شاعر کے کلّیات پڑھنے کے بجائے لوگ زیادہ تر انتخابات پڑھتے تھے ۔ ساتھ ھی ساتھ سانٹون کے مجموعے ۱۵۹۱ء سے ۱۵۹۷ء تک کثرت سے چھپے اور بہت زیادہ مقبول ھوئے ۔

کم از کم بیس شاعرون نے اپنے سانٹون کے مجموعے چھاپے ۔ اِن مین بیشتر آج کل نایاب ھین ، مگر جو موجود ھین وہ

نشاۃ الثانیہ کی شاعری کی بہترین مثالین ھین ۔ تقریباً سب سڈنی سے متاثر ھین اور اس کی پیروی کرتے ھین ۔ اسپنسر، سڈنی اور شیکسپیر کے علاوہ بہت سے نام اس سلسلے مین نمایان ھوئے۔ ان لوگون نے زیادہ تر تقلید مین سانٹ لکھے اور ایک خاص روایت قائم کی حالان کہ ھر ایک کے کچھ نہ کچھ سانٹ اب بھی مُبہم ھین۔ پٹرارک کی طرح سب کے سانٹون کا موضوع محبت ھے مگر یہ سب پٹرارک کی تقلید سے ان معنون مین دور ھین کہ یہ سانٹ کے اصلی مفہوم اور مقصد کو بھول کر اسے اپنے جدید طریقے پر استعمال کرتے ھین ۔ سانٹ ایک مختصر نظم ھوتی تھی جس کو شاعر اپنے مختلف اوقات کے الگ الگ جذبات ادا کرنے کے لئے استعمال کیا کرتا تھا ۔ عہدِ الزبتھ کے سانٹ نگار اس صنف کی اس صفت کو فراموش کرکے اسے طویل نظمون کے بند کی حیثیت سے استعمال کرنے لگے اور یہی رسم قائم ھوگئی ۔ چنان چہ اس دور کے سانٹ " سانٹ سیکوئنس " (SONNET SEQUENCE) یا " سانٹ سیریز " (SONNET SERIES) کی شکل مین ھمارے سامنے آتے ھین ۔ ساتھ ھی ساتھ انھون نے محبت کے کچھ خاص طریقے اور طرز ادا کی کچھ خاص خصوصیات قائم کرلین جو ھر فرد کے یہان یکسان نظر آتی ھین ۔ اس سلسلے مین کچھ مجموعے خاص طور پر توجہ کے لائق ھین ۔ یہ " سیمول ڈینئیل" (SAMUEL DANIEL ؛ ۱۵۶۲ء تا ۱۶۱۹ء) کی " ڈیلیہ " (DELIA)، بارنیب بارنس (BARNBE BARNES ؛ ۱۵۶۹ء تا ۱۶۰۹ء) کی "پارتھینوفل اینڈ پارتھینوپ"※ (PARTHENOPHIL AND PARTHENOPE) اور مائیکل ڈریٹن (MICHAEL DRAYTON ؛ ۱۵۶۳ء تا ۱۶۳۱ء) کی "آئیڈیاز مِرَر" (IDEAS MIRROUR) ھین ۔ ان مین بارنیب بارنس کا مجموعہ سب سے زیادہ عجیب و غریب ھے ۔ یہ جذبات مین بھرا ھوا شاعر اپنے تئین پاگل ظاھر کرکے خوش ھوتا ھے ۔ اُس کے سانٹ پاگل پن

※ پورا نام ھے : PARTHENOPHIL AND PARTHENOPHE, SONNETTES MADRIGALS ELEGIES AND ODES.
یہ ۱۵۹۳ء مین شائع ھوئی ۔

اور عریانی سے بھرے پڑے ھین مگر ان مین الفاظ کا زور ھے ۔ وہ ایک جوان شاعر ھے جس کے خواب رکیک ھین اور جس کے رنگ مین تشبیہات ، تراکیب ، اصنام ، ابہام ، سوالات اور ھر قسم کے صنائع ایسی عجیب طرح پر ملے جُلے نظر آتے ھین کہ اس کو سمجھنا ناممکن ھو جاتا ھے ، مگر اس کی تاریخی اھمیت ایسی ھے کہ اس کا ذکر ضرور کرنا پڑتا ھے ۔

ڈینئیل اور ڈریٹن کے سانٹ زیادہ اعلیٰ پائے کے ھین ۔ حالانکہ ان سے یہ احساس ھوتا ھے کہ ان کا عشق اور ان کے معشوق محض روایتی ھین ۔ ڈینئیل اِس دور کے بڑے شاعرون مین ھے ۔ اسپنسر کے مرنے کے بعد اُسے سب سے زیادہ اھمیت حاصل رھی ۔ وہ نہایت متوازن دماغ تھا اور اپنے لندن کے گھر مین سب سے الگ رھتا تھا جہان وہ اپنا تمام وقت شاعری مین گزارتا تھا ۔ بعد مین وہ لندن چھوڑ کر دیہات مین جا بسا ۔ اس کی شاعری کلاسیکی انداز کی ھے ۔ وہ مورخ اور مُدرّس اخلاق تھا اور جذبات سے بہت دُور تھا ۔ اس نے ڈرامے بھی لکھے اور مختلف قسم کی نظمین بھی لکھین مگر اُس کی سب سے اھم نظم " سِول وارز " (CIVIL WARRES) تاریخ پر مبنی ھے ۔ یہ نظم تقریباً آٹھ ھزار مصرعون مین رچرڈ دوم کے عہد سے ایڈورڈ چہارم کے عہد تک انگلستان کی تاریخ بیان کرتی ھے ۔ اِس نظم مین نہ کردار نگاری ھے ، نہ شاعرانہ جذبات کا بہاؤ ، نہ کوئی تعجب انگیز سمان باندھنے کی کوشش ۔ ایک غیر جانبدار مورخ کی طرح وہ واقعات کی اکثر بالکل بے رنگ تصویر بناتا چلا جاتا ھے ۔ حالات کی صحت اور طرز کی سادگی اور صفائی کی طرف اُس کی خاص توجہ ھے ۔ ولیم براؤن (WILLIAM BROWNE ؛ ۱۵۹۱ء تا ۱۶۴۳ء) نے اس کو "WELL-LANGUAGED DANIEL " یعنی اچھی زبان والا ڈینئیل کہا ھے ۔ اس کی شاعری اس بنا پر اھم ھے کہ اُنیسوین صدی مین وَرڈز وَرتھ (WORDSWORTH) اور بیسوین صدی مین ٹی ۔ ایس ۔ اِیلیَٹ (T.S. ELIOT) نے شاعری کی زبان مین شاعرانہ صفات کی موجودگی پر زور دیا ھے ۔ مگر یاد رھے کہ سب سے بڑے نقّاد بن جونسن (BEN JONSON) نے

جو خود بہت اچھا شاعر بھی تھا اور شاعری کی زبان مین سلاست، نفاست، سادگی اور ستھرائی کا قائل تھا، ڈینیُل کو شاعر ماننے سے انکار کر دیا تھا ۔ اس نے ڈینیُل کو "A GOOD HONEST MAN BUT NO POET" کہا ھے۔ اس کے سانیٹون مین بھی اس کی انفرادیّت نمایان ھے ۔ ان کا رنگ صاف اور سادہ ھے اور عروض بہت صحیح ھے ۔ بیشتر مقامات پر چند مصرعے حسُن سے بہت زیادہ روشن نظر آتے ھین ۔

مائیکل ڈریٹن (MICHAEL DRAYTON) کے سانٹون کا مجموعہ بھی اپنا انفرادی رنگ رکھتا ھے اور جو ڈینیُل کے رنگ سے بالکل مختلف ھے ۔ اس کی فطرت ڈریٹن کی فطرت کے متضاد تھی۔ اس کے یہان صفائی اور توازن کے بجائے گرمی اور اتار چڑھاؤ ملتا ھے ۔ وہ ڈینیُل سے ایک سال چھوٹا تھا اور وارِوکشائر (WARWICKSHIRE) کا رھنے والا تھا ۔ جوانی ھی سے اُسے بڑا شاعر بننے کا شوق تھا ۔ اس نے اسپنسر کی نقل مین پاسٹورل لکھنا شروع کی ۔ ۱۵۹۴ء مین اس نے اپنے سانٹون کا مجموعہ چھاپا ۔ اس مین آئیڈیا (IDEA) جو محبوبہ ھے بالکل فرضی معلوم ھوتی ھے ۔ اس کے جذبات سچّے نہین ھین اور وہ اکثر رکیک ھو جاتا ھے ۔ مگر اس کے مضامین گوناگون ھین اور وہ بیشتر عجیب و غریب طرز اختیار کر لیتا ھے۔ اس کی جغرافیہ سے دلچسپی نمایان ھے ۔ اصل مین جس طرح ڈینیُل مورخ ھے ویسے وہ جغرافیہ کا ماھر ھے ۔ اُس کی سب سے طویل اور اھم نظم "پولی اولبِیَن" (POLYOLBION) انگلینڈ کا جغرافیہ بیان کرتی ھے ۔ اس نے ڈینیُل کی "سِوِل وارز" (CIVIL WARRES) کی نقل مین تاریخی نظم "دی بیَرنَس وار" (THE BARON'S WAR) لکھی مگر اس کا خاص میدان جغرافیہ ھے ۔ اُسے اپنے وطن سے بڑی محبت ھے ۔ وہ اس نظم مین پورے ملک کی سیر کرتا ھوا اور ھر خطّے کے جغرافیائی حالات بیان کرتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔ وہ عجیب عجیب دیوتا اور دیویان تخلیق کرتا ھے ۔ قدرتی مناظر کی تصویرین کھینچتا ھے اور خشک جغرافیائی واقعات مین ایک نئی روح پھونک دیتا ھے ۔

اس کی یہ نظم اپنے دور کی مخصوص چیزوں میں سے ہے ۔

غنائی شاعری

اِس دور کی غنائی نظموں کے انتخابات سانٹ کے مجموعوں سے زیادہ اہم ہیں ۔ اِن میں چھوٹے بڑے سب شاعروں کے گیت ملتے ہیں ۔ مگر سب اعلیٰ پائے کے ہیں ۔ یہ دَور گیتوں کا دَور تھا اور اِن میں وہ آہنگ اور وہ تنوّع ہے جو کسی اور دور کے گیتوں میں نہیں ملتا ۔ اِن میں عوامی ادب اور خاص لوگوں کی شاعری کا امتزاج نظر آتا ہے ۔ فن کاری قدرت سے ہم دوش ہوگئی ہے ۔ اس دور میں ہمیں کثرت سے گیت ہر جگہ ملتے ہیں ۔ اسپنسر کی نظموں میں ہر جگہ گیت ہیں ۔ سڈنی نے گیتوں کا ایک مجموعہ چھوڑا ۔ نکولس ینگ (NICHOLAS YOUNG) کے گیتوں کا مجموعہ، جَون ڈَولینڈ (JOHN DOWLAND) کے تین مجموعے، ٹامسَ کمپیَن (THOMAS COMPION) کے چار مجموعے، سب دل کش ہیں ۔ ڈراما نگاروں کے یہاں ہر طرف گیت بکھرے نظر آتے ہیں ۔ لیلی (LYLY) کی طربیہ ڈراموں ، ٹریجیڈیوں، گرین (GREENE) ، لوج (LODGE)، پیل (PEELE) کے ڈراموں اور شیکسپیر کے ہر ڈرامے میں گیت ملتے ہیں ۔ ہر ڈرامہ نگار نے کچھ نہ کچھ اعلیٰ پائے کے گیت ضرور چھوڑے ہیں ۔ ان کو کسی ترتیب میں لانا اور ان کی خصوصیات کا تعیّن کرنا ناممکن ہے ۔ کم ہی ایسے گیت ہوں گے جو پڑھنے کے لائق نہ ہوں ۔ اور آخر میں ان کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور پڑھتے رہنے ہی کو جی چاہتا ہے ۔ انگلستان کی غنائی شاعری اِن گیتوں کی بنا پر اِس دور میں اپنے عروجِ کمال پر پُہنچی اور آگے چل کر ہر غنائی شاعر نے اِن سے استفادہ کیا اور ان سے جذب حاصل کیا ۔

شاعری کے مکاتیب

زمانۂ الزبتھ کے اختتام پر شاعروں کے دو گروہ ہوگئے ۔ ایک

گروہ اُن لوگون کا تھا جو تغزّل اور خالص عشقیہ اور جنسی شاعری پر عمل کرتے رھے ، اِن مین شیکسپیر اور مارلو کی نظمین سب سے زیادہ اھم ھین ؛ دوسرا گروہ مذھبی شاعرون کا تھا جنھون نے اٹلی اور فرانس کے مذھبی شاعرون کا تتبّع کیا ۔ ان مین ساؤتھ وِل (SOUTHWELL) کی مختصر غنائی نظمین خاص طور پر نمایان ھین ۔ سِلوسِٹر (SYLVESTER) نے فرانسیسی شاعر ڈیو بارتاز (DU BARTAS) کی مذھبی نظمون کا ترجمہ کیا ۔ سر جان ڈیویز (SIR JOHN DAVIES) عیسائیّت کا سب سے مخلص اور سچّا شاعر نمایان ھوا ۔ اس کی روحانیت پر نظم " نوسِی ٹیپسم " (NOXE TEIPSUM)مذھبی شاعری کا شاھکار ھے ۔ اسی طرح جو ڈیویز آف ھر فورڈ کی نظم " میرم اِن موڈم" (MIRUM IN MODUM) خدا کی حمدون مین اپنا جواب نہین رکھتی۔ مذھبی شاعری نے اِس دور مین آگے چل کر بڑی اھمیت حاصل کی اور جب پیوریٹان (PURITAN) فرقے کا زور بندھا تو مذھبی شاعری مین بھی ایک عجیب زور آگیا ۔

طنزیہ نظمون کی طرف بھی اس دور مین رجوع کیا گیا اور جوزف ہال (JOSEPH HALL) نے اپنے کو انگریزی کا پہلا طنز نگار بتایا ۔ اس کا یہ دعوی غلط تھا مگر اس کی نظمین طنزیہ شاعری کی اھم مثالین ضرور ھین اور آئندہ اَدوار مین ان کا بڑا اثر ھوا ۔

شاہ جیمس اوّل کے زمانے مین ھر شعبے کی طرح شاعری مین بھی تبدیلی واقع ھوئی ۔ قوم کا جوش ٹھنڈا ھوا اور وہ نشاۃ الثانیہ کے اثرات کی قومی صورتون کو سنوارنے مین لگ گئی ۔ اب اسپنسر کے متّبعین کا ایک مکتبہ بن گیا ۔ ان مین پانچ شاعر خاص ھین ۔ پہلا جورج ویتھر(GEORGE WITHER) ھے ۔ یہ ایک چھوٹے دیہاتی زمین دار کا بیٹا ھے جسے دیہات اور آزاد زندگی سے بہت رغبت تھی ۔ اس کی پہلی طویل نظم "دی شیپرڈس ھنٹنگ" (THE SHEPHERD'S HUNTING) اسپنسر کی پاسٹورل نظمون کی نقل مین ھے مگر ویتھر کی انفرادیّت نمایان ھے اور نظم کے

کچھ حصّے قدرت کے مناظر پیش کرتے ھین اور اُن کی اِس طرح عکاسی کرتے ھین کہ یہ نظم اُنیسوین صدی کے شاعرون کے لئے مشعلِ راہ بنی ۔ اُس کی عاشقانہ نظم "فِیڈَیلیا" (FIDELIA) بھی اچھی شاعری ھے ۔ اس نے ایک طنزیہ نظم " فیئر ورچُو" (FAIR VIRTUE) بھی لکھی جس مین اس کا پیوریٹن نظریے کی طرف رجحان ظاھر ھوتا ھے ۔ اس کی آخری پاسٹورل نظم " دی اسٹیڈ فاسٹ شیپرڈ " (THE STEADFAST SHEPHERD) اس صنف کو خیر باد کہتی ھے ۔ وہ پیوریٹن (PURITAN) ھوگیا اور اپنے دور پر طنزیہ نظمین لکھتا رھا ۔ وہ قید کر لیا گیا مگر باھر آکر وہ پیوریٹن انقلاب کے بانیون مین سے ھوگیا ۔

دوسرا شاعر ولیم براؤن ھے ۔ اس نے تمام تر اسپنسر کی پاسٹورل نظمون کا تتبّع کیا ۔ اس کی " بریٹینیاز پاسٹورلس " (BRETTANNIA'S PASTORALS) اس صِنف کو کمال پر پہنچاتی ھین ۔ یہ نظم تمثیل اور عِلم الاصنام کا امتزاج کرتی ھے۔ مگر اس کی اھمیت اِس بنا پر ھے کہ اس مین شاعر نے اپنے وطن ڈیوَن (DEVON) کا بڑی محبت سے ذکر کیا ھے ۔ وہ قدرت مین بڑی گھری دل چسپی دکھاتا ھے اور اُس کے مناظر کی زور دار تصویرین کھینچتا ھے ۔ اس کی نظمون پر ھر جگہ خوشی چھائی نظر آتی ھے ، چڑیان چہچہا رھی ھین ، شکار ھو رھا ھے ، دیہاتون پر صبح کا دل کش رنگ چھایا ھوا ھے ۔ وہ پیدائشی شاعر ھے اور اس کے اشعار مین عجیب کیف ھے ۔ وہ اوّل درجے کے شاعرون کے قریب آجاتا ھے ۔

تیسرا شاعر جائلس فِلیچَر(GILES FLETCHER ؛ ۱۵۸۹ء تا ۱۶۱۱ء) ھے ۔ اس نے اسپنسر کی پاسٹورل شاعری کے تتبّع سے شروع کیا مگر اس کی طویل نظم " دی پَرپِل آئیلینڈ اور دی آئل آف مین(THE PURPLE ISLAND OR THE ISLE OF MAN) ایک طویل تمثیل ھے جو اسپنسر اور دِیُو بارتا زدونون کی پیروی پر مبنی ھے ۔ اس نظم مین دونون شاعرون کے طویل حصّے اقتباس کر لئے گئے ھین اور نئے انداز مین رکھے گئے ھین مگر فلیچر سچّا شاعر ھے ۔ اس

مین جذبِ مذھبی اپنے استاد سے کھین زیادہ ھے ۔ اس کا انداز زیادہ ھلکا اور زیادہ جدید ھے ۔ اس کی انفرادیت نفاست اور زندہ دلی سے نمایاں ھوتی ھے ۔ اس کے بَنْدُوں مین خاص طور پر جہان وہ مذھبی جذبات ادا کرتا ھے ایک خاص ترنّم پیدا ھوجاتا ھے ۔ وہ انگریزی مین تمثیل کی روایت کو پختہ کرتا ھے ۔

چوتھا اس کا ھم نام جائلس فلیچر (GILES FLETCHER) ھے ۔ وہ خیالات مین دِیُو بارتاز کا اور طرز مین اسپنسر کا پیرو ھے ۔ وہ بہت گہرے مذھبی احساس کا مالک ھے اور اس کی واحد نظم "کرائِسْٹْس ٹرائِمف" (CHRIST'S TRIUMPH) مذھبی شاعری کا شاھکار ھے ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا حال، جنّت کے مناظر ، انجیل کی تعلیم کی روح ، اس نظم کے موضوعات ھین اور بڑے مذھبی جوش سے واضح کئے گئے ھین ۔ وہ اسپنسر اور ملٹن کے درمیان کی کڑی ھو جاتا ھے ۔

پانچوان شاعر اسکاٹ لینڈ کا ولیم ڈرمَنْڈ آف ھوتھورنڈن" (WILLIAM DRUMMOND OF HAWTHORNDEN ؛ ۱۵۸۵ء تا ۱۶۴۹ء) ھے جس نے انگریزی کو اپنے ملک کے تمام شاعرون سے بہتر استعمال کیا ۔ اِس کی طویل نظمون پر اسپنسر کا اثر نمایاں ھے مگر اس کی بہترین شاعری ھمین اس کے سانٹون مین ملتی ھے جس مین اس نے روایات کو قائم رکھتے ھوئے اپنا قدرتی مناظر سے شوق دکھایا ھے ۔

باب ششم

لیلی، سڈنی اور افسانوی ادب

۱۵۷۸ تا ۱۵۹۲ء

نشاۃ الثانیہ کے رہبرون مین جو شخص اسپنسر سے بھی پہلے نمایان ہوا وہ جوَن لِیلِی (JOHN LYLY) تھا ۔ اُس کی تصانیف منظوم نہین بلکہ نثری تھین گو یہ نثر بھی ایک قسم کی نظم ھی تھی ۔ لیلی کا مقصد یہ تھا کہ زبان کو اعلیٰ ترین حُسن کے ساتھ استعمال کیا جائے اور ایک مخصوص طرزِ ادا رائج کی جائے ۔ وہ قواعد نگارون کے خاندان سے تھا اور اُس کا دادا ولیَم لیِلی (WILLIAM LILY) اراسمَس (ERASMUS) اور مُور (MORE) کا دوست تھا ۔ آکسفورڈ مین تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ لندن آیا اور لارڈ بَرلے (LORD BURLEIGH) کی ملازمت کرلی ۔ ۱۵۷۸ء مین اسپنسر کے " شیپرڈس کیلنڈر " سے ایک سال پیشتر اس نے اپنی کتاب " یوفیوس اور دی اناٹمی آف وٹ " (EUPHUES OR THE ANATOMY OF WIT) جس مین یوفیوس کی کہانی کے ساتھ ھی ساتھ لادینی اور بداخلاقی پر حملے کئے ھین ۔ اس کا ھیرو " یُوفیُوس " (EUPHUES) یا " وِل انڈاوڈ " (WELL ENDOWED) ھے ۔ یہ ایتھنز (ATHENS) کا رھنے والا ھے ۔ شریف ، خوب صورت ، ذھین ھے ۔ اس کو سیاحت کا شوق ھے اور اس مین ایک زعم ھے جس کی بنا پر وہ اپنی صلاحیتون کا غلط استعمال کرتا ھے ۔ تعلیم نے اس مین توازن نہین پیدا کیا ۔ وہ نیَپلس (NAPLES) جاتا ھے جو عیّاشی اور آزادی کے لئے بدنام ھے ۔ ایک بڈھا اسے شہر کی بُرائیون سے بچنے کی

نصیحت کرتا ہے مگر وہ نہیں سُنتا ، تفریحات میں پڑ جاتا ہے، پارٹیوں میں شریک ہوتا ہے ۔ وہاں وہ ایک خوب صورت عورت کے دام میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کا اخلاق بالکل گر جاتا ہے۔ اس کا ایک دوست اس کا تعارف اپنی محبوبہ لُوسِیلا سے کراتا ہے اور وہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس سے شادی کرنے والا ہی ہوتا ہے کہ وہ تلوّن مزاج عورت ایک تیسرے کے ساتھ چل دیتی ہے۔ یوفیوس نیپلس چھوڑ کر ایتھنز (ATHENS) آجاتا ہے اور کتابوں میں محو ہو جاتا ہے ۔ آخر میں مذہبی اور اخلاقی درسیات ہیں ۔ یوفیُوس عورتوں کے خلاف تعلیم کی موافقت میں اور خدا پر عقیدہ پر وعظ کرتا ہے ۔ یہ تصنیف فوراً بہت ہی مشہور ہوگئی مگر اس کے خلاف ایک غلغلہ بھی اٹھا جس پر لِیلِی نے " یوفیُوس اینڈ ہِز انگلینڈ " (EUPHUES AND HIS ENGLAND) لکھی جس میں اُس نے اپنے ملک ، اپنی ملکہ ، یونیورسٹیوں اور سب سے زیادہ خواتین کی مدح کی ؛ انگریز عورتوں کو دنیا میں سب سے زیادہ خوب صورت اور باعصمت بتایا اور یہ ثابت کیا کہ مذہب الزبتھ کے عہد میں کمال پر پہنچا اور کہا کہ " انگریزوں کا خدا ہی زندہ خدا ہے" دوسری کتاب میں بہت سی نیک عورتوں کے قصّے ہیں اور بہت عمدہ ڈرامائی سِین ہیں جن میں ذکاوت اور ظرافت دکھائی دیتی ہے ۔

مگر اُس کی کتاب کی اہمیت اس کے طرز کی بنا پر ہے ۔ اس طرز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے جملے مسجّع ہیں ۔ الفاظ زیادہ تر ایک ہی حرف سے شروع ہوتے ہوئے لائے گئے ہیں یعنی صنعت "الِٹریشن" (ALLITERATION) کی سختی سے پابندی کی گئی ہے ۔ اس میں بھی ایک تکرار اور توازن قائم کیا گیا ہے ۔ پھر اس کی نثر کو صنائع سے ہر طرح رنگین بنایا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں لِیلِی نے زیادہ تر پرانے شاعروں سے سرقے کئے ہیں ؛ خاص طور پر پِلینِی (PLINY) کی تصنیف کا اثر نمایاں ہے ۔ یہ رنگ اُس زمانے میں عوام اور مصنّفین کو بہت بھایا تھا مگر اب ہمیں اس کی نثر سے بناوٹ اور تصنّع کی بو آتی ہے ۔

۱۵۸۰ء میں سڈنی نے ایک رومانی داستان " آرکیڈیا "

(ARCADIA) لکھی ۔ یہ تمام تر رومانی ہے اور اس مین محبت اور بہادری کا قصّہ بیان ہوا ہے ۔ " آرکیڈیا " ایک حسین ملک ہے مگر یہان کی فضا لڑائیون کی وجہ سے مُکدّر ہے ۔ دو شہزادے موسیڈورس (MUSIDORUS) اور پائروکلیس (PYROCLES) ایک کسان کے اور دوسرا عورت کے بھیس مین آکر نیک پمیلا (PAMELA) اور چمکیلی فلوکلیا (PHILOCLEA) سے جو بادشاہ باسیلیس (BACILIUS) کی بیٹیان ہین، محبت کرتے ہین ۔ بادشاہ کو پائروکلیس سے محبت ہو جاتی ہے اور اس کی ملکہ گائنیسیا (GYNECIA) بھی، جو پہچان لیتی ہے کہ یہ مرد ہے ، اس سے محبت کرنے لگتی ہے ۔ امفیلس (AMPHIALUS) فلوکلیا (PHILOCLEA) پر عاشق ہے اور اپنی ماں کی مدد سے دونون شہزادیون کو قیدِ سخت مین رکھتا ہے ۔ سیکروپیا (CECROPIA) کی شہہ پر امفیلس (AMPHIALUS) دونون شہزادیون پر بڑے ظلم کرتا ہے مگر وہ اپنی نیکی کی وجہ سے بچ جاتی ہین ۔ آخر مین امفیلس مارا جاتا ہے اور دونون شہزادون کی دونون شہزادیون سے شادیان ہو جاتی ہین ۔ اِس خاص قصّے کے علاوہ اس مین لاتعداد اور قصّے بھی ہین ، ساتھ ہی ساتھ اخلاقیات اور سیاسیات کا درس بھی ملتا ہے، مزاحیہ حصّے بھی آجاتے ہین، دیہاتی لوگ مسخرون کا کھیل دکھاتے ہین، کردار نگاری کے بھی اچھے نمونے نظر آتے ہین۔ ملکہ گائنیسا اور سیکروپیا کے کردار زور دار ہین ۔ بیانات، اداؤں، باتوں، اظہار جذبات سے تمام کردارون کو واضح کیا گیا ہے ۔

مگر " آرکیڈیا " کی اصل اہمیت اس کے طرز مین ہے ۔ اس مین " یوفیوُس " کے طرز سے ایک مختلف بناوٹی طرز لایا گیا ہے ۔ خیالات اور جذبات عجیب عجیب طریقون سے پیش کئے گئے ہین ۔ یہ لفظی صنّاعی کا نہین بلکہ معنی آفرینی کا کھیل ہے ۔ سڈنی تصوّرات سے کھیلتا ہے ۔ ہر جگہ اس صفت کا استعمال ہے جسے " پیتھیٹک فیلیسی " (PATHETIC FALLACY) کہتے ہین۔ ٹھنڈی شراب ہنستی دکھائی دیتی ہے ۔ اولے ہوا کے غرور پر پڑتے ہین ۔ جب خوب صورت عورتین نہا کر اٹھتی ہین تو پانی کے قطرے

اُن کے جسم سے جدا ہونے پر آنسو بہاتے ہین ۔ ایسےخیالی رنگوں کی ہر جگہ بھرمار ہے ۔ مگر اِن مین ایک حُسن ہے جو طبیعت پر گَران نہین گزرتا ۔ بیشتر جگہ اِس طرز مین جذبات کا زور اور استعارون کا رنگ بڑی شدت کے ساتھ نمایان ہوتا ہے ۔ سڈنی کا مقصد احتساسی تاثرات پیدا کرنا اور رنگین تصویرین بنانا ہے ۔ اسّ رنگ کا اثر تمام نشاۃ الثانیہ کے ادب پر غالب رہا ۔ جس چیز کو " الزبیتھن کنسِیٹ " (ELIZABETHAN CONCEIT) کہتے ہین وہ یہی معنی آفرینی ہے ۔

افسانہ نگار

لیلِی اور سِڈنی کے اثر سے طویل اور مختصر افسانے لکھنے والون کا ایک بڑا گروہ پیدا ہوگیا ۔ مختصر افسانون سے ملتی جلتی ایک صِنف کِردار نگاری۔ بھی وجود مین آئی ۔ اس سلسلے مین پانچ مصنّفین بہت اہم ہین ۔

پہلا رابرٹ گرِین (ROBERT GREENE؛ ۱۵۶۰ء تا ۱۵۹۲ء) ہے جو لیلِی کا شاگرد تھا ۔ اس نے اپنے قصّون مین لیلِی کے طرز کی نقل کی ۔ وہ اِس دور کے عالِمون مین سے تھا ۔ کیمبرج سے ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ اٹلی اور ہسپانیہ گیا اور بدمعاشیون مین پڑ گیا ، پھر لندن مین آکر کتب فروشی کرنے لگا اور ایکٹرون مین شامل ہوگیا ۔ اس کی زندگی مین جلد جلد تبدیلیان آتی رہین ۔ وہ اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑ کر بازاری عورتون مین اپنا وقت گنواتا رہا پھر اس نے توبہ کی اور اپنی تصانیف سے وہ درسِ اخلاق دیتا رہا ۔ اس نے اسی مقصد سے " ہَمیلیا "(HAMELLIA) ، " ارباسٹَو " (ARBASTO) ، " پریمیڈِز " (PERIMEDES)، " پینڈوسٹَو " (PANDOSTO) ، یا " ڈوراسٹس اینڈ فَونیا " (DORASTUS AND FAWNIA) اور " مینافوَن " (MENAPHON) لکھین ۔ اِن سب مین یُوفیوُس کی سی اخلاقی اہمیت اور اس کا سا بناوٹی طرز ملتا ہے ۔ اِن مین رومانی رنگ " آرکیڈیا " کا سا ہے ۔ ان مین سچّے

جذبات اور خلوص هین ۔ ان مین سب سے زیادہ مقبول " پینڈوسٹو" هے جس کی اهمیت اس لئے سب سے زیادہ هے کہ اس کے قصّے کو شیکسپیر نے اپنے ڈرامے "ونٹرز ٹیل" (WINTER'S TALE) مین استعمال کیا ۔ گرین نے بہت سے مختصر افسانے بھی لکھےجو"کونی کیچنگ ٹریکٹس" (CONNY CATCHING TRACTS) کے نام سے مشہور هوئے ۔ ان مین وہ لندن کی بدکاریون کی تصویر کھینچتا هے ۔ اس کا مقصد بقول خود معصوم لوگون کو بدکارون سے بچانا هے ۔ بڑی خوبی سے اور بہت کچھ سادے رنگ مین اس نے ان سب افسانون کو بیان کیا هے ۔ واقعیّت کا رنگ جدید افسانہ نگاری کے قریب آجاتا هے ۔ اس نے اپنی سوانح "کنفیشنز"(CONFESSIONS) بھی لکھی جس مین اپنے تمام گناهون کا ذکر کرکے اُن پر اظہار تاسّف کیا هے ۔ اسی مین وہ مشہور جملے هین جن مین اُس نے شیکسپیر کو مطعون کیا هے ۔ یہان پر وہ توبہ کرتے کرتے غصّے مین آگیا هے ۔

دوسرا ٹامس لوج (THOMAS LODGE ؛ ۱۵۵۸(؟) تا ۱۶۲۵ء) تھا جس نے " یوفیوس " (EUPHUES) کے رنگ مین ایک رومانی قصّہ لکھا هے ۔ یہ اس کی " روزالنڈ " (ROSALYNDE) هے جو ۱۵۹۰ء مین چھپی اور جس مین وہ قصّہ هے جو شیکسپیر نے اپنے ڈرامے " ایز یُو لائک اِٹ " (AS YOU LIKE IT) مین لیا هے ۔ اس کے مکالمون مین ظرافت اور جذبات دونون کا اظہار هوتا هے ۔

تیسرا ٹامس نیش (THOMAS NASHE یا NASHE) تھا جو گرین کا پیرو تھا ۔ وہ کیمبرج سے آکر هر قسم کے تنازعات مین پڑا وہ ادب مین ایک نئی صنف کا موجد هے ۔ اس نے طنزیہ رنگ مین لکھنا شروع کیا اور اپنے دور کے حُزنیہ نگارون اور طرّازون کا مذاق اُڑایا ۔ فرانسیسی طنز نگار رابلے (RABELLAIS) سے وہ خاص طور پر متاثر تھا ۔ اس رنگ مین اُس نے پانچ کتابین چھوڑی هین مگر اس کی سب سے زیادہ اهم تصنیف ".اَن فارچونیٹ ٹریولر " (THE UNFORTUNATE TRAVELLER) یا " لائف آف جیک

وِلٹن" (LIFE OF JACKE WILTON) ھے - یہ اس کے ناول سے قریب آجاتی ھے، جسے PICARESQUE کہا جاتا ھے - قصّہ تاریخی بنایا جاتا ھے - جیک وِلٹن (JACKE WILTON) ھنری ھشتم کا ایک ملازم (PAGE) تھا جو بھاگ کر فِلَینڈرس (FLANDERS)، جرمنی اور فرانس مین گھومتا پھرا - اس دور کی تمام لڑائیون مین وہ شامل ھوا اور اُسے ھر قسم کی زندگی کا تجربہ ھوا - اس کتاب کے دوسرے حصّے مین اٹلی کا سفر دکھایا گیا ھے اور وھان کے حالات کا مذاق اڑایا گیا ھے - اِس مین ایک مکمل قصّہ بھی آگیا ھے جو سادہ طرز مین بیان کیا گیا ھے - نَیش نے آئندہ کی قصّہ گوئی پر بڑا اثر ڈالا -

چوتھا ٹامس ڈیلَونی (THOMAS DELONEY؛ ۱۵۴۳ء تا ۱۶۰۰ء(؟)) تھا - اس نے دستکارون کی زندگی کے قصّون کو مخصوص کرلیا - اس کی " جَیک آف نیُوبَری" (JACKE OF NEWBURY) ایک جولاھے کا قصّہ ھے جو اپنے مالک کی بیوہ سے شادی کرکے بڑا عروج حاصل کرتا ھے - اِس مین ھمین جولاھے کی بڑی دوکان نظر آتی ھے جس مین چرخے چل رھے ھین اور سینکڑون عورتین، مرد اور بچّے کام کر رھے ھین - شاہ ھنری ھشتم یہ دوکان دیکھنے آتا ھے - اس کی دوسری کتاب " دی جینٹل کرافٹ " (THE GENTLE CRAFT) موچیون کی تاریخ بیان کرتی ھے - ان کے شجرے بادشاھون سے ملتے ھین - ھر صدی کے مشہور موچیون کے کردار نمایان ھوتے ھین - اُن کی گھریلو زندگی کے نقشے کھنچتے ھین - ڈیلَونی کے اِن قصّون مین دو طرز مین ایک یوفیُوس کی نقل ھے، دوسرا سادہ ھے اور مزاح کے ساتھ واقعیّت پیش کرتا ھے -

پانچوان ٹامس ڈیکرؔ (THOMAS DEKKER) ھے - اس نے " وَنڈرفُل اِیر " (WONDERFUL YEARE) سے شروع کیا جس مین لندن کی سماجی زندگی کے دردناک حالات بیان کئے گئے ھین مگر اس کی طبع طربیہ فنون کے لئے زیادہ موزون تھی اور " بیچلرز بینکوئٹ" (THE BACHELOR'S BANQUET) مین اس نے ازدواجی زندگی کی دل چسپ تصویرین دکھائی ھین - اس نے لندن کے

بدمعاشون کے حالات پر بھی کئی قصّے لکھے مگر اس کی سب سے اہم تصنیف " گلز ھارن بُوک " (GULS HORNE BOOKE) ھے - اس مین ایک احمق جو بڑا آدمی بننے کا شوق رکھتا ھے، دکھایا گیا ھے اور اس کی حماقتون کی متعدد تصویرین کھینچی گئی ھین - یہ کتاب تمام واقعاتی افسانون مین نمایان حیثیت رکھتی ھے - واقعیّت مین یہ سب سے آگے ھے اور اِس کا طنزیہ رنگ بہت ھی صاف اور دِل آویز ھے -

کردار نگار

کردار نگاری کی صنف تھیوفراسٹس سے لی گئی ھے - ٹامس اووَربَری (THOMAS OVERBURY ؛ ۱۵۸۱ء تا ۱۶۱۳ء) نے سب مین پہلے اِکّیس نثری ٹکڑے لکھے جن مین درباریون کے کردار طنزیہ رنگ مین پیش کئے - اس کے بعد جون اسٹیفنز(JOHN STEPHENS) اور جُون اَرل (JOHN EARLE) نے مستقل تصانیف کین جو تمام تر چھوٹے چھوٹے کرداری خاکون سے بھری ھوئی ھین - ان مین ھر طرح کے کردار آگئے ھین - مگر اِن کی مخصوص اھمیت یہ ھے کہ الفاظ کے ذریعے نفسیات کو نمایان کرنے کا فن اِن سے ترقی کی راہ پر لگا -

باب ہفتم

ڈرامہ نگاری اور کرسٹوفر مارلو

۱۵۸۰ تا ۱۵۹۲ء

نشاۃ الثانیہ کی شاعری پھر غیر ملکی اور قومی صفات کا امتزاج ہے، مگر ڈرامہ نگاری بالکل قومی چیز ہے؛ انگریز قوم کا پورا کردار اس میں آجاتا ہے۔ اس دور میں عوامی ڈرامہ اس درجہ مقبول ہوگیا کہ عالم لوگ بھی اس میں دلچسپی لینے لگے۔

اُس وقت لندن دو لاکھ کی آبادی کا شہر تھا اور اس کے باہر دریائے ٹیمز کے کنارے آٹھ تھیٹر تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ڈرامے کو کتنی مقبولیت حاصل ہوچکی تھی۔ یہ تھیٹر گول عمارتیں تھیں جن کے اندر ایک حصّہ چھوڑ کر، جہاں اسٹیج ہوتا تھا، ہر طرف گیلریاں ہوتی تھیں اور بیچ کا حصّہ بالکل خالی ہوتا تھا۔ اسٹیج ایک لمبا سا چبوترا ہوتا تھا جو خالی حصّے میں کافی دور تک داخل ہُوتا تھا۔ چبوترے کے وسط میں دو ستون ہوتے تھے جن پر چھت ہوتی تھی؛ پیچھے ایک دیوار میں دو دروازے دکھائی دیتے تھے اور اُوپر ایک بالکنی ہوتی تھی۔ زیادہ تر سین چبوترے پر دکھائے جاتے تھے اور سینری یا اسباب بہت ہی معمولی چیزوں سے ظاہر کردئے جاتے تھے۔ پیچھے کا حصّہ کچھ خاص مناظر کے لئے مخصوص تھا اور بالکنی کے ایک آدھ مناظر پردہ اٹھا کر دکھائے جاتے تھے۔ تھیٹر کا تمام فن ایکٹروں کی ذات سے وابستہ تھا۔ اُن کا لباس حد سے زیادہ زرق برق ہوتا تھا اور ان کے حرکات و سکنات تمام تر توجہ کا مرکز ہوتے تھے۔ اداکاروں کے

مکالمے بولنے پر ھی تاثر کا دارومدار تھا ۔ عورتوں کے کردار جوان لڑکے ادا کرتے تھے ۔ اداکاروں کو اتنی اھمیت حاصل ھوگئی تھی کہ وہ ملکہ کے دربار سے وابستہ تھے اور شُرفا ان سے تعلقات پیدا کرتے تھے ۔ اداکاروں کی ٹولیاں یا کمپنیاں (COMPANIES) تھین اور ان کے مُربّی دربار کے بڑے لوگ ھوتے تھے ۔ کچھ اداکارون، مثلاً اڈورڈ ایلن (EDWARD ALLEYN) نے بڑی شہرت حاصل کرلی تھی ۔ ڈرامے تیسرے پہر دکھائے جاتے تھے اور روشنی کے کسی انتظام کی ضرورت نہ ھوتی تھی ۔ ڈرامہ نگار اپنے ڈرامے کمپنیون کے ھاتھ چار پاؤنڈ سے دس پاؤنڈ تک کی قیمت پر بیچتے تھے۔

ڈرامہ نگارون کو عوام کا خیال رکھ کر لکھنا پڑتا تھا ۔ تھیٹر جانے والے ھر قسم کے لوگ ھوتے تھے اور ڈرامہ نگار کی کامیابی اِس مین تھی کہ وہ ھر شخص کو خوش کرے ۔ اس لئے ھر ڈرامے مین مُتضاد باتین ھونا ضروری تھین ۔ زیادہ تر لوگ محض تماشہ دیکھنے آتے تھے اور اس لئے ان کے شوق کو پورا کرنے کا ھر سامان ھونا ضروری تھا ۔ ایک طرف ایک گروہ پستی، رکاکت، سنسنی خیزی چاھتا تھا اور دوسری طرف اس سے بہتر انسانی کردار اور نفسیاتی حالات سے متاثر ھونے والا کوئی اور تصوّر نہین کیا جاسکتا تھا ۔ ڈرامہ نگار کو قدیم یونانی یا رومی ڈرامے کی روایات بھول کر قصّہ ویسے بنانا پڑتا تھا جیسا تھیٹر مین چل جائے ۔ یونانی ڈرامے سے واقف لوگون نے انگریزی ڈرامے مین اِتحادِ زمان و مکان (UNITY OF TIME AND PLACE) کے عدمِ وجود پر اعتراض کیا ھے، المیہ اور طربیہ کی یکجائی کو مطعون کیا ھے، المیہ مین خوف کے جذبات کو رکیک بتایا ھے ؛ مگر حقیقت یہ ھے کہ عوام کو خوش کرنے کے لئے ان سب نقائص کا برتنا ضروری تھا ۔ شاھی دربار کو بھی ڈرامے سے دلچسپی ھوگئی تھی اور دربار مین جو ڈرامے کھیلے جاتے وہ اگرچہ زیادہ معیاری ھوتے تھے مگر ان مین بھی قدیم ڈرامے کے اصولون کی پیروی کی ضرورت محسوس نہین کی گئی تھی ۔ غرض اِس دَور کا ڈرامہ بالکل قومی مذاق کے موافق تھا ۔

اس وقت یونیورسٹی سے فارغ التحصیل کچھ لوگون نے ڈرامہ

نگاری شروع کی اور شہرت پائی ۔ ان کو "یونیورسٹی وِٹس" (UNIVERSITY WITS) کہا گیا ۔ ان میں سب سے آگے جون لِیلی آیا جس کا " یُوفیُوس " (EUPHUES) مشہور ہوچکا تھا ۔ وہ شاہی دربار کا خاص ڈرامہ نگار مقرر ہوا ۔ اس نے جو ڈرامے لکھے وہ خاص طور پر درباریون اور تہذیب یافتہ طبقے کے لئے تھے ۔ ان مین اس نے مکالمے کے ذریعے اپنی ذہانت اور ذکاوت کا ثبوت دیا ۔ اس کے ڈرامون کے مکالمے اسی مخصوص طرز مین ہین جو اس نے اپنے مشہور قصّے مین برتا تھا ۔ اس کا پہلا ڈرامہ "الگزنڈر اینڈ کمپَیسپ" (ALEXANDER AND CAMPASPE) سکندر کی محبت کا قصّہ ہے جو اسے تھیبس (THEBES) کی اسیر کمپَیسپ سے ہوگئی تھی ۔ محبت اور ہوَسِ ملک گیری کے درمیان کشمکش اس ڈرامے کا ایک اہم نفسیاتی پہلو ہے ۔ کمپَیسپ اُس مصوّر ایپلیز (APELLES) سے محبت کرنے لگتی ہے جس کو سکندر اس کی تصویر بنانے کے لئے مقرر کرتا ہے کہ جذباتی محبت کے سین سامنے آتے ہین ۔ سکندر کے ساتھ یونانی فلسفیون کو بھی لایا گیا ہے اور وہ حصّہ نہایت دل چسپ ہے جس مین سکندر اور دیوجنیس (DIOGENES) آمنے سامنے آتے ہین ۔ غلامون کی زندگی کے مناظر بھی دل چسپ ہین ۔ آخر مین سکندر کمپَیسپ کی شادی ایپلیز سے کردیتا ہے ۔ اس ڈرامے مین پلاٹ وغیرہ کچھ نہین ہے صرف مکالمے ہی ہین ؛ بیشتر تقریرون مین لِیلی کا مخصوص رنگ جھلکتا ہے ۔ اس کے تمام ڈرامے ذکاوت کا کھیل ہین اور ان مین مکالمے ہی اہم ہین ۔ "سَیفو اینڈ فاؤ" (SAPPHOE AND PHAO) ڈرامے کی شکل مین ملکہ الزبتھ کی مدح ہے ۔ اینڈیمن (ENDIMION ، مطبوعہ ۱۵۹۱ء) مین یہ مدح ایک شاعرانہ اور رومانی قصّے کے ذریعے ہوتی ہے جو یونانی عِلمُ الاَصنام سے لیا گیا ہے ؛ اس مین لِیلی کی قوتِ تخیّل اپنے بلند ترین درجے پر نظر آتی ہے ۔ " میڈاز" (MIDAS ، ۱۵۹۲ء) ایک طنزیاتی ڈرامہ ہے جو اسٹیج کے لئے بالکل ناموزون ہے ۔ " گُلاٹی " (GOLATHEA) مین مدح اور طنز سے الگ ہوکر اس نے محبت کا قصّہ بیان کیا ہے ۔ " لَوز مَیٹامورفوسِس " (LOVE'S

METAMORPHOSIS) اور " دی وومن اِن دی مُون" (THE WOMAN IN THE MOONE، مطبوعہ ۱۵۹۷ء) پاسٹورل زندگی پر مبنی ہیں ۔ اس کا آخری ڈرامہ "مَدَر بومبی" (MOTHER BOMBIE) کا ایک مخصوص پلاٹ ہے مگر اس کا مجموعی اثر کچھ نہیں ہوتا ۔ لیلی کے اب تک کے سب ڈرامے فن کے لحاظ سے نمایاں ہیں ۔ اِن میں زور، گہرائی اور جوش کی کمی ہے، مکالمے بناوٹی ہیں مگر اعلیٰ طبقے والوں کے مذاق کے موافق ہیں ۔ " کمپیسپ " اس کا سب سے زیادہ نمائندہ ڈرامہ ہے اور اِس عہد کے بہترین ڈراموں میں ہمیشہ چُنا جائے گا ۔

دربار کے لئے ڈرامے لکھنے والوں میں لیلی کا ہم نوا جورج پیل (GEORGE PEELE؛ ۱۵۵۷(؟) تا ۱۵۵۸ء(؟)) بھی بہت مقبول ہوا ۔ وہ شاعر تھا اور اُس کی طبع ڈرامہ نگاری کے لئے موزون نہ تھی مگر پھر بھی ڈرامہ نگاری میں اُس نے وہ شاعرانہ عناصر شامل کئے جو لیلی کے یہاں نہیں تھے ۔ اُس نے دو ڈرامے لکھے " دی اَرینمنٹ آف پیرس" (THE ARRAIGNMENT OF PARIS) اور " ڈیوڈ اینڈ بیتھسیبی" (DAVID AND BETHSABE، ۱۵۹۹ء)- دوسرا ڈرامہ عوام کے لئے اور پہلا دربار کے لئے تھا ۔ دونوں ایک ہی جیسے ہیں لیکن پہلا زیادہ بہتر ہے ۔ اس میں یونانی عِلمُ الاَصنام کے مشہور قصے دیوی ڈائنا (DIANA) اور پیرس کے عشق کو یوں بدل دیا گیا ہے کہ ڈائنا اپنے حکم کو پیرس کے بجائے ملکہ الزبتھ کے حق میں کردیتی ہے ۔ ڈرامے میں نہ قصہ ہے اور نہ تعمیر البتہ شاعرانہ اثر مسلّم ہے ۔ اس میں فلورا (FLORA)، جونو (JUNO)، پَیلاس (PALLAS) کی بڑی رنگین تصویریں ہیں ۔ قدرت اپنے حسن میں محو نظر آتی ہے ؛ دیہاتی زندگی کے بھی دل کش تاثرات ہیں اور ہیلِن (HELEN) ایک دیہاتی لڑکی کی عمدہ تصویر ہے ۔ پورا ڈرامہ غنائی ہے اور اس عہد کے بہترین ڈراموں میں شمار ہوتا ہے ۔

عوامی اسٹیج

پھر کچھ ڈرامہ نگارون کا خالصتاً عام اسٹیج سے تعلق رہا ۔ اُن مین سے بیشتر کے نام اب معلوم نہین مگر ان کے ڈرامون مین کچھ ایسے ہین جو بڑے اہم ہوئے اور اب بھی بہت دل چسپ ہین ۔ ایسے ڈرامون مین " آرڈِن آف فیوَرشام " (ARDEN OF FEVERSHAM ، ۱۵۹۲ء) سب سے زیادہ نمایان ہے ۔ یہ ڈرامہ فن کاری کی پختہ مثال پیش کرتا ہے ۔ اس کی واقعیّت اور کردار نگاری تعجب انگیز ہین ۔ اس مین ایک واقعے کو ہالِنشِڈ (HOLINSHED) کی تاریخ سے لے کر ڈرامے کی شکل مین بدل دیا گیا ہے ۔ ایک مالدار شخص آرڈِن (ARDEN) کی بیوی ایلِس (ALICE) کا ایک شخص مَوسِبی (MOSBIE) سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو پست درجے اور ذلیل فطرت کا انسان ہے ۔ اپنے عاشق کے ساتھ مل کر وہ اپنے شوہر کو مار ڈالنے کی ترکیب کرتی ہے ۔ کئی ناکامیون کے بعد وہ کامیاب ہوتے ہین ، مگر جرم جلد افشا ہو جاتا ہے اور دونون کو پھانسی ہوتی ہے ۔ یہ ڈرامہ اوسط درجے کے شہریون کے لئے بڑا موزون ہے ۔ اس کا مقصد اخلاق ہے؛ یہ زناکاری اور قتل کو مُضر اعمال ثابت کرنے مین کامیاب ہے ۔ کمال یہ ہے کہ کہین پر ان جرائم کے خلاف وعظ نہین ہوتا مگر مجرمون کی نفسیاتی حالت اور ان کی تکالیف سے پورا مقصد ڈرامائی طریقے پر واضح ہوتا ہے ۔ آرڈِن کا کردار بہت کمزور ہے ۔ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کوئی قدم اٹھانے سے ڈرتا ہے ۔ وہ باعزّت شخص ہے مگر ایک غریب کی زمین لے لینے مین بڑے کمینے پن کا ثبوت دیتا ہے ۔ اس کی تلوّن مزاجی ڈرامے کے جذباتی اثر کو کم کر دیتی ہے مگر واقعیّت مین اضافہ کرتی ہے ۔ مَوسبی کی بدمعاشی بڑے واضح طور پر دکھائی گئی ہے ۔ وہ محبت مین بھی کمینگی کا ثبوت دیتا ہے اور اپنی ذلیل اوقات پر جاتا ہے اور آخر مین اپنی محبوبہ کو بُرا بھلا کہتا ہے ۔ ایلِس جذبات کا شکار ہے جن

کو وہ جادو کا اثر سمجھتی ھے - وہ بہت خوشی کے ساتھ قتل کی منصوبہ بندی کرتی نظر آتی ھے مگر قتل کے بعد اُس کا سب زور ٹوٹ جاتا ھے اور اس پر خوف غالب آجاتا ھے - ایسے مناظر کی کافی تعداد ھے جو زبردست ڈرامائی اثر رکھتے ھین - تیسرے ایکٹ کا پانچوان منظر سب سے زیادہ ڈرامائی ھے - چھوٹے کردار، جیسے نوکر مائیکل (MICHAEL)، بھی ایک خاص زندگی رکھتے ھین - گھریلو زندگی کے ڈرامے کی یہ بہترین مثال ھے - اِس مین نفسیات نگاری کے زور کی بنا پر بعض اوقات اِسے شیکسپیر سے بھی منسوب کیا گیا ھے -

عوام کے لئے ڈرامے لکھنے والون مین ٹامس کِڈ (THOMAS KYD؛ ۱۵۵۷(؟) تا ۱۵۹۵ء (؟))، گرین (GREENE) اور کرسٹوفر مارلو (CHRISTOPHER MARLOWE؛ ۱۵۶۴ء تا ۱۵۹۳ء) نے دائمی شاھکار چھوڑے - ٹامس کِڈ کا ایک ھی ڈرامہ ھم تک پہنچا ھے مگر یہ ڈرامہ اس دور کی ٹریجڈی کی بہترین مثالون مین سے ھے - وہ قانون کا طالب علم رہا تھا اور اسنے سینیکا※ (SENECA) کے اَلمیہ ڈرامون سے خاص لگاؤ تھا؛ انھون نے اس پر بہت اثر کیا اور کِڈ کے واحد ڈرامے " اِسپینش ٹریجیڈی " (SPANISH TRAGEDY، مطبوعہ ۱۵۹۴ء) مین ان کا اثر ھر جگہ نمایان ھے - کِڈ نے سینیکا سے یونانی اَلمیہ کے اصول ھی نہین سیکھے بلکہ ڈر اور خوف کے اثرات قائم کرنا اور انتقام کو اپنے ڈرامے کی بنیاد بنانا بھی سیکھا - ڈرامے کا پرولوگ (PROLOGUE) ڈون اینڈریا (DON ANDREA) کے بھوت کی زبانی پیش ھوتا ھے - وہ بل اِمپیریا (BEL-IMPERIA) کا پہلا عاشق تھا اور اُسے پرتگال کی پہلی جنگ کے دوران بلتھزار

※ لیوسیئس اینیئس سینیکا (LUCIUS ANNAEUS SENECA)، متوفی ۶۵ء ھسپانوی فلسفی، رومی شہنشاہ نیرو کا استاد اور مُشیر اور ظلم و تعدّی اور جرائم مین اس کا شریک - سینیکا رِواقی (STOIC) مکتبۂ فکر کا نمائندہ ھے - اُس نے نو المیے چھوڑے ھین جن کا فصیح و بلیغ انداز اُسی کے نام سے موسوم ھوا ھے -

(BALTHAZAR) نے دھوکے سے مار ڈالا تھا ۔ وہ دشمن سے انتقام لینے کے لئے سبیل تلاش کر رہا ہے ۔ نفس ڈرامہ میں بلتھزار ہوریشیو (HORATIO)کو قتل کردیتا ہے جو مارشل ہیرونیمو (HIERONIMO) کا بیٹا ہے اور جس سے بل امپیریا محبت کرتی ہے ۔ ہیرونیمو اور بل امپیریا قسم کھاتے ہیں کہ وہ بلتھزار اور اس کے بدمعاش ساتھی لورنزو(LORENZO) سے بدلہ لیں گے۔ بڈھا ہیرونیمو صدمے سے پاگل ہوکر بلتھزار کے ساتھ بل امپیریا کی شادی کے موقع پر ایک ناٹک کھلواتا ہے جس پر قاتلوں کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے ،لڑائی ہوتی ہے اور سب مارے جاتے ہیں ۔ اِس قصّے میں خوف اور ڈر طاری کرنے والے مناظر بکثرت ہیں ۔ ہوریشیو کے قتل کا منظر بڑا ہیبت ناک ہے ۔ آگے کے مناظر اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں ۔ بڈھے ہیرونیمو کا پاگل پن عجیب و غریب ہے اور بادشاہ کے دربار میں اس کا برتاؤ بڑا ہیبت ناک ہے ۔ آخری منظر میں یہ بڈھا پاگل ، بادشاہ سے اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہے اور جب بادشاہ اسے دھمکی دیتا ہے تو اپنی زبان کاٹ کر پھینک دیتا ہے ۔ وہ قلم بنانے کے لئے چاقو مانگتا ہے اور اس سے اپنے لڑکے کے قاتل کے باپ کو قتل کردیتا ہے اور پھر خودکشی کرلیتا ہے ۔اس ڈرامے میں مَیلو ڈرامہ (MELODRAMA)یا مصنوعی حُزنیہ سین بے حد ہیں ۔ اس وجہ سے اس ڈرامے کے خاصے حصّے مضحکہ خیز ہیں، اکثر بالکل بے معنی ہیں، بیشتر کرداروں کا مقصد واضح نہیں ہوتا ، مگر عوام پر اِس کا بڑا اثر ہوا ۔ ہیرونیمو کا پارٹ اداکاروں کے لئے بہت ہی موزوں ثابت ہوا اور عوام نے اسے بہت پسند کیا ۔ اس ڈرامے میں محض انتقام کا جذبہ ہی ایک اتّحاد پیدا کرتا ہے۔ گمان ہے کِڈ نے "ہیَملِٹ "(HAMLET) پر ایک ڈرامہ بھی لکھا تھا جو اب نایاب ہے ۔ اس دور کے تمام المیوں پر" اِسپَینِش ٹریجیڈی" کا گہرا اثر ہوا ۔

رابرٹ گرین (ROBERT GREENE) نے افسانہ نگاری ترک کرکے ٹامس لوج (THOMAS LODGE) کے ساتھ مل کر پہلے ایک نہایت معمولی ڈرامہ لکھا مگر اس کا پہلا کامیاب ڈرامہ" دی آنریبل

ہسٹری آف فرائر بیکن اینڈ فرائر بنگے" (THE HONORABLE HISTORIE OF FRIAR BACON AND FRIAR BUNGAY) ہے۔ یہ رومانی موضوع پر ایک خوب صورت تصویر ہے ۔ اسے ۱۵۹۴ء مین اسٹیج پر پیش کیا گیا ۔ کہانی یہ ہے کہ ایڈورڈ شہزادہ ویلز باغبان کی لڑکی مارگریٹ (MARGARET) پر عاشق ہو جاتا ہے اور لیَسی، اَرل آف لِنکَن (LACY, EARL OF LINCOLN) کو اپنے اور اس کے درمیان قاصد بناتا ہے ۔ لیسی اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران خود مارگریٹ پر عاشق ہو جاتا ہے اور وہ بھی اُس سے محبت کرنے لگتی ہے ۔ شہزادہ کو پہلے تو بہت غصّہ آتا ہے مگر آخر مین وہ دونون کو معاف کردیتا ہے ۔ لیسی مارگریٹ کا امتحان لینے کے بعد اس سے شادی کرلیتا ہے ۔ اِس ڈرامے کی فضا دیہاتی ہے ۔ شہزادے کا کردار بہت دل چسپ ہے، مگر گرین کی ڈرامائی صلاحیّت کا بہترین ثبوت مارگریٹ کا حسین اور نیک کردار ہے ۔ اس سے پہلے ایسی ہیروئن انگریزی ڈرامے مین نہین دکھائی گئی ۔ گرین کا کمال خوب صورت اور نیک طینت عورتون کی تخلیق ہے ۔ اس کے دوسرے ڈرامے " جیمس دی فورتھ"(JAMES IV) مین دو عورتون کے نمایان کردار ہین ایک ڈوروتھی(DOROTHEA) کا جو انگلستان کے بادشاہ کی لڑکی ہے اور اسکاٹ لینڈ کے شاہ جیمس چہارم سے شادی کرتی ہے ؛ دوسرا آئیڈا(IDA) کا جس پر بادشاہ عاشق ہوکر اسے اپنے دام مین پھنسا لیتا ہے۔ دونون لڑکیان نہایت دل کش ہین مگر ڈوروتھی اپنے شوہر کو بربادی سے بچانے کی جو کامیاب کوشش کرتی ہے اس سے اس کا کردار اور بھی زیادہ زور دار ہو جاتا ہے ۔ وہ شیکسپیر کی ہیروئنون کا پہلا خاکہ ہے۔

کرسٹوفر مارلو

اِن تمام ڈرامہ نگارون مین کِرسٹوفرَ مارلوَ (CHRISTOPHER MARLOWE) عظیم ترین ہے ۔ وہ نشاۃ الثانیہ کا مِثالی فرد ہے۔ کرسٹوفر مارلو ایک معمولی خاندان مین پیدا ہوا ۔ تیئیس برس کے

سن مین کیمبرج سے فارغ التحصیل ہوا اور لندن آکر گرین کی طرح غلط صحبت کا شکار ہوگیا ۔ اس مین غنائی شاعر کی اعلیٰ ترین صلاحیتین موجود تھین ۔ وہ مکمل آزاد منش انسان تھا ۔ آزاد زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ وہ آزادئ خیال کا بھی بڑا حامی تھا ؛ وہ دوستون مین اکثر کھُلّم کھُلّا عیسائیّت کی مخالفت کرتا تھا اور یونانی کفر کی حمایت کرتا تھا ۔ اس کے ممتاز ڈرامائی کردار نشاۃ الثانیہ کے نصب العین کے مطابق تمام اخلاقیات کو پس پشت ڈال کر حد سے زیادہ طاقت حاصل کرنے اور لادینی عیش اور ظلم کی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ھین ۔ یہ اس کی غنائی شاعر کی فطرت کا تقاضا بھی تھا اور مکیاویلی کے فلسفے سے اس پر چلا بھی ھوگئی تھی ۔ اُنتیس برس کے سِن مین نشے کے عالم مین وہ ایک شراب‌خانے مین کسی سے لڑ پڑا اور مارا گیا ۔

اس نے ایک طویل نظم لکھی جو نشاۃ الثانیہ کی اعلیٰ ترین مثالون مین سے ھے ۔ اس کا نام " ھیرو اینڈ لی اینڈر " (HERO AND LEANDER) ھے ۔ یہ قدیم یونان کے سنہری دور کے ایک عشق کا قصّہ ھے ۔ ھیرو ایک کنواری ھے جو محبت کے جذبے سے اچانک آشنا ھوتی ھے ؛ لی اینڈر ایک جوان لڑکا ھے جو اس پر عاشق ھوجاتا ھے ۔ دونون بڑی بڑی مصیبتون مین پڑتے ھین اور آخر مین جان سے جاتے ھین ۔ یہ یونانی قصّہ بہت معمولی ھے ۔ مارلو کی نظم مین افسانویت کی جگہ جذبات نے لے لی ھے ۔ کردارون مین اخلاقی صفات کی جگہ جذباتیّت اور اَمرد پرستی نمایان ھین ۔ اخلاقیات کا دشمن مارلوَ اپنے ھیرو اور لی اینڈر کو ریاکار دکھاتا ھے اور اس پر طنز کرتا ھے ؛ اپنی ھیروئن اور ھیرو کو نفس پرست بناتا ھے اور صنفِ نازک پر حملے کرتا ھے ؛ مرد کے حسن کی تعریف کرتا ھے ، نیپچون (NEPTUNE) دیوتا کو لی اینڈر (LEANDER) کا عاشق بناتا ھے ۔ غرض یہ نظم ھر ایسی بُرائی کی تصویر ھے جو نشاۃ الثانیہ کی آزادی سے پیدا ھوئی اور جس کے خلاف پیوریٹنون (PURITANS) نے قلم اٹھایا ۔ یہ نظم سنسنی خیزی سے پُر ھے ؛ بیانات مین معنی آفرینی حد کو پہنچتی ھے ۔ ایک اخلاقی

قصّے کو جس مین همّت اور ایثار خاص عناصر تھے، مارلوَ نے محض عیاشی کے قصّے مین تبدیل کردیا هے ، متعدد مقامات پر عُریاں نگاری بھی ملتی هے اور رکاکت کا بھی مظاهره هوتا هے ۔ مگر اِن سب کے باوجود شاعر کی اعلیٰ پیدائشی صلاحیتون پر کهین شبه نهین هوتا ۔ وه بڑا شاعر هے کیون که الفاظ اور تصوّرات کو برتنے مین وه ایک قدرتی صلاحیت دکھاتا هے؛ جهان جذبات نگاری پر آتا هے تو اس کی قوتین اعلی پایه پر نظر آتی هین ۔ سچّے عاشق پر جیسے مصرعے اس نظم مین ملتے هین ویسے اور کهین نظر نهین آتے ۔ نظم کی قوت مین اُس نے اپنے تمام هم عصرون کو مات کردیا هے ۔ افسوس هوتا هے که اُس کی بے وقت موت کی بنا پر یه نظم نامکمل ره گئی ۔ اُنیّسوین صدی مین رومانی شاعرون نے اس کی بڑی مدح سرائی کی ۔

مارلوَ کا اصل کارنامه یه تھا که اس نے اپنے عهد کے اسٹیج کو غنائی اثرات سے بھر دیا ۔ مارلو کے ڈرامون مین واقعات اور پلاٹ کا سوال نهین اٹھتا ۔ حد سے زیاده زور دار هیرو هر جگه اپنی عظیم طاقت کا مظاهره کرتے نظر آتے هین اور آخر مین قسمت کے آگے پسپا هو جاتے هین ۔ اس کا پهلا ڈرامه " ٹِمبَر لیَن " (TAMBURLAINE) هے جو ۱۵۸۷ء سے قبل شائع هوا ۔ یه ڈرامه اُس نے BLANK VERSE مین لکھا ۔ اسٹیج پر یه ڈرامه مکمل طور پر کامیاب رها ۔ اِس کی کامیابی کی وجه سے ڈرامے مین BLANK VERSE کی کامیابی مسلّم هوگئی ۔ اُس کے بعد آنے والے ڈرامه نگارون کو یه فیصله کرنے مین دقّت نهین هوئی که ڈرامے کے لئے کون سا شعری اسلوب سب سے زیاده موزون رهے گا ۔ اِس طرح مارلو نے شیکسپیر کے لئے بھی شعری اسلوب اور تکنیک کا مسئله همیشه کے لئے حل کر دیا ۔ مارلو نے تیمور کے حالات هسپانوی اور اطالوی کتابون مین پڑھے تھے اور اِن حالات نے اس کے تخیّل کو اس قدر گرمایا که اُس نے اِس پر ایک شعله فشاں ڈرامه لکھ ڈالا ۔ تیمور کا گڈریے سے ترقی کرکے دنیا کے بڑے فاتحین مین شامل هوجانا اُس کو اپنے نصب العین کے مطابق نظر آیا ؛ تیمور اُسے سکندر اور

سیزرؔ سے زیادہ بڑا نظر آیا - تیمور کی فتوحات ، اس کی طاقت اور اس کے ظلم کے واقعات ڈرامے کے مناظر بن گئے - تیمور ایسی عظیم ہستی ہوگیا جس پر عام اخلاقیات کے قوانین عائد نہین ہوتے ، وہ بربادی، قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا ہے - شہنشاہ سلطان بجازت کو پنجرے مین قید کرتا ہے اور اپنی بیوی کی موت پر ایک شہر جلوا دیتا ہے ، مگر اس کے تمام ظلم کے باوجود اس کی عظمت مسلّم ہوتی جاتی ہے - مارلو اس کے کردار مین وہ غرور دکھاتا ہے جو طاقت اور فلسفے کی بنا پر نشاۃ الثانیہ کے ہر ہیرو مین آجانا چاہئیے تھا - پورے ڈرامے سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ چون کہ تیمور فاتحِ عالمَ ہے اس لئے صحیح راہ پر ہے- مارلو نے اُس کے مظالمَ مین ایک عجیب عظمت پیدا کردی ہے - اِس ڈرامے مین تیمور انسانی قوت اور نصب العین کی حدون سے باہر نکل جانے کا اشارۃ ہو جاتا ہے -

اس نے " ٹمبرَ لین، پارٹ ٹو"(TAMBURLAINE, PART 2) دوسرا ڈرامہ لکھا جس مین تیمور کا مصر کی شاہزادی زینوَ کرپٹی سے غیرمعمولی محبت کا مظاہرہ دکھایا گیا - زینو کرپٹی پریشان حال اُس کے سامنے آتی ہے اور اپنے باپ کے لئے معافی کی التجا کرتی ہے - اس کو دیکھتے ہی تیمور اس پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس کی مدح مین غنائی اور جذباتی تاثرات سے پُر لمبی تقریر کرنے لگتا ہے - یہ وہی ظالم ہے جس نے عورتون کو بھالون پر ٹانگ دیا تھا ، شہر جَلوائے تھے اور کھوپڑیون کے مینار تعمیر کئے تھے - اس کے حوصلے کی انتہا نہین ہے اور اس کا بے پایان شوق دونون ڈرامون کے ہر منظر مین دکھائی دیتا ہے- دونون ڈرامے ایک ہی ہین اور ان مین ہیرو ہر جگہ موجود ہے - عجیب عجیب مناظر سامنے آتے ہین- سب سے شاندار منظر وہ ہے جس مین تیمور کی گاڑی دو بادشاہ کھینچ رہے ہین - تیمور اُن کو کوڑے مارتا اور برا بھلا کہتا جاتا ہے - ڈرامائی لحاظ سے ان دونون ڈرامون مین کچھ نہین ہے - تیمور کی ہر منظر مین موجودگی اُکتا دیتی ہے - مگر مارلوَ کی شاعری کی گرمی نے ڈرامہ دیکھنے والون کے تخیّل مین آگ لگادی اور آج بھی

ہم کو اس کی زورِ طبع کے کرشمے متاثر کرتے ہیں ۔ ان ڈراموں میں بلینک ورس یعنی نظم معریٰ پہلی دفعہ اپنے پورے شکوہ کے ساتھ استعمال ہوئی ۔ مارلو ان ڈراموں کے پرولوگ (PROLOGUES) میں اپنے دور کے مُقفّیٰ نظم میں ڈرامہ لکھنے والوں کا مذاق اُڑاتا ہے ۔ ان ڈراموں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ انگریزی ڈرامے کو جس قسم کی نظم کی ضرورت تھی وہ اسے مل گئی ۔ مارلو کے بڑے شاعر ہونے میں کوئی شک نہ رہا ، وہ ڈراموں کے بعد ڈرامے لکھتا گیا ۔ ان میں زور دار مناظر اور غنائی اور خطابت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تقریروں کے سوا کچھ نہ تھا مگر ان کی خاص و عام میں مقبولیت نے ایک نیا عالم بنا دیا اور عوامی مذاق ایک حد تک بدل گیا ۔

مارلو کا تیسرا ڈرامہ " ڈاکٹر فاؤسٹس " (THE TRAGICAL HISTORY OF DOCTOR FAUSTUS) اس کا شاہکار مانا جاتا ہے ۔ یہ ۱۶۰۱ء یا ۱۶۰۴ء میں شائع ہوا ۔ اس میں اُس نے جرمنی کے عالِم فاؤسٹس (FAUSTUS) کو ہیرو بنایا ہے جو تمام علوم حاصل کرنے کے بعد جادوگر ہو جاتا ہے اور چوبیس برس کی دنیاوی خوشیوں اور ہر قسم کے عیشوں کے بدلے شیطان کے ہاتھ اپنی روح فروخت کر دیتا ہے ۔ فاؤسٹس کی عیش پرستی کی حد وہاں پہنچتی ہے جہاں وہ یونانی ہَیلِن (HELEN) کی روح کو طلب کرتا ہے اور اس روح کے ورود پر اُس کے حسن کی تعریف میں ایک اعلیٰ درجے کی غنائی تقریر کرتا ہے ۔ اس میں غنائی شاعری کمال پر دکھائی دیتی ہے ۔ مگر فاؤسٹس کو معاہدے کے مطابق اپنی روح شیطان کے حوالے کرنا ہی ہے اور ڈرامے کے آخری مناظر میں ایک خوفناک کشمکش دکھائی گئی ہے ۔ مارلو مُنکرِ دین تھا مگر شاید اسے بھی انکار سے خوف کے دَوروں سے ہمکنار ہونا پڑتا ہو ۔ غرض اس ڈرامے کے آخری منظر میں کفر و ایمان کے درمیان جو کشمکش دکھائی گئی ہے وہ اس دَور کی ڈرامہ نگاری کا کمال ہے ۔ فاؤسٹس کی کمال نااُمیدی، آسمانی بادشاہت کا تصوّر قائم کرنا اور شیطان کا اُسے برابر ستانا ایک ایسا ڈرامائی عالم پیدا کرتا ہے جس کے کمال تک شیکسپیر بھی نہ پہنچ سکا ۔ مارلو مکمل ڈرامے تخلیق

کرنے مین ناکام ہے مگر ڈرامائی منظر نگاری مین اس کا کمال مسلّم ہے ۔ مارلو کی بے دینی اور اس کے شدّت کے ساتھ اظہار سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ مکمل طور پر لادین نہ تھا ۔ اصل مین نشاۃ الثانیہ کے ہر عالِم کی طرح کفر و ایمان کی کشمکش اُس کے دل مین بھی برپا تھی جو اس ڈرامے کے آخری مناظر مین کمال زور کے ساتھ سطح پر آگئی ۔

اس کے بعد مارلو نے " جیُو آف مالٹا " (JEW OF MALTA) لکھا جس پر کِڈ (KYD) کا اثر خاصا نمایان ہے ۔ اس کا ہیرو، مالٹا (MALTA) کا یہودی بَراباس (BARABAS) عیسائی لوگون کے ظلم سے تنگ آکر پاگل ہو جاتا ہے وہ مکیاویلی (MACHIAVELLI) کا اشارہ بن جاتا ہے ، چالبازیان کرتا ہے، جرائم پر جرائم کرتا جاتا ہے، مالٹا پر ترکون کو قبضہ دلوا دیتا ہے اور پھر ترکون کے ساتھ غدّاری کرکے خود پانی کے اُبلتے ہوئے کڑھاؤ مین گر جاتا ہے ۔ اِس ڈرامے مین ایک پلاٹ ضرور ہے اور ہیرو کے علاوہ بھی ایک کردار مراکشی غلام اِتھامُور (ITHAMORE) کا ہے جو بَراباس کا ساتھی ہے اور ظلم اور جور مین اپنا ثانی نہین رکھتا ۔ یہ مَیلو ڈرامے کی مثال ہے اور یہان مارلو اپنے مخصوص رجحان سے الگ دکھائی دیتا ہے ۔ بَراباس بہت مالدار ہے اور سب مین پہلے اسے اپنی دولت کے درمیان خوش و خرّم دکھایا گیا ہے ۔ مارلو اس کی شان و شکوہ کو پوری طرح واضح کرتا ہے ۔ عیسائی گورنر کے سامنے اس کے قومی غرور کا مظاہرہ شاندار ہے ۔ مارلو اور یہودی ایک نظر آتے ہین مگر بعد مین وہ جرائم پیشہ ہو جاتا ہے مگر اس کے جرم بھی شاندار رہتے ہین ۔ مارلو کی انفرادیت کا اثر اس ڈرامے مین بھی بڑا نمایان ہے ۔

اس نے دو نامکمل ڈرامے بھی چھوڑے ہین مگر ڈرامائی فَن کے لحاظ سے اس کا بہترین ڈرامہ تاریخی ٹریجیڈی " ایڈورڈ دی سیکنڈ " (EDWARD II) ہے جو ۱۵۹۲ء مین اسٹیج پر پیش کیا گیا ۔ اس مین ایڈورڈ دوم کے دور کو اِس طرح ایک مکمل ڈرامائی قصّے مین تبدیل کیا گیا ہے کہ تاریخی ڈرامہ نگاری کی مثال قائم ہوگئی ہے ۔

ایڈورڈ کی گیوسٹن (GAVESTON) سے غیر فطری محبت مرکزی واقعہ ہے جس کی بنا پر اس کی ملکہ اِزابیلا (ISABELLA) اس سے ناراض ہوکر علیحدہ ہو جاتی ہے اور اپنے عاشق مورٹیمر (MORTIMER) کے ساتھ مل کر انقلاب لاتی ہے ۔ ایڈورڈ کو کیلنگ ورتھ (KILLINGWORTH) کے قلعے مین قید کردیا جاتا ہے جہان وہ قتل کردیا جاتا ہے ۔ آخری مناظر مین وہی زور ہے جو " فاؤسٹس " (FAUSTUS) کے آخری مناظر مین ہے ۔ اس ڈرامے مین غنائی تقاریر بہت کم ہین اور مکالمہ صحیح ڈرامائی انداز کا حامل ہے ۔ ایڈورڈ کا کردار بالکل تاریخی ہے ۔ اس کی بد دِلی، امرد پرستی اور جذباتیت خوب دکھائی گئی ہے ۔ مارٹیمر، مارلو کے دوسرے ہیروؤن کے قریب آجاتا ہے مگر واقعاتی سطح پر رہتا ہے ۔ ملکہ کا کردار بالکل ناکام ہے اور یہ واضح کردیتا ہے کہ مارلو عورتون سے بالکل واقف نہ تھا ۔ اس کا اپنی جنس سے غیر فطری محبت کا رجحان بھی ایڈورڈ کے کردار مین جھلکتا ہے اور بعض جگہ بے حیائی کے ساتھ نمایان کیا گیا ہے ۔ ڈرامائی تعمیر مین بھی یہ مارلو کے دوسرے ڈرامون سے بہتر ہے ۔ اس کی کمزوریان بھی نمایان ہین مگر اس ڈرامے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو جلد صحیح ڈرامہ نگاری پر آجاتا اور شاید اس صنف کے عظیم شاہکار پیش کر جاتا ۔

غرض شیکسپیر کے پیشروؤن مین اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے ۔ وہ بہت بڑا شاعر تھا جس کا اپنا الگ نظریۂ حیات تھا ۔ اس نے ڈرامہ نگاری مین ایک خاص گرمی پیدا کردی اور شاعرانہ ڈرامے کی اہمیت کو دلون پر جمادیا ۔ اس کے ہیرو انفرادی وقعت کی خاص مثالین بن گئے اور آئندہ ڈرامے کے ہیرو اس کا اثر لے کر وجود مین آئے ۔ اس نے تاریخی ڈرامہ نگاری کی بنیاد رکھی اور نظم مُعرّیٰ یا بلینک ورس کو ڈرامہ نگاری کے لئے موزون ترین ثابت کردیا ۔ اس اثر کی نوبت اس حد تک ہے کہ آج کل ایک امریکی عالم یہ ثابت کر رہا ہے کہ مارلو مارا نہین گیا تھا بلکہ چھپا دیا گیا تھا اور وہ ڈرامے لکھتا رہا جو ایک ایکٹر شیکسپیر کے نام سے پیش ہوتے رہے

چنان چہ شیکسپیر کے ڈراموں کا مصنّف اصل میں مارلو ہی ٹھہرتا ہے ۔ اس نظریے کی صداقت بہت مشکوک ہے مگر مارلو کی عظمت اپنی جگہ پر مسلّم ہے ۔ مارلو رومانی فطرت کی اہم ترین مثالوں میں سے ہے ۔ وہ شیکسپیر ہی کا نہیں بلکہ بائرن (BYRON) اور شیلی (SHELLEY) کا بھی پیشرو ہے ۔ اس کے ہیرو نشاۃ الثانیہ کے بہترین نمونے ہیں اور وہ خود بھی نشاۃ الثانیہ کے نمائندوں میں سب سے زیادہ مثالی ہے ۔

باب ہشتم

نثر نگاری انجیل اور لارڈ بیکن

۱۵۷۸ تا ۱۶۲۵ء

نثری ادب پر لیلی اور سِڈنی کی نثر کا اثر غالب رہا جو اصل مین شاعرانہ نثر ھے ، تاھم اس دور مین صحیح نثر کی شکل جو نظم سے مختلف بلکہ متضاد تھی بارے مستحکم ھوئی اور نثر کے ایسے شاھکار وجود مین آئے جو ھمیشہ انگریزی نثر پر اثر انداز ھوتے رھین گے ۔ ڈرامہ نگاری نے نثر کے سلسلے مین بڑی مدد کی ۔ لیلی اور اس کی رواں نثر کا ذکر آچکا ھے اور شیکسپیر (SHAKESPEARE) اور بن جونسن (BEN JONSON) کی نثر کا ذکر آگے آئے گا ۔ یہاں دیکھنا ھے کہ کچھ قومی تحریکون نے نثر کو ترقی دی اور پھر ایک فرد لارڈ بیکن (LORD BACON) نے ، جو نثر نگاری کے لئے ھی پیدا ھوا تھا ، اسے عروج کمال پر پہنچا دیا [1] ۔

ملکہ الزبتھ کے عہد ھی مین پیوریٹن* (PURITANS) کا زور بندھنے لگا تھا اور انھون نے نشاۃ الثانیہ کے ساتھ آئی ھوئی بدعنوانیون کو دبانے کی کوشش شروع کردی تھی ۔ جو ادب نشاۃ الثانیہ سے سب سے زیادہ متاثر تھا اس پر پیوریٹن نے پہلے حملہ کیا ۔ ۱۵۹۷ء مین ایک پیوریٹن اسٹیفن گوسن (STEPHEN GOSSON ؛ ۱۵۵۴ء تا ۱۶۲۴ء) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام

---

* انگریز پروٹسٹنٹ جماعت جو ملکہ الزبتھ اوّل کے زمانے مین کلیسا کی اصلاح کو نامکمل سمجھتی تھی ۔

" اسکول آف ابیوز " (SCHOOLE OF ABUSE) تھا اور جو ۱۵۷۹ء مین منظر عام پر آئی - اس مین لادینی ادب پر صاف حملہ تھا ، شاعرون کو بِین بجانے والون ، اداکارون ، مسخرون اور اِسی قبیل کے ناکارہ اور پست لوگون کا ہمسَر دکھایا گیا تھا ؛ شاعرون کو جھوٹون کا باپ اور شاعری کو مُخربِ اخلاق ثابت کیا گیا تھا ؛ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ شاعری قُویٰ کو مضمحل کرتی ہے اور قوم مین نسائیّت پیدا کرتی ہے - اس کتاب کا انتساب سر فلپ سڈنی کے نام تھا - اس کے شائع ہونے پر تمام ادیبون نے اس کی رَد مین تحریرین لکھین - ٹامَس لوَج (THOMAS LODGE) نے فوراً ہی ایک عالمانہ جواب لکھا جس کا نام " اے ڈفنس آف پلِیَز " (A DEFENCE OF PLAYS) تھا جو ۱۵۸۰ء مین شائع ہوئی - سڈنی نے غور کے بعد اطمینان سے ایک طویل مضمون لکھا جس کا نام " اپن اپولوجی فار پوئٹری " (AN APOLOGIE FOR POETRIE) ہے - یہ غالباً ۱۵۸۰ء مین جب ملکہ اس سے عارضی طور پر ناراض تھی ، لکھا گیا تھا اور اس کے مرنے کے عرصے بعد ۱۵۹۵ء مین شائع ہوا - یہ سڈنی کے " آرکیڈیا " (ARCADIA) والے طرز سے بالکل مختلف طرز مین ہے اور انگریزی مین تنقید نگاری کا پہلا شاہکار ہے -

اِس مضمون کو سڈنی نے سچّی نثر مین بڑے لطف کے ساتھ شروع کرنے کے بعد شاعری کا ایک بہت ہی اعلیٰ تصوّر پیش کیا ہے ، شاعر کو معمارِ جہان اور معاشرے کے لئے معلّمِ اخلاق بتایا ہے ، قدیم اور جدید مصنّفین سے اقتباسات لے کر اس دعوے کو مستحکم کیا ہے ؛ شاعر کو مورّخ سے ، جو محض حقیقت سے سروکار رکھتا ہے ، فلسفی سے جو محض خیالات مین گم رہتا ہے ، اور مُدرّسِ اخلاق سے جو دوسرون کی غلطیان نکالنے مین محو رہتا ہے بہتر بتایا ہے - شاعر اِن سب کا کام بڑی خوبی سے اور خوب صورتی کے ساتھ انجام دیتا ہے - پھر شاعری کے خلاف اعتراضات کا جواب دیا ہے اور یہ ثابت کردیا ہے کہ شاعری بجائے بزدل بنانے کے بہادری اور ہمت کو فروغ دیتی ہے یہان تک کہ " چیَوی چیَز " (CHEVY CHASE) ایسے معمولی بیلڈ (BALLAD) بھی اِس کام مین مدد کرتے ہوئے

دکھائی دیتے ہین ؛ افلاطون کی شاعرون کی مخالفت کو واضح کرتے ہوئے یہ سمجھایا ہے کہ افلاطون خود شاعر تھا ۔ آخری حصّے مین اُس نے اپنے ملک کے ادب کا ذکر کرتے ہوئے یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ پست درجے پر ہے ۔ یونانی شاعرون اور ارسطو کے اصول اس کے سامنے ہین اور ان کی نظر سے دیکھتے ہوئے وہ اپنے قومی ادب کو کوئی خاص اہمیت نہین دیتا مگر وہ امید کرتا ہے کہ آگے اس ادب کے ترقی کرنے کی بڑی گنجائش ہے ۔

سڈنی کا یہ مضمون تنقید نگاری کے سلسلے مین اس لئے اہم ہے کہ انگریزی کی پہلی تصنیف ہے جو محض بیان و بدیع کے دائرے سے باہر آکر ادبی مسائل کو اُس وسعت اور گہرائی کے ساتھ واضح کرتی ہے جو تنقید نگاری کی جان ہے ۔ شاعری کے سلسلے مین تمام مسائل پر بسیط نظر ڈالی گئی ہے اور بحث اور وضاحت کے ذریعے ان کو مستحکم کیا گیا ہے ۔ نشاۃ الثانیہ اپنے ساتھ یونانی اور لاطینی قدما کے اصول لائی تھی ۔ سڈنی ان کو بڑی اہمیت دیتا ہے، ان کو خوب سمجھتا ہے اور ان کے حساب سے نہایت غیر جانب دارانہ تنقید کرتا ہے ۔ اپنے دور کی بے راہ روی اور بلا ضرورت بناوٹ کو مطعون کرتا ہے حالاں کہ وہ خود اِس جرم کا مرتکب ہے ۔ وہ قدما کے رنگ پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے اور ان پر چلنے ہی سے ترقی کی راہ کو پانے کا امیدوار ہے، مگر وہ اپنے ملک اور اپنے دور کے ادب کا صحیح اندازہ لگانے سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ ادب کو قومی کردار سے ہم آہنگ نہین کر پاتا ۔ اس لئے ہم اُسے محض قدما کا ہیرو کہین گے اور اس کی تنقید کو جدّت سے دور پائین گے ؛ اسے قومی تنقید کا موجد نہین مانا جاسکتا ۔

نثر نگاری کے لحاظ سے یہ تصنیف بہت دل چسپ ہے ۔ اس مین سڈنی نے اپنا رنگین طرز بالکل چھوڑ دیا ہے ۔ وہ ہر قسم کی بناوٹ کا مذاق ہی نہین اُڑاتا بلکہ اس سے عملی طور پر اجتناب کرتا ہے ۔ بحث کا رنگ الگ ہے اور وضاحت کا الگ ، اور سب پر نثریت کا اثر نمایان ہے ۔ بعض بعض جگھون پر ایک لطیف مزاح بھی کھیل جاتا ہے جو نثریت کے احساس مین اضافہ کرتا ہے اور

تنقیدی نثر کا سنگ بنیاد رکھ جاتا ھے ۔

سڈنی کی تصنیف کے علاوہ بھی کچھ اچھے تنقیدی مضامین چھاپے گئے ۔ زیادہ تر اس امر پر بحث رھی کہ مقفّیٰ اور غیر مقفّیٰ اشعار مین کن کو ترجیح دی جائے۔ ولیم وَیب (WILLIAM WEBB) نے اپنی " اے ڈِسکورس آف انگلش پوئٹری" (A DISCOURSE OF ENGLISH POETRY) مین غیر مقفّیٰ نظم کی زوردار طرف داری کی ۔ جارج پوٹن ھام (GEORGE PUTTENHAM) نے "دی آرٹ آف انگلش پوئزی" (THE ART OF ENGLISH POESIE) مین دونون طرف کی بحثون کا طویل جائزہ لیا اور ایک توازن قائم کرنے کی کوشش کی ۔ ٹامَس کمپِیَن (THOMAS CAMPION ، متوفی ۱۶۱۹ء) نے " آبزرویشنز اون دی آرٹ آف انگلش پوئزی " (OBSERVATIONS ON THE ART OF ENGLISH POESIE) مین قافیے کی سخت مخالفت کی ۔ اس تمام بحث کی سب سے عمدہ تصنیف جس نے اِس بحث کو ختم کردیا اور جو مخصوص موضوع پر تنقید مین دائمی اضافہ ھے ، سیموئل ڈینیَل (SAMUEL DANIEL؛ ۱۵۶۲ء تا ۱۶۱۹ء) کی "ڈفنس آف رائم" (DEFENCE OF RHYME) شائع شدہ ۱۶۰۱ء ھے ۔ قافیے کی ضرورت کے سلسلے مین اُس نے جو کچھ کہا ھے وہ نہایت صحیح ، ٹھیک اور دل چسپ ھے ۔ اس کے اقوال آج بھی حرفِ آخر ھین ۔ ڈینیَل قدما کا پیرو ھے مگر اُن کا غلام نہین ھونا چاھتا ۔ وہ نہایت متوازن اور معقول تنقید پیش کرتا ھے ۔ مزاجاً وہ نثر نگاری کے لئے زیادہ موزون تھا اور اس کی نثریّت سچّی نثر کی کامل مثالون مین سے ھے ۔

رچرڈ ھوکر

ادبی بحثون سے زیادہ مذھبی بحثون نے نثر کے ارتقا مین حصّہ لیا ۔ ھمین اِس دور مین ایسے پمفلٹ بکثرت ملتے ھین جو "کَیلوِنِسٹ"※

※ پروٹسٹنٹ قائدین مین کَیلوِن (CALVIN) کے پیرو 'کَیلوِنِسٹ' کہلائے۔ ان ھی کو پیوریٹن (PURITAN) بھی کہا جاتا ھے۔ اینگلیکن کلیسا انگلستان کا قومی کلیسا ھے۔ یہ فرقہ بھی پروٹسٹنٹ کلیسا کی ایک شاخ ھے

(CALVINIST) اور اینگلیکن (ANGLICAN) کلیساؤن کی طویل بحث کے سلسلے مین لکھے گئے ۔ یہ بحث جس کو " مارٹن مار پریلیٹ کنٹروورسی " (MARTIN MARPRELATE CONTROVERSY) کے نام سے یاد کیا جاتا ھے، پانچ برس تک متواتر چلی ۔ دونون طرف سے گمنام تصانیف شائع ہوتی رھین ۔ اس مین ٹامس نیش (THOMAS NASHE) جیسے ادیبون نے حصّہ لیا ۔ اکثر شراب خانون مین بحثین ہوتین ، وعظ کئے جاتے ۔ آخرکار سرکاری حکم سے مارٹن کے طرف دارون کو پھانسی دے دی گئی اور ھر قسم کی بحثون کو غیر قانونی قرار دیا گیا ۔

ان سب بحثون مین سے ایک نہایت متوازن اور شاندار تصنیف وجود مین آئی ۔ اینگلیکنزم (ANGLICANISM) کی طرف داری مین رچرڈ ھوکر (RICHARD HOOKER ؛ ۱۵۵۴ (؟) تا ۱۶۰۰ء) نے اپنی " آف دی لاز آف اکلیزیاسٹیکل پولیٹی "(OF THE LAWS OF ECCLESIASTICAL POLITIE) لکھی جو سنجیدہ بحث اور انگریزی نثر دونون کا شاھکار ھے ۔ ھوکر ایک غریب گھر کا لڑکا تھا مگر بچپن ھی مین وہ اتنا ذھین نکلا کہ اسے آکسفورڈ بھیجا گیا جہان اس کے علم اور عقائد دونون پختہ ہوئے ۔ اس نے کلیسا کی ملازمت اختیار کرلی اور اس ملازمت مین ترقی ڈھونڈھنے کے بجائے اس نے دیہات مین اپنا تقرر کرایا اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے لگا ۔ اُس کی بیوی بہت بدمزاج تھی مگر وہ اپنا سارا وقت پڑھنے مین یا اصلاحی کامون مین گزارتا تھا ۔ وہ ولی اللّٰہ مانا جاتا تھا اور اس نے اپنا زندگی بھر کا حاصل اس امر کو سمجھا کہ اینگلیکنزم (ANGLICANISM) کی بنیادون کو ھمیشہ کے لئے مستحکم کر جائے ۔

اصل مین اس کی کتاب پیوریٹنون کو سمجھانے کے لئے ھے جو اپنی انتہا پسندی مین محض انجیل کو اھمیت دیتے تھے، اس کے احکام سے الگ ہونے کو بدعت سمجھتے تھے ۔ وہ سمجھاتا ھے کہ خدا نے اپنی تعلیم کے دو ذریعے رکھے ھین، ایک انجیل اور دوسری عقل ۔ جہان ان دونون مین اختلاف ہو وھاں عقل پر عمل کرنا

چاھئیے ۔ عقل کو وہ خدا کا پہلا بچّہ کہتا ہے : خدا کی سب سے اہم صفت عقل ہے ؛ خدا کے قانون عقلی ہیں ؛ خدا انتہائے عقل ہے ؛ انجیل میں وہ باتیں ہیں جو عام عقل سے بالاتر ہیں مگر ان ہی کو تمام روشنی سمجھنا غلطی ہے ۔ پاپائیت کلیسا کو عقل پر ترجیح دیتی ہے ؛ پیوریٹنزم انجیل کو عقل پر ترجیح دیتی ہے ۔ اینگلیکنزم سب کا امتزاج ہے ، یہ گرجے کو مانتی ہے ، انجیل کو مانتی ہے مگر عقل کو سب پر ترجیح دیتی ہے ۔ اِن اصولوں کو قائم کرکے وہ اپنے مخصوص مذہب کی طویل صفائی پیش کرتا ہے ۔ یہ کتاب خیالات کے لحاظ سے محض اینگلیکنزم پر چلنے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مذہب کے اُس شخص کے لئے مشعلِ راہ ہے جو مذہب میں سچّی دل چسپی رکھتا ہو ۔

اس میں انگریزی نثر کو ایک معیار پر لایا گیا ہے ؛ اس کی زبان عالموں کی ثقالت اور عوام کی رکاکت دونوں سے پاک ہے ۔ زبان پر لاطینی کا اثر بہت زیادہ ہے اور اس زبان کے الفاظ کی کثرت نظر آتی ہے اور بیشتر جملوں کی ساخت بھی لاطینی سے متاثر ہے ۔ مگر یہ سب معیار بلند کرنے کے ذریعے ہیں جن کو آئندہ نثر نگاروں نے بھی تسلیم کیا ۔ اس نثر کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ہر جگہ عقل کی تابع ہے ۔ اس میں ایک چمک اور ایک آہنگ ہے ، اس میں رنگ آتے ہیں مگر عقل کے تابع رہتے ہیں ؛ یہ انگریزی نثر کو قدما کی نثر کے ہمدوش کر دیتی ہے ۔

یہی نثر ہمیں ہُوکرؔ (HOOKER) کے وعظوں میں بھی ملتی ہے حالاں کہ وعظوں کی نثر کا مقصد عقل سے زیادہ ضمیر پر اثر ڈالنا ہے ۔ واعظوں میں ھوکرؔ سے زیادہ بشپ لانسلوٹ اینڈ ریوز (LANCELOT ANDREWES ؛ ۱۵۵۵ء تا ۱۶۲۶ء) کو مقبولیت حاصل ہوئی ہے ۔ اُسے 'عرش کا فرشتہ' اور 'واعظوں کا ستارہ' کہا گیا ۔ وہ پندرہ زبانوں سے واقف اور تمام فلسفے پر حاوی تھا ۔ وہ اپنے ذہن اور نیکی دونوں کے لئے مشہور ہوا ۔ اُس کی نثر میں رنگ آمیزی بہت زیادہ ہے ۔

انجیل کا ترجمہ

اس دور کی سب سے اچھی نثری تصنیف ، جس کو انگریزی نثر کی سب سے اچھی کتاب کہا جاتا ہے ، انجیل کا ترجمہ ہے ۔ شاہ جیمس اوّل نے بشپ لانسلوٹ اینڈ ریوز کی ماتحتی مین سینتالیس عالمون کی ایک انجمن بٹھائی جس نے ۱۶۱۱ء مین انجیل کا وہ ترجمہ پیش کیا جو سب مین مقبول ہوا اور آج بھی ہر فرقے کے عیسائی استعمال کرتے ہین ۔ عام رائے یہ ہے کہ اگر خدا انجیل کو انگریزی مین نازل کرتا تو اُس کی زبان وہی ہوتی جو اِس ترجمے کی ہے ۔

یہ انجیل کا انگریزی مین پہلا ترجمہ نہین ہے ۔ پہلے ویکلِف (WYCLIFFE) نے بیشتر حصّون کے ترجمے کئے تھے اور پھر وقتاً فوقتاً بہت سے اور لوگون نے ترجمے کئے ۔ اِن سب ترجمون کو جمع کرکے ان مین سے بہترین کو چھانٹا گیا اور اس مین اضافے کرکے یہ ترجمہ مکمل کیا گیا ۔ معلوم یہ ہوا کہ ویکلف، ولیم ٹِنڈیل (WILLIAM TINDALE یا TYNDALE، متوفی ۱۵۳۶ء) اور مائلِس کوورڈیل (MILES COVERDALE؛ ۱۴۸۸ء تا ۱۵۶۸ء) نے ایک مخصوص قسم کی زبان دریافت کی تھی ۔ یہ انگریزی زبان کے دل مین پوشیدہ مذہبی جذبات سے ہم آہنگ عام زبان سے قریب زبان تھی ۔ اس کو قائم رکھنے اور تمام انجیل کو اسی کے معیار پر ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ۔ پھر انجیل کی عبرانی زبان کی کچھ اہم خصوصیات تھین جنھون نے اس ترجمے کو اعلیٰ بنانے مین مدد کی ۔ اس مین ایک آفاقیّت تھی جس کی بنا پر معمولی سے معمولی آدمی اور بڑے سے بڑا عالِم اس سے اپنی طرح پر سمجھ کر لطف اندوز ہوسکتا تھا ؛ دوسرے اس مین ایک رنگ تھا جس کی بنا پر ہر چیز کی، جو اس مین بیان ہوئی ہے، تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے ۔ تیسرے اس مین ایک سادگی ہے جس کی بنا پر ترجمے کرنے والون کو محض الفاظ ڈھونڈھ کر رکھ دینے کے سوا اور

کچھ نہ کرنا پڑا - چوتھے اس مین ایک ترنّم ھے جو ھر زبان مین ھوتا ھے ، اس لئے ھر زبان کے ترجمے مین لایا جاسکتا ھے - غرض اس قسم کے تمام اثرات نے مِل جُل کر انجیل کے ترجمے کی زبان کا معجزہ دکھایا - مگر یہ زبان معجزہ ھی ھے- یہ سمجھنے سمجھانے سے زیادہ محسوس کی جاسکتی ھے - اس کو پڑھتے ھی یہ محسوس ھوتا ھے کہ نثر کیا ھونی چاھئیے اور اس مین خوب صورتی کس حد تک پیدا کی جاسکتی ھے -

اس نثر کا انگریزی ادب پر بہت گہرا اثر پڑا - یہ وہ زبان بن گئی جس کو ھر شخص نے سب مین پہلے سیکھا ، چنان چہ شاید ھی کوئی شاعر یا نثر نگار ایسا ھو جس کے رنگ مین انجیل کی زبان کا رنگ نہ مِلا ھوا ھو - اکثر نے اس کا غلط اثر لے کر اپنی نثر مین بے جا رنگینی پیدا کرلی مگر اس کے اثر سے زیادہ تر انگریزی نثر ایک مخصوص قسم کا فن ھوگئی جو ادائے مطالب کا سادہ اور کارآمد ذریعہ ٹھیری -

فرانسس بیکن

جو شخص انگریزی نثر کو اُس درجے پر لایا جس پر چَوسَر نے انگریزی شاعری کو پہنچایا اور جو نثر نگاری مین ھمیشہ سب سے زیادہ اھم رھے گا وہ فرانسِس بیکَن ھے - وہ نشاۃ الثانیہ کے بہترین نمائندون مین سے ھے - فلسفے اور ادب دونون مین اِس کا وہ مقام ھے کہ اس کا شمار دنیا کی عظیم ترین ھستیون مین ھوتا ھے -

وہ ١٥٦١ء مین پیدا ھوا - اس کا باپ ملکہ الزبتھ کا لارڈ کِیپَر تھا - بچپن ھی سے وہ بڑا سنجیدہ تھا اور ملکہ اسے 'میرے نوجوان لارڈ کِیپر' (MY YOUNG LORD KEEPER) کہا کرتی تھی - اس نے کیمبرج مین تعلیم پائی اور یہین اُسے محسوس ھوا کہ ارسطو کے زمانے سے رائج سوچنے کا طریقہ غلط ھے اور اس نے تمام علوم کو مکمل طور پر حاصل کرکے تمام فلسفے کی اَزسرِنو بنیاد رکھنے کا تہیّہ کیا - دو برس تک وہ فرانس مین رھا اور وھان سے آکر

بیرسٹر کا پیشہ اختیار کیا ۔ ۱۵۸۳ء مین وہ پارلیمنٹ کا رکن بنا اور سیاسیات مین انہماک کے ساتھ حصّہ لیتا رہا ۔ لارڈ بَرلے اس کا خالو تھا اور بیکن نے اس کی مدد سے ترقی کرنے کی کوشش کی۔ پھر اس نے ارل آف ایسِکس (EARL OF ESSEX) سے دوستی کی اور کافی فائدہ اٹھایا ۔ مگر جب ملکہ الزبتھ ایسکس سے ناراض ہوئی تو اس نے اس کے خلاف قانونی کارروائی مین حصّہ لیا ۔ اُس کی یہ حرکت نہایت درجہ رکیک تھی اور اس کے کردار پر ہمیشہ ایک بدنما داغ رہے گی ۔ اُسے عہدے مین ترقی کے بڑے مواقع ملے؛ ۱۶۰۳ء مین اسے سَر کا خطاب ملا ، ۱۶۰۷ء مین وہ سولیسیٹر جنرل (SOLICITOR GENERAL) اور ۱۶۱۳ء مین اٹارنی جنرل (ATTORNEY GENERAL) ہوا ۔ اب اسے شاہ جیمس اوّل کا قرب حاصل ہوا اور وہ ۱۶۱۷ء مین لارڈ کیپر(LORD KEEPER)، ۱۶۱۸ء مین لارڈ چانسلر (LORD CHANCELLOR) اور ۱۶۲۱ء مین وائی کاؤنٹ سینٹ البَنس (VISCOUNT ST.ALBANS) ہوا ۔ اسی سال وہ رشوت لینے کے الزام مین پکڑا گیا اور اُسے سزا ہوگئی۔ ۱۶۰۶ء مین اس نے ایک رئیس بیوہ سے شادی کرلی ، مگر اس کی ازدواجی زندگی نہایت تکلیف دہ تھی؛ وہ اپنا زیادہ وقت علمِ حاصل کرنے اور تصنیف و تالیف مین گزارتا تھا ۔ اس کا کردار عجیب وغریب ھے ۔ ایک طرف وہ بڑے اعلیٰ ذھنی درجے پر نظر آتا ھے اور دوسری طرف بڑے پسّت اخلاقی درجے پر ۔ اُس کو پوپ نے سب سے زیادہ عقل مند ، سب سے زیادہ شان دار اور سب سے زیادہ کمینہ انسان کہا ۔ لِٹن اسٹریچی(LYTTON STRACHEY) نے اسے سانپ سے تشبیہ دی جو علم کی بین کو سُن کر اپنا سَر اٹھاتا ھے اور اس کی خوبی مین محو ھو جاتا ھے مگر جو زمین والا ھی ھے، زمین مین چھُپ کر دوسرون کی ایڑی ڈَسنے کو اپنی فطرت سمجھتا ھے۔ اس کے ذھنی کردار کی علویت اور اخلاقی کردار کی پستی تعجب انگیز ھے۔

ذھنی اعتبار سے اس سے زیادہ عظیم ھستی کم ھی نظر آئے گی ۔ اس نے فلسفے مین انقلاب پیدا کردیا اور اس طریقے کا موجد ہوا جس کو استقرا (INDUCTION) کہتے ھین اور جس پر

آج تمام سائنسوں کی بنیاد ھے ۔ اس سلسلے مین اس کا خلوص بڑا ھی اھم ھے ۔ اُس نے دیکھا کہ "اسکولاسٹک"* (SCHOLASTIC) طریقہ فرسودہ ھوگیا اور یہ صحیح خیالات اور صحیح نتائج تک رھنمائی کرنے کے بجائے محض الفاظ کا پھیر ھو جاتا ھے ۔ ارسطو کی ایجاد کردہ منطق حقیقت تک نہین پہنچاتی ۔ اُسے محسوس ھوا کہ وہ حقیقت کو سوچنے کی مخصوص صلاحیّت رکھتا تھا۔اس مین تحقیق کا زبردست شوق ، رائے قائم کرنے کے لئے صبر و استقلال ، غور و فکر کا مادّہ، راضی ھونے سے پہلے احتیاط ، غلطی کو جلد صحیح کرنے کی صلاحیّت ، خیالات کو محنت سے ترتیب دینے کا سلیقہ موجود تھا ۔ اِس اعتماد کے ساتھ اُس نے اپنی نئی منطق کو ۱۶۲۰ء مین پیش کیا ۔ اس نے لاطینی مین " نُووَم آرگَینَم " (NOVUM ORGANUM) لکھی ۔ یہ فلسفے کا عظیم شاھکار ھے اور ۱۶۲۰ء مین شائع ھوئی ۔ اُس نے بتایا کہ تمام علوم ایک ھین اور ان کا مقصد عملی ھے ۔ انسان کی زندگی کا حاصل یہ ھے کہ وہ فطرت کا مطالعہ کرے اور اس سے اپنے مفاد کے لئے نتائج اخذ کرے ۔ اِس حالت تک پہنچنے کے لئے اسے جہالت اور غلطی کا مقابلہ کرنا پڑے گا ۔ انسان نے کچھ ذھنی بُت بنا رکھے ھین جن سے وہ حقیقت تک نہین پہنچتا ۔ صحیح طریقہ یہ ھونا چاھئیے کہ انسان قدرت کا مطالعہ کرنے مین غیر جانب دار رھے، تجربے کرے اور جلد نتائج نکالنے سے باز رھے ۔ کچھ مُسلّمہ کلیّون سے نتائج نکالنے کے بجائے علم کا کام یہ ھے کہ مطالعے اور

---

* قرونِ وسطیٰ کا ایک فلسفیانہ مکتبۂ فکر جس کے فلسفی 'اسکول مِن' (SCHOOLMEN) اور مقلدین 'اسکولاسٹک' (SCHOLASTIC) کہلاتے ھین ۔ مذھب کو فلسفے کی بنیاد پر اُستوار کرنے کے لئے اس مکتبۂ فکر نے افلاطون اور، بطور خاص، ارسطو سے استفادہ کیا ۔ ان فلسفیون مین سینٹ ٹامس ایکوئیناس (ST.THOMAS AQUINAS) کا نام قابلِ ذکر ھے جس نے ارسطو کے فلسفے اور عیسائی مذھب کی ترکیب (SYNTHESIS) کی کوشش کی ۔

تجربے سے کُلیّوں پر پہنچے ۔ اس طرح بیکن عِلم اور علم حاصل کرنے کے طریقے مین انقلاب لے آیا ۔ وہ سائنس اور سائنسی طریقے کا موجد ھے ۔ اس کے طریقے کو پچاس برس کے اندر تمام یورُپ نے مان لیا اور آج تمام علوم ، بشمول سائنس اور ادب ، اسی طریقے کی پیروی کر رھے ھین ۔ فلسفے کی تاریخ مین اس کی بڑی اھمیت ھے ۔ بیکن نے اپنے بہترین خیالات کو لاطینی ھی مین پیش کرنا مناسب سمجھا کیون کہ اِس زبان کو ھی اُس نے آفاقی مانا ۔ اس کی رائے تھی کہ جدید زبانین کچھ عرصے مین ختم ھو جائین گی ۔ اس سلسلے مین وہ غلطی پر تھا ، کیون کہ آج وہ اپنی انھی تصانیف کی بنا پر زندہ ھے جو جدید زبان یعنی انگریزی مین ھین ۔ اس کی انگریزی تصانیف چار ھین اور چارون نثر کے مختلف اصناف کی سنگ بنیاد ھین ۔ اِن مین پہلی " ایسَیز " (ESSAYS) مضمون نگاری کی، " اڈوانسمِنٹ آف لَرنِنگ "(ADVANCEMENT OF LEARNING) علمی اور فلسفی مقالات کی ، " ھسٹری آف ھنری دی سَیونتھ "(HISTORY OF HENRY VII) تاریخ نگاری کی ، اور " نیو اٹلانٹِس "(NEW ATLANTIS) تمثیلی انداز مین عینی قصہ گوئی کی اھم ابتدائی تصانیف ھین ۔ سب سے زیادہ اھم " ایسَیز "(ESSAYS) ھین جو بیکن کو انگریزی کا پہلا قابلِ قدر نثر نگار بناتے ھین ۔

" نیو اٹلانٹس " (NEW ATLANTIS) اس کی نامکمل اور سب سے کمزور تصنیف ھے ۔ اس مین ایک عینی جزیرہ تصوّر کیا گیا ھے جس مین بیکن جیسے عالِم آباد ھین ۔ اس مین سب سے زیادہ جاذبِ توجہ مقام " سالومَنز ھاؤس " (SALOMON'S HOUSE) یا " کالج آف سِکس ڈَیز وَرک "(COLLEGE OF SIX DAY'S WORK) ھے ۔ اس مین ھر قسم کی معلومات سائنسی طریقے پر حاصل کی جا رھی ھین ۔ یہ انگلستان کی رائل سوسائٹی (ROYAL SOCIETY) کا نقشِ اوّل ھے ۔ اس تصنیف مین بیکن نے اپنے فلسفے کو شاعرانہ اور نفسیاتی رنگ دینے کی کوشش کی ھے ۔ اُس کا ذھن اِس کام کے لئے بالکل موزون نہ تھا اور یہ تصنیف بہت ھی غیر دل چسپ ھے ۔

" ھسٹری آف ھنری دی سیونتھ "(HISTORY OF HENRY VII)

رنگ بیان کے لحاظ سے بہت بہتر ہے ۔ یہ جیمس اوّل کو خوش کرنے کے لئے لکھی گئی تھی ۔ اِس کو غیر جانب داری کی مثال قرار نہین دیا جاسکتا کیون کہ یہ بادشاہ کے دادا کی مدح کرنے کے لئے وجود مین آئی ۔ مگر اس مین سائنسی اور سنجیدہ تاریخ نگاری کے عناصر بھی ہین ۔ ہنری ہفتم اور الزبتھ کے کردار پر بڑی اچھی روشنی پڑی ہے ۔ ملکہ الزبتھ کا کردار مدح کے ساتھ صحیح تاریخی کردار نگاری کی بہترین مثال ہے ۔

" ایڈوانسمنٹ آف لَرننگ" (ADVANCEMENT OF LEARNING) مین بیکن نے اپنا فلسفہ انگریزی دان عوام کے لئے دُھرایا ہے ۔ اس مین علم اور تعلیم پر بڑا زور دیا گیا ہے ۔ علم کے مقاصد ، جدید دَور مین عِلم کی حالت ، انسانی نفسیات ، اخلاقیات ، دنیاوی ترقی غرضیکہ وہ سب کچھ لے آیا گیا ہے جو آج کل تعلیمات کے سائنس کے دائرے مین آتا ہے ۔ یہ تصنیف اس سائنس مین اہم اضافہ کرتی ہے ۔ اس مین ہمین وہ دل کش رنگ بیان بھی ملتا ہے جو "ایسیَز" مین کمال پر پہنچا ۔ ادبی لحاظ سے اِس تصنیف کا درجہ" ایسیَز" سے کچھ ہی کم ہے ۔

آخرکار " ایسیَز " ہی بیکن کی زندگی کا حاصل ٹھیرتے ہین ۔ اِن کی شانِ نزول یہ ہے کہ بیکن وقتاً فوقتاً زندگی بابت اپنے خیالات کو ایک بیاض مین درج کرلیتا تھا ۔ یہ کچھ خاص موضوعات کے دائرے مین آگئے اور مختصر مضامین بن گئے ۔ دس ایسے مضامین " ایسیَز " یا " کونسِلز سِوَل اینڈ موَرل" (COUNSELS CIVIL AND MORAL) کے نام سے ۱۵۸۵ء مین شائع ہوئے ۔ بیکن نے انھین " منتشر خیالات " کہا اور یہ دعویٰ کیا کہ ان مین وہ باتین ملین گی جو تجربے سے حاصل ہوتی ہین اور کتابون مین نہین ملتین ۔ ان باتون کی بابت اُس نے یہ بھی کہا کہ یہ انسانون کے دلون مین گھر کرتی ہین اور ان کے روزانہ کامون مین مدد دیتی ہین ۔ مضمون کی صِنف فرانسیسی نثر نگار مونتیَن نے ایجاد کی تھی وہ نشاۃ الثانیہ کے بڑے نمائندون مین سے ہے اور اُس کے مضمون اس کی ذاتی زندگی کی دل چسپ ترجمانی کرتے ہین ۔ بیکن نے اِس

صنف کو مونتین سے لیا مگر اس کی شخصیت مونتین کی شخصیت کی بالکل متضاد تھی لہذا اس کے مضامین مونتین کے مضامین سے بالکل مختلف ھین ۔ مونتین ایک دوست کی طرح نمایاں ھوتا ھے جو اپنے دل کی باتین ھم سے نہایت صفائی ، خلوص اور روانی کے ساتھ بتاتا جاتا ھے ۔ اس مین گاھے گاھے انسانی زندگی کے بابت کلیّے بھی آتے جاتے ھین ۔ مگر زیادہ تر جگہ بیانات اور ذاتی انکشافات ملتے ھین ۔ بیکن ایک فلسفی کی طرح ھم سے دُور اور اپنی خود داری مین مخمور رھتا ھے ۔ اس کے اعلیٰ ذھن نے دنیا پرغیر جانب دارانہ نظر ڈال کر بہت سے اھم کلیّے قائم کئے ھین ۔ وہ مفاد پرست ھے اور مفاد کی تلاش مین جو باتین اور جو راھین اُس کو اھم نظر آئین اُن کو مختصر الفاظ مین ادا کرکے دوسرون کو دنیا داری کا سبق دیتا ھے ۔ وہ سیاست دان اور درباری ھے اور ایسے لوگون کے لئے ھی اس کی راھین اھم ھین ۔ اس کے ذھنی مضمون بالکل خارجی ھین ۔ ھر ایک مین ایک سرخی کے تحت کچھ جملے جمع کردئے گئے ھین جو اس کے تجربے کا نچوڑ ھین ۔ کہین کہین قدما کے اقتباسات بھی لئے گئے ھین جو اس کی آرا کی صحت کی دلیل ھین ۔ ایک قانونی ماھر کی طرح بیکن نہایت غیر جانب داری کے ساتھ بحثون کو جمع کرکے نتائج نکالتا ھے ، فلسفے اور خیالات کی سب سے زیادہ اھمیت ھو جاتی ھے اور مصنّف کی ھستی کی اھمیت صرف اس امر مین رہ جاتی ھے کہ وہ ھمین زندگی کا اھم درس دیتا ھے ۔

" ایسیز " کا بنیادی فلسفہ وھی ھے جو بیکن کے فلسفیانہ مقالات مین ملتا ھے مگر یہان اس فلسفے کے موافق زندگی کو دیکھا گیا ھے اور ایک نئے اخلاق کی بنیاد رکھی گئی ھے ۔ بیکن نشاۃ الثانیہ کا فَرد ھے اور مکیاویلی کے خیالات سے زیادہ متاثر ھے ۔ نیکی اُس کے لئے بھی کوئی روحانی چیز نہین ھے بلکہ عملی دنیا سے تعلق رکھتی ھے ۔ اس کا فرد اور حکومت دونون سے تعلق ھے ۔ وہ یہ نہین بیان کرتا کہ انسان کو کیا کرنا چاھئیے بلکہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے انسان کیا کرتے آئے ھین ! نیکی مفاد کی طابع رھی

ہے ؛ وہی عمل صحیح ہے جو صحیح اور مفید نتیجے پر پہنچاتا ہے ۔ سچ بولنا، دوسرون کے ساتھ بھلائی کرنا وہین تک نیکی ہے جہان تک یہ ہماری ذات کے لئے نقصان دہ نہ ہو ۔ سعدی کی طرح یہ مضامین ایسے اخلاق کا درس کرتے ہین جو کسی مذہبی اخلاق پر نہین بلکہ عقل اور ہوش مندی پر مبنی ہے ۔ یہ مضامین دنیا مین کامیابی کا راز بتاتے اور راہین دکھاتے ہین اور اس طرح انسان کو سماجی زندگی کے لئے تیار کرتے ہین ۔

پہلی اشاعت مین دس مختصر مضامین تھے ؛ دوسری اشاعت مین ، جو ۱۶۱۲ء مین نکلی، یہ مضامین کچھ طویل کئے گئے اور آخری اشاعت مین ، جو ۱۶۲۵ء مین منظرِ عام پر آئی ان کی تعداد اٹھاون تک پہنچ گئی ۔ ایک سال بعد ہی بیکن برف باری مین ایک کبوتر کے گوشت پر تجربہ کرتا ہوا نمونیہ مین مبتلا ہوا اور مر گیا ۔ اِن تمام مضامین کو مجموعی طور پر دیکھنے سے ہمین یہ محسوس ہوتا ہے کہ زندگی سے متعلق کوئی موضوع ایسا نہین ہے جو بیکن نے چھوڑا ہو ۔ تندرستی قائم رکھنے کے اصولون سے لے کر عام سماجی زندگی مین دوستی اور باہمی تعلقات کے اصول ، درباری زندگی اور سیاست کی چالون کی راہیں ،گھریلو زندگی مین محبت اور رواداری کے طریقے اور مذہب و موت کے خیالات تک سب ہی کچھ ان مین آگیا ہے ۔ دنیا مین کامیابی حاصل کرنے کے لئے اِس کتاب کو ایک ڈکشنری کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے ۔ ہر موضوع پر آرا اہم نہین ہین لیکن سیاسی مسائل پر آرا شاید سب سے زیادہ اہم ہین ۔ انگریزی سیاست اِنہی اصولون پر چلی اور دنیا کو مسخّر کیا ؛ مثلاً " پلانٹیشنز" (PLANTATIONS) پر مضمون مین نوآبادیون پر حکومت کے سلسلے مین حکومت کو وہان کے باشندون کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ اس کا ایک ایک لفظ ہم پر انگریزون کی حکومت کے موافق ہے ۔ اسی طرح سیاسی زندگی مین افراد کو کامیاب ہونے کے لئے جو کچھ مشورے دئے گئے ہین وہ آج بھی برتے جاتے ہین اور انہی کو برتنا چاہئیے ۔ اس طرح علم حاصل کرنے کے طریقون ، باغ لگانے کی بابت،ملاحون اور سفر کرنے کے سلسلے

مین احتیاط وغیرہ پر تمام رائین بڑی قوّت کے ساتھ دل گزین ہوتی ہین ۔ صرف محبت ، شادی اور دوستی کی بابت اس کی رائین خام ہین ۔ بیکن مفاد کی دنیا سے جتنی گہری واقفیت رکھتا تھا اتنا ہی جذبات اور روحانیات کی دنیا سے دور تھا ۔ اس نے شادی پیسے کی غرض سے کی تھی اور محبت کے لطیف پہلو سے وہ بالکل ناآشنا تھا ۔ وہ ازدواجی زندگی کو ہر بڑے کام مین ، چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا ، حائل بتاتا ہے اور بچون کو تکلیف دہ اشیا مین شمار کرتا ہے ۔ اصل مین وہ ایک ایسا انسان ہے جس کے دل مین نرمی باقی نہین رہی ہے ۔ اُس کے اقوال وہین تک جاتے ہین جہان تک مفاد کا تعلق اور خالص عملی دنیا کی وسعت ہے۔ اس کے بہترین مضامین مین سے " آف اسٹڈیز"(OF STUDIES) ہے جو علم حاصل کرنے کے سلسلے مین ہدایات دیتا ہے ۔ بیکن علم کو روزمرّہ زندگی مین مصرف سے شروع کرتا ہے پھر یہ بتاتا ہے کہ علم کی زیادتی کس طرح نقصان دہ ہے ، علم بغیر تجربے کے خام رہ جاتا ہے اور کتابون کو کس نظر سے پڑھنا چاہئیے ۔ کتابین تین قسم کی ہوتی ہین ، ایک وہ جو صرف ضرورتاً اُلٹ پلٹ لی جاتی ہین، دوسری جو نگل لی جاتی ہین ، اور تیسری جو خوب چبا چبا کر کھائی جاتی ہین اور ہضم کرکے جزوِ بدن بن جاتی ہین ۔ پڑھنے لکھنے سے انسان کے کردار پر کیا اثر ہوتا ہے، علم کے مختلف شعبے نفسیاتِ انسانی پر کیا کیا اثر کرتے ہین اور ان سے دماغی صحت مین کیسے مدد مل سکتی ہے ، اِس طرح تمام تر خالص مادّی اور سراسر عملی ہدایات تمام مضامین مین موجود ہین ۔ اِن کا وزن ، زور اور ان کی حقیقت سے ہم آہنگی ہرپڑھنے والے پر بڑا اثر کرتی ہین ۔ بیکن کے بہت سے اقوال ضرب المثل ہوگئے ہین ۔

بیکن کی نثر ہمیشہ کے لئے نثر کی مثال قائم کرتی ہے۔ نثر کے بنیادی اصول کو عقل کے قابو مین ہونا چاہئیے اور جذباتی اور تصوّراتی تاثرات کو ضرورت سے زیادہ نہ برتنا چاہئیے ۔ اس کے یہان اس کا مفہوم اسی طرح پورا ہوتا ہے جیسے ہمارے یہان سَر سیّد کے مضامین سے ۔ بیکن کے الفاظ لاطینی ہین اور کچھ متروک بھی

ہوگئے مگر زیادہ تر اب تک رائج ہیں اور ان کے زور میں کمی نہیں ہوئی ہے ۔ اس کے جملوں کی ساخت پر لاطینی کا اثر ہے اور اکثر خطابت کا اثر غالب نظر آتا ہے مگر زیادہ تر ان کی ساخت قدرتی ہے اور انگریزی زبان کے قومی مزاج کی آئینہ دار ہے ۔ اس کی نثر میں رنگوں سے اجتناب دکھایا گیا ہے ۔ اگر کہیں تشبیہات لائی گئی ہیں تو اس لئے کہ وہاں بالکل صاف طرز سے کام ہی نہیں چل سکتا تھا ۔ شروع کے مضامین میں رنگ آمیزی خال خال ہی نظر آتی ہے مگر آخری دور کے مضامین میں اس کو کافی جگہ دی گئی ہے ۔ اس کے رنگ کی بہترین مثالیں شروع کا مضمون " آف اسٹڈیز" (OF STUDIES) اور آخری زمانے کا مضمون " آف ڈیتھ" (OF DEATH) ہیں ۔ ان دونوں کو یکے بعد دیگرے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نثری رنگ کی بنیادی اور ارتقائی صفات دونوں پر وہ حاوی تھا ۔ اس کے طرز کی سب سے اہم صفت نکتہ سنجی ہے۔ ہر جملہ ایک مقولہ ہے جس میں خیال کی اہمیت بہت زیادہ ہے ، اختصار کا کمال ہے، معنویت اپنی انتہا پر ہے ۔ جتنا سوچتے جائیے اتنا ہی یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک دریا کو قطرے میں بند کردیا ہے ؛ معانی کو کم سے کم الفاظ میں ادا کرنے کی اس سے بہتر مثال شاید ہی کہیں نظر آئے ۔

صنف مضمون نگاری کا ، جو جدید دور کی سب سے اہم صنف ہے ، وہ انگریزی میں موجد ہے ۔ اس صنف میں آگے چل کر بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں مگر ان پر بیکن کے مضامین کا اثر بنیادی ہے ۔ آج کل کے تعلیمی نظام میں چھوٹے درجوں سے لے کر بڑے درجوں تک اس صنف ہی کی مشق سے لڑکوں کو اپنے خیالات کی تحلیل کرنا اور اپنے مطالب کو ادا کرنا سکھایا جاتا ہے ۔ آج کل کی صحافت میں یہی صنف ہر قسم کے مطالب ادا کرنے کا مقبول ترین ذریعہ ہے ۔ یہ صنف مختصر اور نامکمل ہے مگر پھر بھی ایک بات کی تکمیل کرتی ہے اور ایک تاثراتی اتحاد رکھتی ہے ۔ اس کی انگریزی کی بہترین مثال بیکن ہی کے مضامین ہیں ۔

ذاتی انکشافات والے مضمون انگریزی میں کچھ عرصے بعد ظاہر

ہوئے - بیکن کے زمانے میں رابرٹ برٹن (ROBERT BURTON؛ ۱۵۷۷ء تا ۱۶۴۰ء) کی " اناٹومی آف میلنکلی"(ANATOMY OF MELANCHOLY) اس لئے اہم ہے کہ اس میں پہلی دفعہ ایک مصنّف نے اپنی ذات کو اپنا موضوع بنایا ہے - تصنیف کی طوالت کی بنا پر اسے مضمون نگاری میں شامل نہیں کیا جاسکتا اور اس کی نثر بھی بہت بوجھل اور رنگین ہے مگر اس کتاب کی دل چسپی اب تک کم نہیں ہوئی -

ساقی ارباب ذوق
A Pdf Book Company

باب نہم

ولیم شیکسپیر

۱۵۹۰ تا ۱۶۱۶ء

شیکسپیر کو انگلستان ھی کا نہیں بلکہ تمام دنیا کا سب سے بڑا ادیب مانا جاتا ھے ۔ مگر اس کی ذات کی بابت معلومات بہت کم ھین ۔ بس اسی قدر معلوم ھے کہ وہ وارِوک شائر (WARWICKSHIRE) کے ایک گاؤں اسٹریٹفورڈ اَپون ایوَن (STRATFORD UPON AVON) مین پیدا ھوا اور پلا بڑھا ۔ وھین ایک روز اس نے بلا اجازت ایک ھرن کا شکار کھیلا اور پھر قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے گاؤں چھوڑ کر لندن چلا آیا اور تھیٹر مین ملازمت کرکے آخر کو ایک بڑے شاعر اور بڑے ڈرامہ نگار کی حیثیت سے نمایان ھوا ۔ آخری عمر مین ڈرامہ نگاری کو خیرباد کہہ کر شیکسپیر اپنے گاؤں واپس چلا گیا جہان اس نے جائیداد خریدی اور اطمینان کی زندگی بسر کرتا ھوا ایک دن مرگیا ۔ اسٹریٹفورڈ مین، جو دریائے ایوَن کے کنارے آباد ھے، اُس کا گھر اور اُس کی قبر شائقینِ ادب کے لئے ایک زیارت گاہ کی سی اھمیت رکھتی ھے ۔ اُس کی تصانیف ادب کے ھر شعبے مین اھم اضافے ھین اور اس کی ھستی انگریزی کردار کی اس قدر زیادہ نمائندہ تسلیم کرلی گئی ھے کہ ھر انگریز گھرانے مین اس کا چرچا رھتا ھے ۔

سب سے پہلے وہ شاعر کی حیثیت سے نمایان ھوا ۔ اس کی پہلی نظم " وینس اینڈ اڈونِس" (VENUS AND ADONIS) یونانی علمُ الاَصنام پر مبنی ھے اور اطالوی نشاۃ الثانیہ کے مخصوص انداز

مین ھے ۔ اطالوی شاعر اُووِڈ (OVID) کا انداز نمایاں ھے ۔ قصّہ یہ ھے کہ حُسن کی دیوی وِینَس شکار کے دوران اڈونِس پر عاشق ھو جاتی ھے لیکن وہ اس کی پرواہ نہین کرتا ۔ جنگل مین اڈونس کو سؤر مار ڈالتا ھے اور وہ ایک پھول مین تبدیل ھو جاتا ھے ۔ شیکسپیر اس قصّے کو عِلم الاصنام کی تمام خرافات سے پاک کرکے اِس مین حقیقت کا رنگ بھر دیتا ھے ۔ اُس کی وینس، دیوی سے عورت مین تبدیل ھو جاتی ھے جس کو محبت کرنے کی مہارت ھے اور جس کے جوش کی انتہا نہین ھے ۔ اسی طرح اڈونس ایک جوان انگریز ھے ۔ اِس نظم مین واقعات اور تصویرین بھی حقیقت کے رنگ مین ڈوبی ھوئی ھین ۔ گھوڑے کی تصویر خاص طور پر قابل تعریف ھے۔ سؤر کے شکار اور خرگوش کے شکار کے بڑے واقعاتی نقشے ملتے ھین ۔ یہ نظم زیادہ تر خوب صورت تصویرون کا البم ھے ۔ رنگ مین زورِ تغزّل کمال پر ھے اور اشعار کا ترنّم بالکل انفرادی ھے ۔ دوسری نظم " رَیپ آف لکریسی" (RAPE OF LUCRECE) بھی اسی طرح کی ھے ۔ اس مین ٹارکوئن (TARQUIN) کی لکریسی (LUCRECE) سے زبردستی کا قصّہ ھے اور پھر ٹارکوئن کی پوری قوم سے بدلہ لیا جاتا ھے ۔ یہ پہلی نظم کے مقابلے مین کمزور ھے ۔ بیانات بہت زیادہ کھینچے گئے ھین اور تعداد مین بھی اِتنے زیادہ ھین کہ ان سے الجھن ھونے لگتی ھے ۔ اِن نظمون مین جوان شیکسپیر کی امرد پرستی کا تاثر قائم ھوتا ھے اور وہ اخلاقی اور شاعرانہ لحاظ سے ابھی بہت خام نظر آتا ھے ۔

پھر اس کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سانیٹون کا مجموعہ ھے جو نشاۃ الثانیہ کی غنائی شاعری مین بیش بہا اضافہ ھے ۔ یہ انگریزی ادب کے بہترین سانیٹون مین شمار ھوتے ھین ۔ اِس دَور کی "سانیٹ سیریز" (SONNET SERIES) کی طرح ان مین بھی ایک محبت کی داستان بیان ھوئی ھے ۔ ان مین جن واقعات کی طرف اشارے ھین اُن کے سلسلے مین بہت سے نظریے قائم کئے گئے ھین ۔ بیشتر سانیٹ ایک جوان آدمی کو متوجہ کرتے ھین مگر کچھ ایک سانولی عورت سے متعلق ھین جو اپنے عہد پر قائم نہ رھی ۔ اس

عورت نے شاعر کے ایک دوست کے ساتھ تعلق پیدا کیا جو بیشتر سانٹوں کا مخاطب ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاعر دوست سے تو ناخوش نہیں ہوا مگر اس عورت سے دُوری بڑھتی گئی ۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ ان سانٹوں میں کسی سچّی محبت کا ذکر نہیں ہے بلکہ روایات کے حساب سے جو عشقیہ باتیں کی جاتی تھیں وہ جمع کر دی گئی ہیں ۔ یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیوں کہ ہمیں ان سانٹوں میں بڑے خلوص اور سچّے جذبے کا احساس ہوتا ہے ۔ اِن میں دنیا کی بے ثباتی ، عشق کے ثبات اور فنِ شاعری کی دائمی قیمت پر بڑے اعلیٰ خیالات ادا ہوئے ہیں ۔ جذبات کی گہرائی، تشبیہات کی جاذبیّت ، طرز کا زور اور ترنّم کی شیرینی قیامت کا اثر پیدا کرتی ہے ۔ ان میں ایک مضمون کو سو رنگ سے باندھا گیا ہے اور ہر رنگ اپنی جگہ پر نِکھرا ہوا ہے ۔

شیکسپیر میں غنائی شاعری کی قوتیں بھی اعلیٰ پایہ کی تھیں، جن کا احساس اُس کی نظموں سے اور سانٹوں سے ہوتا ہے ۔ مگر ان سے زیادہ اہم اس سلسلے میں وہ سینکڑوں گیت ہیں جو اُس کے ڈراموں میں ہر خاص موقعے پر ڈرامے کی سطح سے قدرتی طور پر بُلبُلوں کی طرح اُبھر آتے ہیں ۔ انگریزی نشاۃ الثانیہ گیتوں کا دور تھا ، مگر شیکسپیر کے ڈراموں میں جو گیت ملتے ہیں ان کی غنائی طاقت تک کوئی گیت نہیں پہنچتا ؛ ان کے بے ساختہ پن ، ان کی آمد اور ان کا ترنّم معجزے دکھاتا ہے ۔ ان میں کچھ بالکل تصوراتی ہیں ، کچھ جذبات کی تصویریں ہیں ، کچھ خاص ڈرامائی حالات کے اثر کو گہرا کرتے ہیں ، کچھ کردار سے بہت ہم آہنگ ہیں اور ان کا نفسیاتی اثر دوبالا کرتے ہیں ؛ ان کی کثرت کی بنا پر ان کو ترتیب دینا مشکل ہے ۔ ان میں بحروں کا اِلتزام اور بَندَوں کی ساخت میں بھی حد سے زیادہ تنوّع ہے ۔ دو چار کو چھوڑ کر عام گیت غنائی ترنّم اور اثر کی بہترین مثالیں ہیں ۔

ابتدا

شیکسپیر کا خاص میدان ڈرامہ ہے ۔ ابتدا میں اس نے اپنے

دَور کے معروف ڈرامہ نگاروں کی نقل کی - اس کا شاید پہلا ڈرامہ "ٹِیٹس اَینڈ رَونکِس" (TITUS ANDRONICUS) کِڈ کی اور مارلَو کے "جیوُ آف مالٹا" کی نقل ہے - اس مین بھی جرائم اور ہیبت اثر مناظر کی فراوانی ہے - یہ ڈرامہ اتنا رکیک ہے کہ شیکسپیر سے اِسے منسوب کرتے ہوئے بُرا معلوم ہوتا ہے - شیکسپیر مین مِزاح نگاری کی صلاحیت بہت زبردست تھی اور اس نے سب سے پہلے لِیلِی کی نقل مین "لوَز لیبَر لوَسْٹ" (LOVE'S LABOUR LOST) لکھا اور تہذیب یافتہ لوگون کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کیا - اس کا قصّہ تو بہت ہی معمولی ہے مگر کردارون کو بڑے پُرلطف حالات مین دکھایا گیا ہے اور مکالمے تمام تر نفیس اور پُر ذکاوت زبان مین ہے - اس کے دوسرے ڈرامے "ٹوُ جنٹلمین آف وِروَنا" (TWO GENTLEMEN OF VERONA) سے اُس کی بڑھتی ہوئی ڈرامائی طاقتون کا اندازہ ہوتا ہے - مگر یہ زیادہ تر گرِین کی نقل مین ہے - اس مین ویلنٹائن (VALENTINE) اور پروٹِیَس (PROTEUS)، دو دوستون کا دل چسپ قصّہ ہے - اِن دونون کی اپنی اپنی محبوبائین، سِلویا (SILVIA) اور جُولیا (JULIA) ہین اور مزاحیہ نوکر اسپید اور لاؤنس (LAUNCE) ہین - پروٹِیَس جولیا کو چھوڑ کر سِلویا سے محبت کرنے لگتا ہے اور ویلنٹائن کا دشمن ہو جاتا ہے - اِس سے پلاٹ مین پیچیدگیان پیدا ہوتی ہین مگر آخر مین سلویا اور ویلنٹائن مل جاتے ہین اور پروٹیس کو جولیا کی طرف واپس آنا پڑتا ہے - یہ شیکسپیر کی کمیڈیون کی پہلی تصویر ہے - نوکرون کا مِزاح ، ویلنٹائن کی شرافت اور پروٹِیَس کی ذلالت کے نقشے پُر اثر ہین - اس ڈرامے مین شیکسپیر کی خاص کامیابی لڑکیون کے کردار مین ہے - یہان شیکسپیر گرین ہی کے میدان مین اس کو شکست دیتا ہے - اس ڈرامے کی کامیابی پر ہی گرین نے جَل کر وہ جملہ لکھا جس مین اُس نے شیکسپیر کو ایسے کوّے سے تشبیہ دی ہے جو موَرون کے پر لگا کر مورون مین شامل ہوگیا ہے اور اپنے آپ کو ڈرامے کا اکیلا مردِ میدان سمجھتا ہے -

اصل بات یہ ہے کہ شیکسپیر بڑا محتاط تھا - وہ تعلیم یافتہ

نہ تھا اور اُسے سب کچھ تھیٹر ھی مین سیکھنا تھا اس لئے پہلے پہلے اس نے ہر کامیاب تہذیب یافتہ ڈرامہ نگار کی نقل کی اور ہر ایک کی خصوصیت اس کی فطرت کا حصّہ ہوگئی - لِیلی ، کِڈ اور گرین کے علاوہ آرڈن آف فیورشام" (ARDEN OF FEVERSHAM) سے اُس نے واقعیّت اور کردار نگاری کا درس لیا اور مارلوَ (MARLOWE) سے اس نے ایک خاص قسم کی غنائی اور خطیبانہ شاعری کا انداز سیکھا - وہ ان ادیبون مین سے نہ تھا جو شروع ھی سے اپنا الگ رنگ پیدا کرلیتے ھین - اگر وہ تعلیم یافتہ ہوتا تو شاید ایسا کرتا مگر اس مین شک نہین کہ اس مین اعلیٰ ترین صلاحیتین موجود تھین جو پہلے نقلون سے نمایان ہوئین اور پھر انھون نے اپنا الگ میدان بنا لیا - اس دور مین وہ اپنے فن کی تعلیم حاصل کرتا رہا - اس کے مقصد کے لئے اسے اپنے عہد کے تھیٹر مین بہترین مدرسہ اور استاد ملے - اس دور مین اس نے ایک اور کمیڈی "کمَیڈی آف ایَررز" (COMEDY OF ERRORS) بھی لکھی جس مین دو ہم شکل ہیرو دو ہم شکل ہیروئنین اور ان کے دو ہم شکل نوکر ہر جگہ غلطیان کرتے ھین - اُنھین بھی آپس مین ایک دوسرے کو پہچاننے مین غلطی ہوتی ھے اور دوسرون کو بھی اِنھین پہچاننے مین غلطیان ہوتی ھین - عجیب عجیب مضحکہ خیز حالات پیدا ہوتے ھین اور ھنساتے ھنساتے لِٹا دیتے ھین - فن کے لحاظ سے یہ ڈرامہ کچھ بھی نہین ھے مگر اس مین شیکسپیر کا مِزاج اپنا پہلا رنگ دکھاتا ھے - شیکسپیر کی کمیڈی لکھنے کی صلاحیتین مُسلّم ہو جاتی ھین -

طربیے (کمیدیان)

١٥٩٢ء سے شیکسپیر نے اپنا نیا رنگ پا لیا - اُس کی مخصوص صلاحیت اُبھر آئی اور ہر تتبّع سے آزاد ہوکر ١٦٠١ء تک وہ ایسی کمَیڈیان اور تاریخی ڈرامے لکھتا رہا جن مین سے ہر ایک انوکھا شاھکار ھے اور دنیا کے ڈرامائی ادب مین اپنی نظیر نہین رکھتا -

وہ شاعر تھا اور اس دور کے ڈراموں میں سے کئی بالکل شاعرانہ ہیں ؛ کئی میں ڈرامہ نگاری اور شاعری کا بہت اچھا امتزاج نظر آتا ہے مگر سب پر شاعری کا عنصر نمایاں طور پر جما ہوا نظر آتا ہے -

اِن ڈراموں میں سب سے زیادہ شاعرانہ "مِڈ سمَر نائٹس ڈریم" (MIDSUMMER NIGHT'S DREAM) ہے - اس ڈرامے کا محلِ وقوع یونان کا شہر ایتھنز اور اس کے قریب کے جنگل ہیں - اس ڈرامے میں تین پلاٹ ساتھ چلتے ہیں ؛ پریوں کے بادشاہ اوبیرَون (OBERON) اور اُس کی ملکہ ٹائٹینیا (TITANIA) کا ایک پلاٹ ہے ؛ دوسرا جوان عاشقوں کے دو جوڑوں ڈیمیٹریس (DEMETRIUS) اور ہیلینا (HELENA) اور لائسنڈر (LYSANDER) اور ہَرمیا (HERMIA) کا ، اور تیسرا ایتھنز کے عوام کا ہے ؛ یہ سب ڈرامے کی تعمیر سے تعلق رکھتے ہیں - بادشاہ تھیسیوس (THESEUS) تاریخی کردار ہے اور اُس کی ملکہ ہیپولائٹا (HIPOLYTA) بھی ، جو اپنے ملک کی ملکہ تھی لیکن تھیسیوس سے شکست کھانے کے بعد اب اُس سے شادی کر رہی ہے - قصّہ تھیسیوس کے دربار سے شروع ہوتا ہے - ڈیمیٹریس، ہیلینا کو چھوڑ کر ہَرمیا پر عاشق ہوگیا ہے اور اس کے باپ کی مدد سے اس سے شادی کرنے کے لئے باپ کو لے کر دربار میں آیا ہے اور سرکاری حکم نافذ کرانا چاہتا ہے جس کے مطابق لڑکی کو باپ کی مرضی سے ہی شادی کرنے کا حکم ہے - یہ قصّہ مرکزی حیثیت اختیار کرکے آگے بڑھتا ہے - پریوں کی مدد سے آخرکار ایسا ہوتا ہے کہ سارے معاملات ٹھیک ہو جاتے ہیں - پریوں سے متعلق حصّہ بہت شاعرانہ ہے - اس حصّے میں شیکسپیر نے عوامی خرافات سے لے کر ایک کردار پَک (PUCK) بھی شامل کردیا ہے جو مِزاح اور ذہانت میں خود شیکسپیر کا اشارہ ہے اور شیکسپیر کے لافانی کرداروں میں سے ہے - تھیسیوس کے سامنے شادی کے موقع پر پیش کرنے کے لئے ایتھنز کے دست کاروں کے ایک ڈرامہ تیار کرنے کے مناظر بھی ہیں - یہ نہایت درجے مُضحِک ہیں - ان میں شیکسپیر کا پہلا مکمل مزاحیہ

کردار باٹم (BOTTOM) اُبھرتا ہے ۔ اس ڈرامے مین تین مختلف دنیاؤن کو ملانے، کردارون کے تضادات دکھانے اور مزاح و شاعری کا رنگ جمانے مین شیکسپیر نے کمال دکھایا ہے ۔ یہان کچھ لاجواب تقریرون مین ہمین محبت اور شاعری پر شیکسپیر کے نظریے بھی ملتے ہین ۔ یہ ڈرامہ شیکسپیر کے قلم کا پہلا معجزہ ہے ۔

اِس کے بعد اُس نے تاریخی ڈرامون اور زیادہ واقعاتی طربیون (کمیڈیون) کی طرف توجہ کی ۔ اس کی کمیڈیون مین سب سے پہلے " دی مرچنٹ آف وینِس " (THE MERCHANT OF VENICE) نے بڑی مقبولیت حاصل کی ۔ یہ ڈرامہ نہ کمیڈی ہے اور نہ ٹریجیڈی ۔ اپنے ہم عصرون کی طرح شیکسپیر اِن روایتی اصناف سے بالاتر ہوکر ایک ایسا ڈرامہ پیش کرتا ہے جس پر ٹریجیڈی کا اثر غالب رہتا ہے مگر جس کا خاتمہ طربیہ پر ہی ہوتا ہے ۔ اس صنف کو ٹریجی کمیڈی (TRAGI-COMEDY) کہا جاتا ہے ۔ اِس مین وینِس کے ایک کٹر عیسائی سوداگر انٹونیو (ANTONIO) کا قصّہ ہے جو اپنے دوست بیسَینیو (BASSANIO) کی مدد کرنے کے لئے ایک یہودی سوداگر شائیلوک (SHYLOCK) سے اس شرط پر روپیہ قرض لیتا ہے کہ تین ماہ تک ادائیگی نہ ہونے پر شائیلوک کو انٹونیو کے جسم سے ایک پاؤنڈ گوشت کاٹ لینے کا حق ہوگا ۔ بیسَینیو یہ روپیہ لے کر ایک رئیس زادی پورشیا (PORTIA) سے محبت جتا کر شادی کرنے کے لئے جاتا ہے ۔ پورشیا کا باپ تین صندوقچیان ، ایک سونے کی ، ایک چاندی کی اور ایک جَست کی ، چھوڑ گیا ہے جن مین سے کسی ایک مین پورشیا کی تصویر ہے ۔ شادی کی شرط یہ ہے کہ اُمیدوار اپنی باری مین تصویر والی صندوقچی ڈھونڈھ لے ۔ پورشیا کے حُسن کی شہرت سُن کر دور دور سے لوگ آتے ہین اور ان صندوقچیون سے اپنی قسمت آزماتے ہین ۔ اس سلسلے مین بڑے دل چسپ مناظر سامنے آتے ہین ۔ آخرکار بیسَینیو صحیح صندوقچی کا انتخاب کرتا ہے اور پورشیا اس سے شادی کرلیتی ہے ۔ اس وقت خبر آتی ہے کہ انٹونیو کے تمام جہاز غرق ہوگئے اور شائیلوک سے معاہدے کی میعاد ختم ہوگئی اور شائیلوک ایک پاؤنڈ گوشت لینے

کے لئے دیوانہ ہو رہا ہے ۔ اس سلسلے میں ایک اور پلاٹ بھی چل رہا تھا وہ بیسینیو کے دوست لورنزو (LORENZO) سے متعلق ہے جو شائیلوک کی لڑکی جَیسِیکا (JESSICA ،) پر عاشق ہے اور اسے کافی مال و دولت کے ساتھ بھگا کر اب پورشیا کے گھر لے آتا ہے ۔ اس واقعے نے یہودی شائیلوک کی عیسائیوں سے نفرت کو اور بھی بڑھا دیا ہے اور وہ اب انٹونیو سے انتقام لینا چاہتا ہے ۔ وہ ڈیوک (DUKE) کے دربار میں مقدمہ پیش کرتا ہے ۔ مقدمے کا منظر ڈرامہ نگاری کا معجزہ ہے ۔ انٹونیو جو زندگی سے بیزار ہے جان دینے کو تیار ہے ۔ بیسینیو ٹگنا روپیہ دینے کو تیار ہے مگر شائیلوک ایک نہیں مانتا ۔ اب پورشیا ایک وکیل کے بھیس میں آتی ہے اور کمال کی ذہانت دکھا کر شائیلوک کو پسپا کر دیتی ہے ۔ شائیلوک کو ہار ماننی پڑتی ہے اور وہ عیسائی ہو جاتا ہے ۔ ڈرامے کے آخری حصّے میں انگوٹھیوں کا جھگڑا نکلتا ہے جو پورشیا نے بیسینیو کو دی تھی اور جو وکیل کی التجا پر بیسینیو نے مجبوراً اسے دے دی تھی ۔ اس جھگڑے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیسینیو کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وکیل خود پورشیا ہی تھی ۔ ڈرامہ نگاری کے اُصولوں کے لحاظ سے اِس سے زیادہ بے ڈھنگا ڈرامہ شاید ہی کوئی ہو مگر شیکسپیر کی فطرت اور فن کا یہ پہلا معجزہ ہے ۔ تمام کردار زندہ ہیں ؛ سنجیدہ اور مزاحیہ کرداروں کی ایک مکمل دنیا آباد نظر آتی ہے اور پھر پورشیا کا کردار شرافت ، ذہانت، لطافت کی بنا پر اپنا ثانی نہیں رکھتا ؛ لالچی، ظالم ، خود غرض، یہودی شائیلوک بھی سب سے زیادہ زور دار تخلیق ہے ۔ انگریز قوم پر اور ہر انگریزی داں پر اس ڈرامے کا بڑا اثر ہے ۔ اس کے کردار اور بہت سی تقاریر اور جملے ضرب المثل بن گئے ہیں ۔ یہاں شیکسپیر فن کے تمام اصولوں کو توڑ کر ایک نیا فن وجود میں لاتا ہے ۔ اِسی کو فن کاری کا معجزہ کہتے ہیں ۔

اس کے بعد شیکسپیر نے کمیڈی کے مخصوص تاثر سے زیادہ قریب آنے کی کوشش کی اور اس کی دوسری کمیڈی میں حُزنیہ عنصر کم ہے ۔ یہ کمیڈی " مَچ اَڈُو اباؤٹ نَتھِنگ"(MUCH ADO ABOUT

NOTHING) ھے ۔ اس مین مسینا (MESSINA) کے گورنــر لیوناٹو (LEANATO) کی بیٹی ھیرو (HERO) اور بھتیجی بیٹریس (BEATRICE) کے الگ الگ دو قصّے ھین ۔ اس کے یہان اراگون (ARAGON) کا شہزادہ ڈون پڈرو (DON PEDRO) آتا ھے اور اس کے ساتھ اس کے باپ کی ناجائز اولاد ڈون جون (DON JOHN) ، کلاڈیو (CLAUDIO) اور بینیڈک (BENEDIC) بھی ھین ۔ کلاڈیو (CLAUDIO) کی شادی ھیرو سے ٹھہــر جاتی ھے مگر ڈون جون ایک بدمعاش کے ذریعے ھیرو کے ایــک اور شخص سے عشق کا فرضی قصّہ بنوا کر کلاڈیو کو بدظن کرادیتا ھے ، چنان چہ گرجے مین عین شادی کے وقت کلاڈیو شادی سے انکار کــر دیتا ھے اور بڑی پریشانی پیدا ھو جاتی ھے ۔ دوســری طــرف بینیڈک (BENEDIC) اور بیٹریس کے زبانی جھگڑے کے مــنــاظــر ھین جو بعد مین محبت کے مناظر مین بدل جاتے ھین ۔ آخر مین لیوناٹو (LEONATO) یہ خبر مشہور کر دیتا ھے کہ ھیرو غم سے مرگئی ۔ اب ڈون جون کی سازش بھی کھُل جاتی ھے اور کلاڈیــو پشیمان ھوتا ھے ۔ اُس کی شادی ایک فرضی لڑکی سے ٹھیراتا ھے جو گرجے مین پہنچ کر ھیرو ثابت ھوتی ھے ۔ بینیڈک اور بیــٹرس کی بھی شادی ھو جاتی ھے ۔ اِس ڈرامے مین کلاڈیو اور ھیرو کا قصّہ کافی حُزنیہ ھے اور ان دونون کے کردار بھی زیادہ روشن نہین ھوتے ۔ تمام تر دل چسپی بینیڈک اور بیٹریس کے کردارون اور ان کے پُر ذکاوت مکالمون مین ھے ۔ شیکسپیر کی ذکاوت یہان مــعــجزے کے درجے پر پہنچی ھوئی ھے اور یہ دونون کردار بڑی شاھکار تخلیقات کی حیثیت رکھتے ھین ۔ یہ کمیڈی عوام سے زیادہ عالِمون مین مقبول ھے ۔

مگر شیکسپیر کی جو کمیڈی بیک وقت عالِمون اور عوام کے لئے اھم ھے وہ " ایز یُو لائِک اِٹ " (AS YOU LIKE IT) ھے ۔ یہ ڈرامہ ایک ظالم ڈیوک فریڈرک (FREDRICK) کے دربار سے شروع ھوتا ھے جو اپنے بھائی کو تخت سے ھٹا کر ڈیوک بن بیٹھا ھے ۔ جِلاوطن ڈیوک کی بیٹی روزالِنڈ (ROSALIND) موجودہ ڈیوک کی

لڑکی سیلیا (CELIA) کے ساتھ ہے ۔ ایک جوان آرلینڈو (ORLANDO) اپنے بھائی آلیور (OLIVER) کے ظلم سے تنگ آکر ڈیوک کے پہلوان سے کشتی لڑتا ہے اور جیت جاتا ہے ۔ ڈیوک اس کے بھائی سے ملا ہوا ہے ، اس لئے اس کی بہادری کا کوئی صِلہ نہیں دیتا ۔ اس نوجوان کی روزالِنڈ سے ملاقات ہوتی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے عشق ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد ڈرامے کا منظر بدل کر آرڈِن کے جنگل میں آجاتا ہے ۔ یہاں جلاوطن ڈیوک اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ہیں ۔ روزالِنڈ اور سیلیا بھی ایک مسخرے ٹچَ اسٹون (TOUCHSTONE) کو ساتھ لے کر یہاں پہنچ جاتی ہیں اور ایک گھر خرید کر رہنے لگتی ہیں ۔ روزالِنڈ مردانہ بھیس اختیار کرکے اپنا نام گینی میڈ (GANYMEDE) رکھ لیتی ہے اَورلینڈو بھی یہاں آجاتا ہے اور روزالِنڈ کے عشق میں مجنون ہوکر اُس کا نام درختوں پر لکھتا اور اس کی تعریف میں نظمیں لکھ لکھ کر درختوں میں لٹکاتا پھرتا ہے ۔ گینی مِیڈ سے اس کی ملاقات ہوتی ہے اور گینی مِیڈ اس کا علاج کرنے کا وعدہ کرتا ہے ۔ دونوں کی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں اَورلینڈو کا بھائی اسے قتل کرنے کے ارادے سے جنگل میں آتا ہے مگر اورلینڈو اسے شیرنی سے بچاتا ہے اور خود زخمی ہو جاتا ہے جس سے اس کے بھائی کی دشمنی محبت اور پچھتاوے میں بدل جاتی ہے ۔ اس کا خون بھرا رومال اُس کا بھائی گینی میڈ کے پاس لے جاتا ہے جو اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتی ہے ۔ اورلینڈو کا بھائی سیلیا پرعاشق ہو جاتا ہے ۔ اس ڈرامے میں جگہ جگہ نئے نئے قصّے کھڑے ہوتے جاتے ہیں ۔ آرڈن کے دیہاتیوں میں سِلویَس (SYLVIUS) اور فِیبی (PHOEBE) کا قصّہ ہے جو خاص قصّے سے یوں مل جاتا ہے کہ فِیبی گینی میڈ کو مرد سمجھ کر اس پر عاشق ہو جاتی ہے ۔ ٹچَ اسٹون ایک دیہاتی عورت آڈری کے احمق دیہاتی عاشق کو بھگا کر آڈری سے شادی کرلیتا ہے ۔ آخر میں روزالنڈ اپنے باپ ڈیوک کے سامنے اپنا بھیس اتار کر آجاتی ہے اور سب قصّے شادیوں پر ختم ہو جاتے ہیں ۔ اب خبر آتی ہے کہ ظالم ڈیوک نادم ہوکر ترکِ

دنیا کرچکا ہے لہذا جلاوطن ڈیوک پھر اپنی ریاست پر واپس آجاتا ہے ۔ ڈیوک کے ہمراہیوں میں ایک شخص ژاک (JACQUES) ہے جس کی عجیب تقریریں اور حسنِ مزاح کے ساتھ ساتھ دنیا سے مایوسی اِس ڈرامے میں حزن کی ایک لکیر سی بنا دیتی ہے ، ورنہ یہ خالص کمیڈی ہے ۔ جنگل کی فضا نہایت دل کش ہے۔ اورلینڈو کا عشق رومان کی حد ہے ۔ سب سے زیادہ اہم چیز روزالِنڈ کا کردار ہے جو اپنی خوش مزاجی اور میٹھی باتوں سے دل میں ہمیشہ کے لئے گھر کر جاتی ہے ۔ اس ڈرامے کا ہر کردار دل کش ہے ۔ ٹچ اسٹون کے مسخرے پن میں ، دنیا کی ہر چیز سے شیکسپیر کی محبت جھلکتی ہے ۔ اس ڈرامے پر ایک عجیب روشنی سی چھائی ہوئی ہے جو شیکسپیر کی معجز نمائی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

شیکسپیر کا آخری طربیہ" ٹولفتھ نائٹ"((TWELFTH NIGHT عشق و محبت کے متنوّع پہلو سامنے لاتا ہے ۔ اس کا قصّہ یہ ہے کہ ڈیوک اورسینو (DUKE ORSINO) ایک خاتون اولیویا (OLIVIA) پر مفتون ہے جو اس پر بالکل مائل نہیں ہے ۔ ڈیوک کے دربار میں ایک لڑکا سَیزاریو (CESARIO) آتا ہے ۔ یہ لڑکا دراصل وائلا (VIOLA) نامی ایک لڑکی ہے جو اپنے بھائی سیباسٹیئن (SEBASTIAN) کے ساتھ بحری سفر پر تھی مگر جہاز کی غرقابی کے بعد اس سے جدا ہوگئی ہے ۔ ڈیوک سَیزاریو کو ملازم رکھتا ہے اور اُسے اپنا رازدار بنا کر اولیویا کے پاس اسے رام کرنے کے لئے بھیجتا ہے مگر اولیویا اسی قاصد پر فدا ہو جاتی ہے ۔ ادھر (سیزاریو کے بھیس میں) وائلا خود ڈیوک سے محبت کرنے لگی ہے ۔ اولیویا اور وائلا کی ملاقاتیں بڑی دل چسپ ہیں ۔ اولیویا کے گھر میں اس کا ایک رشتے دار سر ٹوبی بیلچ (SIR TOBY BELCH) رہتا ہے جو ایک احمق نائٹ (KNIGHT) سر اینڈریو ایگ چیک (SIR ANDREW AGUECHEEK) کے ساتھ شراب پی کر غل غپاڑہ مچاتا رہتا ہے ۔ اولیویا کا داروغہ مَیلوُوَلیِوَ((MALVOLIO پیوریٹن عقائد کا حامل ہے اور سر ٹوبی کو سمجھاتا رہتا ہے ۔ اولیویا کی ملازمہ ذہین ماریا (MARIA) میلوولیو کے راستے میں

پڑا ہوا ایک خط اسے سُناتی ہے اور میلوولیو یہ سمجھ کر کہ اولیویا اس پر فدا ہوگئی ہے ، عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتا ہے ۔ اسے پاگل قرار دے کر ایک کوٹھری میں بند کردیا جاتا ہے جہاں مسخرہ فیسٹے (FESTE) پادری کے بہروپ میں اس کے سر کا بھوت اُتارنے آتا ہے ۔ سر اینڈریو ایگ چیک اولیویا سے شادی کا خواہش مند تھا مگر اس کی پذیرائی نہ ہوئی تھی اور اب سیزاریو پر اولیویا کی توجہ دیکھ کر وہ حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سر ٹوبی بلیچ ان دونوں کے درمیان ڈوئل* کراتا ہے ۔ اسی اثنا میں وائلا کا بھائی سیباسٹیئن ، جو اپنی بہن کا ہم شکل ہے ، آجاتا ہے اور سر اینڈریو کو زخمی کر دیتا ہے ۔ اولیویا سیباسٹیئن کو ہم شکلی کی وجہ سے سیزاریو سمجھ کر اس سے شادی کر لیتی ہے ۔ ڈیوک دل شکستہ ہوکر اولیویا کو الوداع کہتا ہے ۔ اس وقت اصلیت سامنے آتی ہے کہ سیزاریو اصل میں وائلا ہے اور ڈیوک اس سے شادی کر لیتا ہے ۔

اس ڈرامے کے بھی تمام کردار یکساں طور پر دل چسپ ہیں اولیویا کا کردار پیوریٹنوں پر طنز ہے اگرچہ شیکسپیر نے طنز کو بڑھایا نہیں ہے ۔ سب سے زیادہ دل کش کردار وائلا کا ہے جو ہیروئن ہے ۔ اُس کی نزاکت اور محبت دل میں سدا کے لئے گھر کر جاتی ہے ۔ جہاز کا ڈوبنا ، رومانی عشق ، بھیس بدلنا ، طنز و مزاح اور ظرافت ان تمام عناصر کو شیکسپیر نے نہایت چابک دستی سے ڈرامے کے قالب میں ڈھال دیا ہے ۔ قصے کا اختتام طربیہ ہے مگر اس پر حُزنیہ اثرات کے سائے نظر آتے ہیں ۔ سر اینڈریو ایگ چیک شیکسپیر کے بہترین مزاحیہ کرداروں میں شامل ہے ۔

ان طربیوں سے شیکسپیر مقبول خاص و عام ہوگیا اور اس کی شرافتِ نفس ، اس کے شاعرانہ اوصاف اور اس کی ڈرامہ نگاری کی

---

* ازمنۂ وسطیٰ کے یورپ میں رواج تھا کہ غلط فہمی اور شک دور کرنے ، جھگڑا طے کرنے یا ہتک کا بدلہ لینے کے لئے فریقین آپس میں ہتھیاروں سے لڑتے تھے ۔ اسی کو "ڈوئل" کہا جاتا تھا ۔

صلاحیت سب پر روشن ہوگئی ۔

تاریخی ڈرامے

شیکسپیر کمیڈیوں کے ساتھ تاریخی ڈرامے بھی لکھتا رہا ۔ قومیت کے جذبے نے انگریزوں کے دل میں اپنے ملک کی تاریخ سے دلچسپی پیدا کردی تھی اور ہالنشڈ کی تاریخ پر مبنی ڈراموں کو بڑی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی ۔ شیکسپیر نے بھی اِس قسم کے ڈراموں میں طبع آزمائی کی اور حد سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔ وہ پہلے شاید تین ناکام تاریخی ڈرامے لکھ چکا تھا مگر اب نئی شان سے پھر اِس طرف متوجہ ہوا اور کچھ ایسے ڈرامے پیش کئے جو اپنی مثل و نظیر نہیں رکھتے ۔

اس نے مارلوؔ (MARLOWE) کے تتبّع سے اس صنف میں طبع آزمائی شروع کی اور اس کے "رچرڈ دی تھرڈ" (RICHARD III) پر مارلوؔ کا اثر پورے طور پر غالب ہے ۔ اس ڈرامے میں رچرڈ سوم کی بدعنوانیاں اور ظلم ویسے ہی حد کو پہنچتی ہیں جیسے مارلوؔ کے ہیرووں کی پھر بھی شیکسپیر کا ہیرو ایک خاص نوعیت رکھتا ہے اور ہمیں اس سے نفرت نہیں ہوتی ۔ پھر اس نے " رچرڈ دی سیکنڈ " (RICHARD II) لکھا ۔ یہ مارلو کے ڈرامے ایڈورڈ ثانی (EDWARD II) سے بہت مشابہ ہے کیوں کہ دونوں بادشاہوں کو آخر میں قید کرکے قتل کیا گیا ۔ شیکسپیر کا رچرڈ دوم نہایت خام کردار ہے اور اس کی موت سے ہمیں کوئی خاص ہمدردی نہیں پیدا ہوتی مگر اس ڈرامے میں دوسرے کردار اور زمانے کی فضا کے اثرات بڑے دل کش ہیں ۔ کردار نگاری میں شیکسپیر مارلوؔ سے کہیں آگے ہے ۔ تیسرا ڈرامہ " کنگ جوّن "(KING JOHN) بھی پورا شیکسپیر کے رنگ میں ہے ۔ ظالم اور بُزدل جون کی اتنی ہی اچھی تصویر کھینچی ہے جتنی لیڈی کونسٹنس (CONSTANCE) کی، جو ایک ماں کا بہترین مجسّمہ ہے ۔ اس ڈرامے میں شہزادہ آرتھر (ARTHUR) اور جلاد ہیوبرٹ (HUBERT) کے درمیان

کشمکش کا منظر دردناک منظر نگاری کا کمال ہے - ان تینوں ڈراموں میں تینوں بادشاہوں کے پورے ادوار کو مختصر کرکے پیش کیا گیا ہے۔ یہ تینوں ڈرامے اپنے دور کے تمام ڈراموں سے بہتر ضرور ہیں مگر شیکسپیر کے معجز نما معیار پر نہیں پہنچتے -

شیکسپیر کا کمال تین اور ڈراموں میں ہے جن میں سے دو شاہ ہنری چہارم کے دور پر اور تیسرا شاہ ہنری پنجم کے دور پر مبنی ہے — اوّل الذکر دو ڈراموں میں سیاسی معاملات اور مختلف جنگوں کے واقعات سے بنایا ہوا پلاٹ الگ چلتا ہے اور پرنس ہَیل (PRINCE HAL) اور اس کے بدکار ساتھیوں کا پلاٹ الگ ہے۔ یہ دوسرا پلاٹ سَر جوَن فالسٹاف (SIR JOHN FALSTAFF) کے کردار کی بنا پر اتنا زیادہ اہم ہو جاتا ہے کہ مخصوص پلاٹ بالکل پس پشت پڑ جاتا ہے - سر جون فالسٹاف دنیا کا سب سے زیادہ مزاحیہ کردار اور مزاح نگاری کا معجزہ ہے - اس کا سِن ، اس کا مُٹاپا ، اُس کی حرکات ، حد درجہ مُضحِک ہیں۔ مگر اس کی نفسیات اور مخصوص انفرادیت حیرت ناک ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز ہیں ؛ کھانا اور شراب پینا اس کا مرغوب ترین مشغلہ ہے۔ وہ پرنس ہنری سے بہت بے تکلف ہے اور اس کے بادشاہ ہونے پر اپنے عیش کے خواب دیکھتا ہے - وہ اس سے جھگڑ بھی بیٹھتا ہے اور اپنی بہادری کے قصّے سنانے بیٹھ جاتا ہے - وہ رہزن ہے مگر بڑا بزدل بھی ہے - بہادر مسافروں سے ڈرتا ہے مگر کمزوروں کا مال چھین کر ان کو نیکی کا وعظ کرتا ہے - ایک رات وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے کافی مال لُوٹ کر بیٹھا ہی ہے کہ شہزادہ ہنری بھیس بدل کر اُس پر ٹوٹ پڑتا ہے اور سب مال لے جاتا ہے - اس واقعے کے دوسرے دن وہ شہزادہ ہنری ہی سے جو حال بیان کرتا ہے وہ نہایت درجہ مضحکہ خیز ہے - وہ اپنی بہادری کا اثر قائم کرنے کے لئے یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ سرکاری سپاہیوں سے لڑا - قصّے کا آغاز دو سپاہیوں کے ذکر سے ہوتا ہے مگر قصّہ ختم ہوتے ہوتے سپاہی گیارہ ہو جاتے ہیں - پرنس ہنری پورے قصّے کا بھانڈا پھوڑ دیتا ہے تو فالسٹاف یوں بات بناتا ہے کہ وہ بھلا ولی عہد پر حملہ

کرسکتا تھا ۔ اُس کو عورتوں سے بھی خاص دل چسپی ہے جن کو اپنی سیاسی اہمیت جتا کر خوب مرعوب کرلیتا ہے ۔ فوج جمع کرنے کے لئے اسے سرکار سے روپیہ ملتا ہے جسے وہ خرچ کر ڈالتا ہے اور شہر کے لنگڑوں، اپاھجوں کو جمع کرکے اپنی فوج تیار کرتا ہے۔ جب اس سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ کس کام کے ہیں تو کہتا ہے کہ توپوں کا چارہ ہیں، مرنے کے بعد یہ بھی کسی گڑھے میں اُتنی ہی جگہ گھیریں گے جتنی کہ اچھے سپاہی۔ اس کی چرب زبانی قیامت ہے ۔ اس کی زبان بالکل مخصوص ہے ۔ لڑائی کے میدان میں بھاگا بھاگا پھرتا ہے اور پرنس سے ملنے پر اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے ۔ ایک مرتبہ ایک سپاہی اس سے مقابلہ کر ہی لیتا ہے تو فوراً گِر جاتا ہے اور دم روک کر پڑ جاتا ہے ۔ اس کے بعد ہی پرنس آکر دشمن کے سردار سے لڑتا ہے اور اسے مار ڈالتا ہے ۔ فتح کی خبر دینے کے لئے پرنس کے باہر جاتے ہی فالسٹاف اُٹھ بیٹھتا ہے ۔ مَرے ہوئے جسم میں کئی جگہ تلوار بھونکتا ہے اور اس جسم کو اُٹھا کر لے جاتا ہے اور سب کے سامنے نعش پھینک کر اپنے کارنامے پر فخر کرتا ہے ۔ شراب خانے میں پرنس اور اس کی خوب بحث ہوتی ہے، جواب دینے اور بات بنانے میں وہ کمال دکھاتا ہے اور کہیں نہیں ہارتا ۔ پرنس اس کو شراب میں مدھوش کرکے سُلا دیتا ہے اور اس کی تلاشی لیتا ہے تو اس کی جیب میں بِلوں کے سوا کچھ نہیں نکلتا ۔ اِس طرح کے کئی بہت مزاحیہ واقعات سامنے آتے ہیں ۔ فالسٹاف عجیب صورت میں ہمارے ذہن پر طاری ہو جاتا ہے ۔ اُس کو یاد کرکے عجیب قسم کی ہنسی آتی ہے، اِس ہنسی میں دنیا کی حقیقت کا احساس بھی شامل ہوتا ہے ۔ فالسٹاف مُضحِک بھی ہے اور بڑا عقل مند بھی۔ بات وہ پتے کی کہتا ہے ۔ پوری دنیا کی یوں پول کھول دیتا ہے کہ دنیا کی تمام سنجیدہ حرکات ہمیں بالکل مضحک نظر آنے لگتی ہیں۔ اس نے ماسٹر شیلو (MASTER SHALLOW) سے اس وعدے پر روپیہ قرض لے رکھا ہے کہ پرنس ہنری کے بادشاہ ہونے پر ادا کرے گا ۔ اس نے ایک

عورت سے تعلق بھی اسی وعدے پر کر رکھا ہے ۔ جب ہنری بادشاہ ہو کر آ رہا ہے تو وہ سب کو سمجھاتا ہے کہ ہنری اُسے دیکھتے ہی کیا کیا بنا دے گا مگر جب ہنری اس کو دھتکار دیتا ہے تو یہ ماسٹر شیلو کی طرف مڑ کر کہتا ہے " مین تمہارا قرض دار ہون" اور ہنس دیتا ہے ۔ کیا قیامت ہے، احمقون سے کھیلنے کی کیسی اچھی مثال ہے ۔ فالسٹاف بڑا احمق بھی ہے اور لوگون کو احمق بنانے والا بھی ۔ اسی معنی مین وہ مزاح نگاری کا معجزہ ہے۔

تاریخی ڈرامہ نگاری کے سلسلے مین شیکسپیر کا شاہکار" ہنری دی ففتھ " (HENRY V) ہے ۔ اس مین ہنری پنجم شیکسپیر کا عینی کردار ہے ۔ وہ فرانس کے اُس حصّے پر دعویٰ کرتا ہے جو قانونی طور پر اس کا حق ہے ۔ فرانس اِس سلسلے مین انکار کرتا ہے ۔ لڑائی کی تیاری ہوتی ہے اور ہنری فوراً فوج کشی کرنے پر تیار ہو جاتا ہے ۔ ہنری پنجم فرانس مین داخل ہوتا ہے، لڑائی کے مناظر آتے ہین ۔ بادشاہ خود ہر جگہ موجود ہے اور اپنی جوشیلی تقریرون سے لوگون کے دل بڑھا رہا ہے ۔ ہنری جیت جاتا ہے مگر آخر مین صلح ہو جاتی ہے۔ ہنری کی ملکہ کیتھرین (KATHARINE) سے محبت کے مناظر بہت دل چسپ ہین ۔ یہ سپاہی آدمی عورت سے بات کرنا نہین جانتا ۔ شادی پر ڈرامہ ختم ہوتا ہے ۔ ایک مرتبہ پھر ایک مقصد اور ایک عظیم الشان کردار ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہان شیکسپیر نے تاریخی ڈرامے کو ایپک (EPIC) شاعری کے ہم دوش کردیا ۔ انگریزی مین کوئی قومی ایپک نہین لیکن اِس کمی کو یہ ڈرامہ پورا کرتا ہے ۔ ہنری پنجم ایک مکمل قومی ہیرو ہے ۔ اس کی تقاریر شان و شکوہ اور عظمت مین فَرد ہین ۔ پورا ڈرامہ حُب الوطنی اور انگریز قوم کی فتح پر خوشی مین ڈوبا ہوا ہے اور اِس قوم کی آئندہ فتوحات کے لئے ہمیشہ جوش دلاتا رہے گا ۔

المیے (ٹریجیڈیان)

۱۶۰۱ء کے بعد انگلستان کی ڈرامہ نگاری مین ایک تبدیلی

پیدا ہوئی ۔ اُس وقت دربار کے حالات بھی خراب ہوگئے؛ الزبتھ نے جس شان سے حکومت شروع کی تھی وہ کم ہوگئی۔ اَرل آف ایسکس (EARL OF ESSEX) کو، جس سے شیکسپیر کو ھمدردی تھی، پھانسی دے دی گئی تھی ۔ شیکسپیر کے والد کا انتقال ھوا اور محبت مین ناکامی سے اُس کے دل کو بڑا صدمہ پہنچا ۔ وقت کے تقاضے کے مطابق عوام کو بھی افسردہ ڈرامون کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ شیکسپیر بھی اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گویا تُلا بیٹھا تھا ۔ لہذا اِس دَور مین اُس نے جو کمیڈیان بھی لکھین وہ بھی حُزن سے بہت زیادہ پُر ھین، ورنہ اس نے تمام تر ٹریجیڈیان ھی لکھین ۔ اِس دور سے پہلے وہ ایک المیہ لکھ چکا تھا جس کا نام " رومیو اینڈ جُولیٹ " (ROMEO AND JULIET) تھا ۔ اِس کو اصل معنون مین ٹریجیڈی نہین کہنا چاھئیے؛ یہ ایک شاعرانہ چیز ھے جس مین ایک ناکام محبت کا قصّہ ھے ۔ بہرحال یہ ڈرامہ شیکسپیر کی اَلمیہ نگاری کی پہلی شعوری کوشش تھی ۔ دو خاندانون مین سخت مخالفت ھے اور ھر وقت تلوارین چلتی ھین ۔ مگر ایک خاندان کا لڑکا رومیو دوسرے خاندان کی لڑکی جولیٹ سے محبت کرتا، اس سے چھُپ چھُپ کر ملتا ھے ۔ اتفاق سے ایک دن وہ دوسرے خاندان کے ایک فرد سے لڑتا ھے جو مارا جاتا ھے ۔ اس پر وہ شہر بدَر کر دیا جاتا ھے ۔ اُدھر جولیٹ کی شادی ھوتی ھے ۔ ایک پادری جو پہلے پوشیدہ طور پر رومیو اور جولیٹ کی شادی کرچکا تھا، جولیٹ کو ایسی دوا دیتا ھے کہ وہ مُردہ سی ھو جاتی ھے اور رومیو کو طلب کرنے کے لئے آدمی روانہ کرتا ھے ۔ رومیو جولیٹ کی مرنے کی خبر سُن کر خود آتا ھے اور جولیٹ کو قبر سے نکال کر دیکھتا ھے اور زھر پی کر مر جاتا ھے ۔ وقتِ مقرّرہ پر زھر کا اثر زائل ھوتا ھے اور جولیٹ جاگتی ھے ۔ رومیو کو مَرا ھوا دیکھ کر وہ خود اُس کے ھونٹون سے زھر چوُس لیتی ھے اور مر جاتی ھے ۔ یہان حُزنیہ اختِتام محض ایک اتفاق کی بدولت ھے؛ یہ ٹریجیڈی نہین ھے ۔ اس ڈرامے مین مزاح اور حسن کے بھی بہت سے مناظر ھین ۔

اصل مین المیے کا ایک خاص تصوّر ھے ۔ یہ شروع سے آخر

تک غم و پریشانی کا قصّہ ہوتا ہے جو موت پر ختم ہوتا ہے ۔اِس مین دو طاقتین برابر کشمکش مین مبتلا نظر آتی ہین ۔اِس کا ہیرو ایک عظیم ہستی ہوتا ہے جو اپنی کسی بڑی نفسیاتی کمزوری کی وجہ سے خود اپنی مصیبت کا ذمّے دار ہوتا ہے ۔ اس مین زندگی پر گہری نظر اور انسانی اخلاق پر اہم تنقید ہوتی ہے ۔ یہ سب صفتین " رومیو اینڈ جولیٹ " مین نہین ہین لیکن شیکسپیر کے اُن المیہ ڈرامون مین موجود ہین جو اُس نے ۱۶۰۱ء کے بعد لکھے ۔

اِن ٹریجیڈیون کو دو دائرون مین رکھا جاسکتا ہے، ایک وہ جو رومی تاریخ پر مبنی ہین اور جن کا مواد شیکسپیر نے پلوٹارک (PLUTARCH) کی کتاب※ سے لیا ۔ جولیس سیزر (JULIUS CAESER) اور " انٹونی اینڈ کلیوپٹرا "(ANTONY AND CLEOPATRA) اور "کوریولانَس" (CORIOLANUS) عظیم شاہکار ہین ۔ "جولیَس سِیزر" مین روم کے عظیم فاتح سیزر کی موت کا واقعہ مرکزی ہے ۔ بُروٹَس (BRUTUS) اور کیَسِیَس (CASSIUS) اُس کے خلاف سازش کرتے ہین اور اُسے 'کیپیٹول' (CAPITOL) مین بُلوا کر اس پر ٹوٹ پڑتے ہین اور مار ڈالتے ہین ۔ اس کے بعد اس کی نعش عوام کے سامنے لائی جاتی ہے ۔ پہلے بروٹس تقریر کرتا ہے اور قتل کو حق بجانِب ثابت کرتا ہے ۔ پھر مارک انٹونی (MARK ANTONY) ایسی تقریر کرتا ہے کہ پوری قوم بروٹَس کے خلاف ہو جاتی ہے ۔ انٹونی اور سیزرَ کا بھتیجا آوکٹیوِیَس(OCTAVIUS) مِل کر ایک حکومت بناتے ہین اور بروٹس کے خلاف جنگ کرتے ہین۔ فِلیپی(PHILIPPI) کے مقام پر جنگ ہوتی ہے ۔ بروٹس اور کیسیس رومیون کے اُصول کے مطابق خود کشی کر لیتے ہین ۔ یہ تعمیری لحاظ سے شیکسپیز کے بہترین ڈرامون مین سے ہے مگر اس کا ہیرو بروٹس ہے ۔ سیزر تو اس مین محض مارے جانے کے لئے بلایا گیا ہے ۔ بروٹس بڑا شان دار نیک فلسفی ہے جو سیزر کو بہت چاہتا ہے مگر اُسے اِس لئے قتل

※ PARALLEL LIVES ، جس مین ۲۳ یونانی اور ۲۳ رومی مشاہیر کا حال ہے ۔

کرتا ہے کہ وہ ظالم ہوگیا تھا ۔ رومن قوم سے محبت اُس کا مذہب ہے مگر اُس میں عام انسانوں کو سمجھنے اور ان کو برتنے کی صلاحیت نہیں اِس لئے وہ مارا جاتا ہے ۔ کیسِیَس اس کا ساتھی اور مشیر ہے مگر اس کا تضاد بھی ہے ۔ یہ دونوں کردار پورے ڈرامے پر حاوی ہیں ۔ انٹونی کے کردار کا ایک ہی پہلو یعنی اس کی فراست بیان دکھائی جاتی ہے ۔ اس کا پورا کردار دوسرے ڈرامے میں نمایاں ہوتا ہے ۔ " انٹونی اور کلیوپٹرا " تعمیر کے لحاظ سے بڑا ہی بے ڈھنگا ڈرامہ ہے مگر اس کی عظمت سے انکار نہیں ہوسکتا ۔ اس میں انٹونی کی مصر کی ملکہ کلیوپٹرا سے محبت کا قصّہ ہے ۔ اس محبت کی بنا پر انٹونی اوکٹیویس سیزر (OCTAVIUS CEASER) کا مخالف ہو جاتا ہے ۔ انٹونی کلیوپٹرا کی محبت میں سب جنگیں ہارتا جاتا ہے اور آخر میں کلیوپٹرا کے پاس آکر مَر جاتا ہے ۔ وہ عظیم کردار ہے مگر اس کی عیش پسندی نفسیاتی غلطی ہے اور اسی بِنا پر وہ مارا جاتا ہے ۔ کلیوپٹرا کا کردار بڑا عجیب ہے اور شیکسپیر کی چار بہترین تخلیقات میں سے ایک ہے ۔ پورا ڈرامہ ایک عظیم تاریخ کا پُرعظمت منظر پیش کرتا ہے ۔

مگر شیکسپیر کی ڈرامہ نگاری کا کمال اس کی چار ٹریجیڈیاں " ہیَملِٹ " (HAMLET) ، " اوَتھیَلو، دی مُور آف ویَنِس " (OTHELLO, THE MOOR OF VENICE) ، " کِنگ لیِئر " (KING LEAR) اور " مَیکبِتھ " (MACBETH) ہیں ۔ " ہیملٹ " غالباً ان سب سے پہلے لکھی گئی ۔ اس میں ڈنمارک کا ایک شہزادہ ، جس کا نام ہیملٹ ہے، اپنے باپ کی اتفاقی موت اور اس کے بعد ہی اپنے چچا کلاڈیئس (CLAUDIUS) کی اپنی ماں ملکہ گرٹرُوڈ (GERTRUDE) سے شادی اور تخت پر قبضے سے بہت ہی افسُردہ نظر آتا ہے ۔ کچھ ہی عرصے کے بعد ایک رات اُسے اپنے باپ کی روح دکھائی دیتی ہے جو اسے اپنی موت کا قصّہ سُناتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اسے اس کے چچا نے جو اب تخت پر قابض ہے قتل کیا ہے ، اور ہیملٹ کو انتقام لینے کے لئے تیار کرتی ہے۔ ہیملٹ کو اپنے چچا اور ماں پر پہلے بھی شبہ تھا اور اب یقین

سا ہو جاتا ھے کہ اس کے باپ کو ان دونون نے مل کر زھر دے کر مار ڈالا ۔ اِس کا اس کے ذھن پر بہت گہرا اثر پڑتا ھے بلکہ ایک حد تک وہ ذھنی توازن کھو بیٹھتا ھے ۔ درباری اور بادشاہ یہ سمجھتے ھین کہ وہ پاگل بنا ھوا ھے۔ مگر جب وہ ایک درباری کو خود یہ جواب دیتا ھے کہ "I AM BUT MAD NORTH NORTH WEST" تو معلوم ھو جاتا ھے کہ اس کا پاگل پن صرف ظاھری نہین ھے۔ اس جملے کا مطلب یہ ھے کہ " مین صرف اُس وقت پاگل ھوتا ھون جب شمال شمال مغرب سے ھوا چلتی ھے"۔

اوفیلیا (OPHELIA) سے بھی، جس سے وہ محبت کرتا تھا، بہت رُکھائی سے پیش آتا ھے۔ اُس کا چچا اس کے پاگل پن کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کرتا ھے مگر کامیاب نہین ھوتا ۔ ھیملٹ اپنے باپ کی روح کی بات کی مزید تحقیق کرنے کے لئے ایک ڈرامہ دکھاتا ھے جس کے دوران اس کا چچا اُٹھ کر چلا جاتا ھے۔ وہ چچا کے پاس آتا ھے جو دعا مین مصروف ھے۔ اِس عالم مین ھیملٹ اسے قتل کرنا نہین چاھتا، وہ اپنی ماں کے کمرے مین جاکر ماں کو بہت بُرا بھلا کہتا ھے اور ایک پردے کے پیچھے سے ایک آواز سُن کر پردے مین تلوار بھونک دیتا ھے، پردہ اٹھانے پر پُولُونِیئس (POLONIUS) جو اُس کے چچا کا درباری ھے دکھائی دیتا ھے ۔ ھیملٹ اُس کی نعش کو کھینچتا ھوا لے جاتا ھے ۔ اب اس کا چچا اس سے بہت ڈرنے لگتا ھے ۔ اُسے انگلستان بھجوا دیتا ھے تاکہ وھان وہ مار ڈالا جائے مگر وہ راستے مین اِس سازش سے واقف ھو جاتا ھے اور بچ کر گھر واپس آتا ھے ۔ وہ ایک قبرستان مین سے گزرتا ھے کہ اُس کی محبوبہ اوفیلیا کی نعش وھان لائی جاتی ھے جس نے خود کشی کرلی ھے ۔ اِس پر وہ اظہارِ غم کرتا ھے ۔ اب اس کا چچا پُولُونِیئس کے لڑکے لیرَٹِیس (LEARTES) کو اس کے خلاف اُبھارتا ھے ۔ دونون لڑتے ھین اور مارے جاتے ھین ۔ ملکہ غلطی سے وہ شراب پی لیتی ھے جس مین زھر ملا ھے اور ھیملٹ اپنے چچا کو تلوار سے مار ڈالتا ھے ۔ اس ڈرامے مین ھیرو کا کردار، اس کے دل مین شدید کشمکش اور اس کے زبردست مکالمے بڑے تعجّب انگیز اور قوی ھین۔ اس ڈرامے کے سلسلے مین بڑے مسائل پیدا ھوئے ھین اور مختلف بحثون پر بہت

کتابین لکھی گئی ھین ۔ ھیملٹ کا کردار ایک فرد کی نفسیات کا بہترین مطالعہ ھے ۔ نشاۃ الثانیہ نے انسانی روح پر جو اثر ڈالا اس کی حالت کا اِس سے بہتر نقشہ کہین نہین ملتا ۔ ھیملٹ کی بے قراری، اس کے دماغ کا عدمِ استقلال ، اس کے ارادے کی خامی، وغیرہ جدید ذھن کی بہترین عکاسی کرتی ھین ۔ ھیملٹ شیکسپیر کے عظیم ترین کردارون مین سے ایک ھے ۔

" اَوتھَیلوَ، دی مُور آف وَینس"مین ایک عرب نژاد عیسائی، جو وینس کی فوج کا سپاھی ھے، وَینِس کی ایک عالی خاندان لڑکی ڈَیسڈِیمَونا (DESDEMONA) سے محبت کرکے شادی کرتا ھے۔اوتھیلو کا ایک عَلَم بردار اِیاگوَ (IAGO) ھے جو ظاھرا اُس کا گہرا دوست ھے اور عام طور پر نیک مشہور ھے، مگر درپردہ بڑا چالباز ھے ۔ یہ ڈَیسڈیمونا کے ایک عاشق راڈِریگو(RODERIGO) کو اُبھارتا ھے اور اوتھیلو کو پکڑوانے کی ناکام کوشش کرتا ھے ۔ ایاگو، کیسیو (CASSIO) سے جَلتا ھے جسے اوتھیلو نے اس کے بجائے لفٹننٹ بنا لیا ھے ۔ ایک چال سے ایاگو، کیسیو کو بَرطرف کردیتا ھے پھر اُس کو یہ صلاح بھی دیتا ھے کہ ڈیسڈیمونا کے ذریعے پھر سے تقرر کی کوشش کرے ۔ اوتھیلو کے دل مین ڈیسڈیمونا کی طرف سے شبہ ڈال دیتا ھے اور اِس شُبے کو تقویت دیتا جاتا ھے، یہان تک کہ اوتھیلو رقابت کی آگ مین ڈیسڈیمونا کو قتل کردیتا ھے ۔ کچھ ھی عرصے بعد ساری سازش کھل جاتی ھے اور اوتھیلو اِیاگو کو زخمی کرکے خودکشی کرلیتا ھے ۔ اس ٹریجیڈی کی تعمیر بہت ھی عمدہ ھے اور یہ شیکسپیر کے عظیم شاھکارون مین سے ایک ھے ۔ اوتھیلو کے کردار مین حیرت انگیز مشرقیّت ھے ۔

کنگ لِیئر (KING LEAR) کو دنیا کا عظیم ترین ڈرامہ کہا جاسکتا ھے ۔ اِس مین بہت سے پلاٹ ساتھ چلتے ھین ۔ خاص قصّہ ایک بوڑھے بادشاہ کا ھے جو اپنی تین بیٹیون کی محبت کا امتحان لے کر بڑی دو بیٹیون کی لفّاظی سے مرعوب ھو جاتا ھے اور اُن کو اپنی پوری حکومت دے دیتا ھے، تیسری بیٹی کورڈَیلیَا (CORDELIA) سے شاہ فرانس شادی کرکے اُسے فرانس لے جاتا

ھے ۔ کچھ عرصے کے بعد دونوں بڑی بیٹیاں شاہ لیئر سے عاجز آجاتی ہیں اور اُسے طوفان میں گھر سے نکال دیتی ہیں۔ یہاں اس کا وفادار مسخرہ اس کے ساتھ ھے اور اپنی باتوں سے لیئر کی حالتِ زار سب پر واضح کرتا ھے ۔ شیکسپیر نے یہاں لیئر کے مصائب کی بڑی دلگداز تصویر پیش کی ھے ! لیئر پاگل ھو جاتا ھے۔ اس کی سب سے چھوٹی بیٹی کورڈیلیا فرانس سے فوج لے کر آتی ھے مگر سازش سے مار ڈالی جاتی ھے ۔ آخر میں لیئر، کورڈیلیا کے غم میں نیم دیوانگی کے عالم میں مَر جاتا ھے ۔ اس کی بڑی بیٹیاں ایک لارڈ کے ناجائز لڑکے اڈمنڈ (EDMUND) کے ساتھ تعلقات میں ذلیل ھوتی ھیں اور ماری جاتی ھیں ۔ یہ ڈرامہ پوری دنیا بلکہ پوری کائنات کی تصویر پیش کرتا ھے ۔ لیئر کے مصائب ، مسخرے کے الفاظ اور کائنات میں تبدیلیاں، ایسے انداز میں پیش کی گئی ھیں کہ یہ ڈرامہ آفاقی قدروں اور حالات کی سب سے اچھی تصویر مانی گئی ھے ۔ نیکی اور بدی کی کشمکش ، انسان اور قدرت کے تعلق ،غم و خوشی کی صورتیں ، عقل اور جذبات کا ٹکراؤ، کسی ڈرامے میں اِس سے بہتر نہیں پیش ھوا ۔ اس ڈرامے کی عظمت ھر شخص کو دم بخود کر دیتی ھے ۔

" میکبتھ" (MACBETH) ان سب ٹریجیڈیوں میں طول کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ھے ۔ اس میں اسکاٹ لینڈ کا ایک سردار میکبتھ غلط حوصلے کا شکار، اپنی بہادر بیوی کی مدد سے اپنے عزیز اور ملک کے بادشاہ ڈنکن (DUNCAN) کو اپنے ھی گھر میں قتل کردیتا ھے ۔ بادشاہ کے بیٹے مَیلکمَ (MALCOLM) اور ڈونلبیَن (DONALBAIN) فرار ھو جاتے ھیں اور وہ خود بادشاہ بن جاتا ھے ۔ اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کے لئے اب اسے مظالم پر مظالم کرنے پڑتے ھیں ، مُلک میں بدامنی پھیلتی ھے اور کئی جاگیردار فرار ھوکر انگلینڈ پہنچ جاتے ھیں، وھاں سے بادشاہ کے بڑے بیٹے میلکمَ کو ایک فوج کے ھمراہ ساتھ لاتے ھیں اور میکبتھ ان سے لڑتا ھوا مارا جاتا ھے ۔ اِس میں ھیرو اور ھیروئن کے کردار بہت ھی زور دار ھیں مگر سب سے خاص بات اِس کی فضا ھے ۔ یہ ڈرامہ

جادوگرنیوں سے شروع ہوتا ہے جو میکبتھ کے حوصلے کو اُبھارتی ہیں؛ ہر مشکل پر وہ ان سے مدد مانگتا ہے اور ان کی پیشین گوئی پر اعتماد کرتا ہے - آخر میں اسے یہ سب دھوکا معلوم ہوتا ہے اور وہ بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا مارا جاتا ہے - پورے ڈرامے پر ایک عجیب دھندلکا چھایا ہوا محسوس ہوتا ہے - تمام مناظر رات کے ہیں اور دھندلکا اور خون کی سرخی ہر جگہ نظر آتی ہے - لیڈی میکبتھ پاگل ہوکر عجیب باتیں کرتی ہے - میکبتھ کی کچھ تقاریر بھی دنیا کا ایک عجیب نقشہ پیش کرتی ہیں - اگرچہ میکبتھ آخر میں مارا جاتا ہے مگر دنیا کی بے ثباتی کا اس پر ڈنکن کے قتل کے بعد ہی انکشاف ہونے لگتا ہے - موت سے پہلے اس کی زندگی سے دل چسپی تقریباً ختم ہوچکی تھی اور اس کو شدّت سے احساس ہوتا ہے کہ وقت ہر خوب صورت شے کو آخر میں دھوکا ثابت کر دیتا ہے - دنیا کے ادب میں اس ڈرامے کو ہمیشہ بڑا مقام حاصل رہے گا -

رومانی ڈرامے

آخری عمر میں شیکسپیر نے تین ایسے ڈرامے لکھے جو بالکل نئی چیز ہیں - ان کو رومان کہا جاتا ہے اور ان میں ایک دل کش فضا نظر آتی ہے - ان میں سے دو بہت اہم ہیں "دی ونٹرس ٹیل" (THE WINTER'S TALE) اور " دی ٹمپسٹ" (THE TEMPEST) - ان ڈراموں میں طمانیت کی ایک عجیب فضا ہے ، ایک امن اور رومانی خوشی کی جلوہ گری ہے - پہلا ایک طویل قصّہ ہے جس میں ایک پُشت کا جھگڑا دوسری پُشت میں طے ہوتا ہے - دیہاتی زندگی کے بڑے پُرکیف مناظر ہیں - اوٹولائیکس (AUTOLYCUS) کا مزاحیہ کردار اور پرڈیٹا (PERDITA) ہیروئن کا کردار ایک آسمانی زندگی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں-
دوسرا ڈرامہ اصولی لحاظ سے بالکل ٹھیک ہے اور اس میں شیکسپیر کی ذاتی زندگی اس کی ڈرامہ نگاری اور اس کے تھیٹر کو

الوداع کی طرف خاص اشارے ہین ۔ کچھ لوگون کی رائے مین ، یہ شیکسپیر کا کامل ترین ڈرامہ ہے ۔ اس مین شہر میلان کا جلاوطن پروسپَیرو (PROSPERO) ایک جزیرے پر رہتا ہے ۔ وہ جادو جانتا ہے اور اُس کے قابو مین ایک روح ایریُل (ARIEL) ہے جو اس کے حکم سے سمندر مین طوفان برپا کردیتی ہے ۔ اس کے ساتھ اس کی جوان بیٹی مرانڈا (MIRANDA) بھی ہے جس سے وہ اپنا پورا قصّہ بیان کرتا ہے ۔ وہ میلان کا ڈیوک تھا لیکن اس کے بھائی نے نَیپلس کے بادشاہ کے ساتھ سازش کرکے اس کو اور اس کی چھوٹی بچّی کو ایک ناؤ مین روانہ کر دیا تھا ۔ اس کے دشمنون کا جہاز اِس جزیرے کے پاس سے گزرا تو پروسپَیرو نے ایریُل کے ذریعے طوفان برپا کرکے جہاز غرق کرادیا ۔ اس کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاز کے تمام لوگون کو ایریُل نے الگ الگ اُتارا ۔ اِن مین شاہ نیپلس کا بیٹا فرڈیننڈ (FERDINAND) ہے جو مرانڈا پر عاشق ہو جاتا ہے ۔ دوسری طرف شاہ نیپلس، پروسپَیرو کا دغاباز بھائی انٹونیو (ANTONIO) اور ان کے ساتھی ہین ۔ ان کو ایریُل پریشان کرتا ہے اور پھر ان کے گناہ یاد دلاتا ہے ۔ آخر مین سب پروسپَیرو کے سامنے آتے ہین اور مَیل ہو جاتا ہے۔ پروسپیرو کے ساتھ ایک جادوگرنی کا بیٹا ، عجیب الخلقت "کَیلیبَن" (CALIBAN) بھی ہے جو پروسپیرو کو قتل کرنے کے لئے شاہ نیپلس کے ملازمین سے سازش کرتا ہے مگر آخر مین اس کی سازش کھُل جاتی ہے اور وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرلیتا ہے ۔ کیلیبن عجیب تخلیق ہے ۔ پروسپیرو شیکسپیر خود ہے اور ایریل اس کی شاعرانہ طبع کا اشارہ ہے۔ ڈرامہ پورا ایک جزیرے پر تین گھنٹے کے اندر ہو جاتا ہے اور اِس مین واقعات اور فضا دونون کا اتحاد موجود ہے ۔ اس مین شیکسپیر کا فلسفۂ حیات بھی تکمیل پر نظر آتا ہے ۔ آخرکار وہ ایک اعلیٰ فلسفیانہ بلندی پر پہنچ جاتا ہے ۔

عظمت

شیکسپیر کی عظمت اِس امر مین ہے کہ وہ اپنے ملک کا ہی

نہین تمام دنیا کا ہے ، اپنے زمانے ہی کا نہین بلکہ تمام زمانون کا ہے ۔ کوئی شخص ایسا نہین ہے کہ جو اس کو پڑھ کر اپنے طور پر محظوظ نہ ہو اور اس کی بات کو اپنی دل کی بات نہ محسوس کرنے لگے ۔ اس جیسی ہمہ گیری دنیا کے کسی شاعر مین نہین ملتی؛ وہ عظیم غنائی شاعر بھی ہے ، ایپک شاعر بھی ہے ، فلسفی شاعر بھی ہے ، ڈرامہ نگار بھی ہے ۔ اُس کی نظم بھی نظم کے اعلیٰ پایہ پر ہے اور نثر بھی؛ اپنے ڈرامون مین اس نے ضرورت کے لحاظ سے نثر بھی استعمال کی ہے اور اس کے ہر کردار کی نثر بھی الگ ہے مگر ہر جگہ یہ نثر نگاری کے فرائض پوری طرح ادا کرتی ہے ۔ اس نے لیلی (LYLY) کی نثر سے شروع کیا اور آخر مین اپنی نثر کو بھی نظم کی طرح اس درجے پر پہنچا دیا کہ آج اُس کی نثر سے بہتر نثر ملنا مشکل ہے ۔ مزید برآن وہ تنقید نگار بھی تھا اور اس کے " ہنری دی ففتھ" (HENRY V) کے پرولوگ (PROLOGUE) مختلف مقامات پر کردار کی تقاریر اور ہیملٹ مین ڈرامہ نگاری کی بابت ہدایات اسے تنقید نگاری کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز کرتی ہین ۔

صنفِ ڈرامہ ہی مین وہ ہر طرح کے ڈرامے پر کامل عبور دکھاتا ہے اور ہر طرح کی صنف مین چاہے وہ کمیڈی یعنی طربیہ ہو یا ٹریجیڈی یعنی المیہ یا تاریخ یا رومان ہو، ایسے شاہکار پیش کرتا ہے جو بے مثل و نظیر ہین ، اور اپنے دور ہی کے نہین بلکہ ہر دَور کے ہر ادب کو وہ اسی کے میدان مین شکست دیتا ہے ۔ اس کی ذہنی قوتین تعجّب انگیز حد تک گوناگون ہین ۔ وہ مزاح مین اور حزن مین ، عظمت مین اور عام جذبات مین یکسان طور پر کامیاب ہے ۔ شاید ہی دنیا کا کوئی شاعر ہو جس کے دماغ کو قدرت نے اِتنی زیادہ صلاحیتون سے بیک وقت معمور کیا ہو۔ پھر ہر صلاحیت کا ہر پہلو اُس کے یہان موجود ہے ۔ مثلاً مزاح ہی کو لے لیجئے؛ اس کے ڈرامون مین پست مذاق بھی ہے، الفاظ کا کھیل بھی ہے ، حالات اور واقعات کا مزاح بھی ہے، محض مضحکہ خیزی بھی ہے، اور کردار کا اعلیٰ ترین مزاح بھی ہے ۔ ہر جگہ مزاح

ایک نئی صورت اختیار کرتا ھے ـ فالستاف کے کردار مین تمام عناصر یکجا ھو کر ایک معجزہ سا دکھاتے ھین ـ "لیئر" کے مسخرے کا مزاح ایک عجیب چیز ھے جو المیے کے تاثرات کو بہت گہرا کر دیتی ھے۔ شیکسپیر مین تمام کائنات سمائی ھوئی دکھائی دیتی ھے ـ

شاید ھی دنیا کا کوئی ادیب ھو جس کی تخلیقی قوت شیکسپیر سے زیادہ زبردست ھو ـ اس کا ھر ڈرامہ ایک نئی دنیا بناتا ھے جس کا جغرافیہ ، روایات ، افراد ، تاثرات اور زبان بالکل الگ ھے ـ ھر ڈرامہ ایسی مکمل تصویر ھے جس مین ھر طرح کے رنگ نہایت خوبی سے ھم آھنگ نظر آتے ھین ـ تخیّل کی یہ قوت تعجّب انگیز حد تک بلند ھو جاتی ھے ـ پھر کردار کی تخلیق اپنی جگہ کمال ھے ؛ چھوٹے سے چھوٹا کردار بھی پورے طور پر زندہ ھے؛ وہ ایسی بات کہہ جاتا ھے جو دل پر جم جاتی ھے ؛ ھر طبقے اور ھر طرح کے کردارون مین ، اپنے گروہ کی صفات بھی نمایان ھوتی ھین لیکن ھر ایک کی انفرادیت بھی اتنی ھی واضح ھوتی ھے ـ کوئی کردار یک طرفہ یا محض کریکٹر بن کر نہین رہ جاتا بلکہ پہلودار ھوتا ھے اور ھم اس کی ھر بات کو جان جاتے ھین ـ شیکسپیر کا ھر کردار ھمارے جگری دوست کی طرح ھماری زندگی مین داخل ھو جاتا ھے ـ ھر خاص موقع پر وہ سامنے آتا ھے اور اس کی باتین یاد آتی ھین ـ ھمین خود اپنی زندگی مین بارھا خیال آتا ھے کہ اس موقع پر شیکسپیر کا فلاں کردار کیا کرتا ھے۔ اس کے تمام کردار یکجا ھوکر زندگی کے ھر پہلو کو گھیر لیتے ھین اور اس کے ڈرامون سے مانوس ھوکر ھمین دنیا کا ھر فرد اس کے کسی نہ کسی کردار کے موافق نظر آتا ھے ـ اُس کے کردارون کی تقریرین ھمارے حافظے پر آپ ھی آپ جم جاتی ھین اور ھر کردار زندگی مین ملنے والے ھر شخص کی بابت ھماری رائے کو ایک مخصوص رنگ دیتا ھے ـ اس کی ھیروئنین عجیب کرشمہ ھین ـ ان کا عالی ظرف ، حسن ، دل کشی نسائیت کو اعلیٰ ترین درجہ بخشتی ھے ـ ان مین سے کوئی بھی ایسی محبوبہ ھوسکتی ھے جس پر جان نثار کی جائے اور جس کے ساتھ زندگی بسر کی جائے ـ وہ انگریزی اور رومی تاریخ کے

کردارون کو ان کی پوری عظمت کے ساتھ زندہ کر دیتا ھے۔ اس نے ایسے عظیم کردار بھی تخلیق کئے جن کا ھمسر دنیا کے ادب مین نہین ملتا ۔ فالسٹاف (FALSTAFF) ، لیئر(LEAR)،کلیوپٹرا (CLEOPATRA)،، ھیملٹ (HAMLET) تک کسی اور کی تخلیقات پہنچ ھی نہین سکی ھین ۔

مذھبی اور روحانی اعتبار سے وہ اُس مقام پر نظر آتا ھے جہان بڑے بڑے عالِم اور ولی نہ پہنچ سکے ۔ نہ وہ عالم تھا ، نہ فلسفی، مگر اُس کو وہ نظر ملی تھی جو عِلم کو منشی گیری اور مذھب کو ڈھونگ ثابت کردیتی ھے ۔ اس کا ذھن آفاق سے اوپر تھا اور وہان سے وہ خلقِ خدا کو اپنی خلق کی طرح دیکھتا تھا ۔ انکار اور نفرت کا سوال ھی نہ تھا ۔ ھر چیز اپنی جگہ پر درست نظر آتی تھی ۔ ماضی، مستقبل اور حال سب ایک ھی چیز معلوم ھوتے تھے ۔ اس نے ماضی کی کسی روایت کو رَدّ نہین کیا ۔ اس نے تمام خیالات کو اپنایا مگر کسی کا طرف دار ھوکر نہین رھا ۔ مذاھب، فلسفے، اخلاقی نظریے اسے کچھ زیادہ چلتے نہ نظر آئے ۔ فلسفے کا نظام تعمیر کرنا اسے ایک مضحک کھیل نظر آیا ۔ اس کا مَسلَک ھمدردی اور کمال ھمدردی تھا ۔ ھر مذھب کا اس نے اس طرح ذکر کیا ھے گویا وہ خود اسی مذھب کا پیرو تھا ۔ اسی لئے عیسائیون کے ھر فرقے کے لوگ اسے اپناتے ھین اور ھر مذھب والے اس کو اپنے مذھب کا پیرو ثابت کرنے پر تُلے ھین ۔ ھر علم والے نے اسے اپنے علم مین فرد پا کر اس کے اس مخصوص علم سے واقفیت پر کتاب لکھ دی ۔ وہ اس دنیا سے باھر نہین جاتا اور روحانی دنیا کے کنارے پہنچ کر واپس آجاتا ھے مگر اس کو پڑھ کر یہ محسوس ھوتا ھے کہ خدا اور روحانیت کو ھمین اِسی دنیا مین پانا ھے، باقی سب تَوَھم ھے ۔ وہ ھر قسم کے تَوَھمات کا بھی اسی طرح ذکر کرتا ھے جیسے حقیقتون کا ۔ مذھبی عقائد والے اور مذھب کے منکرین اُس کے سامنے ایک ھین ۔ وہ کہین بھی مُدرّس بننے کی کوشش نہین کرتا ۔ دنیا مین بے انصافیون اور ظلم کو بلاوجہ ھوتا دیکھتا اور دکھاتا ھے ۔ اس کے کلام مین ڈوب کر ھمیں وہ اعلیٰ پائے کی

ہمدردی اور محبت ملتی ہے جو ہر مذہب، اخلاق اور فلسفے کی بنیاد ہے ۔ نفسیات کا وہ خاص طور پر ماہر ہے ۔ اس کے ڈرامے علم نفسیات کے ہر شعبے مین اضافہ کرتے ہین ۔ انسانی فطرت کو وہ جس خوبی سے سمجھ سکا ویسی خوبی سے آج تک کسی نے نہین سمجھا ۔ اس کے کردار دنیا کی بابت ہمین ہر قسم کے نظریے دیتے ہین مگر یہ اس کے مخصوص نظریے ہین ۔ وہ ان سب کو مانتا ہے اور سب کو زندگی مین کچھ خاص نفسیاتی حالات کے تحت ضروری سمجھتا ہے ۔ اگر کوئی بات صاف طور پر اس کے عقائد سے متعلق کی جاسکتی ہے تو یہ کہ وہ ایک آسمانی طاقت کو ہماری قسمتین بناتا دیکھتا ہے ؛ یہ طاقت رحم ہے، اس کے طریقے سرحدِ ادراک سے پرے ہین ؛یہ زندگی اِس طاقت کا دل چسپ اور خواب اور کرشمہ ہے ۔ شیکسپیر ہرگز فلسفی نہین مگر اس کا کلام ہر جگہ نہایت گہرا ہے ۔ اس کے ڈرامے تمثیلی معلوم ہوتے ہین اور اکثر مین تمثیلیت مکمل بھی ہو جاتی ہے مگر وہ ایسے عمل کو خاص اہمیت نہین دیتا ۔ وہ زندگی کو جیوُں کی تیوُں ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس مین جو کچھ ہے صاف دکھا دیتا ہے ۔ وہ اپنا کام " زندگی کے سامنے آئینہ رکھنا " بتاتا ہے اور اس کام مین اس سے زیادہ کوئی کامیاب نہین نظر آتا ۔ وہ سب سے بڑا معلّم ہے کیون کہ وہ ہمیَں آفاقی ذہن اور آفاقی ہمدردی سے ہم کِنار کرتا ہے ۔

اس کی ہستی یہ ثابت کرتی ہے کہ فن کار اور ادیب تمام قدرون سے بالاتر ہے ۔ اسی مین اس کی عظمت کا راز ہے ۔ وہ فن کے تمام اصولون کو مان لیتا ہے اپنی روایات ، اپنے عہد کی ڈرامہ نگاری کے طریقون ،سب کو مان کر ان پر عمل پیرا ہوتا ہے ۔ عیوب تک کو اپناتا ہے مگر عیوب سے ہنر پیدا کرتا ہے ۔ ہر جگہ اس کے عمل کا ثبوت ملتا ہے مثلاً الزبتھ کے دَور کے ڈرامے مین مسخرہ ایک لازمی کردار ہوتا تھا ۔ اس کی حرکتین اور باتین پَست ذہن لوگون کو ہنساتی تھین اور سنجیدہ لوگ اس سے نفرت کرتے تھے ۔ شیکسپیر نے اُسے ترک نہین کیا بلکہ اس کے مذاق کو اس درجے پر پہنچایا کہ مسخرہ عام لوگون کی دل چسپی کا مرکز بھی رہا اور

اعلیٰ ترین فلسفی بھی نظر آیا ۔ اس کا کوئی مسخرہ ایسا نہین جو نہ ھنسائے اور کوئی ایسا نہین جو زندگی کا اعلیٰ ترین مزاحیہ تصوّر سامنے نہ لائے ۔ ٹچ سٹون (TOUCHSTONE) کی رواداری عرش پر پہنچتی ھے ۔ کنگ لیئر(KING LEAR) کا فول(FOOL) مسخرون مین ایک آفاقیّت کا حامل ھے ۔ اسی طرح کسی روایت اور کسی اصول کو لے کر یہ دکھایا جاسکتا ھے کہ انگریزی ڈرامے کو جو محض پست درجے کا ناٹک تھا ، اُس نے آسمان کردیا ۔ فطرت نے اسے اعلیٰ ترین قوّت تخیل اور الفاظ کی طرف پوری توجہ کی صلاحیت دی تھی ۔ ان کا زور اِس قدر تھا کہ اُس نے ھر رنگ کو اُڑایا اور لے اُڑا ۔ اسے غور اور فکر اور محنت کی ضرورت نہ تھی ۔ آسمان سے مضامین آتے تھے اور نہایت شگفتگی اور روانی کے ساتھ الفاظ مین ڈھلتے چلے جاتے تھے ۔ اس کی فطری قوّت کا لوھا سب نے مانا ھے ۔ اس کی حد سے زیادہ قدرتی روانی کا ھر شخص قائل ھوا ھے ۔ محتاط اور باشعور فن کارون نے اس فن کارانہ جہت کی کمی محسوس کی ھے ، مگر اسے آورد سے کبھی سروکار نہ ھوا ۔ اس کے یہان ھر جگہ آمد ھی آمد ھے ۔ ڈرامے کی ساخت ، کردار کی تخلیق ، طرز کی رنگینی ، مصرعون کا ترنّم سب قدرتی طور پر آتے جاتے اور اپنی جگہ بناتے جاتے ھین ۔ غلطیان بھی ھوتی ھین ، اِبہام بھی پیدا ھوتے ھین ، بے ڈھنگا پن بھی نظر آتا ھے ، رنگ بھی ضرورت سے زیادہ معلوم ھوتے ھین ، استعارے بھی گڑ بڑ ھو جاتے ھین مگر ان سب کو کوئی اھمیت دینے کو جی نہین چاھتا ۔ زندگی اور حسن کا جو دریا اس نے بہایا ھے اس کی سطح پر کوُڑے کرکٹ کی کوئی اھمیت نہین ۔ دریا کی روانی ، اس کی فضا ، اس پر سے بہنے والی ھوا ، اس مین زندگی کے جیتے جاگتے عکس ایسا منظر پیش کرتے ھین کہ دم بخود دیکھتے رہ جائیے ۔ انگریز شیکسپیر کو ھر پیر اور وَلی سے بالاتر مانتے ھین ۔ اُس سے مانوس ھونے کے بعد یہ محسوس ھوتا ھے کہ یہ قومی طرف داری نہین ۔ شیکسپیر انگلستان کا ھی نہین تمام دنیا کا ھے اور اس کی زبان اسی کی وجہ سے تمام دنیا کی زبان ھوکر رھے گی ۔

باب دہم

بن جانسن

۱۵۷۲ تا ۱۶۳۷ء

اٹھارویں صدی کے اختتام تک بنجمن جانسن (BENJAMIN JONSON) کو اپنے زمانے کا سب سے بڑا ادیب مانا جاتا رہا - اگرچہ ادیب اور نقّاد شیکسپیر کی اہمیت کے بھی قائل تھے تاہم بن جانسن کو اُس سے بڑا ڈرامہ نگار مانتے تھے - وجہ یہ تھی کہ شیکسپیر خالص انگریز قوم کا فرد تھا اور یونانی اور لاطینی زبانوں سے ناواقف تھا اور بن جانسن اِن دونوں زبانوں کا عالِم تھا - نشاۃ الثانیہ میں بڑا اور کامیاب ادیب اُسی کو مانا جاتا تھا جو قدیم روم و یونان کے ادب کی تقلید کرتا تھا - جانسن نے قدما کی تقلید کو اوجِ کمال پر پہنچانے کا بیڑہ اٹھایا - اُس نے انگریزی شاعری اور ڈرامے کو قدیم اُصولوں کی بے مثل نظیربن بنا کر چھوڑا اور اِس کام میں وہ اپنے طور پر کامیاب رہا - وہ شیکسپیر کا دوست تھا اور اس نے شیکسپیر کی خداداد صلاحیتوں کی تعریف بھی کی مگر شیکسپیر کی لاطینی زبان سے معمولی اور یونانی زبان سے کم واقفیت کا مذاق اڑایا - اس کے نزدیک شیکسپیر کے یہاں فن‌کاری کا فقدان ہے -

تاریخی لحاظ سے بن جانسن شیکسپیر سے زیادہ اہم ہے - اس کے اور ہم عصروں کے مقابلے میں اس کے متعلق ہمیں زیادہ معلومات ہیں - اپنے زمانے میں وہ سب سے زیادہ نمایاں اور ہم عصروں سے وابستہ رہا - اس کا ورود شیکسپیر کے دس برس بعد ہوا - وہ ایک

انقلابی ذہنیت اور انقلابی پروگرام لے کر آیا ۔ اس کے ساتھ اوّل درجے کے ڈرامہ نگار بھی اُبھرے جن میں سے کچھ اس کے طرف دار اور کچھ مخالف تھے مگر اُس کا لوہا سب ہی مانتے تھے ۔ سماجی اور فنّی اصلاح کا جوش اس کی ہستی سے نمایاں ہے ۔ وہ شیکسپیر سے زیادہ جدّت پسند تھا ۔ اپنے دور کے اسٹیج کی حالت پر اسے غصّہ آتا تھا اور عام مذاق کو وہ حقارت کے ساتھ دیکھتا تھا ۔ اس نے اپنے مذاق کو رائج کرنے کی کوشش کی ، خیالات دئے ، نظریے قائم کئے اور عام مذاق کو قدما کے معیار پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی ۔ ہر مُصلح کی طرح بن جانسن بھی رواج کے خلاف چلا ۔

بن جانسن سچّا عالم تھا ۔ وِسٹمِنسٹَر اسکول میں وہ ولیَم کمڈِن (WILLIAM CAMDEN) کا شاگرد رہا جو بڑا عالِم تھا ۔ اس کے بعد ، حالاں کہ اس نے یونیورسٹی کی کوئی سند حاصل نہیں کی ، علم سے اپنی دل چسپی کا اظہار کرتا رہا ۔ وہ ہمیشہ قدما کا مطالعہ کرتا رہا اور ان کے اقتباسات کو ایک بیاض میں نقل کرتا رہا ۔ ایسی بیاضوں کی بڑی تعداد اس کے پاس جمع رہی اور اِن ہی سے وہ اپنی تصانیف میں استفادہ کرتا رہا ۔ قدیم ادوار کے بڑے مصنّفین ہی سے نہیں بلکہ معمولی اور اکثر غیر معروف مصنّفین سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھا ۔ اس کا تاریخ کا مطالعہ بھی اتنا ہی صحیح اور وسیع تھا ۔ اپنے عہد کی زندگی کے مطالعے میں بھی اس نے یہی طریقہ برتا ۔ وہ ہر چیز اور ہر فرد کا گہرا مطالعہ کرتا ، جزئیات کو نوٹ کرتا ، لوگوں کی اداؤں اور باتوں کو درج کرلیتا ۔ اپنے ڈرامے لکھتے وقت ان باتوں کو عالِم کی طرح احتیاط سے استعمال کرتا ۔ وہ ممکنہ حد تک صحیح واقعیت نگار ہونے کی کوشش کرتا تھا ۔

شاعری

اُس نے اپنے دَور کی شاعری کو بھی ایک نیا رُخ دے دیا ۔ جب وہ ادب کی دنیا میں داخل ہوا تو شیکسپیر کے پَیرو پیش پیش

تھے اور شاعری پر زوال آتا معلوم ہو رہا تھا ۔ اُس نے ایک نئے طرز ھی کی نہین بلکہ ایک بالکل نئے قسم کی شاعری ایجاد کی جس کا اثر اس کے دَور کے شعرا پر ھی نہین بلکہ پوری سترھوین اور اٹھاروین صدی کے شعرا پر پڑا ۔ ۱۶۱۶ء مین اس کی نظمون کے دو مجموعے شائع ہوئے ایک "اپگرامز" (EPIGRAMMES) اور دوسرا " دی فارسٹ " (THE FORREST) اور ۱۶۲۱ء مین ایک اور مجموعہ " انڈرُوڈز" (UNDERWOODS) طبع ھوا ۔ ان سب مین الگ الگ نظمین ھین جن کی کل تعداد تین سو ھوتی ھے۔ زیادہ تر نظمین مختصر ھین مگر کچھ ذرا طویل بھی ھین ۔

اِن نظمون کی خاصی بڑی تعداد دو یا چار مصرعون پر مشتمل ھے اور ان مین اھم اقوال ملتے ھین جو ذھن پر جم جاتے ھین ؛ ایک معقول تعداد دس سے بیس مصرعون کی نظمون کی ھے جن مین طنزیاتی کردار نگاری کی گئی ھے ۔ بعض خاکون کو نام نہین دئے گئے ھین اور محض اُن کے پیشے کے نام سے انھین چلایا ھے ۔ مگر بیشتر خاکون کے نام ھین مثلاً ایک عادی جواری کو جو پٹ کر عقل سیکھتا ھے کوئی نام نہین دیا گیا ۔ ایک پنشن یافتہ لفٹننٹ ھے جو شہریون کو بھکاتا پھرتا ھے اور ھر سوال پر " خدا دیتا ھے" کہتا ھے،اس کا نام شِفٹ (SHIFT) ھے اور نام سے اس کی خصوصیت نمایاں ھوتی ھے ۔ اِن مین سب سے زیادہ زندہ خاکہ ڈَون سَرلی (DON SURLEY) کا ھے جو اپنے کو اھم جتانے کے لئے اکڑتا ھے اور دوسرون کی طرف نفرت کا اظہار کرتا ھے،کبھی طنز کرتا ھے کبھی گالیان بکتا ھے ۔ اس مین ایک خانہ " نقّال شاعر " کا بھی ھے جو اپنے کو سب شاعرون کا سردار سمجھتا ھے۔ وہ دوسرون کا کلام لے کر اپناتا ھے گویا اس طرح ھر ایک کی فطرت کو اپنی بناتا ھے ۔ شاید یہ شیکسپیر پر چوٹ ھے ۔ کچھ طویل اخلاقی نظمین ھین جن مین اخلاقی نقطۂ نظر سے طنز کیا گیا ھے ۔ " ایَپسِٹل ٹوُ سَر ایڈورڈ سَیکوِیل"(EPISTLE TO SIR EDWARD SACKVILLE) اس کی مثال ھے ۔ اس مین اُن مُربّیون کا ذکر ھے جو نا اھلون مین انعامات تقسیم کرتے ھین اور پھر بھی نا اھل

احسان فراموش ثابت ہوتے ہین اور ناشکری کرتے ہین۔ اس سے زیادہ زندہ اور پُرمزاح " این ایپسِٹل ٹو اے فرینڈ ، ماسٹر کولبی، ٹو پرسُویڈ ہِم ٹو دی وارز" (AN EPISTLE TO A FRIEND, MASTER COLBY, TO PERSUADE HIM TO THE WARS) ہے۔ اس مین ایک دوست کو جنگ پر جانے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وہ شہر کی زندگی سے بچے جس مین لوگ بدکار ہو جاتے ہین ۔ بن جانسن کی انفرادیت اور اس کی صاف گوئی سادے اور زور دار، مگر غنائیت مین کمزور مصرعون سے نمایان ہوتی ہے ۔

آج کل بن جانسن کی سب سے زیادہ دل چسپ وہ نظمین سمجھی جاتی ہین جو اُس نے اپنے دوستون اور ہم عصرون پر لکھین۔ اِن مین لارڈ بیکَن (LORD BACON) ، ڈِریٹَن (DRAYTON)، ڈَن (DONNE)، ولیم براؤن سِلوِسٹر (WILLIAM BROWN SYLVESTER)، بیومونٹ (BEAUMONT) ، فلیچَر (FLETCHER) اور شیکسپیر پر نظمین شامل ہین ۔ آخری سب سے عمدہ ہے ۔ یہ شیکسپیر کے مرنے کے بعد اُس کے کُلّیات کے شروع مین چھپی ۔ بن جانسن شیکسپیر سے کبھی دوستی کرتا تھا اور کبھی جھگڑتا تھا مگر اس کے مرنے کے بعد سب اختلافات بھول گیا اور شیکسپیر کی جوشیلے الفاظ مین تعریف کی ۔ یہ شیکسپیر کی عظمت کا کھلا اعتراف ہے۔ بن جانسن جب دوسرون کی تعریف کرتا ہے تو اس کی تعریف ہمیشہ حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اور نہ ہی کسی طرف منصفانہ ہوتی ہے ۔ سر فلپ سڈنی (SIR PHILIP SIDNEY) کے خاندان کا قصیدہ بہت دل کش ہے ؛ اس مین سڈنی کی مردانگی اور بے لوثی کا بیان پُر اثر ہے اور اس کی بہن کاؤنٹِس آف پیمبروک (COUNTESS OF PEMBROKE) کی مدح بھی مناسب ہے ۔ جانسن نے اس نظم مین سڈنی کی جائے پیدائش پنشرسٹ (PENSHURST) کی بھی تعریف کی جہان اس نے خود کچھ عرصہ بڑے آرام سے گزارا تھا ۔

بن جانسن کے مجموعون مین ہر قسم کی نظمین ملتی ہین ، جو اس نے ہنگامی مواقع پر لکھین ۔ اس مین غنائی صلاحیت کم

تھی ۔ اس نے یونانیون کی نقل مین بہت ہی حسین مرثیے اور کتبے لکھے ۔ اس کی اس قسم کی نظمین فرد ہین ۔ محبت پر کچھ نظمین ہین اور کچھ نظمون مین محبت کا ذکر ہے مگر اس کا حد سے زیادہ مردانہ مزاج محبت کے جذبات سے زیادہ مانوس نہین معلوم ہوتا ۔ اس کی نظم "سَیلِیبرَیشَن آف کیَرِس" (THE CELEBRATION OF CHARIS) جو اس نے پچاس برس کے سِن مین لکھی بہت شاعرانہ ہے ۔ یہ دس نظمون کا مجموعہ ہے جس کی چوتھی نظم غنائی شاعری کے اعلیٰ درجے پر پہنچتی ہے ۔ اس کی عشقیہ نظمین زیادہ تر پرانے یونانی یا رومی عشقیہ قصّون کی نقلین یا ترجمے ہین ۔

بن جانسن کی تمام تر شاعری قدما کے گہرے اثر مین ہے ۔ یہی اس کی سب سے اہم خصوصیت ہے ۔ وہ اپنے دور کے شاعرون مین سب سے بڑا عالم تھا ، یونانی اور لاطینی زبانون کا ماہر تھا ۔ جدید زبانون سے اُسے زیادہ دل چسپی نہ تھی ۔ اس کی تربیت بالکل لاطینی تھی ۔ لاطینی ہی اس کی زوردار اور مذہبی اخلاق کی طرف مائل طبیعت کے موافق ٹھہری ، مگر لاطینی کے بے جا اثر نے اس کے زورِ طبع کو کم نہین کیا ۔ اس مین زبردست انفرادیت تھی ۔ اس کی خود داری ، جہالت اور ریاکاری سے اس کی نفرت ، اس کی صاف گوئی ، اس کی دوست داری اس کی نظمون مین چمکتی نظر آتی ہین ۔ اس کی شاعری مین آمد اور نزاکت ہے ۔ اس کا رنگ شاعرانہ نہین ہے ۔ اس کے اشعار کھردرے ہین مگر اس نے شاعری مین معنویت خیزی اور اصول کی پابندی پیدا کردی ۔ عقل کو اس نے جذبات پر ترجیح دی اور اس کی شاعری نے اپنے دور کو پختگی اور توازن کا سبق دیا ۔ آخری زندگی مین سب اس کو استاد مانتے تھے اور اس کے متبّعین کا ایک گروہ بن گیا ۔

کمیڈیان ۔ ابتدا

مگر بن جانسن کی فطرت خاص طور پر اس کے ڈرامون سے نمایان ہوتی ہے ؛ ان کی قیمت اس کی شاعری سے کہین زیادہ

اور دائمی ہے ۔ اس نے کمیڈی کی طرف خاص توجہ دی اور اس صنف کو بلند پایہ مزاح ، اخلاقی طنز اور قدما کے تعمیر فن کی مدد سے اَز سرِ نو مرتّب گیا ۔ اس کی پہلی کمیڈی " دی کَیس اِز آلٹرڈ " (THE CASE IS ALTERED) محض نقل ہے مگر " ایوری مَین اِن ہِز ہیومَر " (EVERY MAN IN HIS HOMOUR) اسٹیج پر اس کا پہلا کامیاب ڈرامہ تھا ۔ یہ لندن کی زندگی کا نہایت سچّا واقعاتی نقشہ پیش کرتی ہے جو بن جانسن کے ذاتی تجربے کا نتیجہ ہے ۔ مگر خاص بات اس کمیڈی کی کردار نگاری میں ہے۔ ہر شخص کو کسی خاص بات کا خبط ہے جو اس کے کردار کا خاص جز ہوتا ہے ۔ اس میں ایک باپ نظر آتا ہے جس کو یہ پریشانی ہے کہ اس کا لڑکا بدمعاشوں میں پڑگیا ہے؛ ایک سوداگر ہے جسے اپنی بیوی کے خراب ہو جانے کا ڈر ستاتا ہے؛ ایک شہری احمق اور ایک دیہاتی احمق حماقت ہی پر تُلے ہوئے ہیں؛ ایک مجسٹریٹ ہے جو شراب میں مَست ہے ۔ سب سے زیادہ دل چسپ کردار " بُوابڈِل " (BOABDIL) ہے جو ڈینگ ہانکنے میں فرد ہے اور سب کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے ۔ قصّے کی یہاں کوئی اہمیت نہیں ،ان کرداروں کی حرکتیں ہی تمام توجہ لے لیتی ہیں ۔ اس ڈرامے میں رومانی عناصر بالکل نہیں ہیں ۔ قدما سے بن جانسن نے ہر چیز کو درستی کے ساتھ پیش کرنا سیکھا ہے مگر نہ اس ڈرامے میں کوئی پلاٹ ہے ، نہ کوئی اتحاد ۔ صرف وہ اس دور کے ڈرامے کو آزادی اور بے راہ رَوی سے پاک کرسکا ہے ۔ اس کی رائے تھی کہ اُس کے دور کے ڈرامہ نگار بجائے حقیقی انسانوں کے عجیب الخلقت چیزیں پیش کرتے ہیں اور خود اس کے پیش کردہ کردار انسان ہیں؛ مگر حقیقت میں وہ غلطی پر تھا ۔ اس کے کرداروں میں سے کوئی بھی مکمل انسان کی تصویر پیش نہیں کرتا ۔ اِس لحاظ سے شیکسپیر بن جانسن سے بہت آگے ہے ۔

مگر وقت کے ساتھ اس کا فن پختہ ہوتا جاتا ہے اور " ایوری مین آوٹ آف ہِز ہیومَر" (EVERY MAN OUT OF HIS HUMOUR) میں طنزیاتی پہلو زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے ۔ اس ڈرامے کا ہیرو

ایسپر (ASPER) ہر چیز پر سخت گیر رائے دینے والا ہے اور ہر چیز کی نفی کرتا ہے ۔ یہ شاید خود بن جانسن کا اشارہ ہے ۔

قریب قریب ہر کردار کسی نہ کسی شخص کا طنزیہ خاکہ ہے؛ ڈیلیرو (DELIRO) ایک پیار کرنے والا شوہر ہے جس کو اس کی بیوی ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہے؛ پنٹرووَلو(PUNTARVOLO) ہر وقت ایک خواب کی دنیا مین رہتا ہے، اپنے گھر کو قلعہ سمجھتا ہے اور اس پر پہنچ کر قرنا (بگل) بجاتا ہے تاکہ اس کی بیوی اس کے دعوے کا جواب دینے آئے؛ فاسٹیڈس برسک ایک درباری ہے جو اپنے کپڑون مین محو ہے؛ فنگوسو(FUNGOSO) ایک طالب علم ہے جو برسک کے کپڑون کی نقل کرتا ہے مگر ہر دفعہ برسک کے اپنے کپڑون کا فیشن بدل لینے سے مجبور ہو جاتا ہے کیون کہ اس کا باپ اسے پیسے نہین دیتا ؛ سورڈیڈو (SORDIDO) ایک کنجوس باپ ہے جو جنتریان لئے پھرتا ہے اور اپنے تئین پھانس دینے کو تیار ہے تاکہ عاملون کو جھوٹا ثابت کرے ۔ اِن کردارون کے ساتھ بن جانسن لندن کی پوری زندگی کا واقعاتی نقشہ کھینچتا ہے ۔ بڑی محنت سے زندگی کی جزئیات جمع کی گئی ہین مگر یہ زیادہ اثر نہین رکھتین ۔ ڈرامے سے صاف ظاہر ہے کہ بن جانسن اپنے ناظرین سے داد چاہتا ہے ۔ اس کی خود پسندی بعض جگہ تکلیف دہ ہو جاتی ہے ۔ یہ ڈرامہ اسٹیج پر کامیاب نہ ہوا ۔

" سنتھیاز ریولز "(CYNTHIA'S REVELS) اور"دی پوئیٹسٹر (THE POETASTER) مین بھی خود ستائی صاف نظر آتی ہے ۔ دوسرے ڈرامے مین وہ خود ہوریس (HORACE) بنتا ہے اور اس کے ہم عصر شاعر اُس سے حسد کرنے والے دکھائے جاتے ہین ۔ ان سب ڈرامون مین وہ یونانی طربیہ نگار ارسٹوفینز(ARISTOPHANES) کی نقل کرتا ہے مگر یونانی ڈرامہ نگار کی وہ قوّت جس کی بنا پر اس کے طنزیہ کردار آفاقی ہو جاتے ہین بن جانسن مین نہین ہے ۔ ان ڈرامون کی رَد مین ڈرامے لکھے گئے اور تھیٹر ایک میدانِ جنگ بن گیا جس مین مختلف ڈرامہ نگارون کی چپقلش کا مظاہرہ ہوتا تھا ۔

شــاھکار

کچھ ھی عرصے کے بعد بن جانسن اعلیٰ طربیہ نگاری کے معیار پر بھی آگیا ۔ اس نے نئے پلاٹ اختراع کئے ، ان کی محـنـت سـے تعمیر کی اور کردار کے خبط مین بھی ایک خاص دل چسپ نوعیـت پیدا کی ۔ اِس معیار کا پہلا ڈرامہ " والپوَن" (VOLPONE) ھے۔ اس مین بن جانسن لالچ ، چال بازی اور مکیاویلی کے فلسفے پر حملـہ کرتا ھے ۔ والپون شہر وینس کا ایک رئیس ھے جو ھر قسم کا عیش پسند کرتا ھے اور دولت کا خاص طور پر دلدادہ ھے ۔ اس کے بہت سے دوست ھین جو اس کی دولت پر دانت لگائے ھین ۔ ایک دن وہ یہ اعلان کردیتا ھے کہ وہ جلد مرجانے والا ھے اور ھر ایک دوسـت کو یہ بتاکر کہ وہ اپنی تمام جائیداد اسے دے جائے گا بڑے بڑے تحـفـے حاصل کرتا ھے ۔ والپوَن لومڑی ھے اور اس کے سب دوست مخـتـلف جانور ھین؛ ھر ایک عجیب حرکت کرتا ھے ۔ ایک بڈھا کـوربـیـچـیـو (CORBACCIO) ھے ، ایک سوداگر کاروینو(CORVINO) ھے؛ یہ سب والپوَن کی خواھش پوری کرنے کے لئے انسانیّت کی حدون سے گزر جاتے ھین ۔ والپوَن کچہری مین پہنچایا جاتا ھے تو سب اُس کی تعریف کرتے ھین ۔ آخر مین سب احمق بنتے ھین ۔ سوائے مؤسکا کے جو والپوَن کا نوکر ھے ، کوئی کردار مزاحیہ نہین ھو پاتا ۔ ھر ایک کا نام کسی جانور کا نام ھے، ھر ایک نفرت کے قابل ھے۔ یہان طنز کہین پر بھی ھنسی نہین پیدا کرتا ۔

شاید بن جانسن کی سب سے بہتر کمیڈی " ایـپـی سـیـن " (EPICOENE) ھے ۔ یہ بڑی مزاحیہ ھے ۔ اِس مین ھنسنے کے لئے کافی مواد ھے اور طنز بہت دبا ھوا ھے ۔ اس کی تعمیر بہت اچھی ھے ۔ اس کا ھیرو ایک خود پسند غیر شادی شدہ آدمـــی مورَوز (MOROSE) ھے؛ اسے آوازون سے سخت نفرت ھـے اور وہ ایک بند گلی مین رھتا ھے اور سڑک پر چلا کر سَودا بیچنے والـــون سے لڑتا ھے ۔ اُس کے نوکر اشارون سے بات کرتے ھین۔ ڈرامے کا موضوع

اس کی شادی ھے ۔ اس کی شادی ایک ایسی لڑکی سے ھوتی ھے جو پہلے تو بالکل بات نہین کرتی مگر گھر پہنچتے ھی وہ ھر طرح کا شور مچانے لگتی ھے ۔ موروز دھائی دے اُٹھتا ھے ۔ اب اس کا شریر بھتیجا ، جس کو جائیداد سے بے حَق کرنے کے لئے اس نے شادی کی تھی ، آتا ھے اور غل مچانے والی عورت سے اس شرط پر نجات دلانے کو تیار ھوتا ھے کہ موروز اسے ایک معقول رقم نقد دے ۔ ایسا ھو جانے پر معلوم ھوتا ھے کہ ایپی سین دراصل لڑکا تھا جس کو بھتیجے نے اس موقع کے لئے لڑکی بنا کر شادی کرائی تھی ۔ موروز کے ساتھی بڑے مضحک ھین ۔ ھر جگہ ھنسی آتی ھے ۔

اس کے بعد بن جانسن نے پھر طنزیاتی کمیڈیان لکھین ۔ " دی اَلکیمِسٹ " (THE ALCHEMIST) مین پھر وہ بدمعاشون کو مَطعُون کرتا نظر آتا ھے ۔ فَیس (FACE) ایک نوکر ھے جو اپنے مالک کی عدم موجودگی مین سَٹِل (SUTLE) کیمیاگر کو لے آتا ھے ۔ کیمیاگری سے سونا بنانے کی خواھش مین ھر قسم کے لوگ اس کے پاس آتے ھین ۔ ان مین سب سے زیادہ نمایان سر ایپیکیُورمیمَن (SIR EPICURE MAMMON) ھے جو کیمیا ملنے پر دنیا کی ھر چیز کو سونے کا کر دینے کا خواب دیکھتا ھے اور کیمیا گری کے لئے اپنا سرمایہ لگانے پر تیار ھے ۔ دو پیوریٹَن (PURITANS) بھی آتے ھین جو بڑے تکلّف اور بڑی بحث کے بعد آخر کیمیا حاصل کرنے کی کوشش مین شریک ھو جاتے ھین ۔ آخر مین مکان کا مالک آجاتا ھے اور سب اپنی سزا کو پہنچتے ھین ۔ یہ ڈرامہ بہت ھی عمدہ تعمیر کے علاوہ ایک عجیب کیف رکھتا ھے جو اُسے دائمی بناتا ھے ۔ " ایپی سِین " کے بعد بِن جانسن کے ڈرامون مین یہی سب سے بہتر ھے ۔

" بارتھولومیو فیرُ " (BARTHOLOMEW FAYRE) مین بن جانسن ' ربائی ریل آف دی لینڈ بزی' (RABBI ZEAL OF THE LAND BUSY) کے ذریعے پیوریٹنون کا مذاق اڑاتا ھے ۔ یہ شخص ایک بیوہ پیور کریفٹ (WIDOW PURECRAFT) پر اپنا اتنا اثر جما لیتا ھے کہ اُس کے گھر مین سب کچھ اِسی کے حکم سے ھوتا

ہے ۔ وہ ہر جگہ جاتا ہے اور ہر چیز کو خواہ مخواہ پاپائیت یا بُت پرستی سے متعلق کر دیتا ہے ۔ ایک تماشے کو وہ بُت پرستی کہہ کر گڑ بڑ کر دیتا ہے ۔ اس ڈرامے کی واقعیّت سب ڈراموں سے زیادہ پُر لطف ہے ۔ اس مین کچھ تضادات بھی ملتے ہین جو اس کو بڑا فن پارہ نہین ہونے دیتے مگر مجموعی طور پر یہ ڈرامہ بڑا دل چسپ ہے ۔ بن جانسن نے پانچ اور کمیڈیان لکھین مگر محسوس ہوتا ہے کہ اِن مین اُس کا فن ختم ہوچکا ہے ۔

رومن ڈرامے

شیکسپیر کے " جولیس سیزر" (JULIUS CEASER) کی کامیابی نے بن جانسن کو بھی رومن تاریخ کے ڈرامے لکھنے کی طرف توجہ دلائی اور اس نے دو ڈرامے "سَیجَینَس" (SEJANUS) اور " کَیٹِلائِن " (CATILINE) لکھے ۔ تاریخی اعتبار سے دونون شیکسپیر کے ڈرامون سے آگے نکل جاتے ہین کیون کہ بن جانسن کی تاریخ سے واقفیت بڑی گہری اور صحیح تھی ۔ اس نے ایک ہی مورخ سے مَواد لینے کے بجائے اپنے موضوعات پر باقاعدہ تحقیق کی ہے ۔ مگر تاریخ کی گہرائیون مین اِس حد تک پہنچنا اِن ڈرامون کو خاصہ بے مَزا بنا دیتا ہے ۔ پھر دونون ڈرامون کی اہم بات یہ ہے کہ ان مین بن جانسن وہ اتحاد نہ لاسکا جو قدما کے ڈرامون مین ملتا ہے ۔ یہ ڈرامے بھی شیکسپیر کے رومی ڈرامون کی طرح مختلف اور متنوّع مناظر کے مجموعے ہو جاتے ہین ۔ ان ڈرامون مین علم ہے ، اظہار ہے ، شان ہے اور زور ہے مگر یہ دل پر اثر نہین کرتے ۔ کِردار تاریخ سے اس قدر قریب ہین کہ حقیقت سے دُور ہو جاتے ہین؛ تخیل اور ڈرامائی ہمدردی اِن مین جان نہین پیدا کرتی ۔ پہلے ڈرامے کا موضوع سَیجَینَس کا زوال ہے جو اس کی دیوتاؤن کی مخالفت اور محض قسمت پرستی کی بدولت اس پر آتا ہے ۔ ٹائبیَریئس (TIBERIUS) صبر سے انتظار کرنے والے سیاست دانون کا نمونہ ہے ۔ مکیاویلی کے فلسفے کا اثر بھی نظر آتا ہے ۔ بن جانسن

زمانے کے حالات دکھانے میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ کردار نگاری پس پشت پڑ جاتی ہے ۔ "کیٹیلائن"، "سیجینس" سے کم درجے کا ڈرامہ ہے ۔ اس میں کیٹیلائن کی سازش پر توجہ جما کر زیادہ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر پھر بھی یہ ڈرامہ عہدِ الزبتھ کے ڈراموں کی طرح مختلف مناظر کا ایک مجموعہ ہے ۔ ایک ایکٹ نہایت درجے کامیاب ہے اور بن جانسن کی ڈرامہ نگاری کا کمال دکھاتا ہے ۔ سخت طنز کا اثر یہاں بھی محسوس ہوتا ہے ۔

بن جانسن کی شاعرانہ قوتوں کا ڈرامے میں بہترین مظاہرہ اُس کے ڈرامے " دی سَیڈ شیپَرڈ " (THE SAD SHEPHERD) سے ہوتا ہے جس میں بڑی خوب صورتی سے اس نے انگلینڈ کے مقبول تیر انداز رَوبنِ ہُڈ (ROBIN HOOD) کی زندگی کے سِین پیش کئے ہیں ۔ اس کا نام 'ماسک' (MASQUE) کے سلسلے میں بھی مشہور ہے کیوں کہ اس نے شاہ جیمس اوّل کے دربار کے لئے بہت سے ماسک لکھے ۔ ان میں کچھ تمثیلی، کچھ خرافاتی اور کچھ پریوں کی بابت ہیں ۔ ان میں بہت سے گیت بھی شامل ہیں۔ ان میں بن جانسن لطیف رومانی شاعر نظر آتا ہے ۔ اِن کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بن جانسن کے تخیل میں بڑی وسعت تھی مگر حصولِ علم اور تحقیق کی لگن کے باعث اس نے اصلاح کی طرف بہت توجہ دی جس سے اس کی تخیلی صلاحیتیں دب کر رہ گئیں ۔

نثر

بن جانسن نثر نگاری اور تنقید نگاری کے میدان میں بھی اہم ٹھیرتا ہے ۔ اُس کے ڈراموں کا نظریہ واضح کرتا ہے کہ اس کی فطرت نثر نگار کی فطرت تھی ۔ مکالموں کی نثر عام زندگی سے بہت قریب آجاتی ہے حالاں کہ لاطینی کا اثر اِس پر نمایاں ہے۔ بن جانسن نے اپنے ڈراموں کے جو دیباچے وغیرہ لکھے اِن میں اس کے تنقیدی شعور کا علو تعجّب انگیز ہے۔ وہ اپنے فن کے تمام اصول بڑی

وضاحت سے پیش کرتا ہے ۔ خاص طور پر اپنے طرز کردار نگاری پر روشنی ڈالتا ہے ۔ اپنے فن اور فنِ ڈرامہ نگاری کے نقّادوں میں اُس کی جگہ بہت اونچی ہے ۔

اس کے علاوہ اس نے چھوٹے بڑے نثر پاروں پر مشتمل " ٹِمبَر " (TIMBER) اور " ڈِسکوَریز" (DISCOVERIES) تحریر کیں جو نثر اور تنقید میں اتنا اہم اضافہ کرتی ہیں کہ اسے انگلستان کے پانچ اہم ترین نقّادوں میں شمار کیا جاتا ہے ۔ اِن میں فنِ شاعری اور مصنّفین پر تحریریں ہیں جو تنقید نگاری کا پُورا حق اَدا کرتی ہیں ۔ اس نے لِسانیات میں بھی اضافہ کیا اور انگریزی زبان کی پہلی قواعد لکھی ۔ اس کا دماغ سائنسی تھا اور نظم سے زیادہ نثر کے لئے موزوں تھا ۔ اس کا طرز احتیاط اور زور کی مثال ہے ۔ یوں تو کلاسیکی اصولوں کے مطابق سِڈنی نے تنقید بھی کی تھی مگر اس قسم کی تنقید کی بنیاد دراصل بن جانسن ہی نے رکھی ۔

آج کل ہمیں اُس کے تمام کلام میں خشکی اور فرسودگی نظر آتی ہے اور شیکسپیر کے مقابلے میں وہ زبردستی اور بناوٹ کی مثال نظر آتا ہے ۔ مگر جو لوگ عِلم اور ادب کا اِمتزاج چاہتے ہیں اُن کے لئے وہ بہت اہم ہے ۔ نشاۃ الثانیہ نے انگریزی ادب میں فِطری جوش اور اصولی بے راہ روی کو بڑی اہمیت دی ۔ بن جانسن اس میں اصلاح کے لئے پیدا ہوا تھا ۔ وہ شدّت کے ساتھ ہر قسم کی اصلاح کا طرف دار ہوا جس کے نتیجے میں اُس کا فن بہت کچھ عِلم کے دباؤ میں آگیا مگر اس کی فِطری عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور یک رنگی کے باوجود اس کی کمیڈیوں کا انگریزی ادب پر گہرا اثر پڑا ۔ بِن جانسن کے فوراً بعد آنے والے ڈرامہ نگاروں نے اپنے کمَیڈیوں کے کِرداروں کو اُسی طرح خبطی دکھایا جیسے بِن جانسن کے کردار تھے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن خبطی کرداروں سے طربیہ پیدا کرنے کی گنجائش بہت تھی ۔ کہا جاتا ہے کہ چارلَس ڈِکنِس (CHARLES DICKENS) کے مزاحیہ کرداروں پر بھی بن جانسن کا اثر ہے ۔

وضاحت :۔ قرونِ وسطیٰ کے طِبّی اصولون کے لحاظ سے اگر کسی شخص مین کوئی خَلط یا مزاج (HUMOUR) دوسرے خَلطون کے مقابلے مین زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ بیمار پڑ جاتا ہے ۔ HUMOUR کے اِسی طِبّی اُصول پر بن جانسن نے اپنے طربیہ کے نظریے کی بنیاد رکھی تھی اور اِسی وجہ سے اُس کے مزاحیہ کردارون کا عمل اِتنا غیر فطری ہوتا تھا کہ اس پر ہنسی آتی تھی HUMOUR کے کردار المیے مین بھی ملتے ہین ۔ شیکسپیر کے دو المیہ ہیرو ہیملٹ (HAMLET) اور کنگ لیئر (KING LEAR) ان معنون مین HUMOUR کے حامل ہین ۔

یاد رکھنا چاہئیے کہ بَرٹن (BURTON) کی "اناٹومی آف مَیلنکلی" (ANATOMY OF MELANCHOLY) جس کا پہلے ذکر آچکا ہے، بہت مشہور ہوچکی تھی ۔ اس مین حُزن یا مَیلنکلی کو بھی ایک HUMOUR سمجھا گیا ہے ۔ بَرٹن کی کتاب کی مقبولیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حُزن کے HUMOUR مین عہدِ الزبتھ مین اور اُس کے بعد تقریباً دو صدیون تک انگریز قوم کی دل چسپی باقی رہی ۔

باب یازدہم

ڈرامہ نگاری کا عروج اور زوال

۱۶۲۵ تا ۱۶۴۲ء

ڈرامہ نگاری انگریزی نشاۃ الثانیہ کے ادب کی جان ہے ۔ یہ پورے ادب پر ایک پہاڑ کی طرح حاوی نظر آتی ہے ۔ اس کی دو بڑی اونچی چوٹیاں شیکسپیر اور بن جانسن ہیں مگر دوسرے ڈرامہ نگار بھی چوٹی ہی کے ہیں ۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس نے ایک یا دو شاہکار ایسے نہ چھوڑے ہوں جو اب بھی بڑے اہم نہ ہوں ۔ قریب قریب ہر ڈرامہ نگار نے اپنی انفرادیت کا اثر جمایا اور ہر ایک کا کوئی نہ کوئی ڈرامہ دوسرے عہد کی ڈرامہ نگاری پر بھاری ضرور ہے ۔

شیکسپیر کے مخالفین اور بن جانسن کے طرفداروں میں جارج چیپمین(GEORGE CHAPMAN ؛ ۱۵۵۹(؟) تا ۱۶۳۴(؟)) شاعر بھی تھا اور اس کا ہومر※ کی نظموں کا ترجمہ اب بھی لطف انگیز ہے۔ تھیٹر کی طرف وہ مقبولیت حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہوا ۔ وہ یونانی اور لاطینی ادب سے واقفیت میں بن جانسن کا ہمسَر تھا ، مگر ڈراموں میں اُس نے قدما کے تتبّع کے بجائے رائج الوقت طریقوں پر عمل کیا ۔ اس کے اندر رومانی جوش کی فراوانی تھی۔ اپنے دور کے شاعروں کی طرح وہ بھی بلند پروازی دکھاتا ہے ۔ طرز میں جدّتیں پیدا کرتا ہے اور مبالغے اور اِبہام کا شکار ہوتا ہے ۔ اس کا عقیدہ ہے

※ یونان کا عظیم ایپک (EPIC) شاعر۔

کہ اس کے اندر شاعری کا بھوت سمایا ہوا تھا۔ غنائی جوش مین وہ مارلو کے برابر آجاتا ھے ۔ اس نے ٹریجیڈیان اور کمیڈیان دونون لکھین ۔ اس کی ٹریجیڈیون مین دو سب سے زیادہ نمایان ھین، ایک " بُوسی دَمبُوا" (BUSY D'AMBOIS) جو فرانس کی تاریخ پر اور دوسری " دی ٹریجیڈی آف چارلس ڈیوک آف بیرون " (THE TRAGEDY OF CHARLES DUKE OF BIRON) جو فرانس کے بادشاہ ھنری سوم کے عہد سے تعلق رکھتی ھے ۔ اس کی کمیڈیان کم کامیاب ھین؛ ان مین رومانی عناصر زیادہ ھین اور کردار نگاری بہت کمزور ھے ۔ کمیڈی مین اُس کی اھم ترین کامیابی " ایسٹ وارڈ ھَو" (EASTWARD HO!) ھے جو اُس نے بن جانسن اور جان مارسٹن (JOHN MARSTON ؛ ۱۵۷۵ (؟) تا ۱۶۳۴ء) کے تعاون سے لکھی ۔ اس کا شاھکار " بُوسی دَمبُوا" ھے جس کی قیمت دائمی ھے ۔ اِس مین فرانس کے مشہور درباری جعل ساز بُسّی کے واقعات ھین جو مارلو کے ھیروون کی طرح نظر آتا ھے ۔ اس کے بادشاہ ھنری چہارم کے بھائی سے تعلقات، پھر بادشاہ سے تعلقات، اس کی درباریون سے نفرت، اس کی مغرور طبیعت اور اس کی بہادری کے نقشے کھینچے گئے ھین ۔ اس کا کردار بڑا زوردار نظر آتا ھے مگر ڈرامے کا بہترین کردار " کاونٹس آف مَونٹِسَری" (COUNTESS OF MONTESSORY) ھے ۔ وہ نہایت درجہ بہادر اور باعصمت عورت ھے مگر وہ بُسّی پر عاشق ھوکر حد سے زیادہ جذباتی اور بے راہ رَو ھو جاتی ھے ۔ کاونٹِس کا، جس کا نام تَمیرا (TAMYRA) ھے عشق عجب کرشمہ ھے ۔ چالبازیون کا ایک جال بچھ جاتا ھے۔ دونون آخر کو موت کے گھاٹ اترتے ھین مگر نفسیاتی مطالعے کے لئے بڑا اھم مواد چھوڑ جاتے ھین ۔ تَمیرا کا کردار اُس دور کی ڈرامائی تخلیقات مین بڑا اونچا مقام رکھتا ھے ۔

دوسرا معروف ڈرامہ نگار مارسٹَن ھے جس کا بن جانسن نے اپنے ڈرامے " دی پوئٹسٹر "(THE POETASTER) مین مذاق اُڑایا تھا ۔ یہ بھی بن جانسن کی طرح خود پسند طنزیاتی ذھن رکھتا تھا ۔ اس نے پہلے

سینیکا*(SENECA) کے طرز مین ہیبت ناک ٹریجیڈیان لکھین جن مین لمبی تقریرین ملتی ہین جو بیشتر شاعرانہ ہین ۔ مگر مارسٹن کے بہترین ڈرامون مین سے ایک " دی مالکَنٹنِٹ"(THE MALCONTENT) ہے ۔ یہ صرف اس لئے کَمیڈی کہا جاسکتا ہے کہ اِس مین اُس کا خاتمہ موت پر نہین ہوتا ورنہ شروع سے آخر تک یہ حُزنیہ جذبات سے بھرا ہے ۔ کِڈ (KYD) ، اور شیکسپیر کے " ہیملٹ " کا اثر نمایان ہے۔ ہیرو ڈیوک آف جنُوا (DUKE OF GENOA) ہے جو ہر ایک پر حد سے زیادہ اعتبار کرنے کی بنا پر اپنا ملک کھو بیٹھتا ہے ۔ وہ بھیس بدل کر نئے ڈیوک کی ملازمت کرتا ہے اور اُس کی ہر معاملے مین مدد کرتا ہے یہان تک کہ وہ پشیمان ہوکر اُس کا ملک اسے واپس کردیتا ہے ۔ ڈرامے کی تعمیر بہت خراب ہے مگر" دی مالکَنٹنِٹ (THE MALCONTENT)کا طنز بہت زور دار ہے ۔ اس مین بہت سے زور دار سین ہین اور اس کے بیشتر جملے اور مصرعے دل مین گھر کرتے ہین ۔ مارسٹن کا طنز بھی انفرادی ہے ۔ "دی ڈَچ کورٹیزَن" (THE DUTCH COURTESAN) اُس کا دوسرا اہم ڈرامہ ہے ۔ اس مین فرانسَیشِینا (FRANCESCHINA) ایک رنڈی ہے جو " فریوِل" (FREEVIL) سے محبت کرتی ہے مگر فریوِل کا دوست مالیرَو (MALHEUREUX) اُس سے محبت کرنے لگتا ہے ۔ فریوِل بیٹرِس (BEATRICE) سے محبت کرتا ہے ۔ شدید کشمکش چلتی ہے اور ہیبت ناک چالین سامنے آتی ہین مگر آخر مین سب ٹھیک ہو جاتا ہے ۔ اِس مین سب سے زیادہ زور دار کردار کرِسپی نَیلا (CRISPINELLA) کا ہے ورنہ عام طور پر کردار نگاری بہت کمزور ہے۔ یہ بھی مارسٹن کے اُن ڈرامون مین سے ہے جو دائمی قیمت رکھتے ہین۔

ٹامس ڈیکر (THOMAS DEKKER ؛ ۱۵۷۰(؟) تا ۱۶۳۲ء)

※ لوُسیئسَ اِینیئسَ سَینیکا (متوفی ۶۵ء) رومی فلسفی تھا ، روم کے ظالم بادشاہ نیرو کا اُستاد اور مشیر ۔ حکماً خودکشی کرکے مرا ۔ نو المیہ ڈرامون کا مصنّف ۔ اُس کا اثر الزبتھ کے عہد کے انگریز ڈرامہ نگارون پر گہرا ہے ۔

دوسرا ڈرامہ نگار ہے جس کا بن جانسن نے مذاق اڑایا تھا ۔ اُس کے تمام کردار لندن کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہین اور اُس کی کردار نگاری گرین (GREENE) کی یاد دلاتی ہے ۔ اس کے تمام ڈرامون مین شاعرانہ رنگ اور امید کی خوشی نظر آتی ہے ۔ فنکار کی حیثیت سے وہ کمزور ہے مگر اس کی فطرت اعلیٰ پائے کی ہے ۔ اس کے ڈرامون مین ایک نفاست اور تازگی ہے ۔ وہ عام کردار پیش کرتا ہے جو بہت زندہ نظر آتے ہین ۔ اس کا سب سے زیادہ زندہ اور اعلیٰ پایہ کا ڈرامہ "دی شومیکرز ہالیڈے" (THE SHOEMAKER'S HOLIDAY) ہے ۔ اِس مین لندن کے پیشہ ور لوگون کی زندگی کی دل کش تصویر ملتی ہے ۔ سائمن آئر (SIMON EYRE) اِس کا ہیرو ایک موچی ہے جس کی دوکان سے ڈرامہ شروع ہوتا ہے ۔ سائمن کی بیوی مغرور عورت ہے ۔ موچی لوگ آپس مین لڑتے جھگڑتے ہین ۔ سب سے زیادہ دل چسپ کردار خود سائمن آئر کا ہے ۔ اس کا آزاد مزاج ، اس کی زبان ، اِس کی ہمدردی اسے بڑے اعلیٰ مزاحیہ کردارون مین جگہ دیتی ہین ۔ وہ فالسٹاف کے مقابلے کی چیز ہے ۔ اِس ڈرامے کا پلاٹ ایک رئیس زادے سے متعلق ہے جو ایک موچی کی لڑکی سے عشق کرتا ہے ۔ اس کے گھر والے خاندانی اعزاز کا بڑا خیال رکھتے ہین ۔ رئیس زادہ جس کا نام " رولینڈ لیسیؔ (ROWLAND LACY) ہے موچی بن جاتا ہے اور اپنی محبوبہ کے ساتھ فرار ہو جاتا ہے ۔ آخر مین سب راضی ہو جاتے ہین ۔ پورے ڈرامے پر ایک خوشی کی فضا اور ایک شاعرانہ رنگ چھایا نظر آتا ہے ۔ اس کا دوسرا ڈرامہ " اولڈ فورٹونیٹس " (OLD FORTUNATUS) بھی بڑا دل چسپ ہے مگر اس کا دو حصّون پر مشتمل ایک ڈرامہ "دی آنسٹ ہور" (THE HONEST WHORE) بڑا شاہکار ہے ۔ یہ گھریلو زندگی کا ڈرامہ ہے ۔ بیلافرونٹ (BELLAFRONT) ایک رنڈی ہے جو نواب ہیپولیٹو (HIPPOLITO) پر عاشق ہوکر اپنی تمام زندگی بدل دیتی ہے اور نہایت پاک دامن ہو جاتی ہے ۔ اس کی اپنے سابق آشنا میتھیو (MATHEO) سے شادی ہو جاتی ہے ۔ یہان پہلا حصّہ ختم ہوتا ہے ۔ دوسرے حصّے مین اُس کے اور اس کے

شوھر کے تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ھے ۔ اس کا باپ نوکر کا بھیس بنا کر اس کے یہاں نوکری کر لیتا ھے ۔ باپ جس کا نام اورلینڈ و فرسکوبالڈ و (ORLANDO FRISCOBALDO) ھے بڑا ھی زور دار کردار ھے ۔ وہ سچّا انگریز ھے جو اپنی لڑکی کا امتحان لیتا ھے اور آخر مین اسے نیکی مین پختہ پاتا ھے ۔"سائمَن آئرِ" اور" فرسکو بالڈ و" ڈیکرَ کی زبردست تخلیقات ھین۔ وہ فنکاری اور انفرادی زور مین بن جانسن سے کم ھے مگر اس کے یہان زندگی دل چسپی اور خوشی بہت زیادہ نظر آتی ھے ۔

ٹامس ھَیوُوڈ (THOMAS HEYWOOD ؛ متوفی ۱۶۵۰ءؔ؟) بھی اِس دور کے بڑے ڈرامہ نگارون مین سے ھے ۔ اس کے ڈرامون مین ھمین بڑے پُر اثر سین اور منفرد کردار ملتے ھین ۔ اُسے لندن سے گہرا تعلق تھا اور وہ سوداگرون کے مذاق کا خیال رکھ کر ڈرامے لکھتا تھا ۔ اس کی طبیعت مین بڑی روانی تھی اور اس نے ھر قسم کے ڈرامون کی کافی تعداد چھوڑی ھے جن مین سے ھر ایک پڑھنے کے لائق ھے ۔ اس کا شاھکار " اَے وُومیَن کِلڈ وِتھ کائینڈ نیس" (A WOMAN KILDE WITH KINDNESSE) ھے۔ یہ گھریلو زندگی کے ڈرامے کا شاھکار ھے ۔ اِس کی سادگی اِس کا کمال ھے۔ یہ ھمین ایک گھر مینَ لے جاتا ھے جہان میان بیوی مسرور زندگی بسر کرتے نظر آتے ھین ۔ اِس گھر مین ایک شخص فرینک فرڈ (FRANKEFORD) اور اُس کی بیوی اَین (ANNE) رھتے ھین لیکن ان کی گھریلو جنت مین وَینڈول (WENDOLL) نامی ایک مہمان سانپ بن کر داخل ھوتا ھے ۔ وینڈَول اَین سے محبت کرنے لگتا ھے ۔ اَین پہلے تو انکار کرتی ھے مگر بالآخر مجبور ھو کر وینڈول کے دام مین پھنس جاتی ھے اور اس سے تعلقات قائم کرلیتی ھے ۔ گھر کا نوکر اس کی خبر شوھر کو دیتا ھے ۔ پہلے وہ یقین نہین کرتا ھے مگر ایک دن دھوکے سے امتحان لیتا ھے اور اپنی بیوی کو فرینک فرڈ کے آغوش مین دیکھتا ھے ۔ وہ اپنی بیوی کو مار ڈالنے کے بجائے اسے اپنے سے اور اپنے دو بچون سے الگ کر دینے ھی پر اکتفا کرتا ھے ۔ وہ چلی جاتی ھے اور فرینک فرڈ اس کے پاس آتا

ھے ۔ اب وہ اسے بھوت معلوم ھوتا ھے آخر مین وہ مرتی ھوئی نظر آتی ھے مگر اپنے شوھر کے دیکھنے کی خواھش کرتی ھے ۔ شوھر اس کے پاس آتا ھے اور اسے معاف کردیتا ھے ۔ اس ڈرامے مین غم و اندوہ کے ساتھ ایک شان ھے ۔

ٹامسؔ مڈلٹنؔ (THOMAS MIDDLETON ؛ ۱۵۷۰ء تا ۱۶۲۷ء) نے بھی کثرت سے ھر قسم کے ڈرامے لکھے ۔ اِن مین ھر قسم کے ڈرامے ھین مگر مڈلٹن کے وہ ڈرامے ھی شاھکار ھین جو اس نے رَولے (ROWLEY) کے تعاون سے لکھے ۔ اِن مین سب سے زیادہ دل چسپ اور زور دار " دِی چَینجُلنِگ " (THE CHANGELING) ھے جس کو شیکسپیر کے ڈرامون کا ھم پلّہ کہا جاتا ھے ۔ ڈرامے کا قصّہ طویل اور پیچیدہ ھے ۔ اِس مین عشق ، چالبازیون اور انتقام کے ھیبت ناک مناظر ھین ؛ کردار بڑے پُر اثر ھین ؛ مَیلَو ڈرامہ (MELODRAMA) کی یہ اچھی مثال ھے ۔

مَیلو ڈرامہ کی صِنف مین دو ڈرامہ نگارون نے خاص توجہ کی ۔ ایک سِرِل ٹُرنر (CYRIL TOURNEOR ؛ ۱۵۷۵ء تا ۱۶۲۶ء) جس کی دو ٹریجیڈیان " دی رِوِنجَرس ٹریجیڈی " (THE REVENGER'S TRAGEDY) اور " دی اتھیِسٹس ٹریجیڈی " (THE ATHIEST'S TRAGEDY) بہت زور دار ھین ۔ دوسرا جَون ویبسٹرَ (JOHN WEBSTER ؛ ۱۵۸۰ (؟) ۱۶۲۵ (؟)) جس کی دو ٹریجیڈیان " دی وھائِٹ ڈیوِل " (THE WHITE DIVEL) اور " دی ڈچِس آف مالفِی " (THE DUCHESS OF MALFI) بڑے عظیم شاھکارون مین سے ھین ۔ ویبسٹر نے پہلے تمام ڈرامہ نگارون سے تعاون کیا مگر اُس کی فطرت مین ایک خاص زور تھا جس کی بنا پر وہ الگ ھوکر یہ دو شاھکار پیش کرسکا ۔ جہان تک انفرادیت کے زور کا تعلق ھے بن جانسن کے بعد اِس دور مین ویبسٹر کی انفرادیت سب سے زیادہ زور سے نمایان ھوئی ھے ۔ اس کا پہلا ڈرامہ " دی وھائٹ ڈیوِل " (THE WHITE DIVEL) روم کی ایک رنڈی وِٹّوریہ کَورومبَونا (VITTORIA COROMBONA) کا قصّہ ھے جو حد سے زیادہ خوب صورت اور پورے شہر مین مشہور ھے ۔ وہ ایک غریب شخص کی

بیوی ہے مگر جب ایک ڈیوک (DUKE) اُس سے عشق کرنے لگتا ہے تو وہ اپنے میاں کو اور ڈیوک اپنی بیوی کو مار ڈالنے کی سازش کرتے ہین ۔ دونون کامیاب ہوتے ہین مگر شبہ مین پکڑے جاتے ہیں اور کچہری مین آتے ہین ۔ کچہری مین وِٹّوریہ کا کردار عجیب شان دکھاتا ہے ۔ یہ منظر اُس عہد کے ڈرامے مین بڑا پایہ رکھتا ہے ۔ وِٹّوریہ کی ہمّت اور ذہانت بڑی پُرعظمت ہے ۔ مرتے مرتے وہ اپنے حُسن سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے اور اس کی موت بھی شان دار ہے ۔ اس کے بھائی فلَیمِینیوٗ (FLAMINIO) کا کردار بھی بڑا زور دار ہے ۔ ٹریجیڈی کے ڈرامے سے امتزاج کی یہ بہترین مثالون مین سے ہے ۔ اگر یہ کسی معنیٰ مین اپنے دور کے کسی ڈرامے سے کم ٹھہرتا ہے تو وَیبسٹَر (WEBSTER) کا دوسرا ڈرامہ " ڈَچِس آف مالفی" تعمیر کے لحاظ سے بہتر ہے ۔ اس کی ہیروئن نیکی کا مجسّمہ ہے ۔ انتقام کا مسئلہ بھی اہم ہے ۔ مالفی کی جائیداد کے لالچ مین اُس کے بھائی اس کی شادی نہین ہونے دیتے اور وہ خفیہ طور پر شریف اور ایمان دار انٹونیو(ANTONIO) سے شادی کر لیتی ہے ۔ اس پر اس کے بھائی ہر طرح کے ظلم ڈھاتے ہین اور اِن مظالم کی ہیبت ناک تصویر کشی کی گئی ہے ۔ ایک بدمعاش بوٗسوٗلا (BOSOLA) اُبھرتا ہے جو شیکسپیر کے اِیاگوٗ کی یاد تازہ کرتا ہے ۔ ہیبت طاری کرنے کا فن یہان بڑے پائے پر دکھائی دیتا ہے ۔ دونون ڈرامون پر غم اور موت کی ایک عجیب فضا چھائی نظر آتی ہے ۔ ویبسٹر سچّا شاعر ہے مگر جیسا کہ ٹی ۔ ایس ۔ اِیلیَٹ (S.T.ELLIOT) نے کہا ہے موت کا خیال اور انسانی جسم کے گلنے، سَڑنے اور ہڈّی کھوپڑی بن جانے کا خیال اس کے ذہن مین رَچ بَس گیا تھا ۔ " ڈچس آف مالفی " شیکسپیر کے HAMLET کی بار بار یاد دلاتا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے ڈرامہ نگارون اور فنکارون کے ذہن پر موت کا خوف چھایا ہوا تھا ۔

اس کے طرز مین بھی اعلیٰ پائے کی شاعری نظر آتی ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا غم ایک بیماری جیسا ہے جو تکلیف دہ ہو

جاتا ھے ۔ مگر آخر مین یہ ماننا پڑتا ھے کہ ویبسٹر ھی وہ شخص ھے جس نے مَیلو ڈرامہ کو اعلیٰ شاعری کے معیار پر پہنچا دیا ۔

پھر اس دور مین دو اور ڈرامہ نگار فرانسِس بیومَونٹ (FRANCIS BEAUMONT ؛ ۱۵۸۴ء تا ۱۶۱۶ء) اورجون فلیچر (JOHN FLETCHER ؛ ۱۵۷۹ء تا ۱۶۲۵ء) ھوئے جنھون نے الگ الگ ڈرامے بھی لکھے مگر دونون کے تعاون سے لکھے ھوئے تین ڈرامے بڑے شاھکارون مین سے ھین ۔ اِن تین مین سے پہلا " دی نائٹ آف دی بَرننگ پیسٹِل"(THE KNIGHT OF THE BURNING PESTLE) ھے، اِس مین تکنیک کا کمال نظر آتا ھے ۔ اس معنی مین کہ آخرکار انگریزی اسٹیج سے ھم آھنگ بھی ایک فَن پیدا ھی ھوگیا ۔ یہ ڈرامہ مزاحیہ ھے اور اِس کا مقصد عام لوگون کے رومانی ڈرامے سے رغبت کا مذاق اڑانا ھے ۔ اس مین شہر کے لوگون کی زندگی کو مُضحِک بنا کر پیش کیا گیا ھے ۔ مَضحکہ اُڑانے کا طریقہ بڑا ھی عمدہ ھے ۔ دوھرے منظر ساتھ ساتھ چلتے ھین ۔ ایک دوکاندار اور اس کی بیوی ڈرامہ دیکھ رھے ھین اور ساتھ ھی ساتھ رالف (RALPH) کا جو ایک مضحکہ خیز نائٹ ھے قصّہ بھی چلتا ھے؛ دوکاندار اور اس کی بیوی ھر موقع پر اپنی رائے بھی دیتے جا رھے ھین ۔ رالف مضحکہ خیز حالات سے گزرتا رھتا ھے اور آخر مین حد کو پہنچ جاتا ھے ۔ یہان پلاٹ کی تعمیر یا کردار نگاری سے نہین بلکہ محض اعلیٰ ترین قسم کی دلچسپی پیدا کرنے سے سروکار ھے ۔ ھر جگہ ڈرامے کا نیا رنگ ھے ۔ نثر، گیت ، بیت ، بلینک ورس بڑی ھوشیاری سے نہایت موزون مقامات پر لائی گئی ھین ۔ کسی ڈرامے مین فن کو برتنے مین اِتنی ھوشیاری نہین دکھائی گئی جیسی کہ اس مین ۔

دوسرا ڈرامہ " فِلاسٹَر" (PHILASTER) ھے جو شیکسپیر کے مختلف کردارون اور مختلف مناظر کو لے کر بنایا گیا ھے ۔ ھیرو فلاسٹر، ھیملٹ اور اوتھیلو کا امتزاج ھے ۔ ھیروئن یُوفرِیزیا (EUPHRASIA) شیکسپیر کی ھیروئن وائیلا (VIOLA) کی نقل ھے ۔ ڈرامہ نگارون کی ھوشیاری کمال ھے ۔ یہ دوسرا ڈرامہ

ٹریجی کمیڈی (TRAGICOMEDY) ھے اور اِس صِنف کی بہترین مثال ھے - تیسرا ڈرامہ ٹریجیڈی ھے جس مین رومان بھی شامل ھے - قصّہ ایک بادشاہ کا ھے جو ایک عورت ایویڈنی (EVADNE) کو رکھے ھوئے ھے اور اپنا تعلق چھپانے کے لئے اس کی شادی ایک شخص اَمِنٹَر (AMINTOR) سے کر دیتا ھے۔ امنٹر اس شادی کے بعد سے پریشان رھتا ھے - ایویڈنی کا بھائی اپنی بہن کو بادشاہ کو قتل کرنے پر راضی کرتا ھے اور وہ بادشاہ کو مار ڈالتی ھے مگر اس سے اَمِنٹَر پر ھیبت طاری ھو جاتی ھے - ایویڈنی یہ دیکھ کر خودکشی کرلیتی ھے - کردار کچھ خاص اثر نہین رکھتے مگر مناظر کی ترتیب ، ڈرامائی تاثرات ، حسنِ زبان اور پُر ترنّم مصرعے ایک عجیب لطف رکھتے ھین -

نشاۃ الثانیہ کی ڈرامہ نگاری پورے تین عہد گھیرتی ھے - الزبتھ کے زمانے مین اعلیٰ فنکارون سے شروع ھوکر اعلیٰ ترین مقام تک پہنچتی ھے - جیمس اوّل کے زمانے مین اعلیٰ ترین ڈرامہ نگار اپنا کام کرتے ھین مگر اُن کے ساتھ اُن سے کم درجے کے ڈرامہ نگار شامل ھو جاتے ھین جن کا ایک بڑا گروہ نظر آتا ھے اور جن مین زیادہ تر اوّل درجے کے فنکار ھوتے ھین - معلوم ھوتا ھے کہ ایک دھارا بہہ رھا ھے جو ختم ھونے ھی کو نہین آتا - نئے نئے ڈرامہ نگار روز اُبھرتے آتے ھین - چارلس اوّل کا عہد آجاتا ھے اور کچھ نئے ڈرامہ نگار سامنے آتے ھین مگر اِن مین کوئی منفرد خصوصیات ایسی نہین ھوتین جن کی وجہ سے ان کو پہلے کے ادوار کے ڈرامہ نگارون سے الگ کیا جائے -

فلیچر (FLETCHER) کے بعد سب سے زیادہ نمایان ڈرامہ نگار فلپ مَیسِنجر(PHILIP MASSINGER ؛ ۱۵۸۳ء تا ۱۶۴۰ء) رھا - اُس کے ڈرامے فلیچَر اور بن جانسن کے ڈرامون کا امتزاج ھین - ان مین خیالات یا فلسفہ زیادہ اھم ھے - سیاسی اور سماجی معاملات اس کے ڈرامون کے موضوع ھین - اُس نے بہت سی کمیڈیان لکھین جن مین سب سے زیادہ کامیاب " اے نیو وے ٹو پے اولڈ ڈیبٹس" (A NEW WAY TO PAY OLD DEBTS) ھوئی-

اِس مین ایک حد سے زیادہ لالچی هیرو هے جس کا نام سَر جائلس اَوور رِیچ (SIR GILES OVERREACH) هے ۔ ڈرامے مین اُس کی حرکتین دکھائی گئی هین اور آخر مین اُس کی پول کھول دی گئی هے ۔ طنز کا اثر مخصوص هے ۔ یه ڈرامه اب بھی اس کے دوسرے تمام ڈرامون سے زیادہ دل چسپ هے ۔ مگر اس کی مخصوص فطرت سنجیدہ ڈرامون مین نظر آتی هے ۔ " دی رومن ایکٹر " (THE ROMAN ACTOR) کو اس نے اپنا سب سے بهتر ڈرامه کہا هے ۔ اس مین روم کی تاریخ پر مبنی ایک قصّه هے ۔ شہنشاہ ڈومیشِین (DOMICIAN) ایک سینیٹر (SENATOR) کی بیوی ڈومیشیا (DOMITIA) سے محبت کرتا هے جو ایک ایکٹر پیرِس (PARIS) پر عاشق هے ۔ شہنشاہ پیرِس کو فوراً قتل کروا دیتا هے ۔ ڈومیشیا ، بادشاہ کے خلاف عوام کے ساتھ سازش کرکے بادشاہ کو مَروا دیتی هے حالان که خود بھی ماری جاتی هے ۔ مناظر بہت زور دار هین اور پیرِس کے کردار کا بڑا گہرا اثر هوتا هے۔"دی مَیڈ آف هانر" (THE MAID OF HONOUR) میسنجر کا کلاسیکی لحاظ سے کامل ڈرامه هے ۔ اس کی هیروئن کیمیولا (COMIOLA) کا کردار بہت نیک اور پُر اثر هے ۔ اخلاقی تاثرات کے لحاظ سے اِس سے بهتر ڈرامه ملنا مشکل هے ۔ میسنجر کے ڈرامون مین فطری جوش سے زیادہ محنت کا احساس هوتا هے مگر اُس کی مکمل کامیابی مین شک نهین ۔

میسنجر کے هم سِن جون فورڈ (JOHN FORD) کے ڈرامے بھی انفرادیت رکھتے هین ۔ اس نے وِبسٹر (WEBSTER)، رَولے (ROWLEY) اور ڈیکر (DEKKER) کے تعاون سے بھی ڈرامے لکھے ۔ اس کے اپنے طبعزاد ڈرامون مین " ٹِز پٹی شِی اِز اے هوَر" (TIS PITY SHE IS A WHORE) سب سے زیادہ زندہ هے ۔ اِس مین ایک بھائی کی اپنی بہن سے محبت کا قصّه هے جس کا آخر مین نتیجه یه هوتا هے که بھائی بہن کو مار ڈالتا هے۔"دی بروکن هارٹ" (THE BROKEN HEART) اس کا بهتر ڈرامه هے جس مین شاعرانه تاثرات اهم هین ۔

جیمس شرلی (JAMES SHIRLEY ؛ ۱۵۹۶ء تا ۱۶۶۶ء) کو اِس بڑے دور کے بڑے ڈرامہ نگاروں میں آخری کہا گیا ہے۔ اس کی ٹریجیڈیوں میں سب سے بہتر " دی کارڈینَل" (THE CARDINAL) ہے جس کو خود اُس نے بھی اپنی سب سے بہتر تصنیف کہا ہے۔ اس میں کشت و خون کے مناظر ہیں ۔ اس نے کمیڈیاں بھی لکھیں جن میں اس نے زیادہ تر اچھے انداز میں اور ہوشیاری کے ساتھ دوسروں کی نقل ہی کی ہے ورنہ ان میں کوئی نئی بات نہیں ۔

ڈرامے کی مقبولیت اور ڈرامہ نگاروں کی کثرت میں کسی طرح کمی نہیں ہوئی حالاں کہ زیادہ تر ڈرامہ نگار دوسرے درجے ہی تک پہنچے ۔ مگر پیورِیٹنوں کی مخالفت بڑھتی ہی گئی ۔ پیورِیٹن شروع ہی سے ڈراموں کو فحش اور اخلاق سوز سمجھتے تھے مگر چارلس اوّل کے عہد میں اُن کا زور بہت بڑھ گیا ۔ بادشاہ اور ملکہ نے ڈرامے کی طرف داری کی اور پیوریٹن سوائے اس کے خلاف لکھتے رہنے کے اور کچھ نہ کرسکے ۔ مگر جب پارلیمان کے ایوانِ زیریں میں پیوریٹنوں کا زور بڑھ گیا تو ۱۶۴۲ء میں ڈرامے پر پابندی لگا دی گئی ۔ اگر کوئی ڈرامہ دیکھتا ہوا یا اداکاری کرتا ہوا پکڑا جاتا تو اُسے سخت سزا دی جاتی تھی ۔ ۱۶۴۲ء سے ۱۶۶۰ء تک انگلستان میں کوئی ڈرامہ اسٹیج پر پیش نہیں کیا گیا ۔ ۱۶۶۰ء میں جب چارلس دوم بادشاہ ہوا تو تھیٹر کی پھر سے تجدید کی گئی ۔

باب دوازدہم

جون ڈن اور اُس کا مکتبۂ شاعری

۱۵۷۳ تا ۱۶۴۴ء

جون ڈن

بن جانسن کی طرح جون ڈن ٭ (JOHN DONNE) نے بھی اُس وقت انگریزی شاعری کو ایک نیا رنگ دیا جب کہ اسپنسر کے بعد تقلید ھی کرنے والے رہ گئے تھے ۔ دونوں اپنی اپنی طرح پر ایک انقلاب لے آئے اور دونوں کے مُقلّدین کا ایک ایک گروہ سا بن گیا ۔ دونوں کا اثر صرف نشاۃ الثانیہ کے اختتام تک ھی نہیں نمایاں رہا بلکہ صدیوں بعد تک چلتا رہا۔ بن جانسن پورے کلاسیکی دور میں اٹھارویں صدی کے آخر تک شاعروں پر اثر انداز رہا ۔ ڈن کا مکتبۂ شاعری اس کے کچھ عرصے بعد ھی نمایاں ھوا اور بیسویں صدی میں اس کی اھمیت اُجاگر کرکے اس کے تتبّع کا ایک نیا دور شروع ھوا ۔ نشاۃ الثانیہ کی شاعری بے اصول اور محض زورِ طبع پر مبنی تھی ۔ بن جانسن کی جدّت اس بات میں تھی کہ اُس نے اسے اصولوں کا تابع بنایا ، اس کے برخلاف ڈن نے بے اصولی کو اِس انتہا تک پہنچایا کہ وہ بدمذاقی اور بے راہ روی کی مثال ھوگیا ، مگر پھر بھی اُس کے کلام میں اِس قدر زور تھا کہ نقّاد اسے تعجب سے دیکھتے رہے اور اس کو مطعون نہ کرسکے ۔

٭ اس نام کے ھجّے بعض اوقات DUNNE بھی کئے جاتے ھیں ۔

ڈَن نے جوانی ھی مین وہ نظمین لکھ ڈالی تھین جن کی بنا پر وہ مشہور ھوا ۔ اس طرح وہ الزبتھ کے عہد کا شاعر ھے مگر یہ نظمین اُس کے مرنے کے بعد ۱۶۳۳ء مین چھپین ۔ مَسوّدوں ھی کی صورت مین وہ ڈَن کے دوستون مین مقبول ھوئین مگر ان کا مخصوص اثر سب شاعرون پر عام طور سے اور کچھ مخصوص شاعرون پر خاص طور سے نشاۃ الثانیہ کے آخری دَور مین نمایان ھوا ۔

ڈَن کی شاعری تمام روایات اور عام رواج کے خلاف ھے ۔ اُس نے عروضی اصولون کی خلاف ورزی کی ۔ اس کی طنزیہ نظمون مین ، جو ۱۵۹۳ء مین لکھی گئین ، انگریزی کے ھِیروِئک مِیٹرَ (HEROIC METER) کو برباد کرکے رکھ دیا ۔ وہ اُس وقت بیس برس کا تھا اور اس کے اخلاقی خیالات مین توازن نہین پیدا ھوا تھا ۔ یہ نظمین طنز نگاری سے زیادہ ادبی مشق کی مثالین ھین اور ان مین اُس کی تکنیک سے سرکشی نمایان ھے؛ یہان ھمین پرانے شاعرون سے سَرقے بڑی فراوانی کے ساتھ نظر آتے ھین؛ اِبہام کی طرف رجحان صاف ھے ۔ رومی شاعر پَرسِیئَس* (PERSIUS) کا اثر دکھائی دیتا ھے اور عروض بھی اتنا ھی بے ڈھنگا ھے جیسا رومیون مین عام تھا ۔ یہ نظمین بَیتوں مین لکھی گئی ھین مگر اوزان کے تمام اصول توڑ دئے گئے ھین اور مصرعون کا ایک دوسرے مین شامل ھونا کچھ ایسے طریقے پر ھوا ھے کہ تعجب ھوتا ھے؛ صاف ظاھر ھوجاتا ھے کہ وہ عروض کے اُصولون کو جان بُوجھ کر توڑ رھا ھے ۔ اِن نظمون کے موضوعات تو پرانے ھی ھین مگر ان مین شاعر کے ذاتی تجربے نے ایک نئی زندگی پیدا کر دی ھے ۔ خیالات اس قدر نئے ھین کہ تعجّب انگیز ھین ۔ احمقون اور روایت پرستون کی نئے انداز سے دھجّیان اُڑائی گئی ھین ۔ باریکی اور معنی و مضمون آفرینی کی طرف توجہ زیادہ ھے ۔ درباریون اور مقدمہ بازون پر طنز ھے ۔ اِس قسم کے خیالات اور تصوّرات سامنے آتے ھین جن کو مابعدالطبیعیاتی

---

* رومی طنز نگار (۳۴ء تا ۶۲ء)؛ چھ طنزیات جن پر ھورَیس (HORACE) اور رِواقی فلسفے کے اثرات نمایان ھین ۔

(METAPHYSICAL) کہا گیا ہے۔مثلاً مجسٹریٹ وہ سمندر ہین جس مین سب دریا غائب ہو جاتے ہین، مقدمہ باز وہ دریا ہین جو اِس سمندر کو بھرتے ہین۔ ملکہ اس معاملے مین کچھ نہین کرسکتی کیون کہ وہ دریائے ٹیمز کے مخرَج کی طرح ہے؛ اُسے نہین معلوم کہ اُس کے معاون دریا کن چمنوَن مین سیلاب لا رہے ہین اور کِن کھیتون کو تہ آب کر رہے ہین - وہ آہنی زمانہ تھا جب انصاف بکتا تھا، اب انصاف اور بھی سستا ہوگیا ہے -

آگے چل کر اس نے گیت ، سانِٹ اور مرثیے لکھے جن مین عروض سے انحِراف کو جاری رکھا - مُقفّیٰ نظمون مین وہ اِس قسم کی جدّت کرتا ہے جیسی اکثر ڈرامہ نگارون نے روا رکھی تھِی - صحیح اور روان مصرعون کے بجائے وہ ایسے مصرعے لاتا ہے جن مین اوزان تعجّب انگیز اثر رکھتے ہین اور پڑھنے والون کی توجہ ایک خاص انداز سے اپنی جانب مبذول کرتے ہین - یہ جرم وہ اِس لئے کرتا ہے تاکہ مضمون کو طرزِ ادا سے زیادہ اہم ثابت کرے اور الفاظ کے ذخیرے مین اضافہ کرے - طرزِ ادا مین بھی وہ اِسی قسم کی جدّتین پیدا کرتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آسان اور عام فہم الفاظ سے اُسے کوئی سروکار نہین ہے - وہ عام قسم کے تصوّرات سے پرہیز کرتا ہے - معانی کی باریکی سے اُس کو خاص دل چسپی ہے؛ یہ صفت اس کے دور کے دوسرے شاعرون مین بھی ملتی ہے مگر اس کے یہان یہ چیز بدرجہ اتم موجود ہے - اس کے سانِٹ عروضی لحاظ سے محض نام کے سانِٹ ہین مگر معنی آفرینی مین فرد ہین - جوشِ جذبات، احساسات ، سب ذکاوت سے مغلوب ہو جاتے ہین۔ یہ ذکاوت عجیب قسم کے مبالغے سامنے لاتی ہے اور اکثر ایسے استعارے پیدا کرتی ہے جن مین زمین اور آسمان کے قلابے مِلائے جاتے ہین، پستی اور بلندی ہمکنار نظر آتی ہین؛ مثلاً ایک جگہ وہ یہ کہتا ہے کہ مکھی اُس کو کاٹنے کے بعد اُس کی محبوبہ کا خون چوس لیتی ہے - اب اِس مکھی کے جسم مین دونون کے خون مل گئے ہین اور مکھی شادی کا بستر اور برات کا گرجا ہوگئی - اس طرح وہ خیالات سے کھیلتا ہے اور چیستان بناتا جاتا ہے - اکثر نظمون مین جوش کے ساتھ چیستان

کا امتزاج نظر آتا ھے - بعض نظمین معمّے ھین؛ کچھ نظمون، جیسے " ڈریم " (DREAM) مین ایک ڈرامائی منظر تعمیر ھو جاتا ھے - اس کے خیالات نہایت بے تکے پن سے اُبھر آتے ھین جیسے " گُڈ مارَو " (GOOD MORROW) مین یا " دی کینَنائی زیشَن " (THE CANONIZATION) مین، جس مین وہ اپنے دوست سے کہتا ھے " خدا کے لئے اپنی زبان روکو اور مجھے عِشق کرنے دو"- اِس جملے سے بدتمیزی ٹپکتی ھے -

اُس کی عشقیہ نظمین عجیب و غریب ھین - "عورت کی پَرستِش" کا جو تصوّر عہدِ الزبتھ کے شعرا بشمول شیکسپیر مین ملتا ھے، ڈَن اُس کا منکر ھے اور اس پر طنز کرتا ھے - اِس کے ابتدائی کلام کی محبوبہ مین نہ نیکی ھے نہ کردار؛ اس کی محبت خالص مادّی اور جسمانی ھے اور اس کا افلاطونی محبت کا اظہار بھی نرالا ھے - مگر بعد کی چند نظمین انگریزی زبان کی بہترین عشقیہ نظمون مین شمار کی جاتی ھین - اُس کی اِن نظمون مین بہترین نظم " ایکسٹیسی" (THE ECSTASY) ھے جس مین وہ اپنی محبوبہ کی ایک زمانے تک پرستش کرنے کے بعد یہ چاھتا ھے کہ اس کی محبت کو مادّی تسکین ملے؛ دونون کے دل گھُل کر مِل جاتے ھین؛ دونون ایک خالِص روح بن جاتے ھین؛ اِس عالَم مین پہنچ کر جسم کے کوئی معنی نہین رہ جاتے ھین مگر نظم کے اختتام پر ڈَن یہ کہتا ھے کہ جِسم کو فراموش نہین کرنا چاھئیے کیون کہ وھی باھمی ملاپ کا ذریعہ ھے ، اس کے ساتھ انصاف ضروری ھے - اس کی محبت احتساسی ھے مگر موت کے ساتھ مل کر اس مین ایک شان پیدا ھو جاتی ھے - " اینی ورسَریز"(ANNIVERSARIES) مین اُسے محبت قبر مین بھی قائم نظر آتی ھے- " دی رَیلِک"(THE RELIC) مین وہ تصوّر کرتا ھے کہ وہ اور اُس کی محبوبہ ھین - کسی اور کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودی جاتی ھے تو اُس مین گورکنون کو ھڈیون سے لپٹے ھوئے عورت کے بال نظر آتے ھین- اِس غیر متوقع حادثے کو ڈَن نے یون نظم کیا ھے :

HE THAT DIGS IT SPIES
A BRACELET OF BRIGHT HAIR ABOUT THE BONE

اس سے جسمانی عشق سے ڈن کی دل چسپی ظاہر ہوتی ہے مگر اس مین بھی ایک شدّت ہے جو اِس رُویا (IMAGE) سے ظاہر ہے - جب ٹی - ایس - اِلیٖٹ نے ڈن کے عشق کو 'ہڈی کا بخار' (FEVER OF THE BONE) کہا تو اس کے ذہن مین ڈن کا یہی مصرعہ تھا - اس قسم کی شاعری کے لئے ایلیٹ نے ایک اور مضمون مین کہا ہے کہ اِس سے پڑھنے والے کے اندر ایک قسم کا مابعدُ الطبیعیاتی خوف یا کپکپاہٹ پیدا ہوتی ہے -

اُس کی مذہبی نظمون مین موضوعات تو مختلف ہین مگر فن وہی ہے جو اور نظمون مین نظر آتا ہے - اس کی چھوٹی نظمین ہی بہترین ہین - طویل نظمون مین " اناٹومی آف دی وَرلڈ (ANATOMY OF THE WORLD) ، " پراگرس آف دی سَول "(PROGRESSE OF THE SOULE) ، " فرسٹ اینی ورسَری " (FIRST ANNIVERSARY) اور " سیکنڈ اینی وَرسَری "(SECOND ANNIVERSARY) ، باوجود اِبہام اور عدمِ دل چسپی کے اب بھی پڑھی جاتی ہین - اِس مین تعمیری صلاحیتین اور استقلال بالکل نہ تھا - اس کی طبع مختصر پرواز اور تیزی کے لئے ہی موزون تھی - ذکاوت اور چیستان کی اُس کے یہان فراوانی ہے - اِس صِفت کی شاعری مختصر نظمون ہی مین کھیل دکھا سکتی ہے - طویل نظمون کو وہ اتنا زیادہ بوجھل بنا دیتی ہے کہ طبیعت پراگندہ ہو جاتی ہے - اُس کے پَیرو بھی مختصر نظمون مین ہی اُس کی کامیاب پیروی کرسکے - نشاۃ الثانیہ کے معنی آفرینی کی طرف رجحان کو اس نے حد کو پہنچا دیا - خیالات سے کھیلنے کی حد کردی - اِسی مخصوص صفت کی بنا پر ڈاکٹر جانسَن نے ، جو ڈن اور اُس کے متّبعین کو پسند نہین کرتا تھا ، چڑ کر ان کو مابعدالطبیعیاتی شاعر(METAPHYSICAL POETS) کا نام دیا اور یہی نام آج بھی مشہور ہے -

جیمس اوّل کے عہد کے خاتمے پر اِسپنسَر کا اثر بالکل ختم ہوچکا تھا - بِن جانسَن اور ڈن کے متّبعین کثرت سے نظر آئے - ڈن کا اثر خاص طور پر نمایان ہوا - کثرت سے ایسے شاعر پیدا ہوئے جن کو فراموش کرنا مشکل ہے ، مگر اُن کے کوئی بڑے کارنامے

نہین ہین؛ ہر ایک کی ایک دو یا کچھ زیادہ نظمین انتخابات مین ہمیشہ شامل کی جاتی رہین گی ۔ طویل نظمین بھی کثرت سے لکھی گئین مگر ان مین شاذ و نادر ہی اچھے حصّے نظر آتے ہین ورنہ مجموعی حیثیت سے وہ مُردہ ہی ہین۔ اس وقت نشاۃ الثانیہ اور اصلاحِ مذہبی کے اثرات مین کشمکش اُبھرتی ہے ۔ چارلس اوّل کا دربار الزبتھ اور جیمس کے دربار کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے غیر مذہبی رجحانات ہی کو فروغ دیتا ہے ۔ اس سے وابستہ دنیادار شاعر، شہسوار یا کیویلیئر(CAVALIER) کہلاتے ہین۔

دوسرا گروہ مذہبی شعرا کا ہے جو پیوریٹن یا اینگلیکن (ANGLICAN) کہلاتے ہین ۔ یہ شاعر یا ڈن کی پیروی کرتے ہین یا بن جانسن کی، یا دونون سے متاثر ہین۔ ڈن اور بن جانسن ہم عصر تھے اس لئے بعد کے شعرا نے بیشتر بیک وقت دونون کا اثر قبول کیا ۔ اِس دور کے شعرا مین صرف مِلٹن ایسا ہے جس نے بن جانسن کا اثر قبول نہ کیا ۔ کچھ اپنی انفرادیت نمایان کرتے ہوئے بھی اثر قبول کر لیتے ہین ۔

چار بڑے شاعر جارج ہربرٹ (GEORGE HERBERT؛ ۱۵۹۳ء تا ۱۶۳۳ء)، رچرڈ کریشا (RICHARD CRASHAW؛ ۱۶۱۲(؟) تا ۱۶۴۹ء) ہنری واہن (HENRY VAUGHAN؛ ۱۶۲۲ء تا ۱۶۹۵ء) اور ٹامس ٹریہرن (THOMAS TRAHERNE؛ ۱۶۳۷(؟) تا ۱۶۷۴ء) ڈن کے اثر کو ایک مخصوص صورت دیتے ہین ۔

کیویلیئر شاعری کی روح سب مین پہلے ٹامس کیریو(THOMAS CAREW؛ ۱۵۹۸(؟) تا ۱۶۳۹ء(؟)) کے کلام مین نظر آتی ہے جو چارلس اوّل کے دربار سے متعلق تھا اور ذہین اور تہذیب یافتہ لوگون مین بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ مَواد کے لحاظ سے اُس کا کلام عاشقانہ ہے اور ادا کے لحاظ سے اس پر کلاسیکی تہذیب اور توازن کا اثر نمایان ہے ۔ اس کا عشق زیادہ تر مادی اور جذباتی ہے ۔ اپنی بہترین نظم "دی رَیپچَر" (THE RAPTURE)مین وہ اپنی محبوبہ سَیلیا (CELIA) سے التجا کرتا ہے کہ "عزّت کے دیو" سے الگ ہوکر آزاد زندگی اختیار کرلے ۔ یہان وہ ایک جنّت کا نقشہ کھینچتا ہے جس مین

رنگینی عریانی کے حدود کو پار کر لیتی ھے ۔ کیریو نے ڈَن کے مرنے پر ایک بہت اچھا مرثیہ لکھا ۔ اِس مین جذبات کے ساتھ ساتھ بڑی اچھی تنقید بھی ملتی ھے ۔ ڈَن کی شاعری کی خصوصیت کی اس سے بہتر تحلیل اور وضاحت کہین اور نہین ملتی ۔ اس کے خیالات اور طرزِ ادا دونون سیدھے اور زور دار ھین ۔ ایک خاص طرز ھے جو آگے چل کر کلاسیکی شعرا کو بہت بھائی جس سے یہ بھی ثابت ھوتا ھے کہ اگرچہ اس پر بِن جانسَن کا اثر غالب تھا تاھم اُس نے ڈَن سے بھی استفادہ کیا ۔ اُسی نے ڈَن کو MONARCH OF WIT کہا تھا جو آج تک مشہور ھے ۔

کیویلیئر شاعری کا سب سے زیادہ نمائندہ سَر جَون سَکلِنگ (SIR JOHN SUCKLING) ھے ۔ اس کے کلام مین وھی شَیطَنَت، وھی اخلاق سے برگشتگی، وھی تیزی اور طراری ھے، جو ھمین تمام کیویلیئر شاعرون مین ملتی ھے ۔ وہ کیریَو کی مشق اور احتیاط کا مذاق اڑاتا ھے ۔ اُس کے کلام کی خاص صِفت بے ساختگی ھے ۔ اس نے کبھی محنت سے نہین لکھا اور اِس لئے اس کی نظمین غلطیون سے بھری پڑی ھین ۔ ڈَن کا اثر اس کی عورتون کی بابت آرا سے نمایان ھوتا ھے ۔ وہ ڈَن کی سے مبالغے لاتا ھے مگر معنی آفرینی سے دُور رھتا ھے ۔ اس کے گیت بڑے آسان اور دل نشین ھین ۔ اس کی سب سے اچھی نظم "بیلَڈ اِن اے وِیڈِنگ" (BALLADE IN A WEDDING) ھے جس مین لطیف بیانات و ذکاوت اور زورِ طبع کا بڑا اچھا تماشا نظر آتا ھے ۔

رچرڈ لَولیَس (RICHARD LOVELACE : ۱۶۱۸ء تا ۱۶۵۸ء) کیویلیئر شاعرون مین بڑا خوب صورت تھا اور خواتین اُس پر جان دیتی تھین ۔ دربار سے وابستہ ھونے کی بنا پر وہ دو دفعہ قید ھوا اور اُس کی آخری عمر غریبی اور ذِلت مین گزری ۔ اُس کی شاعری نہ اُتنی فطری ھے جتنی کہ سَکلِنگ کی ، نہ اُتنی صاف ھے جتنی کیریَو کی ۔ اس کی بہترین نظم "لوکاسٹا" (LUCASTA) ھے جس مین ڈَن کا اثر صاف نمایان ھے ۔ آج وہ اپنے چند گیتون کی بنا پر انتخابات مین جگہ پاتا ھے ۔

اسکاٹ لینڈ کا شاعر مونٹروز (MONTROSE) بھی چارلس اوّل کا طرف دار تھا اور اس کی شاعری بھی کیوَیلیئر کے شاعرون کی طرح کی ھے - جوَن کلیو لینڈ (JOHN CLEVELAND) نچلے طبقے کا شاعر تھا جو بادشاہ کی طرف داری کے سلسلے مین بہت نمایان ھوا - وہ ڈن کے نقّالون مین بڑی اھمیت رکھتا ھے اور اس کی نظمون مین چیستان کی کثرت ھے - اُس کی سب اچھی نظم " دی ریبل اسکاٹ " (THE REBEL SCOT) اس قوم پر طنز ھے جس نے بادشاہ چارلس اوّل کو باغیون کے حوالے کردیا - طنز اُس کا مخصوص میدان ھے اور اس کے طنزیہ ابیات نے ڈرائیڈن (DRYDEN) پر اثر کیا - سیاسی طنز نگاری کی تاریخ مین وہ اھم ھے - اُس کی کچھ عشقیہ اور کچھ غنائی نظمین بھی ھین مگر ان مین زیادہ زور نہین - اِس دائرے مین لارڈ ھربرٹ آف چربری※ (LORD HERBERT OF CHERBURY ؛ ۱۵۸۳ء تا ۱۶۴۸ء) بھی آتا ھے جس کی نظم " اوڈ آن اے کوئسچن مووڈ " (ODE ON A QUESTION MOVED) محبت کے دوام سے بحث کرتی ھے اور عشقیہ شاعری مین اچھا اضافہ ھے -

ھیرک

غنائی شاعرون مین سب سے زیادہ صلاحیتون کا مالک اور سب سے بڑا شاعر " رابرٹ ھیرک " (ROBERT HERRICK ؛ ۱۵۹۱ء تا ۱۶۷۴ء) تھا - اڑتیس سال کی عمر وہ اینگلیکن (ANGLICAN) پادری بن گیا - وہ لندن کے ایک سُنار کا لڑکا تھا جو کیمبرج سے واپس آکر عیّاشی مین پڑا - اُس کا مشغلہ شراب خانون مین جانا ، شراب خوری اور گانون مین دل چسپی لینا اور بن جانسن کی شاگردی تھا - اس نے مذھبی ملازمت پیسے کے لئے کی تھی لیکن ملازمت مین آنے کے بعد مُتّقی بننے کی کوشش کی ، مگر وہ زیادہ بدل

※ اصل نام ایڈورڈ ھربرٹ (EDWARD HERBERT) -

نہ سکا ۔ اُس کو دیہات اور مناظر قدرت سے ایک اُنس پیدا ہوگیا تھا ۔ اُس کی لادینی نظمین " ہسپریڈیس "(HESPERIDES) نام کے مجموعے مین چھپین اور دینی نظمین " ہولی نمبرز" (HOLY NUMBERS) مین ۔ پہلے مجموعے مین نظمون کی تعداد ہزار سے اوپر ہے دوسرے مین تقریباً ڈھائی سو ہے ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل سے ایک کافر ہی تھا جو کیوپڈ (CUPID)* دیوتا کا ناچ دیکھنے سے زیادہ اور کسی چیز کو پسند نہین کرتا تھا ۔

اُس کی نظمون کو کسی ترتیب کے تحت نہین لایا جاسکتا اور شاید ہی کوئی نظم ہو جس کو خراب کہا جاسکے ۔ اُسے ہلکی بے ترتیبی سے عشق تھا اور بے سروسامانی بہت اچھی لگتی تھی ۔ نظمون مین بھی وہ بلندی اور پستی کو بے اصولی سے یکجا کرتا ہے ۔ اس کے خیالات و تجربات بھی بے ترتیبی سے آتے ہین ۔ اُسے تنوع سے بڑی دل چسپی ہے مگر کہین آمد اور حُسن سے ہاتھ نہین جاتے ۔

اس نے کچھ طویل نظمین بھی لکھی ہین ۔ ان مین " لورینا ز گوئنگ اے مینگ" (LORRINA'S GOING A MAYING) سب سے اچھی ہے ۔ اِس مین کل ستّر مصرعے ہین ۔ اس سے زیادہ طویل نظم اُس کے بس کی نہین ہے ۔ یہ بہار کے موسم پر بہترین نظمون مین ہے ۔ اِس مین صبح کی خوشی ، پھولون کا حُسن ، اور ڈن کا اثر بہت ہی خوبی کے ساتھ مِل جُل کر ایک عجیب غنائی صورت اختیار کرتے ہین ۔

مگر ہیرک کی غنائی قوتین اس کی بالکل چھوٹی نظمون سے ظاہر ہوتی ہین ۔ ہر ایک مین ایک الگ مُوڈ ہے اور آسان بے ساختہ الفاظ اور ترنّم سے مُوڈ پورے طور پر ہمارے سامنے آجاتا ہے ؛ کہین ایک معصوم دِل کی خوشی ، کہین ایک عاشقِ حُسن کا جذبہ ، کہین ہر چیز کی بے ثباتی کا غم ۔ آخری مُوڈ زیادہ تر

---

* رومی دیومالا کا محبت کا دیوتا ۔ یونانی دیومالا مین اس کا نام ایروس (EROS) ہے ۔

نظموں میں ملتا ہے ۔ وہ باغ میں جاتا ہے اور ہر پھول سے متاثر ہوتا ہے ، ہر ایک پر ایک الگ نظم لکھتا ہے اور ہر ایک کی بے ثباتی کا غم کرتا ہے ۔ " ڈِفوڈِلز" (DAFFODILS) پر اُس کی نظم بہترین مثال ہے ۔ اس نے بہت سے کَتبے بھی لکھے جن میں مرنے والوں کا ذکر نہایت ہی دل کش غم کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس کی شاعری میں قیامت کی سادگی ہے ۔ وہ بن جانسن سے عقیدت رکھتا ہے مگر اس کی فطرت بن جانسن سے نہیں ملتی۔ وہ اکثر سَرقے بھی کرتا ہے مگر یہ سب اُس کے رنگ میں شامل ہوکر بالکل اس کے ہو جاتے ہیں ۔ آمد اس کی شاعری کی سب سے اہم صفت ہے ۔ وہ کہیں گہرائیوں میں نہیں جاتا ۔ اسے صرف حُسن سے لطف اندوز ہونے سے سروکار ہے ۔ اس کی شاعری سطحی کہی جاسکتی ہے لیکن اس کے کمالِ فن سے انکار نہیں ہوسکتا ۔ یہی غنائی شاعری کا کمال ہے ۔

مذھبی شاعری

ڈَن کا اثر مذھبی شاعروں پر بہت گہرا پڑا ۔ اَینگلیکن مذھب کے لوگ پیوریٹنوں سے تنگ آکر ادب کے ذریعے اپنے مطالب پیش کرنے لگے تھے ۔ جیمس اوّل کے زمانے میں یہ زیادہ تر اِسپنسر سے متاثر رہے مگر چارلس اوّل کے عہد میں ان کے یہاں ایک صُوفیانہ رنگ بھی آگیا ۔ ڈَن کے طرز کو انھوں نے روحانی تاثرات کے ادا کا ذریعہ دیکھ کر اپنایا ۔

مذھبی شاعروں میں سب سے زیادہ اہم جارج ھربرٹ (GEORGE HERBERT ؛ ۱۵۹۳ء تا ۱۶۳۳ء) ہے ۔ یہ بہت ہی بڑا عالِم اور متّقی انسان تھا ۔ اُس کا نظریہ تھا کہ انسان کو اپنی فطری قوتوں کو خدا کی خدمت میں لگانا چاھئیے ۔ شاعر کو چاھئیے کہ اپنی شاعری کے پھولوں کو خدا کے گھر پر چڑھائے ۔ وہ بڑا ھوشیار مُبصّرِ حیات تھا اور بڑا اعلیٰ مذاق رکھتا تھا ۔ اسے سیدھی سادی زبان پسند تھی۔ وہ مزاجاً ڈَن کی طرح تھا ۔ اسے

مابعدالطبیعیاتی مکتبۂ فکر کا ولی کہا گیا ھے - اسے موسیقی سے بڑی دل چسپی تھی مگر اس کے اشعار مین موسیقی کی کمی محسوس ھوتی ھے - اس کے اوصاف مین اختصار، زور، جدّت اور مزاح خاص ھین - اس کے یہان اقوال بہت ملتے ھین - اُس کے بہترین اشعار تصوّراتی ھین لیکن بدترین معنی آفرینی کی وجہ سے مُبہم ھوجاتے ھین - "وَرچُو" (VIRTUE) اس کی شاعری کی نمائندہ نظمون مین سے ھے - اس مین نیکی کو ھی دائمی بتایا ھے اور اس مین ڈن کی معنی آفرینی کے اثرات نمایان ھین - "دِی ایلِکزر" (THE ELIXIR)، "دِی کوئپ" (THE QUIP)، "دِی پُلِی" (THE PULLEY) اور "دِی کولَر" (THE COLLER) اس کی سب سے عمدہ نظمین ھین - اِن مین معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ مذھبی جذبات ملتے ھین - یہ منظومات حد سے زیادہ زندہ ھین اور ھمیشہ زندہ رھین گی -

رچرڈ کریشا (RICHARD CRASHAW) کی شاعری ھربرٹ سے متاثر ھے - شروع مین وہ اینگلیکن تھا مگر جب اٹلی مین جاکر رھا تو کیتھولک ھوگیا - اس نے ھر قسم کی نظمین لکھین مگر مذھبی نظمین سب سے بہتر ھین - اس کی بہترین نظمون مین "دی وِیپر" (THE WEEPER) ھے، جس مین مَیگڈیلن (MAGDALEN) کے آنسوؤن کی تصویرکشی ھے - ایک اور نظم جس مین ڈن کے رنگ مین کمال دکھایا گیا ھے - "فلیمِنگ ھارٹ" (FLAMING HEART) مین سَینٹ ٹیریسا (ST. TERESA) سے عقیدت کا اظہار ھے - اس مین مذھبی اور روحانی محبت کا جو نقشہ ملتا ھے وہ کسی اور انگریزی نظم مین نظر نہین آتا - اس کی نظمون مین حماقت کی باتین بہت ھین مگر اس کی غنائی پرواز بہت ھی اونچی ھے - شیلی اور جدید اشاریت نگارون (SYMBOLIST POETS) کا وہ پہلا خاکہ ھے -

ھنری واھن نے لادینی اور مذھبی دونون قسم کی شاعری کی - لادینی شاعری مین وہ بِن جانسن کا اور مذھبی مین ھَربَرٹ کا پَیرو ھے - اُس کے یہان مناظرِ قدرت سے ایک صوفیانہ جذب ملتا

ھے - اِن معنون مین وہ ورڈ زورتھ (WORDSWORTH) کا پیشرو ھے - اس کی شاعری مین نئے استعارات ملتے ھین جن پر ڈن کا اثر نمایاں ھے - اس کی سب سے اچھی نظم " دی رٹریٹ" (THE RETREAT) ھے جس مین بچپن کی معصومیت اور سادگی کا بہت ھی لطف کے ساتھ ذکر ھے - ورڈ زورتھ پر اُس کا اھم اثر پڑا -

بچپن کا سب سے بہتر شاعر ٹامس ٹریہرن (THOMAS TRAHERNE) ھے جس کی نظم " دی ونڈر" (THE WONDER) صوفیانہ شاعری کی بہترین مثالون مین سے ھے - فرانسس کوارلس (FRANCIS QUARLES) کی شاعری بھی ڈن کے طرز کو عوام تک پہنچاتی ھے -

پیوریٹن شاعر

پیوریٹن شعرا مین ملٹن کے بعد اینڈریو مارول (ANDREW MARVELL ؛ ۱۶۲۱ء تا ۱۶۷۸ء) سب سے زیادہ اھم ھے - اس کی شاعری مین ایک مسرّت کا احساس ملتا ھے - اس نے بڑی دلکش مذھبی نظمین لکھین مگر اصل مین اس کی روح نشاۃ الثانیہ کے اثر سے ھم آھنگ ھے - اس کی نظمین دیہاتی زندگی کے متعلق بھی ھین اور ان مین " اپون دی ھِل اینڈ گرووایٹ بلبرو" (UPON THE HILL AND GROVE AT BILLBOROUGH) بالکل ورڈ زورتھ کی نظمون کی طرح ھے - "اپون ایپلٹن ھاوس" (UPON APPLETON HOUSE) اُس کے ذاتی جذبات کی ترجمان ھے - وہ مناظرِ قدرت سے گہری محبت رکھتا ھے - چڑیون مین وہ فاختہ کو بُلبُل پر ترجیح دیتا ھے - جانورون اور باغون سے اُسے خاص لگاؤ ھے - اس نے مذھبی نظمین لکھین جن مین قدرت اور روحانیت کا امتزاج ملتا ھے - اس کی عاشقانہ شاعری بھی بڑی اھم ھے اور اِس سلسلے مین اُس کی نظم " ٹو ھز کوائے مسٹریس" (TO HIS COY MISTRESS) ڈن کے رنگ مین بہترین نظمون مین سے ھے - اس

مین عشق کا سچّا جوش ھے اور طرزِ ادا کا کمال ھے ۔ اس کی بہت سی نظمین حُب الوطنی کے جذبے سے معمور ھین ۔ اس نے نظم و نثر مین طنز پارے بھی لکھے ۔ وہ سچّا شاعر ھے اور ھمارے دل کو موہ لیتا ھے ۔

کلاسیکیت

اس دور مین کچھ شاعر ایسے بھی نمایاں ھوئے جو آنے والے طرز کے پیشرو کہے جاسکتے ھین ۔ ان کے یہاں نشاۃ الثانیہ اور ڈن کا اثر اتنا اھم نہین ھے جتنا کہ کلاسیکی شاعرون کا اور اس اثر کی جو نوعیت ان کے یہاں نمایاں ھوتی ھے وھی آگے چل کر کلاسیکی شاعری کی خصوصیت ھوئی ۔ ان مین تین شاعر اپنے دَور مین بہت ھی عظیم سمجھے گئے حالان کہ اب اُن کی اھمیت محض تاریخی رہ گئی ھے ۔ اِن مین ابراھم کاولےَ (ABRAHAM COWLEY؛ ۱۶۱۸ء تا ۱۶۶۷ء) ملٹن اور ھیَرک سے بھی بڑا مانا جاتا تھا ۔ کاولےَ پر ڈَن کا اثر نمایاں ھے اَور اس کی عشقیہ نظمون مین "وِشِز ٹُو ھِز سَپوزڈ مِسٹریس (WISHES TO HIS SUPPOSED MISTRESS)" بہت مشہور ھے ۔

سترھوین صدی کے وسط سے عقل کا دور (RATIONALISM) شروع ھوجاتا ھے ۔ اس دور مین شاعر فطری شاعری مین عقل، احتیاط ستھرائی اور صفائی کی طرف مائل ھوگئے ۔ زمانہ بدل رھا تھا، سائنس اور عقلیّت کا دَور دورہ تھا ۔ نئے مِزاج کے لئے ایک نئی شاعرانہ صِنف نکل آئی جسے HEROIC COUPLET کہتے ھین۔جن شعرا نے اس نئی صنف کی طرف رھنمائی کی وہ ایڈمنڈ والر (EDMUND WALLER؛ ۱۶۰۶ء تا ۱۶۸۷ء) اور جوَن ڈینہام (JOHN DENHAM؛ ۱۶۱۵ء تا ۱۶۶۹ء) ھین ۔ یہی ان کی اصل تاریخی اھمیت ھے ۔ بہرحال والَر کی ایک مشہور غنائی نظم "گو، لَولی روز" (GO, LOVELY ROSE) ھے جس کی روح کیریو کی شاعری سے ملتی ھے ۔ ڈینہام کی نظم "کُوپرز ھِل" (COOPER'S HILL) بھی بہت مشہور ھے ۔

باب سیزدہم

مذہبی اثرات اور نثر نگاری

۱۶۲۵ تا ۱۶۶۰ء

۱۶۲۵ء سے ۱۶۶۰ء کا زمانہ انگلستان مین مذھبی تجدید کا دور ھے ۔ نشاۃ الثانیہ کے اثرات ختم نہین ہوئے اور اِس دَور کی سب سے بڑی ھستی مِلٹن (MILTON) نشاۃ الثانیہ مین اپنے عروج پر نظر آتی ھے، مگر مذھبی اثرات ، جنھون نے نشاۃ الثانیہ کو قبول نہین کیا تھا اور جو اسپنسر کے عروج کے وقت بالکل دَبے ہوئے تھے، اب اتنے عروج پر پہنچے کہ نشاۃ الثانیہ کو دبا لیا ، اُس پر غلبہ پا لیا یا ختم کر دیا ۔ ڈَن (DONNE) کے مُتّبعین مین اِس امر کا مشاھدہ ہوتا ھے ۔ مگر شاعری پھر بھی مذھب کی لونڈی نہین بَن پاتی ۔ شاعری سے زیادہ نثر مذھب کے قابو کی چیز ھے، چنان چہ مذھبی اثرات کا مطالعہ نثر ھی سے ہوتا ھے۔ اِس دَور پر پیوریٹن (PURITAN) غالب نظر آتے ھین ۔ ان کی سیاسی طاقت یہان تک بڑھی کہ ۱۶۴۹ء مین انھون نے چارلس اوّل کو قتل کرکے بادشاھت انگلستان سے ختم کردی ۔ کراموِیل (CROMWELL) نے، جس نے شاھی افواج کو شکست دی تھی ، انگلستان مین "رِیپبلِک (REPUBLIC)" قائم کی جو ۱۶۴۹ء سے ۱۶۶۰ء تک قائم رھی۔ حکومت کراموِیل کے ھاتھ مین رھی جس نے بادشاہ کے بجائے اپنے کو محافظ (PROTECTOR) کہلانا پسند کیا ۔ کراموِیل پیوریٹن تھا ۔ مگر اینگلیکن فرقے کے شاعرون اور ادیبون نے، جو انگلستان کے سرکاری مذھب کے پیرو تھے، نثر نگاری مین بیش بہا اضافے کئے ۔

اِس دور کے ادب کی عام طور پر، اور نثری ادب کی خاص طور پر، خصوصیت یہ ھے کہ اس مین عیسائی مذھب کے مختلف فرقون کے درمیان مباحثہ جاری رھتا ھے - مسائلِ دین کی طرف توجہ دی جاتی ھے اور مصنّف نجات کے طریقون کی تلاش مین سرگردان نظر آتے ھین -

سر ٹامَس براؤن (SIR THOMAS BROWNE ؛ ۱۶۰۵ء تا ۱۶۸۲ء) اِسی دور کا سب سے بڑا نثر نگار ھے اور اس کی ھستی اس دور کی سب سے زیادہ آئینہ دار ھے - اس نے نشاۃ الثانیہ کی طرز پر تعلیم حاصل کی تھی ، وہ قدما کے علوم سے بڑی گہری واقفیت رکھتا تھا اور مذھبی کتابون کا بھی اتنا ھی گہرا عِلم رکھتا تھا؛ وہ دنیا سے الگ علم اور خیالات مین محو رھنے کا عادی تھا؛ اُس کا پیشہ طباعت تھا مگر وہ جدید سائنس سے بھی کمال کی واقفیت رکھتا تھا - مگر دل سے وہ مذھبی اور واعظ تھا ؛ روحانیت اور معرفت سے اسے خاص دل چسپی تھی - ان تمام متضاد اثرات سے وہ عجیب منحرف المرکز ھستی ھوگیا - نشاۃ الثانیہ اور مذھب کے درمیان کشمکش کی وہ ھمیشہ کے لئے بہترین مثال ھے-

اُس نے تین طویل مضامین چھوڑے جو اس کی ھستی کو نمایان کرتے ھین اور انگریزی نثر کے عظیم شاھکارون مین سے ھین - اِن مین پہلا مضمون " ریلیجیو میڈیچی" (RELIGIO MEDICI) ایک قسم کی خود نوشتہ سوانح ھے- جو ۱۶۳۵ء مین لکھی گئی،۱۶۴۲ء مین چھپی اور ایسی مقبول ھوئی کہ لاطینی ، ڈچ اور فرانسیسی اور جرمن زبانون مین اس کے ترجمے ھوئے-اس مین ھمین مصنّف کا ذھن سچّے مذھب کی تلاش مین دکھائی دیتا ھے - وہ علم اور سائنس سے متاثر ھے ، مگر توھّمات اور معجزات پر بھی عقیدہ رکھتا ھے - وہ اینگلیکن تھا مگر اُس نے رومن کیتھولک مذھب کا اِس طرح ذکر کیا ھے کہ لوگ اس پر کیتھولک ھونے کا شبہ کرتے تھے - وہ ھر فرقے سے حتیٰ کہ غیر مذھب والون تک سے بھی ھمدردی رکھتا ھے - وہ قومی جانب داری سے بالاتر ھے اور بین الاقوامی ھونے پر فخر کرتا ھے ؛ وہ عقل اور منطق کے خلاف ، عِلم کو اور اس کے سلسلے مین محنت کو ذلیل سمجھتا ھے؛ ایسے عِلم سے جو انسان کے عقائد

متزلزل کردے وہ جہالت بہتر سمجھتا ہے - اس کا عقیدہ ہے کہ علم عقل سے اعلیٰ تر نہیں ہوسکتا -

دی "گارڈن آف سائرس" (THE GARDEN OF CYRUS) میں وہ اُن نقشوں یا ترکیبوں پر غور کرتا ہے جن کا انحصار پانچ کی تعداد پر ہو - یہ اس کے عجیب و غریب طرز فکر کا ایک نمونہ ہے - غالبا نثر میں اس کی سب سے اچھی کتاب "اَرنْ بَیریَل" (URN BURIAL) یا "ہائڈریوٹیفیا" (HYDRIOTAPHIA) ہے، جو ۱۶۵۸ء میں شائع ہوئی - یہ کتاب اُس وقت لکھی گئی جب انسانی جسم کی راکھ سے بھری ہوئی پچاس مدفون ہانڈیاں دریافت ہوئیں - اِس دریافت نے براؤن کے لئے وقت، موت اور زندگی کی بے ثباتی پر غور و فکر کا ایک موقع فراہم کردیا - براؤن اپنے زمانے کے لحاظ سے بہت اچھا نثر نگار تھا - اس کی طبیعت میں شاعرانہ عنصر کو بھی دخل تھا اور اس کی نثر میں تخیّل کی ایک شاعرانہ گرمی ہے - اس کی نثر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لاطینی کے لمبے الفاظ بہت زیادہ استعمال کرتا ہے اور ان کو خوب صورتی سے چھوٹے چھوٹے اینگلو سیکسن الفاظ کے ساتھ پُروتا جاتا ہے- غالباً اُس کو اِن لمبے لاطینی الفاظ کی موسیقیت پسند تھی - اس لحاظ سے اُس کی نثر میں اور مِلٹنؔ کے شاعرانہ طرز میں ایک مماثلت ہے- دونوں لاطینی کے لمبے الفاظ کو ان کی موسیقیت کی وجہ سے پسند کرتے ہیں - "اَرنْ بَیرَیل" میں جب براؤن غور کرتا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد جینے والوں سے کتنی زیادہ ہے تو اس میں یہ احساس شدّت سے پیدا ہوتا ہے کہ شاید وقت اپنے آخری مراحل طے کر رہا ہے - اس کے مندرجہ ذیل جملوں سے اس کے انوکھے طرز و فکر اور اس کی نثر کی خصوصیت دونوں کا اندازہ ہوتا ہے:

" THE NUMBER OF THE DEAD LONG EXCEEDETH ALL THAT SHALL LIVE. THE NIGHT OF TIME FAR SURPASSETH THE DAY, AND WHO KNOWS WHEN WAS THE EQUINO.?"

جارج ہَربَرٹ (GEORGE HERBERT؛ ۱۵۹۳ء تا ۱۶۳۳ء) نے جو ایک بہترین مذہبی اور مابعدالطبیعیاتی (METAPHYSICAL

شاعر تھا ، بہت تھوڑی نثر لکھی ۔ دربار چھوڑ کر، جہان اس کی رسائی تھی، اور جہان اس کی علمی صلاحیتون کی وجہ سے اس کی بہت عزّت بھی کی جاتی تھی، وہ اچانک پادری بن گیا اور اپنی بقیہ زندگی بَیمرٹن (BERMERTON) کے چھوٹے سے گاؤن مین پادری کی حیثیت سے گزار دی ۔ اس کی کتاب " دی کَنٹری پارسَن" (THE COUNTRY PARSON) مین یہ بتایا گیا ھے کہ گاؤن کے پادری کو اپنی زندگی کس طرح گزارنی چاھئیے ۔ زبان سادہ اور بہت صاف سُتھری ھے ۔ موضوع کے لحاظ سے ، اینگلیکن فرقے کے لئے یہ بہت اھم کتاب ھے ۔ اینگلیکنون کے لئے یہ ضروری تھا کہ اپنا نقطۂ نظر کچھ اِس طرح واضح کرین کہ نہ وہ کیتھولک ھی معلوم ہون نہ پیوریٹنَ، بلکہ ایک درمیانہ ، اعتدال کی راہ پر نظر آئین ۔ اِس کتاب نے گویا اینگلیکن پادریون کو یہ اعتدال کا راستہ دکھایا ۔

یہی اعتدال اور یہی نرمی اینگلیکن مقرّر جَیرمی ٹَیلَر (JEREMY TAYLOR ؛ ۱۶۱۳ء تا ۱۶۶۷ء) کی کتابون مین ملتی ھے ۔ اس کی کتاب " لِبرَٹی آف پرُوفَیسیئنِگ" (LIBERTY OF PROPHESYING) ۱۶۴۷ء مین شائع ھوئی جو رواداری کا پرچار بڑے دلپذیر انداز مین کرتی ھے ؛ ایسا لگتا ھے کہ یہ کتاب واقعی بڑے غور و فکر کے بعد لکھی گئی ھے ۔ اس کی زبان سادہ ھے، لیکن " ھولی لِونِگ " (HOLY LIVING) مین،جو ۱۶۵۰ء مین شائع ھوئی، خطیبانہ رنگ بہت گھرا ھے ۔ اس کتاب کا موضوع یہ ھے کہ ایک خداترس عیسائی کی نجی اور سماجی زندگی کیسی ھونی چاھئیے ۔ قُرونِ وسطیٰ مین اس قسم کی کتابین عام تھین لیکن اس کتاب سے پہلے تقریباً ایک صدی تک ایسی کوئی کتاب نہین لکھی گئی ۔

ملٹن یون تو بہت بڑا شاعر ھے ، مگر اُس نے بے شمار پمفلٹ بھی لکھے ھین؛ یہ سب ۱۶۴۱ء سے ۱۶۶۰ء کے درمیان لکھے گئے۔ ملٹن شدّت پسند پیوریٹن تھا ۔ ۱۶۳۸ء کے بعد سے انگلستان کی سیاسی فضا ایسی ھوگئی تھی کہ ملٹن جیسا پیوریٹن اپنے کو سیاست سے الگ نہین رکھ سکا ۔ پارلیمان، جس کے ممبر زیادہ تر پیوریٹن

تھے، اور بادشاہ کے درمیان شدید کشمکش اور رسّہ کشی جاری تھی۔ ۱۶۳۸ء سے لے کر ۱۶۵۵ء تک ملٹن نے، کچھ سانیٹوں سے قطع نظر، صرف نثر لکھی ۔ نثر لکھنا اُس کو ناپسند تھا اور جیسا کہ وہ خود کہتا ھے اس کے لئے نثر لکھنا ایسا تھا جیسے اس کو بائین ھاتھ سے لکھنے پر مجبور کیا جائے ۔

۱۶۴۲ء مین جب ملٹن کی بیوی اسے چھوڑ کر اپنے گھر چلی گئی اور کئی برس تک واپس نہین آئی تو اُس نے یکے بعد دیگرے طلاق پر چار مضامین لکھ ڈالے جو "ڈائیوورس ٹریکٹس" (DIVORCE TRACTS) کے نام سے مشہور ھین ۔ اُس زمانے مین پروٹسٹنٹ یا پیوریٹن بھی اپنی بیویون کو طلاق نہین دے سکتے تھے ۔ ملٹن کا ان مضامین مین کہنا یہ ھے کہ شادی کی بنیاد محبت ھے اور جہان یہ محبت نہین ھے وھان شوھر کو حق ھونا چاھئیے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے ۔ اس قسم کی بات خطرناک حد تک آزاد محبت کی طرف جاتی ھے ۔

دراصل ملٹن ھر طرح کی آزادی، مذھبی، معاشرتی، سیاسی خانگی اور ذاتی آزادی کا قائل تھا ۔ جب پارلیمان نے لائیسنسنگ کا قانون (LICENSING ACT) منظور کیا، تو ملٹن کا خون کھول گیا اور اُس نے آزادئ گفتار و اظہار کے حق مین ۱۶۴۴ء مین " اریئوپیجیٹیکا " (AREOPAGITICA) شائع کی۔ اس کتاب مین اُس کا نقطۂ نظر وقت سے بہت آگے ھے ۔ اس کی باتون مین وھی رنگ نظر آتا ھے جو اُنیسوین صدی کے ان نثر نگارون مین ملتا ھے جو شخصی اور سیاسی اور مذھبی آزادی کے قائل تھے۔ آزادی کی ضرورت وہ عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ھے مگر اِس پمفلٹ کے وھی حصّے زور دار ھین جن مین نثر خطیبانہ درجے پر پہنچ جاتی ھے ۔

طلاق کے موضوع پر اپنے پہلے اور دوسرے مضامین کے درمیان ملٹن نے تعلیم پر ایک طویل مضمون " اون ایجوکیشن " (ON EDUCATION) ۱۶۴۴ء مین شائع کیا ۔ اس مین اس کا نقطۂ نظر ایک عیسائی انسانیّت پرست (CHRISTIAN HUMANIST) کا ھے۔ یاد رھے

کہ اگرچہ ملٹن ایک کٹر پیوریٹن تھا ، مگر وہ لاطینی اور یونانی زبان سے بھی بخوبی واقف تھا اور کلاسیکی ادب کا بھی بےحد دلدادہ تھا ـ یہ ایک تضاد ہے جو نشاۃ الثانیہ کے بیشتر ادیبوں مین ملتا ہے ـ ملٹن مین یہ تضاد اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا ـ تعلیم پر اس مضمون مین وہ صرف مذہبی تعلیم پر ہی زور نہین دیتا بلکہ لاطینی اور یونانی زبان و ادب سے بھی گہری واقفیت ضروری سمجھتا ہے ـ ۱۶۷۰ء مین ملٹن نے اپنی " ہسٹری آف انگلینڈ " (HISTORY OF ENGLAND) شائع کی ـ

ملٹن کے علاوہ پیوریٹن نثر نگارون مین ٹامس ایڈمس (THOMAS ADAMS) اور رچرڈ بیکسٹر (RICHARD BAXTER؛ ۱۶۱۵ء تا ۱۶۹۱ء) بھی شامل ہین ـ ٹامس ایڈمس ایک بڑا واعظ تھا ، اس کے مضامین ، وعظ اور سوانح " ریلیکوئی بیکسٹیریانی" (RELIQUIAE BAXTERIANAE) مین محفوظ ہین ـ

اِن کے علاوہ اس دور مین دو اور نثر نگار ایسے بھی ہوئے جن کو کسی مخصوص دائرے مین نہین رکھا جاسکتا ـ ان سے وقت کے ساتھ ساتھ دل چسپی بڑھ رہی ہے اور ان کی نثر جدید نثر پر اثر انداز ہے ـ پہلا فُلر تھا اور دوسرا والٹن ـ اینگلیکن ٹامس فُلرَ (THOMAS FULLER؛ ۱۶۰۸ء تا ۱۶۶۱ء) بہت مختلف تھا ـ وہ سوانح نگار ، مضمون نگار ، مورخ اور مذہبی امور کا عالم سب ہی کچھ تھا ـ ۱۶۴۲ء مین اس نے "دی ہَولی اسٹیٹ اینڈ دی پروفین اسٹیٹ" (THE HOLY STATE AND THE PROFANE STATE) شائع کی ، جس کا موضوع یہ تھا کہ ایک اچھے عیسائی کو عملی طور پر کیا اور کیسا ہونا چاہئیے ـ اس کتاب مین اتحاد کی کمی ہے کیون کہ فُلر نے اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کے لئے ہر قسم کا طریقہ اختیار کیا ہے ـ قصے کہانیان ضروری اور غیر ضروری اطلاعات، لوگون سے سُنی سُنائی باتین ، یہ سب چیزین اس کتاب کا جُز ہین ـ " ہسٹری آف وَرَدیز آف انگلینڈ " (HISTORY OF WORTHIES OF ENGLAND) انگلستان کے مشہور اور بڑے لوگون کی سوانح عُمریان ہین جو اب تک پڑھی جاتی ہین ـ اُس کا اسلوب بھی وہی

ہے جو " ہَولِی اسٹیَٹ " کا ، یعنی اس مین کسی کی سوانح بیان کرنے سے پہلے وہ ہر قسم کی غیر ضروری اطلاعات بہم پہنچانا ضروری سمجھتا ہے - بہرحال اِن سوانح عمریون مین لوگون کے بارے مین جو باتین بتائی گئی ہین وہی اب زبان زدِ عام ہین - واقعات اور کردارون کے بیان بہت مؤثر ہین -

اِس سے زیادہ دل چسپ آئزک والٹَن(IZAAC WALTON ؛ ۱۵۹۳ء تا ۱۶۸۳ء) کی " سوانح عمریان" "لائیوز" - LIVES)،جن مین جوَن ڈَن(JOHN DONNE) ، ہنری ووَٹنَ(HENRY WATTON ، رچرڈ ہُوکرَ (RICHARD HOOKER)،جارج ہَربَرٹ (GEORGE HERBERT) اور بشِپ روبرَٹ سَینڈرسَن (BISHOP ROBERT SANDERSON) کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہین ، علیحدہ علیحدہ ۱۶۵۸ء اور ۱۶۷۸ء کے درمیان شائع ہوئین - یہ سوانح عُمریان فُلرَ (FULLER) کی سوانح عمریون سے، لہجے اور ارادے کے لحاظ سے، بہت مختلف ہین - والٹَن کی کتاب کے کردار مشہور اینگلیکن عالِم اور پادری ہین - بیانات مین اگرچہ حقیقت پسندی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اِن عالِمون سے عقیدت کا بھی گہرا اظہار ہے - آئزک والٹن بہت پڑھا لکھا آدمی نہ تھا مگر سیدھا سادہ اور نیک آدمی تھا اور اُس کو عالِمون کی صحبت میسّر تھی - وہ مُبصّر تھا - اس کی تحریر مین ایک عجب شگفتگی ہے - انگریزی ادب پڑھنے والون کے لئے " لائیوز"(LIVES) ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے -

۱۶۵۳ء مین آئزک والٹن نے " دی کمپلیٹ اینگلر " (THE COMPLEAT ANGLER) شائع کی ، جس کی حیثیت انگریزی ادب مین ایک " پاسٹورل " (PASTORAL) تصنیف کی ہے - اس مین دو مچھیرے اِس طرح مچھلی مارنے کے اصول پر بحث کرتے ہین کہ یہ کتاب اس بات کا نمونہ بن جاتی ہے کہ کس طرح اچھے عیسائی کی طرح امن و آشتی سے دیہات مین زندگی گزارنی چاہئیے- والٹن کی دونون کتابین یعنی" لائیوز" (LIVES) اور"دی کمپلیٹ اینگلر" (THE COMPLEAT ANGLER)اب تک پڑھی جاتی ہین،اور

والٹن انگریزی کے مقبول ترین مصنّفین مین سے ھے -
دوسرے نثر نگارون کی تصانیف مین لارڈ ھربرٹ آف شربری (LORD HERBERT OF CHERBURY ؛ ۱۵۸۳ء تا ۱۶۴۸ء) کی خود نوشت سوانح (AUTOBIOGRAPHY) ، کینِلم ھنری ڈِگبی (KENELM HENRY DIGBY ؛ ۱۸۰۰ء تا ۱۸۸۰ء) کی "یادداشتین" (MEMOIRS) ، ھچنسن (HUTCHINSON) کی بیوی کی لکھی ھوئی اپنے شوھر کی سوانح (LIFE OF COLONEL HUTCHINSON) اور ڈیوک آف نیوکیسِل کی دوسری بیوی کی لکھی ھوئی اپنے شوھر کی سوانح(LIFE OF DUKE OF NEWCASTLE) کے نام لئے جاسکتے ھین -

سترھوین صدی کی نثر رنگین اور شاعرانہ ھے اور اِس کو پڑھنے سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ یہ نثر نگار شاعری اور نثر مین بہت زیادہ امتیاز نہین کرتے تھے - انگریزی نثر کو پورا توازن حاصل کرنے مین ایک صدی اور لگ جائے گی- جوزف اڈیسَن(JOSEPH ADDISON ؛ ۱۶۷۲ء تا ۱۷۱۹ء) اور جوناتھن سُوئفٹ(JONATHAN SWIFT ؛ ۱۶۶۷ء تا ۱۷۴۵ء) کی نثر کو ھم انگریزی زبان کی نثر کا عِیار مان سکتے ھین - ان کے علاوہ رچرڈ بَیکسٹر(RICHARD BAXTER ؛ ۱۶۱۵ء تا ۱۶۹۱ء) کی نثر بھی سمجھ داری اور رواداری کی اچھی مثال ھے - اس کی تصنیف " دی سَینٹس ایوَرلاسٹِنگ رِسٹ " (THE SAINT'S EVERLASTING REST) مذھبی ادب مین بڑا بلند مرتبہ رکھتی ھے -

باب چہاردہم

جون ملٹن

۱۶۰۸ تا ۱۶۷۲ء

اگر ادوار کو عظیم ہستیون کے حوالے سے دیکھا جائے تو انگریزی نشاۃ الثانیہ ایڈمنڈ اِسپنسر سے شروع ہوتی ہے اور جون ملٹن (JOHN MILTON) پر ختم ہوتی ہے ۔ دونون شاعر تھے اور یہ دَور شاعری ہی کا دَور تھا ۔ دونون قدما کی تہذیب اور ادب سے گہرے طور پر متاثر تھے اور دونون مین مذہب و اخلاق کی طرف وہ رجحان تھا جو انگریز کی قومی صفات سے تعلق رکھتا ہے۔ مِلٹن نے اسپنسر کو اپنا اُستاد مانا اور آخر تک اس کی عظمت کا قائل رہا اور اس کی شاعری سے استفادہ کرتا رہا ۔ مگر یہ دونون ہستیان خیالات اور کردار ہی مین نہین بلکہ فن مین بھی ایک دوسرے کی متضاد ہین ۔ نشاۃ الثانیہ (RENAISSANCE) اور ریفارمیشن (REFORMATION) دو متضاد تحریکین ہوگئی تھین ۔ اسپنسر نے اپنے طور پر دونون کو ملانے کی کوشش کی ۔ وہ مُدرّسِ اخلاق بن کر آیا اور اگرچہ اُس کی " دی فیئری کوئین" (THE FAERIE QUEENE) اخلاقی نظم ہونے کی دعویدار ہے مگر وہ اس کام کا بالکل اہل نہ تھا؛ وہ محض شاعر تھا اور اس کے یہان خالص بیانیہ شاعری کا کمال نظر آتا ہے ۔ اس کے دور مین قوم بھی آزادی چاہتی تھی اور اخلاق کو صرف زبانی جمع خرچ تک محدود رکھ کر حُسن پرستی و عیش کوشی اور آزادئ طبع کے لطائف مین محو ہو جانا چاہتی تھی، لہذا مذہبی لوگون نے بھی

لاشعوری طور پر ان اثرات کو قبول کر لیا تھا ۔ ملٹن بھی اُسے سب سے بڑا مُعلِمِ اخلاق مانتا رہا ، مگر ملٹن کے ورود تک زمانے کا چکر پورا ھوچکا تھا ۔ مذھب اور خاص طور پر سخت پیوریٹن مذھب غالب آگیا تھا اور نشاۃ الثانیہ کے اُن سب اثرات کو ، جو اسپنسر کی شاعری کی جان ھیں ، بُری نظر سے دیکھا جانے لگا تھا ۔ ملٹن خود باوجود ان رنگوں میں پوری طرح رنگے ھونے کے شعوری طور پر اُن کی مخالفت کرتا رہا ۔ اُس کی شاعری اسپنسر کی شاعری کی اِن معنوں میں متضاد ھے کہ جو خصوصیت اسپنسر کے یہاں پس منظر میں تھی ، وہ اِس کے یہاں واضح طور پر پیش پیش نظر آتی ھے ۔ اسپنسر نے پیامی شاعر ھونے کا دعویٰ کیا مگر شاعر ھی ھو کر رہا ۔ ملٹن پیامی پہلے ھے اور شاعر بعد میں ۔ قدرت نے اسے اعلیٰ ترین شاعرانہ فطرت سے معمور کیا تھا اسی لئے پیام کو اھمیت دینے کے باوجود وہ بڑا شاعر رہا ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ ملٹن کی ھستی میں ھمیں شاعری اور مذھب کا وہ آھنگ ملتا ھے جس تک اسپنسر نہ پہنچ سکا اور جو ملٹن کو دنیا کے عظیم ترین شاعروں کے ھمدوش کر دیتا ھے ۔

ملٹن اُن شاعروں کا نمائندہ گِنا جاتا ھے جو پیوریٹن اثرات میں رھے اور جنھوں نے پیوریٹن نظریے کا پرچار کیا ۔ اس کا باپ پیوریٹن تھا مگر اس کے گھرانے میں موسیقی سے دل چسپی اور نشاۃ الثانیہ کے ادب کا شوق ایسی چیزیں تھیں جن پر پیوریٹنوں کو سخت اعتراض تھا ۔ بچپن ھی میں اس کے اندر اعلیٰ صلاحیتوں کا مشاھدہ کرنے کے بعد اس کے والد نے یہ طے کیا کہ اس کو اچھی سے اچھی تعلیم دی جائے ۔ ملٹن کی تعلیم بالکل نشاۃ الثانیہ کے اُصولوں پر ھوئی ۔ ایک طرف تو اس میں مذھبی رنگ بہت گہرا تھا اور دوسری طرف اُس کا یہ عزم کہ وہ ایک عظیم نظم لکھے گا نشاۃ الثانیہ کے اثر سے پیدا ھوا تھا ۔ بارہ برس کے سِن سے وہ روزانہ آدھی رات تک پڑھتا تھا ۔ اُس نے اَنتھک کوشش کی کہ اس کا کردار اتنا پُرعظمت ھو اور اس کا عِلم اتنا پختہ ھو کہ وہ ایک عظیم نظم لکھنے کا فریضہ کامِل طور پر ادا کرسکے ۔

اس کے عزم، اس کی محنت اور اس کی پیدائشی صلاحیتون کی وجہ سے اس کی ہستی اتنی پختہ اور پُرعظمت نظر آتی ہے کہ وہ تمام شاعرون اور تمام ادبی رجحانات سے بالاتر نظر آتا ہے ۔ اس نے پیوریٹنون کا ساتھ دیا؛ اس نے اسپنسر کو اُستاد مانا ؛ اس نے بن جانسن کے علم اور شیکسپیر کی فطرت کی مدح کی؛ اس سے زیادہ شاید ہی کوئی پرانے یونانی اور لاطینی ادب سے واقف ہو؛ لاطینی اور جدید اطالوی زبان مین اس کو اس قدر مہارت تھی کہ ان مین اس نے اعلیٰ ترین نظمین لکھین مگر اس کی روح سب سے الگ ہی رہی ۔ وہ آپ اپنا نمائندہ ہے، آپ اپنا فلسفی ، آپ اپنا فقیہہ اور آپ اپنا فنکار ہے ۔ وہ ایسی بلندی پر نظر آتا ہے کہ اکثر عام آنکھون سے اوجھل ہو جاتا ہے ۔ شروع ہی سے اس کا مقصد یہ تھا کہ نشاۃ الثانیہ اور ریفارمیشن کے اثرات کا امتزاج کرکے ایک ایسی نظم لکھے جو انجیل کے اخلاق کو یونانی اور لاطینی فن سے ہمکنار کردے ۔ اس کی شروع سے آخر تک کی ہر نظم مین یہی کوشش نظر آتی ہے ۔ دانتے* کے بعد شاید ہی یورپ کا کوئی شاعر ایسا ہوا ہو جو بیک وقت اتنا گہرا مذہبی مزاج رکھتا ہو اور اس کمال کا فنکار ہو ۔ شروع ہی سے اس کی ہستی اور شاعری اخلاقی اور فنکارانہ عظمت کے نمونے ہین اور اس کی شاہکار نظمین انگریزی شاعری ہی کو نہین بلکہ تمام یورپ کو اس درجۂ عظمت پر پہنچاتی ہین جو نہ اُسے کبھی پہلے میسّر تھا نہ بعد کو میسّر ہوا ۔

اوائل کی نظمیں

ملٹن نے سب سے پہلے لاطینی مین نظمین لکھین جو اُس کے حُسن سے لگاؤ کی ترجمان ہین مگر ان نظمون ہی مین اس کا

---

* DANTE ALIGHIERI (۱۲۶۵ء تا ۱۳۲۱ء)، اٹلی کا نامور شاعر، مشہور عالم DIVINIA COMMEDIA کا مصنّف ۔

یہ احساس نمایاں ہے کہ وہ اعلیٰ خیالات اور پُرعظمت طرز سے سروکار رکھے ۔ وہ ہر تفریح سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر شاعرانہ رنگ میں ایک عظمت پیدا کرتا ہے ۔ ہمیں یہاں صرف اُس کی انگریزی نظموں سے سروکار ہے ۔ اُس نے ۱۶۲۹ء سے لے کر ۱۶۳۷ء تک جو نظمیں لکھیں ان میں سے ہر ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔

بیس برس کے سِن میں اُس نے شیکسپیر پر ایک نظم لکھی اور ایک نوٹ " ایٹ اے سالِم میوُزک" (AT A SOLEMN MUSIC) شاعری اور خوش آوازی کی تعریف میں اور اِن کے آہنگ پر لکھا ۔ پہلی نظم میں اس پر ڈَن کا اثر بھی ہے اور اِس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ملٹن شیکسپیر کی عظمت سے بے بہرہ نہ تھا ۔ دوسری نظم ملٹن کی موسیقی اور خوش الحانی میں غیر معمولی دل چسپی کا بیّن ثبوت ہے ۔ مگر دوسری نظم کا خاصّہ موسیقی اور شاعری کا ہم آہنگ ہوکر فرشتوں کے گیت میں شامل ہو جانا ہے ۔ اِسی نکتے ہی سے اعلیٰ ترین فنّی کمال کی راہ نظر آجاتی ہے ۔ یہاں اشعار اور موسیقی میں ایک سچا آہنگ پیدا ہوچکا ہے اور اس آہنگ سے خدا کی تعریف کا کام بھی شروع ہوچکا ہے ۔

وہ اِکیس برس کا تھا اور کیمبرج میں طالب علم ہی تھا کہ ۱۶۲۹ء میں اس کی پہلی شاہکار نظم "اَون دِی مارنِنگ آف کرائسِٹس نَیٹِی وِٹی" (ON THE MORNING OF CHRIST'S NATIVITY) شائع ہوئی ۔ اس کے پہلے حصّے میں عیسیٰؑ کی پیدائش کے موقع پر ایک تحفہ ان کے قدموں پر رکھنا چاہتا ہے ۔ دوسرا حصّہ ایک حمد ہے جو ایک مخصوص اسٹِنزا (STANZA) میں لکھی ہوئی ہے ۔ اس کے ابتدائی بندوں میں ڈَن کے مکتبۂ شاعری کے اثر سے ملٹن نے کچھ معنی آفرینی کی ہے مگر آگے بڑھ کر یہ نظم صاف اور سادہ ہوتی جاتی ہے اور ملٹن کی مخصوص انفرادیت کو نمایاں کرتی جاتی ہے ۔ عیسیٰؑ کی پیدائش پر غریب گڈریوں کی خوشی کی دل کش عکاسی ہے مگر اخلاق اور عظمت کے تاثرات اُس مقام سے نمایاں ہوتے ہیں جہاں شیطان کی مملکت کی بربادی کا نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ اُن سب بُتوں کے فرار کا نقشہ ، جو یونان اور

دیگر ممالک مین پُوجے جاتے ھین، ملٹن کی شاعری کی عظمت کا اثر پورے طور پر قائم کرتا ھے ۔ معنی اور الفاظ کا آھنگ اور ترنّم کا زور معجزے کی حد تک پہنچ جاتا ھے۔ یہ پہلی اور آخری نظم ھے جس مین ملٹن ایک بند استعمال کرتا ھے جس کے آٹھ مصرعے ھین اور مصرعون کی لمبائی مختلف ھے ۔ ملٹن عالِم ھے اور اُس کا رنگ تلمیحات سے بھرا ھوا ھے مگر یہ سب علم اس کی شاعرانہ فطرت کا اِس قدر حصّہ ھوگیا ھے کہ گراں نہین گزرتا ۔ یہ نظم ایک نیا رنگ جَماتی ھے، جس مین اختصار اور معنی خیزی کی حد ھے، شاندار تصوّرات ھین اور زور دار تراکیب ھین؛ ترنّم اور معنی کا آھنگ ایک ایسا راگ بناتا ھے کہ شاعر عیسیٰؑ کی پیدائش کی خوشی مین کھو کر حال کے عالم مین رقص کرتا ھوا نظر آتا ھے ۔ اِس نظم مین انگریزی غنائی شاعری عظمت کے کمال پر پہنچتی ھے ۔

ملٹن کا دوسرا شاھکار دو نظمون "للیگرو" (L'ALLEGRO) اور "اِل پنسیِروزو" (IL PENSEROSO) کا جوڑا ھے۔ کیمبرج سے ایم۔اے کی ڈگری لینے کے بعد وہ اپنے آبائی گاؤن ھورٹن (HORTON) آکر رھنے لگا تھا جہان وہ اپنے عِلم اور فن کو مکمل کرنے کی کوشش مین لگ گیا تھا ۔ یہ دونون نظمین اُس کے دیہاتی زندگی اور مناظرِ قدرت سے دل چسپی کی مثال ھین؛ پہلی نظم مین ایک زندہ دل انسان کی دل چسپیون کی تصویر ھے اور دوسری ایک سنجیدہ انسان کی۔ یہ دونون انسان ملٹن خود ھے، گویا اس طرح ملٹن کی فطرت کے دو پہلو نمایان ھوتے ھین۔ اُس کی زندہ دلی بھی اعلیٰ پائے کی ھے اور دونون حالتون مین اس کا عیش ایک بلند کردار عالِم کا عیش ھے ۔ پہلی نظم صبح سے شروع ھوتی ھے اور دیہاتیون کے دل چسپ مشاغل کے نقوش قائم کرتی ھوئی آخر مین شہر مین پہنچ کر شیکسپیر اور بن جانسن کی کَمیڈیون سے دل چسپی اور موسیقی کے جذب پر ختم ھوتی ھے۔ دوسری رات سے شروع ھوتی ھے، دن سے گریز دکھاتی ھے ، شاعر کو عِلم مین مشغول دکھاتی ھے اور تمام اعلیٰ ترین ادب پارون کا ذکر کرتی ھوئی گرجنے کی آسمانی موسیقی پر ختم ھوتی ھے۔ مناظرِ

قدرت کی عکاسی کمال ھے ۔ دونون نظمین شاعر کی ھستی کی بنا پر متحد ھین اور ایک دوسری سے الگ نہین کی جاسکتین ۔ ملٹن ایسی قسم کی دل چسپیون کی تلاش مین ھے جو اس کی شایانِ شان ھون ۔ اُس کا شاعر کا دل آزادی چاھتا ھے مگر اس کا عزم اسے عظمت کی طرف کھینچتا ھے اور آخر مین وہ سنجیدگی ھی کو ترجیح دیتا ھے ۔ عروضی لحاظ سے یہ نظمین معجزہ ھین کیون کہ اِن مین وہ چھوٹے مصرعون والے کپلٹ (COUPLET) استعمال ھوئے ھین جن پر اب تک کوئی قابو نہ حاصل کرسکا تھا ۔ ملٹن ان کے پہلی نظم مین استعمال سے ایک عجیب دلکش رقص اور دوسری مین استعمال سے ایک عجیب سنجیدہ ترنّم پیدا کر دیتا ھے ۔

پھر اِس نے دو " ماسک " (MASQUE) لکھے جو اِس فن مین شاھکار ھین ۔ پہلا ماسک مختصر ھے اور چند گیتون کا مجموعہ ھے جو اصل مین کاؤنٹِس ڈووَیجَر آف ڈاربی (COUNTESS DOWAGER OF DERBY) کی مدح ھے ۔ مگر دوسرا ماسک " کومَس " (COMUS) اِس امر کی مثال ھے کہ نشاۃ الثانیہ کی مروّجہ تفریحی اصناف مین ملٹن کس طرح اپنے اخلاقی تصوّرات اور اقدار کو شامل کرتا ھے؛ اس کا موقع اَرل آف برج واٹر (EARL OF BRIDGEWATER) کا لارڈ پریسیڈنٹ (LORD PRESIDENT) کی حیثیت سے تقرر ھے ۔ اس کی پندرہ سالہ بیٹی اَیلِس اور دو چھوٹے بیٹے اس کے خاص اداکار تھے ۔ اس مین ایک خاتون ایک جنگل مین اپنے بھائیون سے جُدا ھوکر بھٹکتی ھے اور ایک بدمعاش کومَس (COMUS) جادُوگر کے پھندے مین پھنس جاتی ھے جو اس کی عصمت پر حملہ کرنا چاھتا ھے ، مگر اس کے بھائی بروقت پہنچ کر اسے بچا لیتے ھین ۔ مگر کومَس نے اس پر جادو کردیا ھے اور وہ ھِل نہین سکتی ۔ رفیق روح (ATTENDANT SPIRIT) جو خدا کی طرف سے ان کی حفاظت کے لئے معیّن ھے ایک گڈریے تھِرسِس (THYRISIS) کے بھیس مین سامنے آتی ھے اور دیوی سَیبرِینا (SABRINA) کو بُلا کر اس کو شفا دیتی ھے ۔ ڈرامے کی حیثیت سے اس ماسک کی کوئی اھمیت نہین ۔ قصّہ

کچھ نہین ہے اور کردار محض ملٹن کے خیالات ادا کرتے ہین ۔ اخلاقی مقصد شروع سے حاوی ہے ۔ عصمت موضوع ہے، جس کو بچانے کے لئے خدا کی مدد ساتھ ہے ۔ دونون بھائی اس موضوع پر لمبی تقریرون مین بحث کرتے ہین ۔ کومَس کا کردار زندہ اور دلکش ہے ۔ وہ شراب اور جُوئے کا دیوتا ہے ۔ وہ ہر ایک کو شراب پلا کر کسی جانور مین تبدیل کر دیتا ہے اور یہ سب انسانون کا دھَڑ اور جانورون کے سَر لئے ہوئے اُس کے ساتھ ساتھ ہین؛ یہ شیطان کا پہلا خاکہ ہے ۔ ملٹن اسے حقیر اور قابلِ نفرت دکھانا چاہتا ہے مگر اس کی تقریرین اسے دل چسپ ہی رکھتی ہین ۔ پورے ماسک کو تمثیلی معنی دئے جاسکتے ہین ۔ پورا ڈرامہ نیکی اور عصمت کی ثنا ہے ۔ اِس مین کچھ گیت ہین جو غنائی شاعری کا کمال ہین۔ اِس نظم مین ملٹن نے پہلی دفعہ بلینک ورس استعمال کی ہے؛ یہ ڈرامہ نگارون کی بلینک ورس کے اثر کی بدولت ہے اور اس مین ابھی وہ عظمت نہین پیدا ہوئی ہے جو ملٹن کی آخری دور کی نظمون مین نظر آتی ہے ۔ شیکسپیر اور ملٹن کی فطرت کا تضاد واضح کرنے کے لئے اس کا مقابلہ " دی ٹمپسٹ " (THE TEMPEST) سے کیا جاتا ہے ۔ " رفیق روح " اور ایریئل دونون شعرا کی شاعرانہ فطرت کے اشارے ہین ۔ اوّل الذکر فرشتہ ہے جو آسمان سے اخلاقی مقصد لے کر آیا ہے اور آسمان کو واپس جاتا ہے ۔ آخرالذکر ایک روح ہے جو ایک درخت سے نکالی گئی ہے اور جادو کے کرشمے دکھاتی ہے اور تِتلی بن کر دنیا مین آزاد پھرتی ہے ۔ یہی اِن دو سب سے بڑے شاعرون کی شاعری کا فرق ہے ۔ شیکسپیر اپنے ڈرامون مین موجود نہین دکھائی دیتا مگر ملٹن اس " ماسک" مین بھی موجود ہے جس کا مکمل تاثر یہ ہے کہ یہ عصمت کا اعلیٰ نقشہ ہمارے ذہن پر ثبت کرتا ہے ۔

اس کے پہلے دور کی آخری نظم " لسیڈس "(LYCIDAS) مین ملٹن کا فن سب سے زیادہ عروج پر نظر آتا ہے ۔ یہ کیمبرج کے معروف طالب علم ایڈورڈ کِنگ (EDWARD KING) کی موت پر 'پاسٹورل اَیلیَجی' (PASTORAL ELEGY) کے رنگ مین لکھی

گئی ۔ ملٹن کی اِس شخص سے کوئی خاص دوستی نہ تھی مگر ملٹن اور اس کے حالات میں بڑی مناسبت تھی؛ دونوں بڑے نمایاں طالب علم تھے ۔ دونوں شاعر تھے؛ کِنگ تعلیم ختم کرنے کے بعد آئرلینڈ چلا گیا تھا اور اس کا جہاز ڈوب گیا ۔ ملٹن اُس وقت اٹلی جانے والا تھا ۔ ملٹن کو اس حادثے کا خیال آیا اور اسے خوف ہوا کہ کہیں وہ بے وقت مرگیا تو اس کا ایک طویل نظم لکھنے، بڑا شاعر بننے اور شہرت حاصل کرنے کا خواب پورا نہ ہوسکے گا ۔ اِس خوف کی بدولت جو جذبات اور تصوّرات اس کے دماغ میں آئے ان کو اس نے " لسیڈس " (LYCIDAS) میں نظم کیا ہے ۔ چنان چہ اس نظم کا موضوع وہ خود ہے اور کنگ کا نام اور پاسٹورل روایات کا التزام اس کے اپنے جذبات کو استعاروں میں چھپانے کے لئے کیا گیا ہے ۔ نظم انکسار کے ساتھ شروع ہوتی ہے؛ ملٹن اس نظم کی انتہا یہ کہہ کر کرتا ہے کہ ابھی وہ نظم لکھنے کے لئے پختہ نہیں ہوا ہے مگر دوست کی یاد مجبور کرتی ہے؛ اسے خیال آتا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ بھی اپنے دوست کی طرح ختم ہو جائے اور کوئی اس کی یاد میں بھی ایک نظم لکھے ۔ کیمبرج یونیورسٹی کی طالب علمی کی زندگی کی تصویر گڈریوں کی زندگی کے پیرایے میں پیش ہوتی ہے کیوں کہ نظم پاسٹورل ہے؛ اظہار غم ہوتا ہے اور پھر ذاتی محنت اور خواہش پر ایک بہت ہی زبردست ٹکڑا آتا ہے جو موت کی تصویر ایسے الفاظ میں کھینچتا ہے جو اَب تک تمام بیانات کو مات کردیتا ہے، پھر ماتم گزاروں کی قطار آتی ہے ۔ اِن میں کیمبرج کا دیوتا ہے جو ملٹن کا اپنا بنایا ہوا ہے اور آخر میں سینٹ پیٹر (ST. PETER) آتے ہیں جن کی تقریر اس نظم کا دوسرا زبردست حصّہ ہے ۔ اس نظم میں ملٹن نے جدید دور پر زبردست تنقید کی اور پادریوں پر سخت حملہ کیا ہے ۔ وادیاں پھول بکھیرتی ہیں اور تسکین کے الفاظ پر جس میں عیسیٰؑ کے چاہنے والوں کی جنت کا تصوّر ہے ، نظم ختم ہو جاتی ہے۔ ملٹن، جو خود گڈریے کے بھیس میں اپنے دوست گڈریے لسیڈس (LYCIDAS) کی موت پر آنسو بہا رہا تھا، اپنے سفر کی طرف بھی اشارہ کرتا

ھے ۔ یہ نظم ایک مہذّب ، ثقافت آشنا اور مذھبی ھستی کی مثال پیش کرتی ھے ۔ نظم پر اسپنسر کا اثر غالب ھے اور الفاظ کے انتخاب مین ان کی موسیقیت کا پورا لحاظ رکھا گیا ھے اور حروفِ علّت (VOWELS) کی آوازون سے بھرپور تاثر پیدا کیا گیا ھے ۔ ملٹن کا اپنا پُرعظمت رنگ صاف نمایان ھے اور جگہ جگہ پھوٹ نکلتا ھے ۔ عروض بلکل آزادی سے برتا گیا ھے ۔ قافیہ کے التزام اور مصرعون کی لمبائی ضرورت اور جذبات کے مطابق بدلتی ھے ۔ کئی مقامات پر نامون اور تلمیحات کے استعمال سے وہ پُرعظمت راگ بھی پیدا ھوتا ھے جو آگے چل کر ملٹن کے یہان ھر جگہ ملتا ھے ۔ اس وقت وہ اُنتیس برس کا تھا اور ابھی تک اپنی نظمون مین وہ امتزاج مکمل طور پر حاصل نہین کرسکا تھا جس کا وہ متلاشی تھا ۔ مگر یہ نظمین اِس پائے کی ھین کہ اگر ملٹن بھی کنگ کی طرح ڈوب جاتا تب بھی انگریزی کے صفِ اوّل کے شعرا مین جگہ پاتا ۔

نثر

۱۶۳۷ء مین ملٹن ، پیرس ھوتا ھوا اٹلی پہنچا ۔ ملٹن کے لئے اٹلی وہ ملک تھا جو کلاسیکی ادب کا گہوارہ رہا تھا ؛ وَرجِل (VIRGIL) کا وطن تھا اور ورجِل ، ملٹن کی نظر مین ایپک (EPIC) کا عظیم ترین شاعر تھا ۔ گویا اٹلی ایک لحاظ سے ملٹن کا روحانی وطن تھا ۔ وھان اس کا قیام سولہ ماہ رہا ۔ وھان اس نے ھر بڑے ادیب اور فلسفی سے ملاقات کی اور علم کے ھر بڑے مرکز پر ٹھیرا ۔ ایک اطالوی خاتون کے عشق مین بھی مبتلا ھوا ۔ اس کا قیام اور طویل ھوتا مگر اِسی اثنا مین انگلستان کے سیاسی حالات اچانک خراب ھوگئے ۔ بادشاہ اور پارلیمان کی کشمکش زور پکڑ گئی اور جنگ کے بادل اُمنڈتے دکھائی دینے لگے ۔ ایسے وقت مین کوئی دوسرا شخص ھوتا تو وطن واپس نہ آتا مگر ملٹن کے کِردار کی عظمت یہ تھی کہ اُس نے واپسی کا فیصلہ کرلیا ۔ اس کے اپنے الفاظ مین " مین نے یہ بزدلی سمجھی کہ ایسے وقت

مین ملک سے باھر تفریح کرتا پھرون جب میرے ھم وطن آزادی کی جنگ لڑنے مین مصروف ھون ۔" اگلے بیس برس تک وہ اپنا عظیم منصوبہ پسِ پشت ڈال کر سیاست مین حصّہ لیتا رھا اور اپنے "بائین ھاتھ سے" لکھتا رھا، یعنی سیاسی موضوعات پر نثری پمفلٹ لکھتا رھا ۔ ان پمفلٹون کی تعداد خاصی ھے اور ملٹن کے خیالات کا اندازہ لگانے اور اس کی نظمون کو مکمل طریقے پر سنجھنے کے لئے اِن کا مطالعہ ضروری ھے ۔ ملٹن نے اب ایک اپنے سے بہت زیادہ چھوٹی لڑکی میَری پوّوِل (MARY POWELL) سے شادی کر لی تھی ۔ یہ ملٹن کے خشک اور سخت طور طریقون سے عاجز آکر شادی سے محض چھ ھفتے بعد اپنے میکے چلی گئی ۔ اِس پر ملٹن نے طلاق کے مسئلے پر پمفلٹ لکھے ۔ مگر اُس کے زیادہ تر پمفلٹ مذھب اور سیاست سے متعلق ھین ۔ کامن ولتھ※ (COMMONWEALTH) قائم ھونے پر وہ کرامویل کا لیَٹن سیکرٹری※※ (LATIN SECRETARY) بھی ھوگیا ۔ پینتالیس برس کے سِن مین اندھا ھوگیا ۔ سیاسی پمفلٹون مین سے دو جو " ڈیمنَس آف انگلش پیوپل" (DEMONS OF ENGLISH PEOPLE) کے نام سے مشہور ھین نہایت شاندار ھین ۔ ان مین ملٹن نے اپنے ذاتی خیالات کو بڑے اختصار سے جمع کردیا ھے ۔ نثر کے لحاظ سے بہتر پمفلٹ " ایریوپاجیٹیکا" (AREOPAGITICA) ھے جو اُس نے پریس کی آزادی پر لکھا؛ اِس مین سیاسی آزادی اور حُبُّ الوطنی کے جذبے کا اثر نمایان ھے اور مستقبل کے ایک ایسے دور کی تصویر ھے جب دنیا مکمل آزادی حاصل کر لے گی ۔ ملٹن کی نثر مین اس کی شاعری کا رنگ ھے مگر وہ اپنے کو نہ نثر نگار سمجھتا تھا اور نہ اُس نے اِس فن کو توجہ سے برتا ۔ اس کے جملے بہت

※ آلیوَر کرامویل (OLIVER CROMWELL : ۱۵۹۹ء تا ۱۶۵۸ء) کا دورِ حکومت جس کے ایما پر شاہ چارلس اوّل کو قتل کرکے انگلستان مین REPUBLIC قائم کر دی گئی تھی ۔

※※ بیرونی ممالک سے اُن دنون لاطینی مین خط و کتابت ھوتی تھی ۔ ملٹن ھی خط و کتابت کرتا تھا ۔

ہی زیادہ طویل ہین اور اکثر مُبہَم ہو جاتے ہین ۔ خوشی اور غصّہ دونون ہر جگہ غالب نظر آتے ہین ۔ کہین کہین اعلیٰ شاعرانہ ٹکڑے بھی ملتے ہین اور ہر جگہ ایک ایسی دنیا کا تصور پیش کیا گیا ہے جہان صرف اسی جیسے آدمی رہ سکتے ہین ۔ اِن پمفلٹون مین وہ کھلا پیورِیٹن ہے مگر پھر بھی وہ وہی ہے ۔ اس کے خیالات محض اس کی نمائندگی کرتے ہین ۔

اِس دور مین، جیسا کہ اب معلوم ہوا ہے، وہ اپنی طویل نظم کے لئے موضوع اور اس کی ترتیب پر وقتاً فوقتاً غور کرتا رہا ۔ یہ بھی گمان ہے کہ اس کے کچھ حصّے اُس نے اِسی دور مین لکھے ۔ اس دور مین اگر وہ شاعری کے میدان مین آیا تو صرف سانِٹ لکھے ۔ اِن کی تعداد اٹھارہ ہے اور یہ مختلف اوقات مین لکھے گئے ہین ۔ ان مین سے بارہ اعلیٰ ترین ہین اور اس صنف کے صحیح استعمال کی بہترین مثال ہین؛ کچھ ملٹن کے ذاتی حالات سے تعلق رکھتے ہین، کچھ اس کے دوستون اور مُربّیون کی مدح مین، اور کچھ واقعات پر ہین ۔ کراموبل (CROMWELL) اور فَیئرفَیکس (FAIRFAX) پر سانِٹ سیاسی لیڈرون کی تعریف مین بہترین مثال ہین ۔ دوسری بیوی کی موت پر ایک سانٹ نہایت پُر درد ہے ۔ سب سے بہتر سانِٹ ملٹن نے نابینا ہو جانے پر اور پیڈمَونٹ مین فساد پر لکھے ہین ۔ اِن دونون مین فَن کا کمال نظر آتا ہے ۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی فنکاری نے اس صنف کو بھی کس عظیم درجے پر پہنچا دیا ہے ۔ اس کے سانٹون کی ساخت بالکل اطالوی ہے اور ان ہی کے اثر سے انیسوین صدی مین ورڈ زورتھ (WORDSWORTH) نے اِس صنف کو کمال پر پہنچا دیا ۔

۱۶۶۰ء مین بادشاہت واپس آئی اور چارلس دوم تخت نشین ہوا ۔ ملٹن کو اُس کے کچھ دوستون نے پھانسی سے بچالیا مگر اسے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے اور وہ گوشہ نشین ہوکر اپنی عظیم نظمون کے لکھنے مین مصروف ہوگیا ۔

پیراڈائز لاسٹ

" پیراڈائز لاسٹ " (PARADISE LOST) ۱۶۶۷ء مین چھپی ۔ یہ اُس کی تمام نظمون مین بہترین اور یورپ کی عظیم ترین ایپک (EPIC) نظم ہے ۔ ملٹن نے پہلے ایک قومی ایپک شاعر ورجل (VIRGIL) کی طرز پر اپنے ملک کے بادشاہ آرتھر کے متعلق لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر بادشاہت کے واپس آجانے پر اس کی قوم سے سب امیدین ٹوٹ گئین اور اس نے ایک ایسا موضوع تلاش کیا جو آدمؑ و حوّاؑ اور شیطان کے قصّے پر مبنی تھا ۔ توریت سے یہ قصّہ لے کر اس نے اِسے انسانون کو خدا کا راستہ دکھانے اور فنِ شاعری مین یونانیون کو مات دینے کے لئے لکھا ۔ اِس مین شک نہین کہ اس کا موضوع دوسرے تمام ایپک شاعرون کے موضوعات سے بہتر ہے کیون کہ وہ آفاقی ہے اور اس کا میدان کسی ملک کے بجائے پوری کائنات ہے ۔

اس نظم کے شروع مین دوزخ کا منظر سامنے آتا ہے ، شیطان دوزخ مین بے ہوش پڑا ہے ، پھر وہ جاگتا ہے اور اپنے ایک ساتھی سے مشورہ کرتا ہے اور پھر دوسرے ساتھیون کو جمع کرکے ایک محل تیار کرتا ہے ۔ یہان وہ تقریرین کرتا ہے ۔ شیطان کی پانچ تقریرون مین شاعری عظیم ترین درجے پر پہنچ جاتی ہے ۔ محل مین مجلس شوریٰ بیٹھی ہے ۔ یہان بھی جو تقریرین ہوتی ہین وہ ملٹن کی شاعری کا کمال ہین ۔ پھر طے یہ ہوتا ہے کہ شیطان اکیلا جاکر آدمؑ اور حوّاؑ کو ورغلائے اور اِس طرح خدا سے جنگ کرے ۔ شیطان اس کام کے لئے روانہ ہوتا ہے ۔ دوزخ کے دروازے پر اسے گناہ اور موت سے مقابلہ پڑتا ہے اور آخر کو وہ خلا مین کود جاتا ہے ۔ اِس نظم سے دوزخ کے جو تاثرات پیدا ہوتے ہین ، دوزخ کا ان سے بہتر تصوّر ممکن نہین ۔ اِسی طرح شیطان کا خلا مین سفر بھی شاعری کا کمال ہے ۔ اب منظر بدلتا ہے ، خدا اور اس کا بیٹا شیطان کو زمین کی طرف آتا دیکھتے ہین اور بیٹا انسان کی حمایت کا بیڑا اٹھاتا ہے ۔ شیطان فردوس تک

پہنچ جاتا ھے مگر وھان سے جبریلؑ اور دوسرے فرشتے اسے نکال دیتے ھین - فردوس مین آدمؑ و حوّاؑ کی معصوم زندگی کے مناظر آتے ھین - اسرافیلؑ ان کے پاس آکر ان کو شیطان اور خدا کے درمیان جنگ کا حال سناتا ھے اور ان کو شیطان سے ھوشیار کر کے چلا جاتا ھے - شیطان اب سانپ کے جسم مین آکر فردوس مین داخل ھوتا ھے ، حوّاؑ کو پھسلا کر اسے سیب کھانے پر مجبور کرتا ھے اور آدمؑ بھی اس کی محبت مین سیب کھاکر تاسّف مین پڑ جاتا ھے - شیطان دوزخ مین واپس آکر ڈینگ مارتا ھے مگر وہ سانپ مین تبدیل ھو جاتا ھے - خدا کا بیٹا آکر آدمؑ کو معاف کردیتا ھے - میکائیلؑ آدمؑ کے پاس آکر قیامت تک کا حال بیان کرتا ھے اور پھر خدا کے حکم کے موافق آدمؑ کو اپنی محنت سے روٹی کمانے کے لئے فردوس سے نکال دیا جاتا ھے - اِس قصّے مین ازل سے ابد تک کی پوری تاریخ آگئی ھے اور کائنات کے ھر حصّے کے تمام مناظر دکھائے گئے ھین - قصّے مین واقعات اور کردارون کی ترتیب فنِ تعمیر کا کمال ھے - آخر تک ایک شاعرانہ اثر قائم رھتا ھے -

تین سو برس سے یہ نظم عالمون مین بڑی مقبول ھے اور ھر دَور مین اُس کو مختلف نظر سے دیکھا گیا ھے اور اس کے ھر حصّے اور ھر پہلو پر بحث کی گئی ھے - اس کے سب حصّے برابر کی عظمت نہین رکھتے - دوزخ اور خلا کی عظمت سے انکار نہین ھوسکتا ، مگر خدا کا مقام مکتب جیسا نظر آتا ھے اور خدا خود معلّم کی طرح باتین کرتا ھے - فردوس کسی انگریزی پارک سے بہت زیادہ مشابہ ھے اور آدمؑ اور حوّاؑ بڑی حد تک پیوریٹن مرد اور عورت جیسے ھین - دوزخی لوگ اور شیطان کے ساتھی فرشتون سے زیادہ پرعظمت ھین اور سب سے زیادہ پُرعظمت کردار خود شیطان کا ھے - معلوم ھوتا ھے کہ ملٹن کی ھمدردانہ توجہ کا مرکز شیطان تھا اور اس وجہ سے وھی ھماری توجہ اور ھمدردی حاصل کرتا ھے - اس کا کردار پرانی ایپک نظمون کے ھیروؤن کی طرح کا ھے اور اس کا عزم ، ھمّت ، عقل مندی اور عمل اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ ھین - اس کا کردار پیچیدہ ھے اور ارتقا کرتا ھے - اس لئے اس کی بابت رائے دینا

آسان نہین ہے مگر اس مین شک نہین کہ وہ عظمت کا نمونہ ہے ۔
شروع سے اُس کی تقاریر اس کی عظمت کا اثر ہمارے دل پر قائم کر
دیتی ہین اور وہ جہان بھی نظر آتا ہے عظیم ہی دکھائی دیتا
ہے ۔ اس مین کمزوری نمایان ہوتی ہے ، وہ تاسّف مین پڑ جاتا
ہے، حسد کا اظہار کرتا اور رکیک حرکتین کرتا ہے مگر اِن سب باتون
کے باوجود وہ شاندار ہی رہتا ہے ۔ جب وہ موت کے سامنے آتا ہے،
جب وہ خلا مین سفر کرتا ہے، جب وہ آفتاب سے اظہارِ نفرت کرتا
ہے، جب وہ سانپ کے جسم مین گھُس کر گردن اُٹھائے ہوئے آتا ہے،
جب وہ حوّا سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور یہان تک کہ جب وہ
سانپ ہوکر گِر جاتا ہے، ہر حالت مین اُس کی عظمت دل مین گھَر
کرتی ہے اور اس کی باتین ہمارے حافظے پر ثبت ہو جاتی ہین۔ وہ
نشاۃ الثانیہ کی عظمت کا مجسّمہ ہے ۔ پیوریٹن ملٹن نے اسے شیطان
نام دے دیا ہے اور مذہبی نقطۂ نظر سے اسے شیطان کے تمام صفات
سے نفرت ہی لازمی تھی مگر نشاۃ الثانیہ کا اثر اس کی روح اور اس
کے لاشعور پر حاوی تھا ، لہذا جس چیز کو وہ نفرت کے لئے پیش
کرنا چاہتا تھا وہ ہر دور اور ہر ملک کے ہیرو کا دائمی اشارہ
ہوگئی ہے ۔ جہان وہ آتا ہے نظم خاص طور پر روشن اور دل چسپ
ہو جاتی ہے ۔ نظم کے دائمی ثبات کی وجوہات مین سب سے اہم
وجہ اس مین شیطان کا وجود ہے ۔

جہان تک ملٹن کے مقصد کا تعلق ہے وہ صاف ہے، وہ خدا
کی نافرمانی کے عواقب دکھانا چاہتا تھا ۔ وہ آدمؑ کو ایک نئے قسم
کا ہیرو ظاہر کرکے نمایان کرنا چاہتا تھا اور یہ ثابت کرنا چاہتا
تھا کہ نیکی طاعت سے بہتر ہے اور نیکی خدا کی مرضی پر راضی
رہنے مین ہے ؛ اس سے ہٹنا شیطان کی راہ پر چلنا اور بربادی
ہے ۔ مگر طاقت پھر طاقت ہے اور شیطان کی عظمت کو صدیون
سے لوگ مانتے آئے ہین ؛ ملٹن کا دل بھی اس عظمت سے آگاہ تھا
اسی لئے طاقت کے مجسّمہ شیطان نے اس نظم کو گھیر لیا ہے۔ اس
سے لوگون نے یہ نتائج نکالے کہ ملٹن خدا کا راستہ دکھانے چلا تھا
مگر اصل مین شیطان کا راستہ دکھا گیا ۔ ملٹن شعوری طور پر

مذہبی تھا مگر اس کے مزاج میں انکسار نہ ہونے کے برابر تھا ، وہ کسی کو اپنا ہم پلّہ نہیں سمجھتا تھا ۔ PARADISE LOST کے پہلے ہی پیراگراف سے ظاہر ہے کہ اس کا خیال تھا کہ اس کی نظم وَرجِل اور ہومَر کی نظموں کو مات کردے گی ۔ ملٹن کے تکبّر نے اس کو لاشعوری طور پر شیطان کا ہمدرد رکھا ۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ جہاں ملٹن ساری عمر بادشاہت کے خلاف جمہوریت کی جنگ لڑتا رہا اسی طرح شیطان بھی خدا کے خلاف جمہوری آزادی کے لئے لڑتا رہا ۔ نظم ایپکِ ہے اور اس کی عظمت کا اثر اپنی جگہ مسلّم ہے ۔ ملٹن خود ایک عظیم ہستی ہے ؛ وہ مختلف جگہ اور مختلف موقعوں پر نظم میں داخل ہوتا ہے ، بیانات کے بعد اپنی رائے دیتا ہے، اس کی اخلاقی سختی اس کا آفاقی ذہن ، اس کی آسمانی روشنی سے محبت ، اس کا آسمانی مِیوُز (MUSE.) سے خطاب سب اس کی عظمت کا نقش ہمارے دل پر بٹھا دیتے ہیں ۔ پوری نظم کائنات کا ایک عظیم تصوّر پیش کرتی ہے ۔ زمین، آسمان ، خلا ، دوزخ ، جنت ، فرشتے ، شیطان کی ایک ایسی عجیب دنیا ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہم محویت کے عالم میں تکتے رہ جاتے ہیں۔ ہمارے دل کی آنکھیں اُسی طرح کھُل جاتی ہیں جیسے اندھے ملٹن کی دعا مانگنے پر کھُل گئی تھیں ۔

سب سے اہم چیز اس نظم کا پُرعظمت رنگ ہے۔ اس کا موضوع سے آہنگ کمال ہے ۔ اس کے جزئیات کی تحلیل کی گئی ہے ، اور اس کی لاطینیت *، اس کے مصنوعی طریقوں اور اداؤں پر اعتراضات

* PARADISE LOST میں لاطینیت کی بھرمار ہے۔ لاطینی الاصل انگریزی الفاظ بکثرت ہیں بلکہ جملوں کی ساخت انگریزی سے زیادہ لاطینی طرز کی ہے ۔ ٹی۔ ایس۔ اِیلیَٹ نے اسی لئے ملٹن کے طرز کو انگریزی شاعری میں سب سے زیادہ مصنوعی قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ملٹن شاید انگریزی بھول گیا تھا۔ ملٹن نے دراصل لاطینیت اِس لئے اختیار کی کہ وہ اس نظم کو عام زبان کے بجائے ایپکِ (EPIC) کے شایان شان زبان میں لکھنا چاہتا تھا۔ یہی ملٹن کا شاندار اسلوب (GRAND STYLE) ہے ۔

بھی ہوئے ہین مگر اس کے الفاظ اور اس کے بلینک ورس کا ترنّم کائنات کا راگ گاتے ہوئے نظر آتے ہین - تصوّرات کا دریا زور و شور سے بہتا ہوا چلا آ رہا ہے اور ہر جگہ راگ اس بہاؤ کی ترجمانی کر رہا ہے - شیطان ، دوزخ کی چٹان پر آکر آسمان کی خوشیون کو خیر باد کہتا ہے اور دوزخ کی ہستیون کا خیر مقدم کرتا ہے - اشعار کا ترنّم اُس جوش کا ترجمان نظر آتا ہے جو سچ مچ اس عظیم فرشتے" نے محسوس کیا ہوگا - اسی طرح بیانات مین جب شیطان خلا مین سفر کرتا نظر آتا ہے تو بلینک ورس اس کے پرون کے پرواز کا ترنّم بن جاتی ہے - اس رنگ کی مخصوص صفات مین خاص قسم کی تشبیہات ہین جو ملٹن ہی کے نام سے منسوب ہوگئی ہین ؛ ان مین سے ہر ایک عجیب عجیب مناظر پیش کرتی ہے، عجیب عجیب گہرائیون مین لے جاتی اور قدیم ترین زمانے مین جدید ترین دَور کے تاثرات داخل کرکے آنے والی کائنات کو اسی وقت خلق کی ہوئی کائنات کے بطن مین پوشیدہ دکھاتی ہے - یہ مسلّم ہے کہ بلند پروازی اور حقائقِ معنی مین یورپ کا کوئی شاعر ملٹن سے آگے نہین نکلتا -

پیراڈائز ری گینڈ

جہان تک مقاصد کے ادا کا سوال ہے ملٹن کی دوسری نظم " پیراڈائز ری گینڈ (PARADISE REGAINED) "پیراڈائز لاسٹ" (PARADISE LOST) سے زیادہ کامیاب ہے - یہ مختصر ایپک ہے جس مین عیسیٰؑ مرکزی کردار ہین - وہ چالیس دن کے فاقے کے بعد شیطان کے ساتھ کشمکش مین پڑ جاتے ہین؛ شیطان ان کو پہلے کھانا دکھا کر، پھر دنیا کی ساری دولت ، حکومت اور طاقت اور پھر یونان کا سارا ادب ، فلسفہ اور تہذیب دکھا کر اپنی طرف کر لینا چاہتا ہے ، مگر وہ ثابت قدم رہتے ہین - آخر مین شیطان اُنھین ایک عمارت کی چوٹی پر کھڑا کر دیتا ہے - وہ مستقل کھڑے رہتے ہین اور شیطان خود تعجّب سے مرعوب ہوکر گر جاتا ہے-اس

نظم کا شیطان بہت معمولی ہے اور عیسیٰؑ کے استقلال کا تاثر بہت ہی پُرعظمت ہے ۔

اگر یہ نظم " پیراڈائز لاسٹ " سے اِتنی قریب نہ ہوتی یا کسی اور نے اِسے لکھا ہوتا تو یہ نظم بھی عظیم نظموں مین گِنی جاتی ۔ اس کا مقابلہ " پیراڈائز لاسٹ " سے کرنا ہی پڑتا ہے ۔ ہم کو اِس مین اُسی شان کی کمی محسوس ہوتی ہے جو سابق نظم مین ہر جگہ موجود ہے ، مگر یہ نظم زیادہ واقعاتی اور انسانی درجے پر ہے ۔ حضرت عیسیٰؑ انسان ہین جو کوشش اور عقل سے کام لے کر اپنے کو مکمل انسان بناتے ہین ۔ ملٹن نے "پیراڈائز لاسٹ" مین ان کو " خدا کا بیٹا " کہا ہے مگر خدا سے خود ایک جگہ کہلوا دیا ہے کہ یہ پیدائش کے لحاظ سے نہین بلکہ وقعت کے لحاظ سے اس کے بیٹے ہین ۔ اس طرح وہ انسانیت کا اعلیٰ نمونہ ہین ۔ ملٹن ان کو نمونہ مان کر ان کی نقل کرتا ہے ۔ ان کا بچپن اور ملٹن کا ایک جیسا تھا ، مگر ملٹن آدمؑ کی طرح عورت کے جال مین پڑگیا اور عیسیٰؑ اس سے بالاتر رہے ۔ عیسیٰؑ کا ایک اعلیٰ مقصد تھا ؛ ملٹن کا بھی ایک اعلیٰ ادبی مقصد تھا ۔ اس نظم کو لکھتے وقت وہ عیسیٰؑ سے قریب ترین آنے کی کوشش مین ہر غیر عیسائی اور لادینی چیز کو ردّ کرتا نظر آتا ہے ۔ اس کے خیالات اور ہستی ایک مرکز پر پہنچ جاتی ہے ۔ اس نظم کی دل چسپی اِس بات مین ہے کہ یہ ملٹن مین آخر الذکر تبدیلی کو بڑی خوبی سے نمایان کرتی ہے ؛ اس کا رنگ بھی نیا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملٹن کے مزاج مین خاصی تبدیلی آگئی ہے ۔ نشاۃ الثانیہ کے رنگین اثرات کی جگہ روحانی سادگی نے لے لی ہے اور نظم صبر اور استقلال کا اثر بھی اپنی زبان اور ترنّم سے قائم کرتی ہے ۔

آخری نظم

ملٹن کی آخری نظم " سَیمسَن اگونِسٹِس " (SAMSON AGONISTES) کا مواد تو انجیل سے اخذ ہے مگر طرز یونانی

ڈرامے کی ہے ۔ ملٹن اپنے دور کی ٹریجیڈیون کو بالکل ناقص سمجھتا تھا اور یہان اس نے المیے کا صحیح نمونہ پیش کیا ہے۔ اس مین شک نہین کہ انگریزی زبان مین یونانی المیے کے اصولون کی اس سے بہتر مثال ملنا مشکل ہے ۔ ملٹن کا ماڈل سوفوکلیس※ (SOPHOCLES) ہے ۔ قصّہ ایک ہی مقام پر ایک ہی دن مین مکمل ہو جاتا ہے ۔ قصّے کی ترتیب ایک مرکزی تاثر کے ماتحت ہے اور واقعات کا ارتقا مسلسل ہے ۔ سیمسن فلسطینی قوم کا فرد ہے مگر اس کا کردار یونانی المیے کے ہیروون کا سا ہے ۔ یونانی المیے کی طرح اس مین کورس (CHORUS) ہین جو ہر واقعے پر رائے دیتے ہین ۔ سیمسن کی موت کا واقعہ اسٹیج پر بھی نہین ہوتا بلکہ بیان کر دیا جاتا ہے ۔ کورس کے گیت غنائی شاعری کا کمال ہین اور فلسفۂ حیات کا انکشاف کرتے ہین ، غرض کہ یونانی المیے کے تمام ممکن عناصر اس مین موجود ہین ۔

سیمسن اندھا ، مصیبت زدہ ، غازا (GAZA) کے قید خانے مین ہے ۔ اس وقت فلسٹائن (PHILISTINE) قوم اپنے دیوتا ڈیگن (DAGON) کی پوجا کرنے کے سلسلے مین جشن منا رہی ہے اس لئے اس کو بھی محنت سے معافی مل گئی ہے اور وہ ایک لڑکے کی مدد سے دھوپ مین آکر بیٹھ رہا ہے ۔ اس کی پہلی ہی تقریر سے اس کے اور ملٹن کے درمیان مناسبت کا احساس ہوجاتا ہے۔ ملٹن کا رسٹوریشن※※ (RESTORATION) پر غصّہ اور نابینا ہو

※ یونانی ڈرامہ نگار، ۴۹۶ تا ۴۰۶ ق-م - بقول JEBB "وہ انسانی کردار کا ڈرامہ نگار" تھا جس نے بقول آرنلڈ (ARNOLD) "زندگی کو ثبات کے ساتھ دیکھا اور پورا دیکھا"۔

※※ کراموبل کی موت کے بعد انگلستان مین بادشاہت پھر سے قائم ہوگئی۔ ۱۶۶۰ء مین چارلس اوّل کا لڑکا چارلس دوم کے لقب سے انگلستان کے تخت پر بیٹھا ۔ اسی واقعے کو تاریخ مین THE RESTORATION کہتے ہین۔ بادشاہت کے پھر سے قائم ہوجانے پر ملٹن کو انتہائی رنج ہوا اور وہ انگریز قوم سے بالکل ناامید ہوگیا ۔

خانے سے تکلیف کا اثر اشعار سے قائم ہوتا ہے ۔ پھر کورس آتے ہیں اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سیمسَن کی بربادی کی وجہ اُس کا ڈیلائلا (DELILAH) سے عشق تھا ۔ ملٹن اپنی پہلی بیوی سے عشق کو اپنا بہت ہی بڑا گناہ سمجھتا رہا اور اپنی تمام بربادی کو اس مخالف پارٹی کی عورت سے وابستہ کرتا رہا ٭ ۔ سیمسَن کا باپ آتا ہے جو اسے قید سے چھڑانے کی کوشش کرتا ہے؛ یہ ملٹن کے باپ کا اشارہ ہے ۔ ڈیلائلا (DELILAH) آتی ہے اور اس کے حسن سے کورس مرعوب ہوتا ہے ۔ ملٹن کے شاعرانہ دل میں اپنی بیوی میَری پاوِل کے حسن کے لئے ہمیشہ جگہ رہی ۔ ایک بڑا پہلوان آتا ہے جو سیمسَن کو بُرا بھلا کہتا ہے ۔ آخر میں سیمسَن کو فلسطائن بُلا بھیجتے ہیں اور پھر خبر آتی ہے کہ اس نے اپنی بڑی طاقت سے وہ ہال گرادیا جس کے ستوُن سے وہ باندھا گیا تھا ؛ وہ خود بھی مرگیا ہے اور اس کے فلسطائن دشمن بھی اس کے ساتھ مارے گئے ۔ ملٹن کی یہ آخری نظم بھی سیمسَن کی طرح اس کا عظیم مقصد پورا کرتی ہے ۔

فن کے لحاظ سے یہ " پیراڈائز لاسٹ " سے بھی آگے ہے ۔ یہ ڈرامے سے زیادہ غنائی نظم ہے؛ کورس کے گیت ہی نہیں بلکہ سیمسن کی ہر تقریر غنائی شاعری کا کمال ہے ۔ نظمِ معرّیٰ یعنی بلینک ورس ہر جگہ اپنا معجزہ دکھاتی ہے ۔ نظمِ معرّیٰ کی آزادی سے مناسب ترنّم پیدا کرنے کا کام ملٹن نے "پیراڈائز لاسٹ" میں بھی ہر جگہ لیا ہے ۔ مگر یہاں وہ مصرعوں کی زبان میں بھی مناسب کمی بیشی کردیتا ہے ۔ اندھا سیمسن اپنی پہلی تقریر میں اندھیارے کا جو ذکر کرتا ہے وہ الفاظ سے ترنّم پیدا کرنے کا معجزہ ہے ۔ اس ڈرامے کا آخری کورس جوش اور جذبات کی زندگی کے خاتمے کا گیت ہے اور آخرکار ملٹن روحانی قرار اور اطمینان کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے ۔ نظم ملٹن کی شاعرانہ زندگی کا ہی نہیں بلکہ

٭ ملٹن کی پہلی بیوی MARY POWELL کے خاندان نے انگلستان کی خانہ جنگی کے دوران بادشاہ کا ساتھ دیا تھا ۔

نشاۃ الثانیہ کا نہایت موزون اختتام ہے -

اہمیت

چوسَر، اسپنسَر، شیکسپیر اور ملٹن، انگلستان کی شاعری نے یہ چار ہستیان پیدا کین جن کا ہمسَر دنیا کے ادب مین ملنا مشکل ہے - یہ چارون افسانوی، بیانیہ ، ڈرامائی اور ایپکِ شاعری کا کمال دکھاتے ہین - شیکسپیر اور ملٹن اِن مین سب سے اہم نظر آتے ہین - شیکسپیر ہر رنگ مین فرد ہے، تمام دنیا اُس کا دائرہ ہے؛ ملٹن کا ایک مخصوص رنگ ہے جس کو وہ آسمان پر پہنچاتا ہے - دنیا سے اُسے سروکار ہی نہین، وہ پگاسِس※ (PEGASUS) کے پَرون سے زیادہ طاقت رکھتا ہے اور دیوتاون کے مسکن آیونیَن ماونٹ (IONIAN MOUNT) سے اوپر ہی اُڑتا ہے ، وہ اکیلا ہے ، آسمانی روشنی رات کے وقت اُسے گویا کردیتی ہے ؛ اِس زندگی کی کوئی چیز اگر اسے دکھائی دیتی ہے تو اپنا دل ، جس کی آنکھین وہ کچھ دیکھتی ہین جو عام آنکھون کو نہین دکھائی دیتا - خدا نے اُسے شاعر پیدا کیا تھا اور شاعری ہی اس کی زندگی کا حاصل رہی - اسے ستائش اور صلے کی پرواہ نہین ؛ وہ چاہتا ہے کہ چند مگر موزون پڑھنے والے اسے ملین ، کمال سے نیچے اُترنا اسے آتا ہی نہین ، غلطی کا اس کے یہان سوال ہی نہین ، عظمت کا اثر اس کے ہر مصرعے ، ہر جملے ، ہر فقرے، ہر لفظ مین بھرا ہے - وہ کولوسَس (COLLOSUS) کے بُتِ اعظم کی طرح ہے جس کا ایک پیر سمندر کے ایک کِنارے پر اور دوسرا دوسرے کِنارے پر اور سَر بادلون سے اوپر ہے - اس کے سامنے ہم ادب سے جاتے ہین اور تہذیب مین کامل ہوئے بغیر اس کی شاعری کی بارگاہ مین قدم نہین رکھ سکتے -

ملٹن کو خدا نے شاعر پیدا کیا - اندھے ہوجانے کے

※ یونانی دیومالا مین ایک اُڑنے والا پَر دار گھوڑا -

باوجود اُس کے اِس عزم میں کوئی فرق نہیں پڑا کہ اس کو انگریزی زبان میں ایک ایسی ایپک (EPIC) لکھنی ہے جو ہومر اور ورجل کی نظموں سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔ " پیراڈائز لاسٹ " (PARADISE LOST) کی تیسری کتاب میں جب وہ اپنے اندھے ہو جانے اور روشنی سے محروم ہو جانے کا ذکر کرتا ہے، تو دل ہل جاتا ہے لیکن اس کے عزم میں اور مضبوطی آجاتی ہے ۔ یہ مصرعے ملاحظہ کیجئے :

THEN FEED ON THOUGHTS THAT VOLUNTARIE MOVE
HARMONIOUS NUMBER: AS THE WAKEFUL BIRD
SINGS DARKLING, AND SHADEST COVERT HID
TUNES HER NOCTURNAL NOTE

یقیناً THAT VOLUNTARIE MOVE / HARMONIOUS NUMBERS اُس وجدانی کیفیت کی طرح اشارہ ہے جس کے بغیر کوئی شاعر بڑا شاعر نہیں ہوسکتا ۔ SINGS DARKLING (اندھیرے میں گاتا ہے) میں ویسے تو سطحی طور پر اشارہ اپنے اندھے ہونے کی طرف ہے ، مگر واقعہ یہ ہے کہ ملٹن اپنی نظمیں رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر اپنی بیٹیوں کو اِملا کرواتا تھا ۔ ملٹن پر اُسی وقت وجدانی کیفیت طاری ہوتی تھی ۔ جاگنے والی چڑیا ، جو گھُپ اندھیرے میں گھنے پتّوں میں چھُپی ہوئی رات کے گانے گا رہی ہے، ملٹن کی شخصیت اور شاعری کی بہترین علامت ہے ۔ یہ رُوپا (IMAGE) ایسا ہے کہ سُننے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ کون گا رہا ہے۔ شاید اس شاعر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کیسے گا رہا ہے ۔ ان مصرعوں کو پڑھ کر یہ آسانی سے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ ملٹن اگر کچھ تھا تو شاعر تھا ۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی کے انگلستان کا شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے ملٹن کا کچھ نہ کچھ اثر قبول نہ کیا ہو ۔ ضروری نہیں کہ اس قسم کا اثر شاعری پر ہمیشہ اچھا ہی پڑے ۔ ٹی ۔ ایس ۔ اِیلیٹ کی یہ شکایت بجا ہے کہ ملٹن کے اثر نے اٹھارھویں صدی کے کئی شاعروں کو خراب کیا ۔ ملٹن کی نقل میں اکثر شاعر ملٹن کا طرزِ ادا استعمال کرتے تھے مگر

ان کا موضوع اس کا متحمّل نہین ہوتا تھا ۔ ملٹن کا اسلوب ایسا نہین کہ اس کی آسانی سے نقل کی جاسکے ۔ اُنیسوین صدی کے شاعر کیٹس (KEATS) نے اپنی نظم" ہائیفیرون"(HYPHERON) ملٹن کے " پیراڈائز لاسٹ " کے اسلوب مین لکھنی چاہی مگر آدھی نظم مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ رُک گیا اور اِس کی وجہ یہ بتائی کہ وہ طرزِ ادا جو ملٹن کی زندگی ہے اس کے لئے موت ہے ۔

بیسوین صدی مین ملٹن کے شاندار اسلوب پر بہت اعتراضات ہوئے جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے ۔ مگر اسلوب سے قطع نظر ملٹن مین دل چسپی اب اس لئے کم ہوگئی ہے کہ لوگون کو خدا ،شیطان جنت ، جہنم کے موضوعات مین کوئی دل چسپی نہین رہ گئی ہےاور یہی موضوع ملٹن کی شاہکار نظمون کا مواد ہین ۔ دراصل ملٹن کی عظمت ہی اس کی عام مقبولیت کو کم کرتی ہے ۔ ہم اُس کی عزّت کرتے ہین مگر اس سے محبت نہین کرتے ۔ وہ بڑا مشکل اور مُبہم نظر آتا ہے ۔ اس کو سمجھنے کے لئے علم ،اور اس کے راگ کو محسوس کرنے کے لئے کان چاہئیے ۔ عام شخص اس محنت کو برداشت نہین کرسکتا جو اس سے لطف اندوز ہونے سے پہلے کرنا ضروری ہے ۔ اس کا کلام جُوئے شیر ہے مگر اس کو لانے کے لئے کوہ کنی ضروری ہے۔اس عدیم الفرصتی اور تیز رفتار زندگی کے پاس وقت کہان ہے اور کس کو غرض پڑی ہے کہ فرہاد بنے ۔ ملٹن عام طور پر نہ مقبول ہوا اور نہ ہو سکے گا ، مگر وہ یہ چاہتا بھی تو نہ تھا ۔ اُس کا فن شعوری طور پر اعلیٰ تہذیب یافتہ لوگون کے لئے ہے ؛ وہ تہذیب کی کسوٹی ہے، جو شخص اس کے سمجھنے کا اہل ہو جاتا ہے اور اس کی دنیا مین داخل ہو جاتا ہے اسے ہر چیز معمولی اور پست نظر آنے لگتی ہے ۔ اس کے تصوّرات عالمِ بالا مین لے جاتے ہین ، اس کے خیالات انسانی ذہن کی گہرائیان دکھاتے ہین اور اس کے الفاظ معنون کے دریا بہاتے ہین ، اور اس کی شاعری یون نظمِ معرّیٰ یعنی بلینک ورس کا ترنّم وہ راگ سناتی ہے جو یونانی تصوّر کے مطابق اس کائنات کو محویت کے عالم مین معلّق کئے ہوئے ہے ۔

ساقي ارباب ذوق
A Pdf Book Company

حصہ سوم

تعمیر — نوکلاسیکیت

۱۶۶۰ تا ۱۷۷۰ء

صفحہ

باب اول	بحالی بادشاہت اور نوکلاسیکیت	۲۶۳
باب دوم	جان ڈرائیڈن	۲۶۹
باب سوم	طنز ، کمیڈی ، علوم اور جون بنین	۲۸۳
باب چہارم	کلاسیکیت کی نوعیت	۲۹۳
باب پنجم	پوپ	۲۹۸
باب ششم	نثر نگاری اور سوئفٹ	۳۰۵
باب ہفتم	متوسط طبقے کے لئے ادب	۳۱۶
باب ہشتم	ڈاکٹر جونسن	۳۲۵
باب نہم	ناول کا عروج	۳۳۴
باب دہم	ڈرامہ اور متفرق نثر	۳۴۵
باب یازدہم	رومانی شاعروں کے پیشرو	۳۵۱

باب اوّل

بحالی بادشاہت اور نوکلاسیکیت

انگلستان کی تاریخ میں گیارہ سال کی پیوریٹن حکومت ایک ایسا دور ہے (۱۶۴۹ء تا ۱۶۶۰ء) جب انگلستان کا سیاسی نظام بادشاہت پر نہیں جمہوریت (REPUBLIC) پر مبنی تھا مگر ۱۶۶۰ء میں چارلس اوّل کے بیٹے چارلس دوم کی تخت نشینی کے بعد بادشاہت انگلستان میں بحال ہوگئی جسے تاریخ میں "بحالی بادشاہت" (RESTORATION) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیوریٹن پارلیمان اور بادشاہ کے درمیان خانہ جنگی میں، جو انگلستان میں خانہ جنگی کی واحد مثال ہے، بادشاہ چارلس اوّل کو شکست ہوئی تھی اور اسے ۱۶۴۹ء میں قتل کردیا گیا تھا۔ اس شکست کے بعد ولیعہد اور بادشاہت کے طرف دار درباریوں کو فرانس میں پناہ ملی۔ بحالیٔ بادشاہت کے بعد جب چارلس دوم اور اس کے درباری واپس انگلستان آئے تو فرانسیسی دربار اور کلچر کے اثرات بھی اپنے ساتھ لائے۔ کرامویل کی پیوریٹن حکومت نے تفریحات پر پابندی لگا رکھی تھی۔ چارلس دوم نے مذہبی تہواروں کو عام کھلے بندوں منانے کی اجازت دی، تفریحات پر سے پابندی ہٹا لی اور تھیٹروں کو بھی پھر سے کھلوایا۔

گیارہ سال کی سختی اور پابندی سے دبی ہوئی جبلتوں کو جو آزادی ملی تو دربار اور درباریوں میں آزادی انتہا کو پہنچ گئی۔ ادب میں یہ اثرات خاص طور پر ڈرامے میں رونما ہوئے۔ فرانس

سے آئے ہوئے نئے اثرات ڈرامے پر تو بظاہر حاوی نظر آتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ نشاۃ الثانیہ کا دور ختم ہوچکا تھا اور زمانہ اب غفلت اور استدلال کی چوکھٹ پر پہنچ چکا تھا ۔ خانہ جنگی کا بھی ذہنوں پر یہ اثر پڑا کہ مذہب کی قدر لوگوں کے دلوں مین کم ہوگئی اور عقلیت اور استدلال کی طرف رجحان بڑھنے لگا تھا ۔ چنان چہ اس کے باوجود کہ نئی آزادی کے کچھ ناجائز فائدے اٹھائے گئے، جیسے ڈرامون مین ہوا ، زمانہ اب ایک نئے راستے پر مڑ چکا تھا جو ادب مین نوکلاسیکیت (NEOCLASSICISM) کہلایا اور یہ ذہنون کو عقلیت کے دور(AGE OF REASON) مین لا رہا تھا ۔ سائنس کی نئی معلومات کا بھی لوگون کے مزاج اور ذہن بدلنے مین بڑا ہاتھ رہا ۔ یورپ مین سترھوین صدی مین کچھ ایسی معلومات حاصل ہوئین ۔ مثلاً کوپرنیکس (COPERNICUS) کی یہ دریافت کہ زمین اور دوسرے سیّارے سورج کے گرد گھوم رہے ہین ، ہاروے (HARVEY) کی یہ دریافت کہ خون جسم مین گردش کرتا ہے، گیلیلیو (GALILEO) کی یہ دریافت کہ کائنات کا نظام میکانی اصولون پر قائم ہے ۔ جنھون نے عام اذہان کو جھنجوڑ ڈالا ۔ ان کی وجہ سے صرف انگلستان ہی کا نہین بلکہ پورے مغربی یورپ کا مزاج بدلنے لگا ۔ سترھوین صدی کا وسطی حصّہ وہ دور ہے جب سائنس اور عقلیت کے عروج نے مذہب کی گرفت ڈھیلی کردی اور اٹھارھوین صدی کی روشن خیالی (ENLIGHTENMENT) کا راستہ ہموار کردیا ۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے تنقیدی نقطۂ نظر کے مطابق سترھوین صدی مین کچھ ایسی تبدیلیان ہوئین جنھون نے انگلستان کی شاعری پر بہت دور رس اثرات مرتّب کئے ۔ یورپی مفکّرین مین بھی یہ خیال اب زور پکڑتا جا رہا ہے کہ سترھوین صدی کے وسط مین نئی سائنسی معلومات نے لوگون کے ذہنون کو ہمیشہ کے لئے اس راستے پر ڈال دیا جسے ہم "جدید" کہتے ہین ۔ ہر وہ شخص جو انگریزی ادب کا سوچ سمجھ کر مطالعہ کرنا چاہتا ہے اس کو یہ گتھی سلجھانے پڑے گی کہ سترھوین صدی مین عقلیت اور سائنس پر اچانک زور کیسے بڑھ گیا اور اس نے

لوگون کے ذھنون کو اتنی شدّت سے کیسے متاثر کیا ۔

بھرحال بادشاھت کی بحالی کے بعد انگریزون کی زندگی مین ایک تبدیلی رونما ھوئی ۔ پچھلی حکومت نے تفریحات پر جو پابندی عائد کردی تھی اس کو ھٹا لیا گیا، تفریحات کی کھلی چھٹی مل گئی اور تھیٹر پھر سے کھل گئے ۔ عرصے کی دبی ھوئی قوم تفریحات پر ٹوٹ پڑی ۔ ڈرامون مین جنسی بے راہ روی پر طنز کے پردے مین جنسیات کو خوب ابھارا گیا ۔ عورتین آزاد ھوئین۔ ایک نئے قسم کا طربیہ وجود مین آیا جسے "طربیہ اطوار (COMEDY OF MANNERS) کا نام دیا گیا ھے ۔ انگریزون مین، جو خود کو فرانسیسیون سے برتر جانتے تھے، فرانسیسی مذاق عام ھوا ۔ ڈرامون مین یہ رجحان عام ھوا ۔

چارلس دوم اور اس کے رفقا فرانس مین جلاوطنی کے دوران دیکھ چکے تھے کہ فرانسیسی حکومت کس طرح کارڈینل رشلو (CARDINAL RICHLIEU) کی قیادت مین علم و ادب کی تشکیل نو کرنے کی کوشش کررھی تھی ۔ وھاں " دی اکادیمی" (DE ACADEMIE) قائم ھوچکی تھی جو ادب اور زبان پر اپنے فیصلے صادر کرتی تھی اور ان فیصلون کو قومی اھمیت حاصل تھی ۔ شاعرون کا ایک گروہ پیدا ھوا جس کو بعد مین "لیجسلیتیو دی پارناس " (LEGISLATEUR DE PARNASSE) یعنی یونانی میوزون (MUSES) کی حکومت کے قوانین وضع کرنے والے کہا گیا ۔ اکادیمی نے شاعری کو خاص طور پر اور دیگر اصناف کو عام طور پر نشاۃ الثانیہ کی بے راہ روی سے نکال کر اصولون کا پابند بننے کی ھدایت کی ۔ بوالو (BOILEAU) فرانس مین اس تحریک کا قائد ھے اور یہی تحریک کلاسیکیت یا نوکلاسیکیت کی بنیاد ھے ۔ جو لوگ چارلس دوم کے ساتھ فرانس مین رھے تھے جیسے سر ولیم ڈ اوینٹ (SIR WILLIAM D'AVENANT ؛١٦٠٦ء تا ١٦٦٨ء) انھون نے اس تحریک کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنے ملک مین واپس آنے کے بعد اسی طرز پر اپنے ملک کے ادب کی بنیاد بنانے کا بیڑا اٹھایا ۔ جیسا کہ ھمیشہ ھوتا ھے ایک غیر ملکی تحریک کو

اپنے ملک میں کھپانے کے لئے اسے قومی رنگ دینا پڑتا ہے۔ڈ اوینٹ اسے قومی رنگ دینے میں قدرے کامیاب ہوا ۔ آول توکلاسیکی اثرات بن جانسن (BEN JONSON) کے وقت سے قومی مزاج میں داخل ہونے لگے تھے پھر خود قوم کا خاص جذبہ تعمیری تھا اور وہ ان اصولوں کو اپنانا چاہتی تھی جو تعمیر کی طرف لے جائیں۔ لہذا نئی کلاسیکیت جڑیں پکڑنے لگی ۔ قومی آزادی اور بے راہ روی اس کے ساتھ ساتھ رہی مگر تہذیب یافتہ لوگ ، جو نشاۃ الثانیہ ہی سے قدما کے اثر میں آگئے تھے، یہ سمجھنے لگے کہ قدما کی پیروی کے صحیح طریقے کی بنیاد پڑی ہے ۔ انگریز شعرا نے اس رجحان کو بڑے فخر سے اپنایا ۔ انھوں نے اپنے دور کو رومن بادشاہ اگسٹس (AUGUSTUS) کے دور سے، جس کے دوران ادب کو سب سے زیادہ ترقی حاصل ہوئی تھی ، مناسبت دیتے ہوئے اگسٹس ایج (AUGUSTUS AGE) کہا۔انھوں نے دعوی کیا کہ کلاسیکی شاعری کو صحیح طور پر سمجھنے والے اور اس پر صحیح عمل کرنے والے وہی ہیں ۔ حقیقت میں یہ نئی کلاسیکیت قدما کی روح کو چھوڑ کر اس کے ظاہری اصولوں ہی کو سب کچھ سمجھتی تھی؛ اس کی پیداوار نہ اتنی بلند پایہ ہے کہ اسے ان معنی میں کلاسیکی کہا جائے جو اس لاطینی لفظ کے اصل معنی ہیں یعنی اعلی ترین ادب ، اور نہ ان کو قدما کے پیرووں کی مثال ہی کہا جاسکتا ہے ۔ ملٹن صحیح معنوں میں کلاسیکی تھا اور اگر ہم اس کا ڈرائیڈن (DRYDEN) سے مقابلہ کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ شاعری کی روح فنا ہوگئی ہے اور محض سوکھی ہڈیاں رہ گئی ہیں۔ ڈرائیڈن پھر بھی بہت کچھ آزاد ہے ۔ اس نے کلاسیکیت کو پورے طور پر قبول نہیں کیا ہے ۔ اس کی اپنی طبع اور اس کی اپنی قومی خصوصیات کو بھی اس کی تصانیف میں مقام حاصل ہے مگر اس کا بھی مخصوص رجحان نئی کلاسیکیت کی طرف ہے اور آگے چل کر سخت گیر کلاسیکیوں نے اسے اپنا قائد مانا ۔

قوم کے بدلتے ہوئے مزاج اور حکومت کی بدلتی ہوئی ضروریات نے بھی کلاسیکیت کو لبیک کہا ۔ عرصہ دراز تک بغاوت کرنے کے

بعد قوم اب تھک گئی تھی اور نئے بادشاہ کی حکومت کو ماننا چاہتی تھی اور بادشاہ بھی قوم کو ہر طرح خوش کرنے کے بعد اس پر قابو کرنا چاہتا تھا ۔ بادشاہ چارلس دوم نہ متّقی تھا اور نہ سخت گیر، مگر اس نے ایک دربار جما لیا تھا اور چوں کہ اسے عوام ھی لائے تھے لہذا عوام بھی اس دربار کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے ہوئے تھے ۔ درباریوں اور لندن کے شہر کی اہمیت بہت بڑھ گئی اور بادشاہ کے احکام کو قدرتی اور لازمی سمجھ کر مانا جاتا تھا ۔ تہذیبی لحاظ سے دربار سے وابستہ ادب ھی کو اہمیت دی گئی ۔ سوسائٹی نے درباری تہذیب ھی کو قبول کیا اور وھی ادب پارے پسند کئے جو اعلی مذاق کے تھے ۔ قومی ادب کے شاہکاروں میں فرسودہ اور پست رجحانات کو مطعون کیا گیا ۔ بن جانسن نے شیکسپیر میں فن کا فقدان دیکھا، اس کی فطرت کی مدح کی مگر اس کی ٹریجیڈیوں کو پس پشت ڈال دیا تھا ۔ اسی طرح ڈرائیڈن بھی شیکسپیر کی تعریف تو کرتا ھے مگر آخری دور کا سب سے بڑا آدمی بن جانسن کو مانتا ھے ۔

سوسائٹی کی تشکیل ایک نئے انداز سے ھوئی ۔ رؤسا بکثرت اپنی اپنی جائیدادوں اور جاگیروں پر واپس آئے ، اوسط طبقے کے لوگ اپنی تجارتوں میں لگے ۔ سکون کی بنا پر اوسط طبقہ تیزی سے ترقی کرتا اور اہم ھوتا گیا ۔ ظاہر ھے کہ یہ طبقہ مفاد پرست تھا، اس کو اعلی قدروں سے کم سروکار تھا ۔ اس کے اثر سے غنائی اور جذباتی شاعری کا فقدان ھوتا گیا ۔ ادب میں واقعیت کا رنگ غالب ھوتا گیا اور اخلاقی نقطۂ نظر کی بنا پر واقعیت پر طنز کا رنگ جمتا گیا ۔ ادب نثر کے قریب آگیا ، ساتھ ھی ساتھ علوم اور سائنس کی طرف بھی توجہ ھوئی ، لوگ تلاش اور تحقیق میں مصروف ھوئے، رائل سوسائٹی (ROYAL SOCIETY) وجود میں آئی ۔ سچّا ادب کم نظر آیا مگر ادب کی جگہ کی قدروں کے تعیّن کی طرف نظر گئی ۔ صحیح تنقید اب شروع ھوئی ۔ اس دور کی عظیم ترین ہستیاں وہ ھیں جنھوں نے طبقاتی اور عمرانی علوم میں بڑے اضافے کئے ۔ جس ادیب کی بھی سب سے زیادہ اہمیت ھے وہ شاعر

بعد میں ہے اور عظیم ترین تنقید نگار پہلے -

جب ہم اس دور کو مجموعی طور پر دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں وہ خصوصیات نظر آتی ہیں جن کو لفظ " جدید " یا " ماڈرن " (MODERN) سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ادب اب پورے پورے طور پر لادینی ہو جاتا ہے اور سیاسی جماعتوں اور سیاسی تحریکوں کا آئینہ دار ہو جاتا ہے- اس دور کی جماعتوں اور سازشوں کے بارے میں نثر پاروں کے علاوہ دائمی قیمت رکھنے والی نظمیں بھی نظر آتی ہیں - پرانے لوگ بھی موجود ہیں، مثلاً ملٹن کی سب عظیم نظمیں اسی دور کی ہیں، مگر وہ اس دور کی زندگی سے دور ہیں - کچھ عوامی مصنّف بھی ابھرتے ہیں جیسے بنین (BUNYAN) مگر وہ اس دور کے مخصوص اثرات سے دور رہتے ہیں - یوں تو بہت سے مصنّفین ابھرتے ہیں مگر اوّل درجے کا ایک ہی نظر آتا ہے یعنی جون ڈرائیڈن جو ہر صنف میں طبع آزمائی کرتا ہے اور پورے دور پر حاوی رہتا ہے -

باب دوم

جان ڈرائیڈن

۱۶۳۱ تا ۱۷۰۰ء

جان ڈرائیڈن کی ہستی اس دور کے ہر شعبے میں نمایاں نظر آتی ہے اور اسے انگریزی فطرت کے نمایاں اشاروں میں سے مانا جاتا ہے ـ وہ زمیندار خاندان کا فرد تھا اور اس کے خاندان کی ہمدردیاں پارلیمنٹ کے ساتھ تھیں ـ بحالئ بادشاہت کے وقت وہ تقریباً بیس برس کا تھا ـ وہ پہلے کرامویل پر ایک نظم لکھ چکا تھا مگر اب وہ خلوص کے ساتھ بادشاہت کا طرف دار ہوگیا اور اعزاز حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گیا ـ ۱۶۶۳ء میں اس کی شادی ڈیوک آف بارکشائر (DUKE OF BERKSHIRE) کی بیٹی سے ہوئی اور ۱۶۶۸ء میں اسے ملک الشعرا یعنی 'پوئٹ لاریئیٹ' (POET LAUREATTE) اور 'شاہی تاریخ نگار' (ROYAL HISTORIOGRAPHER) کے مناصب دئے گئے ـ کامیابی ہر جگہ اس کے پیر چومتی دکھائی دی ، مگر کچھ ہی عرصے کے بعد ایک عجیب و غریب تبدیلی رونما ہوئی ؛ اس نے اپنا مذہب بدل دیا ـ اس اقدام سے اس کو ہر طرح کا نقصان پہنچا ؛ اس کی ملازمت اور آمدنی ختم ہوگئی مگر اس کی عوام میں عزّت بڑھ گئی ـ ادب ہی اس کا ذریعۂ آمدنی رہ گیا ـ ہر طرف سے اُس پر حملے ہوئے مگر اس نے پرواہ نہ کی ـ ڈرائیڈن کی ہستی کو سمجھنا آسان نہیں کیوں کہ یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ کہاں یہ مخلص تھا اور کہاں سیاسی پالیسی کے موافق کام کر رہا تھا ـ مگر ان

تبدیلیوں کے باوجود اُس کے کردار میں ایک توازن اور ہم آہنگی ملتی ہے ۔ وہ اپنے مقصد میں ڈانواڈول نظر آتا ہے مگر اس کے خلوص میں شک نہیں رہتا ۔

ادیب کی حیثیت سے اس کا ذہن گوناگوں قوتوں کا مالک تھا اور اسے اپنی قوتوں پر قابو رکھنے کا بھی ملکہ حاصل تھا ۔ اسے پورے طور پر کلاسیکی نہیں کہا جاسکتا ۔ فطرتاً وہ اتنا آزاد ہے جتنے کہ نشاۃ الثانیہ کے ادیب تھے ۔ اس کی ہستی میں متضاد صفات نظر آتی ہیں مگر ان صفات میں عقل اور عقل کے مطابق ادب کو تنظیم دینے کی خواہش سب سے زیادہ نمایاں ہے ۔ اُس کے فن میں ایک ارتقا نظر اتا ہے ۔ پہلے پہلے وہ قدما اور فرانسیسی ادیبوں کی راہ پر چلتا ہے مگر پھر اس میں ایک پختگی آجاتی ہے اور وہ ایک نئے نظریے اور نئے فن کا علمبردار نظر آتا ہے ۔ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ قدما کی تقلید کو برتتے ہوئے وہ قومی آزادی قائم رکھنا چاہتا ہے ۔ ادب کی وہ قومی صفات ، جن کو قدما کے نقطۂ نظر سے بُرا سمجھا جاتا تھا،اس کے لئے اہم ہیں ؛ وہ نہ صرف ان کو قائم رکھنا چاہتا ہے بلکہ ان کو قدما کے فن سے زیادہ اہمیت دیتا ہے ۔ اس لئے اس کا فن متضاد صفات کا امتزاج ہے ۔ اس کے یہاں کلاسیکیت رومانیت سے مِلی جُلی نظر آتی ہے ۔ اس کے متّبعین نے اسے کلاسیکی ہی سمجھا اور تاریخ میں وہ کلاسیکیت کے سَرخَیل کی حیثیت سے نمایاں ہے مگر اصل میں وہ قومی آزادی اور قومی جدّت کا اشارہ ہے ۔

اس کی ابتدائی دور کی نظمیں کاولےؔ (COWLEY) اور مابعدالطبیعی (METAPHYSICAL) کے اثرات سے مملوٗ ہیں مگر جلد ہی وہ اِس اثر سے نکل جاتا ہے ۔ کرامویل پر نظم ہی میں اس کی انفرادیت نمایاں ہونے لگتی ہے مگر دو نظموں" ایسٹری ریڈکس " (ASTRAEA REDUX) اور " اینسَ مِرابلِس(ANNUS MIRABILIS) میں اس کی عروضی مہارت نمایاں ہو جاتی ہے ۔ یہ نظمیں تصوّرات اور عروضی آہنگ کے لحاظ سے پرانی بے راہ روی کے خلاف پہلا قدم ہیں ۔ ڈرائیڈن نے یہ دیکھ لیا

تھا کہ انگریزی شاعری کو ایک بااصول عروض کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے مین یہ نظمین اہمیت رکھتی ہین ۔ یہ چار مصرعون کے بندوں مین لکھی گئی ہین اور وہ مخصوص عروضی صورت جس کے ساتھ ڈرائیڈن کا نام وابستہ ہے یعنی " کَپلِٹ"(COUPLET) ابھی تک ظہور مین نہین آئی مگر " ہیروئک" (HEROIC) مصرعہ اپنی پوری شان کے ساتھ نمایان ہو جاتا ہے ۔ یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ انگریزی شاعری کا ایک نیا دور شروع ہوگیا ہے ۔

ڈرامہ

۱۶۶۳ء مین ڈرائیڈن (DRYDEN) ڈرامہ نگاری کی طرف متوجہ ہوا ۔ چودہ برس کے بعد تھیٹرون کو پھر جاری کیا گیا تھا۔ سر ولیم ڈاوینٹ (SIR WILLIAM D'AVENANT) نے اس سلسلے مین پہلا قدم اٹھایا ۔ پھر کمیڈی اور ٹریجیڈی لکھنے والون کی بڑی تعداد سامنے آئی ۔ ڈرائیڈن نے ۱۶۶۳ء مین پہلی کمیڈی " دی وائلڈ گیلنٹ " (THE WILD GALLANT) لکھی جو بہت ہی معمولی ہے ۔ اسے خود محسوس ہوگیا تھا کہ اس کا مزاج اس صنف سے مناسبت نہین رکھتا ۔ مگر پھر بھی جہان تک عمدہ مکالمہ نگاری کا تعلق ہے اس کی کمیڈی " میرج آلا موڈ " (MARRIAGE-A-LA-MODE) اب بھی بڑی دل چسپی سے پڑھی جاسکتی ہے ۔

اس صنف مین ڈرائیڈن کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے قومی ڈرامے کی اہمیت تسلیم کرکے اسے معیاری بنانے کی کوشش کی ۔ ڈاوینٹ (D'AVENANT) کی ٹریجیڈی " دی سیج آف رَوڈس" (THE SIEGE OF RHODES) فرانسیسی اثر مین لکھی گئی مگر عوام کو اپنے قومی ڈرامے مین زیادہ دل چسپی تھی ۔ شیکسپیر، بن جانسن، بیومونٹ ، اور فلیچر کے ڈرامے سب سے زیادہ دیکھے اور دکھائے جاتے ۔ اس امر کا خیال رکھتے ہوئے ، ڈرائیڈن نے ایک نئے قسم کا ڈرامہ ایجاد کیا جس کو " ہیروئک ٹریجیڈی " (HEROIC

(TRAGEDY) کہتے ھین ۔ یہ صنف ڈرامے کی خصوصیات سے زیادہ نظم اور شاعری کی خصوصیات رکھتی تھین ۔ اس مین عشق اور بہادری کے موضوعات لائے گئے اور اس کے طرز کو پرشکوہ بنایا گیا اور ان کو کپلٹس (COUPLETS) مین لکھا گیا ۔ ڈرائیڈن نے اپنی تمام توجہ اسی کی طرف مبذول کی اور اس صنف مین اس کی کامیابی کے بہترین نمونے " دی انڈین ایمپریس " (THE INDIAN EMPRESS) ، " المانزر اینڈ الماھڈ" یا " دی کون کوئسٹ آف گراناڈا" (ALMANZOR AND ALMAHIDE OR THE CONQUEST OF GRANADA)اور " اورنگ زیب " (AURENGZEBE) ھین۔ بنیادی طور پر یہ ڈرامے رومانی ھین مگر رومانیت کو اتحاد کا تاثر پیدا کرنے کے شوق مین محدود کردیا گیا ھے ؛ مقصد یہ ھے کہ عظمت کا اثر قائم ھو ۔ نفسیات نگاری ان مین شاذ ونادر ھی نظر آتی ھے، ھر جگہ شاعرانہ تصوّرات اور ادراک غالب ھے ۔ تمام ڈرامون کے ھیرو بالکل ایک سے ھین اور یہ یکسانیت بیشتر غیر دل چسپ ھو جاتی ھے ۔ واقعات مین تنوّع ھے مگر طرزِ ادا بیشتر بناوٹی ھو جاتی ھے اور عظمت کے بجائے مضحکہ کا اثر پیدا کرتی ھے۔ یہ ڈرامے ھمین ایک بناوٹی رومانی دنیا مین لے جاتے ھین جس مین محض کہین کہین حقیقی جذبات ھین جو ھمارے دل پر اثر کرتے ھین ۔ آخر مین طرز کی بناوٹ ھی کا تاثر رہ جاتا ھے ۔ اس پر ڈن (DONNE) کا اثر ھے ۔ بعض جگہ بڑی پستی ھے مگر یہ محسوس ھوتا ھے کہ ڈرائیڈن اپنے رنگ مین پختہ ھو رھا ھے اور " ھیروئک کپلٹ " کو دائمی حیثیت دینے کے لئے تیار ھو رھا ھے۔ ڈرائیڈن نے اس صنف کو تمام قدیم اور جدید اصناف سے زیادہ دل کش کہا جو قول اب ھمین خود پسندی یا خود فریبی معلوم ھوتا ھے ۔

قوم نے اس صنف کو پورے طور پر قبول نہین کیا اور ڈرائیڈن کو کچھ خاص تبدیلیان پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ھوئی ۔ ڈرامہ " اورنگ زیب " اس سلسلے مین بڑا اھم ھے ۔ یہ دوسری ھیروئک ٹریجیڈیون (HEROIC TRADEDIES) سے یون مختلف ھے کہ

ہیرو کا وقار اور شجاعت کی مثال ہے اور کپلٹ کی جگہ نظم معرّی یا بلینک ورس نے لے لی ہے ۔ " آل فور لو " (ALL FOR LOVE) مین ، جو شیکسپیر کے ڈرامے " انٹونی اینڈ کلیوپٹرا " (ANTONY AND CLEOPATRA) پر مبنی ہے، قومی ڈرامے کی پوری تجدید ہو جاتی ہے ۔

طنز

پچاس برس کے سن تک ڈرائیڈن اپنے دور کا سب سے اہم ادیب تو مانا جانے لگا تھا مگر اب تک اس نے کوئی تصنیف ایسی نہین پیش کی تھی جو شاہکار مانی جاتی ۔ اب تک اس کی فطرت اپنے مخصوص راستے پر نہین آئی تھی ۔ ۱۶۷۹ء سے سیاست نے ایک عجیب صورت اختیار کی ۔ ارل آف شیفٹس بری (EARL OF SHAFTESBURY) نے چارلس دوم کے بیٹے ڈیوک آف منمتھ (DUKE OF MONMOUTH) کو ہاتھ مین لے کر ایک سازش کی جس کا مقصد یہ تھا کہ چارلس دوم کو تخت سے اتار کر ڈیوک کو بادشاہ بنائے اور اس کی جگہ اصل مین شفٹس بری حکومت کرے ۔ عوام کو بہت ابھارا گیا ؛ پارلیمنٹ کے اجلاسوں مین بھی بڑی افراتفری ہوئی ۔ مگر چارلس دوم نے ہمّت سے کام لیتے ہوئے جولائی ۱۶۸۱ء مین ڈیوک کو قید کر لیا اور اس کے مقدمے کے لئے نومبر کا مہینہ مقرر کیا گیا ۔ مقدمے سے ایک ہفتہ پہلے ڈرائیڈن کی " ابسَیلمَ اینڈ اکِیٹوفلِ " (ABSALOM AND ACHITOPHEL) چھپی ۔ اس مین ظاہرا تو بنی اسرائیل کے بادشاہ ڈیوڈِ (DAVID) اور اس کے لڑکے ابسیلم کا قصّہ بیان ہوا ہے ۔ اسرائیلی قوم کے غرور اور تلوّن کا نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ اس قوم کے مختلف قائدون مین اکیٹوفل سب سے زیادہ نمایان ہے ۔ وہ ابسیلم کو ورغلا کر ڈیوڈ کے خلاف سازش کرتا ہے مگر ڈیوڈ وقت سے پہلے ہی ہوشیار ہوکر پوری سازش کو ختم کردیتا ہے ۔ اصل مین ڈیوڈ چارلس دوم ہے، ابسیلم ڈیوک آف منمتھ اور اکیٹوفل شَیفٹس بَری ہے ۔ بنی اسرائیل انگریز ہین اور ان کے حالات بالکل ڈرائیڈن کے

زمانے کے حالات ھین ۔ ایک ہزار سے زیادہ مصرعون کی اس نظم مین بہت سے کردار ھین جن مین سے ھر ایک کا نام تو اسرائیلی ھے مگر جو کسی نہ کسی سیاسی قائد کا چربہ ھے ۔ جون جون اس نظم کی گہرائیون مین جائیے اس دور کے سیاسی حالات واضح ہوتے جاتے ھین ۔

یہ نظم طنز نگاری کا اُسی طرح کمال ھے جیسے کہ اسپنسر کی نظمین بیانیہ شاعری کی ، شیکسپیر کے ڈرامے ڈرامائی شاعری کی، یا ملٹن کی " پیراڈائز لاسٹ " ایپکِ (EPIC) شاعری کی۔ ظاہر ھے کہ ڈرائیڈن بادشاہ کا سیاسی گماشتہ ھے اور سیاسی پروپیگنڈا کر رہا ھے مگر اچانک حالات بدل جانے کا خیال رکھتے ہوئے شَیفٹس بَرِی کی مذمت مین احتیاط برتتا ھے ۔ یہ بھی ظاہر ھے کہ نظم کا مواد ایک ہنگامے پر مبنی ھے جو کسی طرح شاعری کا موضوع نہین ہوسکتا مگر پھر بھی یہ نظم شاعری کے دائمی کمالات مین سے ھے ۔ طنز اِس سے زیادہ متوازن اور بلند ممکن ھی نہین ھے ۔ عجیب غیر جانب دارانہ طریقے پر ڈرائیڈن ہر چیز کا جائزہ لیتا ھے اور اس کی ہر چوٹ بالکل نپی تلی اور مناسب بیٹھتی ھے ؛ وہ نہ واقعات کی طرف جاتا ھے اور نہ شدّت مین پڑتا ھے، ہر بات مین ایک دائمی حقیقت اور زندگی کے بے ڈھنگے پن پر چوٹ ھے ۔ ایک تخیّلی فضا بن جاتی ھے ۔ پڑھنے والے کا ذہن بنی اسرائیل کے زمانے سے ڈرائیڈن کے زمانے کو دیکھتا ھے اور پھر خود اپنے زمانے پر آجاتا ھے ۔ یہی سب حقیقتین ازَل سے اَبد تک رہین گی ۔ اس نظم کی وقعت زمان و مکان سے بالاتر ھے ۔

پھر اس مین ایک نیا فن ایجاد ہوکر کمال کو پہنچتا ھے۔ چوسَر نے " پرولَوگ " (PROLOGUE) مین کرداری خاکے پیش کئے تھے مگر اس فن مین وہ بھی خام ھی رہا تھا ۔ ڈرائیڈن اس فن کو طنز کے لئے استعمال کرکے ایک نیا میدان کھول دیتا ھے۔ اس کے خاکے نہایت مربوط ، متوازن اور زندہ ھین ۔ ڈیوڈ کی غفلت اور رحم دلی، منمتھ کی سادگی اور شَفیٹس بَرِی کی سیاسی چالین بڑے دل کش طریقے پر سامنے آتی ھین ۔ ان کے علاوہ سازش سے متعلق

دوسرے لوگ جیسے زمری (ZIMRI) ، شیمائی (SHIEMEI) وغیرہ کے خاکے بھی دائمی لطف رکھتے ہیں ، طنز کا رنگ انہیں بگاڑتا نہیں بلکہ ان کی انفرادیت کو نمایاں کردیتا ہے ۔ یہ بیک وقت " ٹائپ " بھی ہیں اور فرد بھی ۔ ڈرائیڈن اپنے علم کا بھی ثبوت دیتا ہے مگر علم سے زیادہ اُس کی نظر اہم ہے ۔ وہ حقائق کے تنوّع اور گہرائیوں کے ایسے ہی نقشے دکھاتا ہے جیسے کہ کوئی اعلیٰ پایہ شاعر ۔

یہاں شاعری کا ایک نیا رنگ جمتا ہے ۔ اس میں صحت اور احتیاط موزونیت کے ہمدوش ہیں ۔ ڈرائیڈن کی تخلیقی قوتِ خیالات اور الفاظ کو اس طرح ہم آہنگ کرتی ہے کہ زورِ کلام بھی کم نہیں ہوتا اور اصولوں کی پابندی بھی ہو جاتی ہے ۔ طرز میں عجیب گرمی ، عجیب تصوّرات اور عجیب زندگی ہے ۔ اختصار ، معنی آفرینی ، بلاغت اور فصاحت کا ایک دریا بہتا نظر آتا ہے ۔ شاعر کا تنقیدی شعور اور تخلیقی قوتیں ایک ہوکر نیا معجزہ دکھاتی ہیں ۔ طرز قدرتی اور الہامی ہے ۔ اس کی چمک ، اس کا زور اور اس کی صفائی ، اس کی آمد یہ ظاہر کرتی ہیں کہ بے ساختگی اور فن کاری ایک ہوگئے ہیں ۔ اس رنگ میں قبولِ خاطر اور لطفِ سخن کی خداداد صفات مشق کے کمال سے آگئی ہیں ۔

اس نظم میں ڈرائیڈن اپنے فنّی مقصد کو بھی پورے طور پر حاصل کرلیتا ہے ۔ " ہیروئِک " (HEROIC) مصرعے جن کو صحیح کرنے کی طرف اس نے اپنی پہلی نظموں میں توجہ دی تھی اب کمال صحت کو پہنچ جاتے ہیں ۔ وہ آزادی کو قائم رکھتا ہے اور اوزان کے تنوّع سے گریز نہیں کرتا بلکہ آزادی کے ساتھ ایک آہنگ پیدا کردیتا ہے ۔ مگر اِس سے آگے بڑھ کر وہ " کپلِٹ " کی بنیاد رکھتا ہے ۔ ان کے استعمال میں بھی تنوّع ہے ۔ کہیں کہیں " ٹرپلِٹ " (TRIPLET) بھی آجاتا ہے یعنی تین مصرعوں کا یونٹ ، جس طرح کپلٹ دو مصرعوں کا یونٹ ہوتا ہے ۔ کہیں کوئی مصرعہ چھوٹا رکھا جاتا ہے ۔ کہیں کوئی مصرعہ الگزینڈرین (ALEXANDRINE) ہو جاتا ہے جس میں ہر مصرعے میں

دس کی جگہ بارہ صوتی ٹکڑے ہوتے ہین مگر یہ آزادی ضروری تھی!
اس سے آگے جانے پر شاعری میکانکی ہوگئی - ڈرائیڈن فطری طور پر
جانتا تھا کہ صحیح عروضی اثر کو شاعری سے ہم آہنگ کرنے کے لئے
کہان تک جانا چاہئیے - اس کے " کپلٹ " صحت کے ساتھ آزادی
کی بہترین مثال ہین - یہ نظم انگریزی شاعری مین کپلٹ کا دور
شروع کرتی ہے جو کلاسیکی شاعری کا سب سے اہم آلۂ کار ہے -

"ابسیلوم اینڈ اکیٹوفل" کا دوسرا حصّہ بھی ہے جو ۱۶۸۲ء
مین چھپا - یہ کسی اور کا لکھا ہوا ہے - ڈرائیڈن نے اس مین
دو خاکے ڈیوگ (DEOG) اور اوگ (OAG) بڑھا دئے ہین
جو اس کے دور کے مصنّفین ، سیٹل (SETTLE) اور شیڈویل
(SHADWELL) کو طنزیہ طریقے پر پیش کرتے ہین - ڈرائیڈن
نے دو اور طنزیہ نظمین " دی میڈل " (THE MEDAL) اور
" میکفلیکنو " (MACFLECKNOE) لکھین جو اس کے شاہکارون
سے کچھ ہی کم درجے کی ہین - شیفٹس بری کے مقدمے مین بری
ہو جانے پر ایک تمغہ عوام مین تقسیم کیا گیا تھا - یہ تمغہ
ڈرائیڈن کی نظر مین سازش کا اشارہ ٹھیرا اور اسی پر اس نے
" دی میڈل " لکھی- اس نظم مین اس کا شہریون پر غصّہ نمایان ہے-
قوم ایک اژدھا بن کر نمایان ہوتی ہے جس کی شکل ہے ہی نہین
اور جس کے لاتعداد اعضا بدامنی پھیلانے کے کام آ رہے ہین -
" میکفلیکنو" (MACFLECKNOE) مین وہ سیاست سے ذاتی
معاملات پر اتر آتا ہے - شاعر اور ڈرامہ نگار شیڈویل کی تاجپوشی
کا منظر دکھاتا ہے اور اس کی شاعری پر چوٹین کرتا ہے- ذاتیات
سے قطع نظر کرکے یہ نظم عجیب " ماک ہیروئک " (MOCK HEROIC)
قصّہ نظر آتی ہے جس مین ایک شاعر کا خوب مذاق اڑایا گیا ہے-
ان تمام طنزیہ نظمون مین ڈرائیڈن ایک مسخرے دیو کی طرح نظر
آتا ہے جو معمولی انسانون کی حماقتون پر کبھی خوش مزاجی کے
ساتھ ہنستا ہے اور کبھی غصّے مین آکر ان کی گردن مروڑ دیتا ہے-

اخلاقی نظمین

طنزیہ نظمون کے بعد ڈرائیڈن نے خالص اخلاقی نظمین لکھین جن مین کی " ریلیجیو لائسی" (RELIGIO LAICI) اور " دی ھائنڈ اینڈ دی پینتھر" (THE HIND AND THE PANTHER) اھم ھین - پہلی نظم مین اس نے اپنا مذھبی جوش دکھایا ھے اور طویل بحثین کی ھین - شاعری مین بحثون کی مثال وہ اپنی طنزیاتی نظمون مین بھی قائم کرچکا تھا مگر یہان بحثون کے سوا کچھ اور ھے ھی نہین - بحث بعض جگہ بہت دل کش ھو جاتی ھے مگر زیادہ تر بے مزا ھی رھتی ھے - دوسری نظم مین بحثین ھر جگہ دل چسپ ھین اور ایک نئی قسم کی شاعری کی بنیاد رکھتی ھین - جانورون کا قصّہ بیان کیا گیا ھے جس مین ڈرائیڈن خود تیندوا ھے؛ وہ اپنے مذھب کی طرف داری کرتا ھے مگر دوسرے مذاھب سے بھی رواداری برتتا ھے - دل چسپ واقعات سامنے آتے ھین - طرز کا زور کمال دکھاتا ھے - کپلٹون کی رفتار ایک راگ بناتی ھے - اس نظم کو بھی ڈرائیڈن کی نظمون مین اونچا درجہ حاصل ھے -

ڈرائیڈن نے کچھ اھم منظوم ترجمے بھی کئے - "سیٹائرز آف جوونال" (SATIRES OF JUVENAL) کا ترجمہ پورا اس کا نہین ھے - ھومَر (HOMER) کی "ایلیڈ" (ILIAD) کا ترجمہ اس نے شروع کیا مگر ختم نہ کرسکا - ھوریَس* (HORACE)، اَوِڈ** (OVID) اور ورَجِل (VIRGIL) کے ترجمے اس کی ھوشیاری کی مثال ھین - اِنیِڈ (AENID) کا ترجمہ ورجل سے بہت

---

* اصل نام QUINTUS HORATIUS FLACCUS
۶۵ تا ۸ ق م - رومی شاعر -

** اصل نام PUBLIUS OVIDIUS NASO
۴۳ ق م تا ۱۸ ء - رومی شاعر -

دور ہے اور ڈرائیڈن کی شاعری کا نمونہ ہے - دونوں شاعروں کی فطرتیں متضاد ہیں - ورجل (VIRGIL) کی "جارجکس" (GEORGICS) کا ترجمہ زیادہ اچھا ہے کیوں کہ ڈرائیڈن اس کے موضوع سے خاص ہمدردی رکھتا تھا - اس نے چوسر کی کچھ کہانیوں کو بھی جدید زبان میں پیش کیا مگر یہ کچھ زیادہ دل چسپ نہیں ہیں -

اہمیت

اپنی عمر کے آخری پندرہ سال میں ڈرائیڈن نے غنائی اور رومانی شاعری میں کمال دکھایا - اس کی رومانیت بھی ایک محدود سی چیز ہے اور اس کی غنائی شاعری بھی وہ بے ساختگی اور ترنّم نہیں رکھتی جو اس صنف کی جان ہے - مگر اس کی غنائی نظمیں اس صنف میں بیش بہا اضافے ضرور ہیں - ان میں "الگزنڈرس فیسٹ" (ALEXANDER'S FEAST) سب سے زیادہ مقبول ہے - سکندر کے سامنے ایک گانے والا آتا ہے اور اس کا راگ سکندر کی تمام زندگی کے نقوش کو تصویروں کی صورت میں سامنے لاتا ہے؛ محبت اور جنگ کے مناظر سامنے آتے ہیں؛ چھوٹے بڑے مصرعوں سے طویل بند بنتے ہیں اور ایک شاندار راگ پیدا ہوتا ہے - غنائی ترنّم میں اگر ڈرائیڈن کی کوئی نظم اس سے آگے جاتی ہے تو وہ "سونگ فار سینٹ سیسیلیاز ڈے" (SONG FOR ST. CECILIA'S DAY) ہے - اسے اس نے اپنے نئے مذہب کے جذب میں مخمور ہوکر لکھا ہے اور مذہبی جذبات نے وہ راگ جگایا جو عام طور پر ڈرائیڈن کے بس کا نہ تھا - شاید اس کی سب سے زیادہ رومانی نظم "اوڈ ٹو دی میموری آف مسز این کلیگربو" (ODE TO THE MEMORY OF MRS. ANNE KILLAGREW) ہے - یہ ذاتی جذبات کا انکشاف ہے جو دل میں جگہ کرتے ہیں - غنائی جوش شروع اور آخر کے حصّے میں جدید رومانیت اور قدیم معرفت کو سموتا ہوا دکھائی دیتا ہے - ان نظموں کے ساتھ "اپسٹل ٹو مائی کِنس مین، جون ڈرائیڈن"

(EPISTLE TO MY KINSMAN, JOHN DRYDEN) بھی ذکر کے قابل ھے - اس پر غم کا سماں طاری نظر آتا ھے۔ ڈرائیڈن یہاں ھنسنے والا دیو نہیں بلکہ ھر شخص سے ھمدردی رکھنے والا انسان ھے - اس نظم میں اس نے کپلٹ کو چھوڑ کر ٹرپلٹ (TRIPLET) اور ایمبک (IAMBIC) بحر کو چھوڑ کر " اناپسٹ " (ANAPAEST) استعمال کی ھے جس سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ اس کی طبع آزادی کی طرف زیادہ مائل ھو رھی تھی۔

ڈرائیڈن نے ھر رنگ میں شاعری کی اور ھر صنف میں طبع آزمائی - مگر شاعری میں اس کا کمال طنز نگاری ھی ھے۔" ابسیلم اینڈ اکیٹوفل" انگریزی شاعری کے عظیم ترین شاھکاروں میں سے ھے - ڈرائیڈن نے ھر بحر کو آزمایا اور ھر قسم کے بند بنائے مگر اس کا نام " ھیروئک کپلٹس" ھی کے ساتھ وابستہ رھے گا -

تنقید

ڈرائیڈن اوّل درجے کا شاعر ضرور ھے مگر تنقید نگار کی حیثیت سے وہ اس درجے سے بھی کہیں زیادہ بلندی پر پہنچتا ھے۔ وہ محض بابائے تنقید ھی نہیں بلکہ فن تنقید نگاری کو اس درجے پر پہنچاتا ھے کہ یورپ کے اعلیٰ ترین نقّادوں میں جگہ پاتا ھے - وہ اس سلسلے میں قدما سے متاثر ھے اور بوالو (BOILEAU) کا اثر قبول کرتا ھے، مگر وہ قومی ادب کا ان سب سے مختلف ھونا ضروری مان کر اس کے اصول وضع کرتا ھے اور ان تمام بڑے انگریز شاعروں اور ادیبوں کی بابت رائے دیتا ھے جو اب تک اھم ھیں - وہ اپنی قوم کا ایک مخصوص تنقیدی شعور اور ادبی مذاق قائم کر دیتا ھے -

اس کی تنقید نظموں اور ڈراموں کے دیباچوں میں ملتی ھے - مثلاً لاطینی طنز نگاروں کے ترجمے پر اس نے ایک مقدمہ لکھا جو اب "اے ڈسکورس کنسرننگ دی اوریجن اینڈ پروگریس آف سیٹائر "

(A DISCOURSE CONCERNING THE ORIGIN AND

(PROGRESS OF SATIRE کے نام سے مشہور ہے۔ اس مین تین بڑے طنز نگارون کی اہم خصوصیات کو واضح کیا گیا ہے اور ان کا تقابل کیا گیا ہے ۔ ڈرائیڈن ہوریس کو سب سے زیادہ اپنے مزاج کے موافق پاتا ہے ۔ " ابسیلم اینڈ اکٹیوفل " مین اس نے ہوریس کا تتبع کرتے ہوئے خاکے کھینچے ہین ۔ وہ طنز مین ذاتیات کو برا سمجھتا ہے اور طنز نگاری کے اصولون کی ایک فہرست بناتا ہے ۔ اس سے زیادہ اہم دیباچہ چوسر وغیرہ کی کہانیون کے ترجمے کا ہے۔ جس کا نام " پریفیس ٹو دی فیبلس" (PREFACE TO THE FABLES) ہے ۔ اس مین چوسر اور اس کے " پرولوگ " (PROLOGUE) پر جو تنقید ملتی ہے وہ حرف آخر ہے ۔ پھر اس کے دیباچون مین متعدد مقامات پر ایسے حصّے آجاتے ہین جہان پر انگریزی شاعر پر وہ آخری حرف کہہ جاتا ہے ۔ ملٹن پر اس کی نظم اور "پیراڈائز لاسٹ " (PARADISE LOST) پر اس کی مختلف جگہ آرا اب بھی مشعل راہ ہین اور رہین گی ۔ اس کے دور کا کوئی ایسا بڑا شاعر نہ ہوگا جس پر ہمین اس کی رائے نہ ملے ۔

مگر تنقید مین اس کا بڑا شاہکار " این ایسے آف ڈرامیٹک پوئزی" (AN ESSAY OF DRAMATIC POESIE) ہے ۔ یہ انگریزی مین اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے ۔ اس کی ہیئت ڈرامائی اور تمثیلی ہے ۔ چار عالم ، کریٹیز (CRITES) ، یوجینیس (EUGENIUS) ، لسیڈیس (LECIDIUS) اور نینڈر (NEANDER) ایک بجرے مین دریائے ٹیمز پر جا رہے ہین ؛ کچھ تمہید کے بعد یہ ڈرامائی ادب پر باتین کرتے ہین ، ڈرامے کی تعریف کی جاتی ہے اور اس تعریف کو ذہن مین رکھتے ہوئے ہر ایک عالم مختلف اقوام اور زمانون کی تنقید نگاری پر طویل تقریر کرتا ہے ۔ کریٹیز (CRITES) یورپ کے قدیم ڈرامہ نگارون کی طرف داری کرتے ہوئے ان کے سب اوصاف نمایان کرتا ہے؛ یوجینیس (EUGENIUS) جدید یورپ کی ڈرامہ نگاری کو بہتر ثابت کرنے کے لئے اس کی مخصوص خوبیون کو واضح کرتا ہے؛ لسیڈس (LECIDIUS) فرانسیسی ڈرامہ نگارون کی مدح سرائی اس بنا

پر کرتا ھے کہ وہ قدما کے قریب آنے مین تمام ممالک کے ڈرامہ نگارون سے آگے ھین۔ آخر مین نیئنڈر جو ڈرائیڈن خود ھے سب سے طویل تقریر کرتا ھے ۔ وہ تمام ڈرامہ نگارون کے اوصاف مانتا ھے مگر زور اس بات پر دیتا ھے کہ قدما اس معاملے مین حرف آخر نہیـن؛ کچھ صفات مین وہ کامل تھے تو کچھ صفات مین جدید ڈرامہ نگار ان سے آگے بڑھ گئے ھین ۔ وہ انگریزی ڈرامہ نگاری کی طرف خاص توجہ دیتا ھے اور یہ واضح کرتا ھے کہ جو چیزین قدما کے نقطۂ نظر سے دیکھنے پر عیوب کہی جاتی ھین وہ اصل مین قومی اوصاف ھین۔ ڈرامہ نگاری کے تمام اُصول زیر بحث آتے ھین ۔ تین اتحادون، کمیڈی اور ٹریجیڈی کا ملانا، تاریخی ڈرامے سب پر بسیط نظر ڈالی جاتی ھے اور انگریزی ڈرامے کو ایک الگ قومی نوعیت دے کر اس کی وقعت تنقیدی نقطۂ نظر سے قائم کردی جاتی ھے ۔ شیکسپیر ، بن جانسن ، بومونٹ اور فلیچر کے تنقیدی خاکے کھینچے جاتے ھین ۔ بن جانسن کی "دی سائلنٹ وومین" (THE SILENT WOMAN) پر ایک مکمل تبصرہ کیا جاتا ھے ۔ آخر مین بلینک ورس اور کپلٹ کے استعمال پر بحث ھے ۔ ڈرائیڈن کی کپلٹ کے حق مین طرف داری اس شاھکار کا کمزور ترین حصّہ ھے مگر اس سلسلے مین جو بحث ھوتی ھے وہ فن ڈرامہ نگاری پر بڑی اھم روشنی ڈالتی ھے ۔ پوری تصنیف تنقید کے ھر ھر شعبے کی مثال قائم کرتی ھے ۔ ڈرائیڈن قومی ادب کو آگے بڑھا کر ایک نئی نظر پیدا کرتا ھے ۔ اصولون کی بحثین تنقید نگاری کا ایک اھم فرض ادا کرتی ھین ۔ افراد پر تنقید جدید تنقیدی جائزون کی بنیاد رکھتی ھین ۔ بن جانسن کے ڈرامے پر ریویو ادب پارون پر تنقید کی راہ دکھاتا ھے ۔

فن تنقید نگاری کی کون سی خوبی ایسی ھے جو ھمین اس تصنیف مین نہین نظر آتی ۔ غیر جانب داری، رواداری اور حق شناسی اپنے حدود پر پہنچتی ھین ۔ بحثین نہایت درجے صاف ھین اور یقین پیدا کرتی ھین ۔ وضاحت اس کمال سے کی گئی ھے کہ ھر ادیب ، ادب پارہ یا مسئلہ ھمیشہ کے لئے صاف ھوجاتا ھے ۔ فکر کے لئے ھر طرف مواد ھی مواد ھے اور نثر کا رنگ علمی اور

سائنسی نثر کی پہلی دل کش مثال ہے ۔ ڈرائیڈن کی نثر مین رنگینی ہے مگر یہ عقل کے قابو مین رہتی ہے ۔ یہ نثر اُس کامل بے رنگ سادگی کی مثال ہے جو علمی معاملات کے لئے مثال رہے گی؛ اس مین توازن اور صفائی ہے اور الفاظ معنی کی بڑی اچھی طرح خدمت کرتے نظر آتے ہین ۔ ذہانت اور فہم عامہ جن کے ساتھ لطف بھی شامل ہو ڈرائیڈن کی نثر کو اعلی ترین مثالون مین جگہ دیتی ہین ۔

باب سوم

طنز، کمیڈی، علوم اور جون بنین

۱۶۶۰ء تا ۱۷۰۲ء

ڈرائیڈن اِس دور پر اس قدر حاوی ہے کہ اُس کے ہمعصر نظر سے اوجھل ہو جاتے ہین مگر اس کے خاص فن یعنی طنز نگاری مین بھی اس کے اہم قریبی پیشرو اور ہمعصر تھے ۔ کمیڈی، جس مین وہ خود کامیاب ہوا ، ایک نئے رنگ پر آئی اور دو اہم ہستیون نے اس کی اس طرح پر تشکیل کی جو آج تک اہم ہے ۔ پھر یہ سائنس ، تاریخ ، سوشل اور سیاسی فلسفون کا دور تھا ؛ اس سلسلے مین جو ہستیان نمایان ہوئین اُنھون نے بھی ادب پر گہرا اثر ڈالا ۔ آخر مین کچھ ایسے مصنّف بھی ہوئے جن کو جدید رجحانات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ تہذیب یافتہ طبقے سے دور اور عوام سے قریب آسمانی دنیا کے خواب کو الفاظ کا جامہ پہناتے رہے؛ ان مین سے جَون بَنیِن (JOHN BUNYAN) اوّل درجے کے نثر نگار کی حیثیت سے نمایان ہوا ۔

ڈرائیڈن نے جب طنزیہ نظمین لکھنا شروع کین تو طنزیات کی ایک مکمل فضا قائم ہوچکی تھی ۔ قوم آزاد ہوکر رائے دینے اور فیصلے کرنے لگی تھی ۔ نئی قدرون نے بھی پرانی قدرون کو ختم کرنے کے لئے طنز سے کام لیا ۔ کلاسیکی رومن اور فرانسیسی اثرات نے بھی طنز کو اہم قرار دیا ۔ چنان چہ بادشاہت کی بحالی (RESTORATION .) کے بعد جو تصانیف فوراً ہی مقبولِ خاص و عام ہوئین وہ سیموئل بٹلرَ (SAMUEL BUTLER) کی طنزیہ

نظم " سر ہوڈیبراس " (SIR HUDIBRAS) ہے۔ یہ دو حصّوں میں ہے ۔ اس میں ایک بدشکل، موٹا ، بددماغ نائٹ سر ہوڈیبراس (SIR HUDIBRAS) اپنے اسکوائر (ESQUIRE) رالف (RALPH) کے ساتھ دنیا کو اخلاقی لحاظ سے تبدیل کرنے کے لئے نکلتا ہے، ہر جگہ وعظ کرتا ہے اور اثر دکھاتا ہے۔ وہ ایک بیوہ پر عاشق ہو جانے کے بعد ایک عامل کی رائے لیتا ہے اور غائب ہوجاتا ہے۔ اس کے کردار سروانٹس* (CERVANTES) کے "ڈون کوئکزوٹ" (DON QUIXOTE) سے لئے گئے ہیں مگر زندہ اور پُرلطف ہیں ۔ وعظ مضحک ہو جاتے ہیں۔ ۔ یہ نظم پیوریٹن عہد پر طنز ہے اور پیوریٹنوں میں عدمِ خلوص دکھانے میں بڑی کامیاب ہے ۔ یہ چار اوزان والے مصرعوں میں لکھی گئی ہےاور اس کا اثر دائمی ہے ۔ عوام پسند ادبی طنز کی یہ بہترین مثال ہے ۔

طنزیاتی رجحان درباری شعرا میں بھی نمایاں ہے ۔ یہ کلاسیکی طنز کے اصولوں کو ذہن میں رکھ کر طنز نگاری کرتے ہیں۔ ان کی طنز میں نظمیں سیاسی ہیں اور ان ہی کی راہ پر چل کر ڈرائیڈن اپنے شاہکار تک پہنچا ۔ اینڈریو مارول (ANDREW MARVELL ؛ ۱۶۲۱ء تا ۱۶۷۸ء) ہر خاص سیاسی موقع پر ایک طنز لکھتا رہا ۔ اس کی طنز بہت سخت ہے ۔ وہ بادشاہ ، دربار اور عوام کسی کو نہیں چھوڑتا ۔ اس کی زبان سادا اور مزاحیہ ہے جس سے اس کی مخلص اور بلند ہستی نمایاں ہوجاتی ہے ۔ سیاسی طنز میں اس کا مقام اہم ہے ۔ جون اولڈہم (JOHN OLDHAM ؛ ۱۶۵۳ء تا ۱۶۸۳ء) بھی اس کی طرح سیاسی موضوعات پر کلاسیکی طرز میں طنزیات لکھنے میں ماہر ہے۔ اس کا مزاج جووینال (JUVENAL) سے مناسبت رکھتا تھا

---

* MIGUEL SAAVEDRA CERVANTES (۱۵۴۷ء تا ۱۶۱۶ء)، ہسپانوی ناول اور ڈرامہ نگار ۔ مشہور کردار DON QUIXOTE اور SANCHO PANZA کا خالق ۔

جس کی وہ شعوری طور پر تقلید بھی کرتا ہے ۔ اس کی چار طنزیہ تحریریں " سیٹائرز اون جیسوئٹس "(SATIRES ON JESUITS) اب تک زندہ اور دل چسپ ہیں ۔

ڈرائیڈن کی طنزیات کے جواب میں بھی بہت طنزیں لکھی گئیں مگر یہ سب پوچ ہیں۔ مثلاً سیٹل (SETTLE) کی نظم " ابسیلم سینئر یا اکٹیفول ٹرانسپورٹڈ "(ABSALOM SENIOR, OR ACHITOPHEL TRANSPOS'D) جو نہایت غیر دل چسپ انداز میں ایک طویل قصّہ بڑے بوجھل پن کے ساتھ بیان کرتی ہے اور جس کی طنز بڑی پست گالیوں تک اتر آتی ہے ۔

کمیڈی

رسٹوریشن تھیٹر کی تجدید کا زمانہ ہے اور بیشتر ادب اس میں تھیٹر ہی سے نکلا ہے ۔ کم از کم دس ایسے کمیڈی لکھنے والے سامنے آئے جن کی کوئی نہ کوئی کمیڈی اب بھی دل چسپی سے پڑھی جاسکتی ہے ۔ یہ سب بن جانسن کے زیر اثر تھے ۔ مگر بدلے ہوئے زمانے اور قومی ضرورت نے ان کو بن جانسن کی راہ سے ہٹ کر ایک الگ راہ پر چلنے پر مجبور کیا ۔ زمانے کی آزادی کے اثر سے ان میں پستی اور عریانی بہت آگئی ؛ ان میں ایسے ایسے مناظر ہیں جو شہوت انگیز ہیں ۔ مگر ابتدائی دور کے کمیڈی لکھنے والوں میں دو، سر جارج ایتھریج (SIR GEORGE ETHEREGE) اور ولیم وِچَرلے (WILLIAM WYCHERLEY) ایسے ہیں جن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اور آخر کے لکھنے والوں میں کونگریو (CONGREVE) ہے جس نے اس خاص قسم کی کمیڈی کو عروج کمال پر پہنچایا اور اس کا شمار اعلیٰ ترین کمیڈی لکھنے والوں میں رہے گا ۔ کمیڈی کا رواج اور مقبولیت پورے دور میں رہی اور رومانیت کے آنے تک رہی ۔

کمیڈی کو سچّا جدید رنگ دینے والا سر جارج ایتھریج تھا ۔ وہ " کمیڈی آف مینرز"(COMEDY OF MANNERS) کا

موجد تھا ۔ اس قسم کی کمیڈی مین اعلیٰ طبقے کی آزاد زندگی کے مذہب و اخلاق سے آزاد اور عیش و طرب سے ہم آغوش تاثرات پیش کئے جاتے تھے ۔ زیادہ زور مکالمے کی ذکاوت پر ہوتا تھا اور اس لئے اس قسم کی کمیڈی کو " کمیڈی آف وٹ " (COMEDY OF WIT) بھی کہا گیا ۔ سر جارج ایتھریج اعلی طبقے کے طریقون سے پوری طرح واقف ہونے اور قدرتی ذکاوت کی بنا پر ہی اس کا موجد ہوسکا ۔ فرانسیسی اثر بھی اس پر نمایان ہے مگر اس کی آزاد انگریز طبیعت فرانسیسی مزاج سے بہت دور تھی ۔ اُس کی تین کمیڈیان اہم ہین ۔ پہلی " دی کامیکل رِونِج " (THE COMICAL REVENGE) جس سے اُس کا فن ابھرتا ہے۔دوسری " شی وُڈ اِف شی کُڈ " (SHE WOULD IF SHE COULD) جس مین ترقی کرتا ہے اور " دی مین آف موڈ " (THE MAN OF MODE) جو اس کا شاہکار ہے ۔ تینون ڈرامون مین قصہ ایک ہی سا ہے، ایک ہی قسم کی چالین چلی جاتی ہین ، اور ایک ہی قسم کا خاتمہ ہوتا ہے ۔ ایک لافانی کردار سر فاپلے فَلَٹَر " (SIR FOPLEY FLUTTER) ہے جو فیشن کا دلدادہ ہے اور لندن کے ہائڈ پارک کے باہر کی باقی دنیا کو ریگستان بناتا ہے ۔ اس ڈرامے مین ڈُوریمونت (DORIMONT) بھی دل چسپ کردار ہے مگر سر فاپلے کا سا مزاحیہ کردار اس پورے دَور کی کمیڈی مین کہین نہین ملتا ۔ وہ انگریزی ادب کے بہترین مزاحیہ کردار مین سے ہے ۔

وبچرلے کا دائرہ ایتھریج کے مقابلے مین زیادہ وسیع ہے ۔ وہ درباری اور فیشن‌ایبل لوگون کے علاوہ متوسط طبقے لاتا ہے ۔ اس کے یہان لوگ فرانسیسی طریقے پر کپڑے پہنتے اور اسی طرح بات کرتے نظر آتے ہین ، خواتین فرانسیسی سنگھار کئے ہوئے ہین ، سوداگر اپنے کمینے پن کا ثبوت دیتے ہین ۔ اس کے دو ڈرامے بہت ہی عمدہ ہین ۔ " دی جنٹلمین ڈانسنگ ماسٹر " (THE GENTLEMAN DANCING MASTER) اور " دی پَلین ڈِیلَر " (THE PLAIN DEALER) ۔ پہلے ڈرامے مین ہیپولیٹا (HIPPOLYTA) کا

کردار بہت دل کش ہے۔ ویچرلے فرانسیسی ڈرامہ نگار مولیئر*(MOLIERE) کے اثر مین ہے ۔ اس کا دوسرا ڈرامہ مولیئر کے "لے مِزانتھروپ" (LE MISANTHROPE) کی یاد دلاتا ہے ۔ اس مین فری مین (FREEMAN) اور مینلی (MANLY) بڑے زور دار کردار ہین ۔ ویچرلے کی کمیڈیون کی مخصوص دل چسپی مکالمون مین ہے جو ہر جگہ پُر از ذکاوت ہین ۔ "پلین ڈیلر" مین داخلی عنصر بہت تیز ہے ۔ مینلی کا دنیا کی برائیون پر غصّہ مصنّف کے اپنے فلسفۂ حیات کا آئینہ دار ہے ۔

مگر اس قسم کی کمیڈی عروج کمال پر ان دونون ڈرامہ نگارون کے قریب دس برس بعد ولیم کونگریو (WILLIAM CONGREVE؛ ۱۶۷۰ء تا ۱۷۲۹ء) کی "دی وے آف دی ورلڈ" (THE WAY OF THE WORLD) مین پہنچتی ہے۔ کونگریو نے اور ڈرامے بھی لکھے جو مقبول ہوئے مگر اس کی کمیڈی کی طرف زیادہ توجہ نہ دی گئی اور وہ نا امید ہوکر ڈرامہ نگاری چھوڑ بیٹھا ۔ مگر آج یہ کمیڈی ہی پورے دور کا حاصل ہے ۔ قصّہ وہی دو ہیرو اور دو ہیروئنون کا ہے جو ہر کمیڈی مین ملتا ہے ۔ عشق کی بنیاد لالچ ہے ، اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے کو پکڑنا ، بوڑھی عورتون کی خود پسندی، ایک آدھ احمق مسخرے ، ان سب عناصر سے مل کر پلاٹ تیار ہوا ہے ؛ سب اپنے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے سازش کرتے ہین اور آخر مین سب کی پول کھل جاتی ہے ۔ پلاٹ کی تعمیر مین کونگریو سب پر سبقت لے جاتا ہے ۔ مگر اس ڈرامے کی سب سے زیادہ نفیس حسین اور دائمی طور پر زندہ کردار میلامانٹ (MILLAMANT) ہے ۔ اس کی ذکاوت کمال ہے ۔ وہ بڑا اعلیٰ مذاق رکھتی ہے اور ادب پر تنقید کرتی ہے مگر اس کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے چاہنے والون کے اقوال کو الٹ دیتی ہے ۔ محبت نامون کے استعمال پر اور محبت کرنے والون کے نظریات پر اس نے وہ وہ جملے کسے ہین کہ

---

* اصل نام ژاں باپتست پوکلاں (JEAN BAPTISTE POQUELIN، ۱۶۲۲ء تا ۱۶۷۳ء) ۔

دل لوٹ جاتا ہے ۔ ذکاوت ہر جگہ مکالمے کا اہم عنصر ہے ۔ مگر مسز میلامانٹ کی باتون مین ذکاوت اور شگفتگی اپنے حد کو پہنچتی ہے ۔ وہ انگریزی ادب کی اہم ترین ہیروئنون مین سے ہے ۔ کونگریو کی نثر بھی اس دور کی نثر کا کمال ہے ؛ اس مین اگر گہرائی ہوتی تو وہ عظیم ترین کمیڈی لکھنے والون مین ہوتا ۔ پھر بھی اس کی یہ ایک کمیڈی اسے دائمی وقعت دینے کے لئے کافی ہے ۔

عقلیت کا فلسفہ اور سائنس

بحالئ بادشاہت کے دور پر عقلیت (RATIONALISM) کا فلسفہ حاوی نظر آتا ہے ۔ خواہ بات انسان کی ہو یا فطرت کی یا معاشرے کی، کوشش اس کی ہوتی ہے کہ ہر مسئلے کو عقل کی بنیاد پر سوچا اور پرکھا جائے اور اس کا عقلی حل تلاش کیا جائے ۔ یہ بات درست ہے کہ مزاجی طور پر انگریز عقلی سوچ سے زیادہ تجربے پر انحصار کرتا ہے، مگر زمانے کا مزاج بدل چکا تھا ۔ فرانسیسی فلسفی دیکارت (DESCARTES) کے فلسفے کا اثر انگلستان مین اور خصوصاً کیمبرج یونیورسٹی کے فلسفیون پر خاصا گہرا تھا ۔ دیکارت کے فلسفے کی بنیاد عقلی استدلال پر ہے ۔

سترھوین صدی کا انگریز سیاسی فلسفی ہابس (HOBBES) ۱۶۶۰ء سے پہلے لیویاتھن (LEVIATHAN) مین اپنا فلسفیانہ نظام تعمیر کرچکا تھا ۔ مگر ہابس کا اثر اُسی وقت گہرا ہوا جب بادشاہت بحال ہوئی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور مین انگریزون کا مزاج فطری طور پر عقلی استدلال کو ماننے پر تیار ہونے لگا تھا ۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگرچہ ہابس کا مزاج تجربی (EMPIRICAL) تھا لیکن اس کا طریق کار استدلالی تھا ۔ اس کے علاوہ سائنس کے اثرات کے تحت ہابس نے اپنے فلسفے مین یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسان کا ذھن اور معاشرہ میکانیکی اصولون پر کام کرتا ہے ۔ یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ نئی سائنسی دریافتون نے لوگون کے ذھن کو متاثر کیا تھا ۔ نیوٹن کا سائنس

اس سلسلے کی سب سے آخری کڑی ہے اس لئے کہ نیوٹن نے جب قانون تجاذب (LAW OF GRAVITATION) دریافت کیا اور "پرنسیپا مبتھیمیٹیکا" (PRINCIPIA MATHEMATICA) شائع کی تو عقدہ کھلا کہ صرف دنیا ہی نہین بلکہ ساری کائنات میکانیکی اصولوں پر چل رہی ہے ۔ اس طرح عقلیت کے اس دور کے اجزائے ترکیبی عقل، سائنس اور تجرباتی مادہ پرستی معلوم ہوتے ہین۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو نشاۃ الثانیہ نہین بلکہ عقلیت کے اس دور سے ہی جدید دنیا (MODERN WORLD) شروع ہوتی ہے ۔ نشاۃ الثانیہ مین تو پھر بھی قرون وسطی کے بہت سے نشانات ملتے ہین ، مگر سترھوین صدی کے وسط سے قرون وسطی واقعتاً ہمیشہ کے لئے ماضی کے دھندلکون مین چھپ گیا ۔ جیسے جیسے ہم اس دور مین آگے بڑھتے ہین مذہب کا شیرازہ بکھرتا چلا جاتا ہے ۔

تاریخ نگاری نے بھی اس دور مین بہت ترقی کی ۔ اس دور مین لکھی جانے والی تاریخی کتب مین لارڈ کلیرنڈن (EDWARD HYDE, EARL OF CLARENDON) کی "سول وار" (CIVIL WAR) "برنٹ" (BURNET) ، "ہسٹری آف مائی اون ٹائم" (HISTORY OF MY OWN TIME) کا ذکر کیا جاسکتا ہے ۔ علاوہ ازین "لائف آف کرنل ھچنسن" (LIFE OF COLONEL HUTCHINSON) اور "لائف آف ولیم کیونڈش ڈیوک آف نیو کاسل" (LIFE OF WILLIAM CAVENDISH, DUKE OF CAVENDISH)

اس سلسلے مین دو روزنامچہ نگار بھی اہم ہین جن کی روزمرہ کی زندگی کے نقوش محض تاریخ کے دائرے سے نکل کر ادب کے دائرے مین آجاتے ہین ۔ جون ایولن (JOHN EVELYN ،۱۶۲۰ء تا ۱۷۰۶ء) اور سیموئل پیپیز (SAMUEL PEPYS ؛۱۶۳۳ء تا ۱۷۰۳ء) کے روزنامچے اس قدر دل چسپ ہین کہ ناول معلوم ہوتے ہین۔ دونون اپنے مشاہدات کو سیدھے سادے رنگ مین پیش کرتے ہین ۔ ایولن کا روزنامچہ زندگی کے ہر شعبے کی سیر دکھاتا ہے ۔ پیپیز کا روزنامچہ ٹکڑوں مین تقسیم ہے جن مین سے ہر ایک کسی ایک دن لکھا

گیا تھا ۔ اس میں لندن کے حالات اور خاص طور پر اس آگ کے بیانات جو اُن دنوں لندن میں لگی تھی انگریزی نثر میں بیش بہا اضافے ہیں ۔

سائنس کی ترقی سے نفسیات میں بھی دل چسپی بڑھی ۔ اخلاقیات کو سائنسی بنیاد پر اُستوار کیا گیا ، انگریزی نثر نگاروں کی توجہ فرانسیسی مضمون نگار مونتیں (MONTAIGNE)* کی طرف گئی اور داخلی مضمون نگاری کی ابتدا ہوئی ۔ ابراھم کاؤلے (ABRAHAM COWLEY ؛ ۱۶۱۸ء تا ۱۶۶۷ء) کے مضامین انگریزی میں داخلی مضامین کی پہلی مثال ہیں ۔ ان کی تعداد گیارہ ہے اور ان میں سے ہر ایک میں مصنّف نے کوئی اخلاقی مسئلہ اپنے نقطۂ نظر سے پیش کیا ہے ۔ ان میں سے کچھ مضامین ادب میں دائمی اضافہ ہیں ۔ مونتیں سے متاثر ہوکر سر ولیم ٹمپل (SIR WILLIAM TEMPLE) نے تنقیدی مضمون نگاری کی بھی بنیاد رکھی ۔ "آف اینشنٹ اینڈ ماڈرن لرننگ" (OF ANCIENT AND MODERN LEARNING) کا طرز کلاسیکی نثر کی پہلی مثال ہے ۔

ان تمام تصانیف کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اِس دَور کے ختم ہوتے ہوتے نثر کا جدید رنگ قائم ہوگیا ۔

جَون بَنیِن

اِس دور کے خاص دھارے سے بالکل الگ ہمیں ایک شخص نظر آتا ہے جو اس دور کا سب سے بڑا آدمی تھا ۔ ڈرائیڈن کی ادبیت اگرچہ اس شخص سے زیادہ ہے مگر اس کی فطرت اور خداداد قوتیں حیرت انگیز ہیں ۔ یہ شخص جَون بَنیِن (JOHN BUNYAN ؛ ۱۶۲۸ء تا ۱۶۸۸ء) ایک برتن بنانے والے کا بیٹا تھا جس نے اپنی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سیکھی اور انجیل کے علاوہ کوئی اور کتاب نہیں پڑھی مگر اس کی تصانیف خداداد قوتِ تخلیق کا

---

* MICHEL YQUEM DE MONTAIGNE (۱۵۳۳ء تا ۱۵۹۲ء) ۔

کا معجزہ دکھاتی ھین ۔ اس کا ذھن صوفیون کی طرح روحانی تجربات مین محو رھا ۔ اُس کو اِلہامات ھوتے تھے اور اُن کو وہ رقم کرتا تھا۔ سچّے مذھب کی تلاش مین سرگردان رھنے کے بعد وہ بَیپٹِسٹ (BAPTIST) ھوگیا اور وعظ کرتا پھرا ۔ بحالیٔ بادشاھت کے بعد اسے قید کرلیا گیا اور وہ بارہ برس تک زندان مین رھا ۔ ۱۶۷۲ء مین آزاد کیا گیا مگر پھر قید کرلیا گیا ۔ اپنی شاھکار تصنیف " دی پلگرمز پروگریس" (THE PILGRIM'S PROGRESS) اس نے قید ھی مین لکھی ۔ اس کے علاوہ اس نے تین اور تصانیف چھوڑی ھین جن مین سے ھر ایک شاھکار ھے ۔

اس کی پہلی تصنیف ایک خود نوشتہ روحانی سوانح ھے ۔ بڑے دل چسپ طریقے پر اُس نے اپنے روحانی تجربات اور اخلاقی کشمکش کا قصّہ بیان کیا ھے ۔ شیطان اس کے چارون طرف ھے اور اس سے پناہ حاصل کرنے کے لئے وہ اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا ھے ۔ آخر کو خدا کا رحم اس کی مدد کو آتا ھے اور اسے راہِ نجات مل جاتی ھے ۔ اس کی قصّہ گوئی کی قوّت نمایان ھے اور نفسیات کا ذوق مکمل ھے ۔ اس کے ایک اور ناول مین ھم جدید ناول نگاری کے بیج کو زمین مین بویا جاتا ھوا دیکھتے ھین ۔ یہ تصنیف جس کا نام " گریَس اَباؤنڈنِگ " (GRACE ABOUNDING) ھے بَنیَن کے خدا اور روحانیت سے تعلق کا مکمل نقشہ پیش کردیتی ھے ۔

بنین کی ھر کتاب کا یہی موضوع ھے ۔ ھولی وار (HOLY WAR) مین اسے گہرا تمثیلی بنادیا گیا ھے ۔ مَینس سَول (MAN'S SOUL) یعنی انسان کی روح ایک قلعہ ھے جس کے پھاٹک حیات ھین ۔ اس پر حملون کا طویل قصّہ چلتا ھے ۔ ھر جگہ نفس انسانی کو عجیب عجیب تمثیلی صورتون مین دکھایا گیا ھے ۔ مَینَس سَول کو آخر مین آسمانی مدد بچا لیتی ھے ۔ شکوہ مین یہ تمثیلی ایپک کے درجے پر پہنچتی ھے ۔ تخیلی لحاظ سے یہ تصنیف پہلی تصنیف سے بہت آگے ھے ۔ سیدھا سیدھا قصّہ بیان کرنے کے بجائے ھر واقعے کو تمثیل مین بدل دینا کمال ھے ۔

" لائف اینڈ ڈیتھ آف مسٹر بیڈمین " (LIFE AND

(DEATH OF MR. BADMAN) ایک نئے قسم کا شاہکار ہے۔ اسے اکثر ناول بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ اس مین دو آدمی باتین کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین اور ان ہی کی باتون سے "مسٹر بیڈ مین" (MR. BADMAN) کا کردار بنتا ہے۔ یہ کردار ہر قسم کی بُرائیون کی تمثیل ہے مگر یہ ناول کے کردار کی طرح پہلودار ہے، اس کے اقوال دل مین اتر جاتے ہین۔ اس کا شادی کے سلسلے مین کہنا کہ "جب مجھے تازہ دودھ روز مل جاتا ہے تو مین گائے کیون پالون"، مشہور عالم ہے۔ آخر تک وہ برائی مین کامل رہتا ہے اور خدا سے انکار کرتا ہوا ہی مر جاتا ہے۔

مگر بنین کا شاہکار "پلگرمز پروگریس" (PILGRIM'S PROGRESS) ہے۔ یہ انگریزی کی مقبول ترین کتابون مین سے ہے اور اس کا دنیا کی ہر زبان مین ترجمہ ہوگیا ہے۔ جہان تک ہمین معلوم ہوسکا ہے یہ ایک الہام کی صورت مین نازل ہوئی۔ اس کا ہیرو "کرسچین" (CHRISTIAN) اپنی پیٹھ پر گناہون کا بوجھ لادے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ پھر وہ آسمانی مُلک کو جانے کی تیاری کرتا ہے۔ کچھ لوگ ساتھ جانے کو تیار ہین مگر راستے ہی سے لوٹ آتے ہین۔ ایک "ورڈلی وائزمین (WORDLY WISEMAN) یعنی دنیا دار آدمی بڑا ہی دل چسپ کردار اُسے اِس راہ پر جانے سے منع کرتا ہے مگر وہ چلا ہی جاتا ہے۔ راستے مین اُسے ہر طرح کے تخیّلی کردار ملتے ہین، وہ بڑے خوب صورت مقامات جیسے "ڈلیکٹیبل ماؤنٹینس" (DELECTABLE MOUNTAINS) مین پہنچتا ہے یا پوری دنیا کے ایسے مکمل نقشے جیسے "وینٹی فیر" (VANITY FAIR) یعنی خود پسندی سے گزرتا ہے۔ "فیتھفل" (FAITHFUL) یعنی وفادار اس کے ساتھ ہے، وہان ایک دیو "ڈسپیر" (DESPAIR) یعنی مایوسی اسے قید کر لیتا ہے؛ اور آخر مین وہ آسمانی بادشاہت مین پہنچ جاتا ہے۔ پوری کتاب سراسر الہام ہے۔ کہین پر ذرا سی بھی تھکن نہین ہوتی۔ ہر جگہ روح کو ایک عجیب کیف اور روحانی تسکین ملتی ہے۔ یہ تصنیف انگریز قوم کے ضمیر سے اس قدر

قریب آجاتی ہے کہ ہر گھر میں اِس کی انجیل کے برابر قدر ہوتی ہے ۔ ذہن کے ساتھ یہاں وہ تصوّف شامل ہے جس کی عظمت کو انگریز سمجھتا ہے اور جس تک پہنچنے کی اُسے خواہش ہے ۔

بنین پیدائشی نثر نگار کی بہترین مثال ہے ۔ اس کی زبان انجیل کے ترجمے کی زبان ہے؛ وہی سادگی، وہی سلاست، وہی شگفتگی، وہی روانی ۔ انجیل کے سوا اُس نے کوئی کتاب نہ پڑھی تھی مگر اس سے فنِ نثر نگاری کا ہر اُصول قدرتی طور پر آگیا ۔ توازن، اختصار اور تنظیم بھی عجیب طریقے پر اس میں شامل ہوگئے ہیں۔ عقیدے نے فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دئے ہیں ۔ بنِیَن ادب کا ایک معجزہ ہے ۔

باب چہارم

کلاسیکیت کی نوعیت

ڈرائیڈن سے ڈاکٹر جانسن تک کلاسیکیت کی طرف رجحان پختہ ہوتا گیا ۔ ڈرائیڈن مین بہت سے متضاد عناصر تھے البتہ الگزینڈر پوپ (ALEXANDER POPE ؛ ۱۶۸۸ء تا ۱۷۴۴ء) مثالی کلاسیکی ہے اور ڈاکٹر جانسن شعوری طور پر کلاسیکی ہے ۔

" کلاسیکی" اور " کلاسیکیت " کی اصطلاحین لفظ کلاسیک (CLASSIQUE) سے مشتق ہین جس کے معنی ہین" سب سے اعلی درجے کا"۔ سولھوین تا اٹھارہوین صدی کے دوران یہ اصطلاحین قدیم رومی اور یونانی ادب کے لئے استعمال ہونے لگی تھین ۔ ادب کے مورخ " کلاسیکی" یا نوکلاسیکی"(NEOCLASSICAL) کی اصطلاحین خاص طور پر اس ادب کے لئے استعمال کرتے ہین جو ۱۷۰۰ء سے ۱۷۴۰ء تک تصنیف ہوا کیونکہ اس دور مین رومی ادب کی اشکال ، اقدار اور اطوار برتنے کی کوشش کی گئی ۔ اس دور مین فرانس کی کلاسیکی تحریک انگلستان کی تحریک سے زیادہ طاقتور تھی اور فرانسیسیون نے قدیم رومی اور یونانی ادب کے اصول و قواعد برتنے مین زیادہ سختی سے کام لیا ۔

کلاسیکی تخلیقات جدّت طبع کا نتیجہ ہوتی ہین اور انفرادی خصوصیات رکھتی ہین مگر ان کو ایک ساتھ رکھا جائے تو ان مین کچھ مشترک اصول بھی نظر آتے ہین ۔ ارسطو نے اسی طرح یونانی ڈرامے کے اصول وضع کئے اور اس سے فن شاعری بلکہ ہر فن کے معیار کے مطابق اصول اخذ کئے تھے ۔ لاطینی مین ہوریس (HORACE)

اور کنوٹینلن نے یہی کیا مگر وہ محض فلسفی تھا اور یہ دونون فنکار تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محض پابندی اصول ایک فن بن گیا ۔ ایک تحریک چلی جو فرانس سے آئی ـ ڈرائیڈن نے اسے اپنایا اور پوپ نے اسے مستقل حیثیت دے دی ۔ ظاہر ھے کہ جب فن کسی بالکل زبردستی عائد کئے ہوئے اصول کی پابندی بن جاتا ھے تو اس مین جان باقی نہین رہتی ۔ اس لئے رومانی شاعرون اور ان کے پیرو نقّادون نے کلاسیکی شاعرون کو شاعر ھی نہین مانا ۔ مگر یہ ان کی زیادتی تھی ۔ کلاسیکی فن اپنے توازن اور تشکیل کی خوبیون کی وجہ سے دل کو کھینچتا ھے اور پوپ جیسے کچھ اور لوگ نظر آتے ھین جو اس فن کو برتنے ھی کے لئے پیدا کئے گئے تھے اور جن کی تصانیف کے اثر سے انکار نہین ھوسکتا ۔

کلاسیکی نصب العین یہ تھا کہ ادب کو ذھن ، عقل یا دماغ کے قابو مین لے آیا جائے ۔ اعلی خیالات کے بجائے معمولی عام فہم باتین ، ادا مین صفائی ، خیالات اور طرز کے درمیان توازن پر زور دیا گیا ۔ معلوم ہوتا ھے کہ قومی ذھن کا ارتقا جس کی ابتدا بحالئ بادشاھت سے ہوئی اب اپنی انتہا کو پہنچ رہا تھا ۔ دانش وران یونان نے ادب کو بھی دانش کا شعبہ ھی رکھا تھا ۔ دانش کی راھبری کی ضرورت بحالئ بادشاھت سے انگریز قوم کو محسوس ہوئی مگر اس راھبری کا اثر جمتے جمتے دیر لگی ۔ آھستہ آھستہ خیالات اور ھیئت دونون پر یہ اثر جم گیا ۔ ادب کا اصول یہ ٹھیرا کہ کہان تک وہ قدما کی تقلید ھے ۔ ظاھر ھے کہ اس ادب مین جوش و جذبے کی جگہ ایک صفائی اور بناوٹ نمایان ھے ۔ مگر پوپ ایسے کامل اس فن مین بھی ایک مخصوص دلچسپی اور ایک دائمی نور پیدا کرلیتے ھین ۔

یہ حالات بھی قوم کو اسی طرف لئے جا رہے ھین ۔ متوسط طبقہ اہم ہوتا جارہا ھے رؤسا ان سے مل کر سیاست مین گامزن ھین ۔ اس طرح تہذیب اور ثقافت کے نمائندون کا گروہ بھی بہت ھی بڑا ھے ؛ یہ تہذیب بھی ایک نئی صورت اختیار کر رھی ھے ، اس کو لطافت اور حُسن سے زیادہ مفاد سے سروکار ھے ! اخلاق مین

متوسط طبقے کے لوگون کو بہت اونچے جانے سے نفرت ہے، فائدے کی سیدھی سیدھی باتین آسانی سے سمجھ مین آنے والے انداز مین سننا چاھتے ہین ۔ ملکہ این (ANNE) اور جارج اوّل کے زمانے مین یہ کلاسیکی تہذیب اِتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ آئندہ رومانیت سے اس کا برابر کا ٹکراؤ رہتا ہے ۔ یہ طبقہ اخلاقی لحاظ سے چاہے جہان بھی تھا مگر اخلاق کا بڑی شدّت سے حامی اور طرف دار تھا ۔ اس سلسلے مین ادب سے بڑا اہم کام جو لیا گیا وہ ایڈیسن اور اسٹیل کے رسالے اور ان کی پیروی مین اخلاق درست کرنے کے لئے جو ادب نکلا اس مین یہ تحریک قوم کی زندگی کے ہر پہلو کو گھیرتی رہی ۔ عورتون کی زندگی، تھیٹر، سیاست سب ہی کچھ اس کے دائرے مین آگئے ۔ متوسط طبقے کی ضروریات اور رجحانات کا یہ ادب سب سے اہم آئینہ دار اور کلاسیکیت کی سب سے زیادہ قوی صورت ہے ۔

مگر کلاسیکیت کی بہترین نمائندہ اس دور کی شاعری ہے ۔ پوپ بچپن ہی مین ریاضی جیسی صحیح شاعری کرتا تھا اور اس کے کلام مین ہر وہ چیز ہے جو کلاسیکی شاعری کے لئے مخصوص ہے ۔ طنزیہ موضوعات ، اخلاق کا درس ، ذکاوت اور ساتھ ہی ساتھ ایک نئی زبان یا طرز جو شاعری سے مخصوص ہے اور کپلٹ جن مین کہین بھی ذرا سا سقم نہین آتا ۔ اس شاعری مین خیالات سے زیادہ ان کی ادائیگی اہم ہے مگر یہ ایسی ہے کہ اکثر پوپ خود بھی اس کو صحیح نہ بٹھا سکا اور اس کے پیروون کے ھاتھ مین تو وہی عالم نظر آتا ہے جو تک بندون کے یہان ہمیشہ دکھائی دیتا ہے ۔ کچھ خاص جملے، کچھ خاص تراکیب ہی شاعری مین لائی جاسکین ۔ شاعری مجموعی طور پر میکانیکی نظر آئی ۔

اس دور کو بھی ڈرائیڈن کے دور کی طرح نثر کا دور کہا جاتا ہے ۔ مگر ایسی آرا مین کافی حد تک رومانی طرف داری شامل ہوتی ہے ۔ کلاسیکیت کے عقل و دانش کو اہمیت توازن اور صحت کو مرکزیت دینے سے ادب مین ایک تندرستی نظر آئی جو رومانی ادب مین نہین ہوتی ۔ ایک نئی ذہنیت وجود مین آئی جس نے شاعری

کو بے راہ روی سے بچایا اور نثر کو عروج بخشا ۔

کلاسیکیت کو میتھیو آرنلڈ (MATHEW ARNOLD) نے نثریت سے وابستہ کرکے اس کی اہمیت کو پوری انیسوین صدی کے لئے کم کر دیا اور آج بھی پرانے مذاق والے ڈرائیڈن اور پوپ کو شاعر نہین مانتے ۔ مگر اصل مین اعلیٰ ترین ادب کے لئے رومانیت اور کلاسیکیت کا آہنگ ضروری ہے ۔ کلاسیکی شاعر واقعات پر نظر رکھتا ہے ، اپنی ہستی کو بالکل پوشیدہ کر جاتا ہے، طنز و مزاج کے رنگ رکھاتا ہے اور قواعد زبان ، تراکیب اور عروض کا اتنی سخت گیری سے خیال رکھتا ہے جتنا کہ ہمارے اردو اور فارسی وغیرہ کے شاعر ۔ ہمارے فنّی نقطۂ نظر سے کلاسیکی شاعری ہمین زیادہ متوجہ کرتی ہے ۔ اس مین ہیئت کی ایک طرف ہم وہ شکل دیکھتے ہین جس کے بغیر ہم شاعری کو شاعری نہین سمجھتے، یعنی طرز و عروض مین ہر قسم کی غلطی کا فقدان ؛ مگر ساتھ ساتھ یہ شاعری ہیئت کے ان بڑے اصولون تک پہنچی ہے کہ پوری نظم اتحاد ، تاثر، ارتقا اور ہر دو قسم کے توازن کی کامل مثال ہو جاتی ہے ۔

باب پنجم

پوپ

۱۶۸۸ تا ۱۷۴۴ء

پوپ کی ہستی بڑی تعجب انگیز ہے - بڑے سے بڑے شاعر ایک شاعرانہ فطرت لے کر پیدا ہوتے ہیں اور مشق سے اُن کا فن درستی پر آتا ہے مگر پوپ نے بچپن ہی سے کامل شعر کہنا شروع کردئے - اس کا فن میکانیکی سہی مگر اس کے لئے بالکل قدرتی ہے۔ اس کا باپ کپڑے کا سوداگر تھا اور اس کا مذہب رومن کیتھولک - وہ کسی خاص درس گاہ میں نہیں گیا مگر لاطینی قدما کے کلام کو اس دل چسپی سے پڑھتا رہا کہ اُنیس برس کے سِن تک ان کی تمام صفات اس کی تصانیف ہوگئیں اور اسی سن سے وہ کلاسیکی شاعری کے شاہکار پیش کرنے لگا -

پوپ کی زندگی ظاہرا بڑے اطمینان سے گزری - بیس برس کے سن تک عزّت ، شہرت ، دولت سب ہی کچھ اس کو حاصل ہوگئی۔ اس نے ٹوِیکنہم (TWICKENHAM) کے مقام پر ایک خوب صورت گھر بنوایا جس میں ایک ملازمہ ——— جو اس کی ہر طرح خدمت کرتی اور اس پر ہر طرح کا قابو رکھتی تھی——— کے ساتھ اس نے زندگی گزار دی۔ اس دور کے تمام بڑے ادیب اس کے دوست رہے اور اس کی قدر کرتے رہے - مگر اس کی زندگی تمام تر پُر اطمینان نہ تھی ؛ جہاں دوستوں میں اس کے ساتھ خوشی سے دن گزارنے والے تھے وہاں اس سے جلنے والے دشمنوں نے اس کے خلاف لکھ لکھ کر اس کی زندگی عذاب کردی تھی - یہ اس کی کمزوری ہے کہ اس نے ہر مخالفت

کا جواب ضرور دیا جس سے اُس کی کسر شان ہوئی ، ورنہ وہ اپنے ملک اور شاعری مین اپنے دور کا شان دار قانون ساز تھا اور عوام کی نظر مین اس کا محل بادشاہ وقت کے محل سے زیادہ وقعت رکھتا تھا ۔ انگلستانی معاشرے مین ادیب کی شان پوپ نے ہی قائم کی ۔

کلاسیکی شاعری کا فن شاعری کو بہت حد تک محدود کر دیتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اس مین ایک دانش مندانہ توازن بھی پیدا کر دیتا ہے ۔ جس طرح فرانس مین بوالو (BOILEAU) کلاسیکی فن کا سب سے بڑا نمائندہ ہے اُسی طرح پوپ انگلستان مین اس فن کو کمال پر پہنچاتا ہے ۔ بیس برس کے سِن مین اس کی پہلی نظمین " پاسٹورلز" (PASTORALS) شائع ہوئین ۔ ان مین مواد تو قدیم لاطینی شاعرون سے لیا گیا ہے مگر کمال یہ ہے کہ عروض ، فنکارانہ صحت اور پختگی پر پہنچا ہوا ہے ۔ یہ نظم ۱۷۰۹ء مین شائع ہوئی ۔ ۱۷۱۳ء مین " ونڈسر فارسٹ " (WINDSOR FOREST) چھپی جو زیادہ وسعت رکھتی ہے اور ہر قسم کے تاثرات یکجا کرتی ہے ۔

مگر آخرالذکر سے پہلے ۱۷۱۲ء مین " ایسے آن کرٹیسزم" (ESSAY ON CRITICISM) چھپی اور اس کے بعد ۱۷۱۴ء مین " دی ریپ آف دی لاک "(THE RAPE OF THE LOCK) چھپی ۔ یہ دونون نظمین یورپ مین نئے کلاسیکی فن کے شاہکار اور پوپ کی مقبول ترین نظمون مین سے ہین ۔

ایسے آن کرٹیسزم

" ایسے آن کرٹیسزم "(ESSAY ON CRITICISM) مین شگفتہ اور چبھتے ہوئے " کپلٹس " پہلے تخلیق و تنقید مین فرق بتاتے ہین ۔ دونون خداداد قوتین ہین مگر نقّاد کا صحیح مقام حاصل کرنے کے لئے انسان کے لئے متوازن ہونا اور کچھ اصول جاننا ضروری ہے ۔ پہلا اصول یہ ہے کہ قدرت کی پیروی کی جائے ؛ مگر

قدرت کی پیروی کے یہاں کیا معنی هین؟ هر قسم کے فنکار کو قدرت کا آئینه دار هی هونا چاهئیے ۔ مگر کلاسیکیون کے لئے قدرت کے معنی وه اصول هین جو قدما کے کلام سے اخذ کئے گئے هین؛ یہاں قدرت کو تشکیل دی گئی هے ۔ اس سلسلے مین یونانی ادب کا ذکر آتا هے اور یه صلاح دی جاتی هے که ان اصولون کو اچھی طرح جاننا چاهئیے کیون که ان کی نقل کرنا قدرت کی نقل کرنا هے ۔ ادیب کا مطالعه ان اصولون کے نقطۂ نظر سے کرنا چاهئیے ؛ کچھ اصول محض خیالات کو اهم بتاتے هین ،کچھ محض زبان کو اور کچھ عروض کو، مگر اصلؔ فن مین سب چیزین هم آهنگ هوتی هین ۔

کلاسیکیت کو سمجھنے کے لئے اس نظم کا گہرا مطالعه ضروری هے ۔ قدرت اور قدما کے فن کو جس طرح ایک دکھایا گیا هے وه اس پورے نظریے کی جان هے ؛ مگر خاص بات یه هے که احتیاط ، صحت ، محنت ، ادبی توجه وغیره کی مدد سے پیدا هونے والے فن پر یہان آسمانی هدایت ملتی هے ۔ پوپ کے ساتھی ان اصولون کو برتنے مین انھین میکانیکی بنا دین گے اور آگے آنے والے ان سے کناره کش هو جائین گے مگر پوپ کی اس نظم کا انگریزی مین وهی درجه رهے گا جو لاطینی مین هوریس کی "آرس پوئیٹیکا" (ARS POETICA) کا هے ۔

دی ریپ آف دی لاک (THE RAPE OF THE LOCK)

اس اصولی شاهکار کے ساتھ هی ساتھ عملی یا فنّی شاهکار "ریپ آف دی لاک" (RAPE OF THE LOCK) هے ۔ اس سے زیاده زنده ، هر دل عزیز، فنّی لحاظ سے کامل کلاسیکی نظم شاید هی کوئی اور هو ۔ ایک فیشن‌ایبل صاحبزادی بیلنڈا (BELINDA) کے زلف کاٹے جانے کا قصّه کامل ایپک (EPIC) انداز مین بیان هوا هے ۔ بیلنڈا کی آرام گاه، اس کے خواب، آسمانی روحین جو اس کی حفاظت پر مامور هین سب بڑے دل کش انداز مین سامنے لائے جاتے هین ۔ بیلنڈا کے سنگھار کا سین ایپک شاعری کا کمال هے ۔

پہلا حصّہ یہان ختم ہوتا ھے ۔ دوسرا حصّہ بائرن* (BYRON) کی طرف توجہ دلاتا ھے ؛ اس کی تمنّاؤن ، التجاؤن اور دعاؤن کے تمام طریقے جدید ھین ، کمال ھین ۔ یہان ایک خاص قسم کی خرافات تخلیق کی جاتی ھے ۔ ایریئل (ARIEL) اور اس کے ساتھ نہایت خوب صورت روحین جو دریائے ٹیمز پر بجرے مین بیلنڈا کی حفاظت پر مامور ھین ؛ ان کی عام خصوصیات دکھانے مین صنف نازک پر بڑی لطیف چوٹین ھین ۔ پوپ کی ذکاوت اور قافیہ پیمائی کمال دکھاتی ھے ۔ تیسرے حصّے مین دونون " ھمپٹن کورٹ " (HAMPTON COURT) پہنچ گئے ھین اور یہان تاش کھیلنے کا حد سے زیادہ دل کش منظر بیان کیا گیا ھے ؛ پھر قہوہ پینے کا منظر ھے اور قصّہ اپنے مرکز پر پہنچتا ھے ۔ بیلنڈا کافی کے پیالے پر سر جھکاتی ھے ۔ زلف لٹکتی ھے اور بائرن قینچی چلادیتا ھے ۔ محافظ روح بھی ساتھ کٹ جاتی ھے مگر زندہ رھتی ھے ۔ اب ایک ھنگامہ برپا ھوتا ھے ؛ آسمان و زمین کے قلابے ملائے جاتے ھین ؛ بائرن بیلنڈا کی زلف دکھاتا پھرتا ھے ۔ غرض آخری دو حصّون مین خواتین کی نگاھون اور مردون کی عقلون کے درمیان لطیف جنگ ھوتی ھے ۔ بائرن پکڑا تو جاتا ھے مگر زلف نہین ملتی ۔ شاعر بتاتا ھے کہ یہ زلف آسمان پر پہنچ کر اور ستارون مین شامل ھوگئی ۔

آخری حصّہ شاعرانہ تعلّی کہا جاسکتا ھے ۔ مگر اس مین شک نہین کہ یہ نظم یورپی شاعری کے درخشان ستارون مین سے ھے ۔ کلاسیکی صحت ، ترکیب اور تشکیل یہان ایک عجیب رنگ اختیار کرتے ھین ۔ ملکہ این کا معاشرہ ، جوان لڑکیون کی خود نمائی ، لڑکون کی ھوا پرستی ، خاص مشغلے ، مخصوص قسم کے مرد اور عورت ، ساتھ ھی ساتھ ایک خوب صورت نسائیت زدہ روحانی دنیا ایک تخلیق سامنے لاتے ھین جو اپنی اثر انگیزی مین لاجواب ھے ۔ حقیقت ، سنجیدگی ، ھنسی ایسی ھم آھنگی کے ساتھ رنگ بدلتی ھوئی آتی ھین کہ دل ھی لطف لیتا ھے ۔ کپلٹ کمال کے درجے تک متوازن ھین ،

---

* اس نظم کا ایک کردار ۔

غور سے دیکھئے تو بالکل میکانیکی هین مگر پوپ کی ذکاوت کا وہ عالم هے کہ هوا مین اڑتے هوئے معلوم هوتے هین ۔ اس کا نام آتے ، هی چهرے پر شگفتگی آجاتی هے ۔ انگریزی کی اس سے زیادہ مزاحیہ نظم کوئی نهین ۔

طویل نظمین

پوپ کی زندگی تمام تر ادبی رهی ۔ وہ چھپن برس زندہ رها ۔ اس نے اپنی زندگی کو ایک طویل بیماری کہا اور لوگ اسے اس دور کے سب سے بڑے شاعر کی طرح پوجتے رهے ۔ اپنے دور مین اس کا سب سے بڑا کارنامہ هومر (HOMER) کا ترجمہ مانا گیا ۔ یہ ادبی دوستون کی صلاح پر شروع کیا گیا تھا ۔ مشتهرین نے فراوانی سے مدد کی ۔ یہ ترجمہ هومر کی زبان اور ترنّم کو اس درجہ بناوٹی بنا کر پیش کرتا هے کہ اصل هومر کا کوئی تاثر باقی نهین رهتا ۔ بڑے بڑے خیالی فقرے ایک نظام سا بنا لیتے هین اور اس سے "شاعرانہ زبان" کی بنیاد پڑتی هے جو شاعری کے لئے سمِ قاتل هوگئی تھی اور جسے رومانیت نے ختم کیا ۔ پوپ نے شان قائم رکھنے کے لئے کچھ خاص الفاظ بھی شاعری کے لئے مخصوص کر لئے تھے اور تراکیب کا بھی ایک مخصوص قسم کا ذخیرہ اکٹھا کیا تھا ۔ ان کے علاوہ دیگر الفاظ کو پست سمجھا جاتا تھا ۔ هماری شاعری مین بھی ، جیسا کہ حالی اور شبلی نے واضح کیا هے شاعری کی ایک الگ زبان بن گئی ، رائج هوئی اور پھر فرسودہ هوگئی ۔ پوپ کی اس نظم مین شاعرانہ زبان کی تخریب کے آثار نمایان هین ۔

هومر کا ترجمہ پوپ کے کارنامون مین سے تھا مگر یہ پھر بھی ترجمہ هی تھا ۔ پوپ کا ارادہ ایک عظیم طویل نظم لکھنے کا تھا چنان چہ اس نے طویل اخلاقی نظم " ایسے اون مین" (ESSAY ON MAN) لکھی ۔ یہ اخلاقی شاعری کا شاهکار اور بالکل فارسی اور اردو مثنویون سے مشابہ معلوم هوتی هے ۔ اپنے دور کے فلسفیون سے وہ گهرے طور پر متاثر هے اور یہ نظم مثالی فلسفی نظم کهلائے

جانے کے لائق ہے ؛ البتہ اس مین اس روحانی گرمی اور اس تخیّلی رنگ کی کمی ہے جو اعلی ترین نظمون مین ہونا ضروری ہے ۔ اس نظم کے کچھ حصّے اور کچھ اشعار دائمی قدر و قیمت رکھتے ہین ۔

پوپ کی طویل نظمون مین " ڈنسِیَڈ " (THE DUNCIAD) بہت اہم ہے ۔ ویسے تو یہ اس کے ظرف سے نیچے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پست درجے کے لوگون کا مذاق اڑائے مگر حقیقت یہ ہے کہ پوری نظم مین شر (EVIL) کا ایک مکمل گویا (IMAGE) ہے جو اسے اپنے دور کی بدذوقی اور بدمذاقی مین نظر آتا ہے ۔ اس نے اس نظم مین اپنے زمانے کے کئی شعرا کو مضحک بنادیا ہے ۔ متعدد ذہین نقّاد اس نظم کو پوپ کا شاہکار سمجھتے ہین ۔

پوپ نے بہت سی مختصر نظمین بھی چھوڑی ہین جن مین کئی بہت رومانی اور غنائی ہین ۔ ان مین " ایلیجی ٹو دی میمری آف این انفورچونیٹ لیڈی " (ELEGY TO THE MEMORY OF AN UNFORTUNATE LADY) بہت ہی پُردرد ہے ۔ " الائزا ٹو ابلارڈ " (ELOISA TO ABELARD) مین وہی آزاد رنگ پایا جاتا ہے جس کی بعد کے رومانی شاعرون نے طرف داری کی ، مگر یہ اور اس قسم کی اور نظمین پوپ کی نمائندگی نہین کرتین ۔

پوپ کی شاعری کے شاہکار " اِپسِل ٹُو آربتھنوٹ " (EPISTLE TO ARBUTHNOT) ہے ۔ پوپ اپنے کمرے مین بیٹھا ہوا ہے ۔ ہر قسم کے ملنے والون اور مصنّفین سے جو اس کی سفارش چاہتے ہین تنگ آکر ، وہ اپنے دوست کو خط لکھنے بیٹھتا ہے اور ان سب کی مضحک تصویرین کھینچتا ہے جو گدھون کی طرح اپنے کان کھڑے کئے ہوئے ہین ۔ اس نظم کے دل کش ترین حصّے وہ ہین جن مین پوپ نے اپنے بچپن کی زندگی ، اپنی شاعرانہ قوتون اور اپنے دوستون کا ذکر کیا ہے ۔ اَیٹِیکَس کا خاکہ اصل مین نثر نگار ایڈیسن کا خاکہ ہے ۔ پوپ کی خاکہ نگاری کا شاہکار اسپُورس (SPORUS) کا خاکہ بھی ہے جس کا اصل لارڈ ہاروے (LORD HARVEY) تھا ۔ غرض یہ پورا مجموعہ پوپ کی سب سے زیادہ دل چسپ نظمون مین سے ہے اور اس کے بے شمار خاکے

هر دم زندہ هین -

پوپ کی شاعری کی مخصوص وقعت اس کی طنز نگاری مین هے - اس مین زبردست تنقیدی شعور بچپن هی سے موجود تھا اور ساتھ هی ساتھ ایک پیدائشی ذکاوت اس کے اندر ودیعت کی هوئی تھی - اس معنی مین وہ ڈرائیڈن سے برتر تھا - مگر اس کی طنز زیادہ تر ذاتیات سے تعلق رکھتی هے، اس وجہ سے اس کی وقعت کم هو جاتی هے - کئی مقامات پر اس کو اخلاقی غصّہ آتا هے مگر جن لوگون نے اس پر لے دے کی وہ بڑی رکیک ذاتی سطح پر اتر آئے هین - فن کے لحاظ سے پوپ نے طنز کو فن لطیف بنا دیا - بحرون کے التزام کو طنز سے اس طرح هم آهنگ کیا هے کہ پڑھنے سے تعلق رکھتا هے - ڈرائیڈن کی طنز زور طبع کی وجہ سے زندہ رهے گی اور پوپ کی لطیف فنکاری کی بدولت -

کپلٹ کا فن پوپ کے یہان کمال کو پہنچتا هے - اس نے هر اس آزادی کو ناجائز قرار دیا جو ڈرائیڈن نے روا رکھی تھی - پوپ نے الگزنڈرین کا کبھی استعمال نہین کیا - وزن مین بھی مطلق تنوّع نہین - تقریباً هر مصرعہ دو مساوی حصّون مین تقسیم نظر آتا هے خواہ یہ تقسیم کوما (COMMA) یا سیمی کولن (SEMI COLON) سے ظاهر هو خواہ نہ هو - دو مصرعون کے اختتام پر جو کپلٹ کی اکائی هے معنی مکمل هو جاتے هین - هماری شاعری مین تو اس قسم کی پابندی بڑی عام بات هے مگر انگریزی مذاق کے لئے اس کا میکانیکی اور یکسان هوجانا ضروری تھا - پوپ کا معجزہ یہ هے کہ اس کی اعلیٰ ذکاوت اس مشین کے هر پرزے بلکہ چھوٹی سے چھوٹی کَل مین طنز کا کوئی نہ کوئی رنگ ایسا بھر دیتی هے کہ ذهن چونک پڑتا هے - پوپ کا کپلٹ مطالعے کے لئے بڑی دل چسپ چیز هے - یہ انگوٹھیون اور آویزون پر مکمل تصاویر بنانے کا فن هے جو هماری قومی شاعری سے مخصوص هے -

باب ششم

نثرنگاری اور سوئفٹ

۱۶۶۷ تا ۱۷۴۵ء

یہ دور نثر کا دور ہے اور اس دور کا عظیم ترین نثر نگار جوناتھن سوئفٹ (JONATHAN SWIFT) ہے ۔ اگرچہ اس نے نظمیں بھی کہیں لیکن وہ بنیادی طور پر نثر نگار ہے ۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاعری میں جو مرتبہ اور انفرادیت شیکسپیر کو حاصل ہے نثر میں سوئفٹ بھی اُسی درجے پر فائز ہے ۔

جب سوئفٹ نے آنکھ کھولی تو فضا پر نثر اور مباحثے عام تھے ۔ مذاہب میں تو ہمیشہ مباحثے چلتے آئے ہیں مگر اُس وقت سیاسیات اور اخلاقیات بھی زیر بحث آگئے تھے ۔ عقلیت کے اس دور میں ہر شخص ہر چیز کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کا عادی ہو چلا تھا اس لئے یہ بحثیں خوب چلتی تھیں ۔ سوئفٹ ایک غریب خاندان کا لڑکا تھا جس کے پاس پیسہ جتنا کم تھا غرور اُتنا ہی زیادہ تھا ۔ وہ آئرلینڈ کے شہر ڈبلِن میں پیدا ہوا ۔ کلکینی گرامر اسکول اور ٹرینٹی کالج سے گزرتا ہوا وہ سر ولیم ٹمپل (SIR WILLIAM TEMPLE) کے گھر میں سیکرٹری کی حیثیت سے ملازم ہوگیا ۔ یہاں اس کی ملاقات سر ولیم ٹمپل کی بہن کی ناجائز بیٹی ایستھر جونسن (ESTHER JOHNSON) یا اسٹیلا (STELLA) سے ہوئی ۔ اسٹیلا سے اس کا لگاؤ مدت العمر قائم رہا ۔ اگرچہ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی مگر ممکن ہے کہ اس نے آخر میں اسٹیلا سے شادی بھی کر لی ہو۔ اسٹیلا

کو سوئفٹ نے " دوست ، فلسفی اور رہبر" کہا ھے -
سر ولیم کے اثر سے آئرلینڈ کے ایک دیہات مین اسے مذھبی ملازمت ملی مگر اب وہ مذھبی اور سیاسی پارٹیون سے متعلق ھوگیا تھا اور اس لئے زندگی کا زیادہ حصّہ لندن مین گزارتا رہا - اس کے زور قلم کا لوھا حکومت نے بھی مانا - تمام نثر نگارون نے اسے اپنا سردار تسلیم کیا - ڈبلن (DUBLIN) کے سینٹ پیٹرک کلیسا (ST. PATICK'S CHURCH) مین ڈین (DEAN) مقرر کیا گیا - لندن مین ایک خاتون وینیسا (VANESSA) بری طرح اس کے پیچھے لگی اور اس کے ساتھ آئرلینڈ تک آئی مگر یہان اسٹیلا موجود تھی - وینیسا کے آنے سے ایک عجیب عالم پیدا ھوگیا - کچھ عرصے کے بعد وینیسا مرگئی اور سوئفٹ، جو اس کے ھیجانی عشق سے پریشان تھا ، اس کی موت سے آزردہ نہین ھوا - کہا جاتا ھے کہ سوئفٹ کی بے رخی وینیسا کی موت کا باعث بنی - اس مین حقیقت معلوم ھوتی ھے کیون کہ سوئفٹ انسان سے متنفّر تھا - کچھ لوگ، مثلاً آربتھنوٹ (ARBUTHNOT) اور گے (GAY) اس کے دوست تھے اور اسٹیلا سے اسے محبت بھی تھی مگر بحیثیت مجموعی سوئفٹ بنی آدم سے متنفّر تھا -
ھر بڑی ھستی کی طرح سوئفٹ کا کردار بھی بڑا پیچیدہ ھے اور جامع اضداد نظر آتا ھے - وہ معمولی باتون پر اعتراضات کو آفاقی درجے پر پہنچا دیتا ھے - دنیا کی اخلاقی پستی اس مین ایک پیغمبر کا سا غصّہ پیدا کرتی ھے، اور وہ مزاح اور طنز کو اس درجے پر پہنچاتا ھے کہ پوری کائنات متزلزل ھو جاتی ھے - وہ کلاسیکیت کا اھم نمائندہ ھے مگر وہ اس کی تعمیری حدون سے باھر نکل کر اس مقام پر پہنچ جاتا ھے جہان رومانیت اور کلاسیکیت ایک ھو جاتی ھین - وہ عام عقائد کا حامی نظر آتا ھے مگر خاص مواقع پر جب لوگ اس کے عقائد کو ٹٹولتے ھین تو عجیب تذبذب مین پڑ جاتے ھین - وہ گرجے کا اھم افسر تھا مگر اس کی تصانیف ھر فرقے کے خلاف ھین - گرجے اور حکومت کے تعلقات پر بھی اس کے خیالات کا یہی عالم ھے - ملکہ این نے اس کی خدمات کو نہین مانا اور

وہ اسقف نہ بن سکا ۔ غرض اس کی تصانیف پڑھنے کے بعد ہمارے سامنے ایک عظیم انسان کا نقشہ آتا ہے جو ہر جگہ ہار کر ادب مین پناہ لیتا ہے یا یون کہئیے کہ ادب کو بدلہ لینے کا ہتھیار بناتا ہے ۔

اوّلین تصانیف

سوئفٹ کی پہلی تصنیف " دی بیٹل آف دی بکس"(THE BATTLE OF THE BOOKS) ہے ۔ اِس مین اس نے پرانے اور نئے مصنّفین کے درمیان جنگ اس طرح پیش کی ہے کہ ان سب پر بڑی اہم تنقید ہو جاتی ہے ۔ اس دور مین ایک اہم بحث یہ چلی تھی کہ جدید شاعر بہتر ہین یا قدیم ۔ ڈرائیڈن کی تنقیدون پر بھی اس بحث کا اثر نمایان ہے مگر اس سلسلے مین سر ولیم ٹمپل اور بنٹلے*(BENTLEY) کے جھگڑے نے بڑی اہمیت اختیار کر لی اور دونون طرف لوگ انتہا کو پہنچے ۔ سوئفٹ کی کتاب اس تمام جھگڑے مین ایک صلح کی صورت پیش کرتی ہے۔ سوئفٹ کی نثر کا مخصوص رنگ اپنے زور پر آتا ہے ۔ ایک کتب خانے کا سمان ہے جس مین ایک کتابون کی خاک چاٹنے والا مکڑا ایک شہد کی مکھی سے برسرِ پیکار ہے ۔ دونون اشارے قیامت ہین ۔ مکڑا بنٹلے وغیرہ کی قسم کے لوگون کو نہایت عمدہ طریقے پر پیش کرتا ہے، دوسرا قدما کی علامت ہے جو ہمیشہ سے شہد اور موم دیتے رہے جس سے اندھیارے مین روشنی کی جاتی رہی ۔ موَمس دیوتا کا کردار بھی بڑا دل کش ہے ۔ پھر جدید افراد کی پرانے مشاہیر سے لڑائیون کی تصویر موک ایپک**(MOCK EPIC) کی بہترین مثال

---

* RICHARD BENTLEY (۱۶۶۲ء تا ۱۷۴۲ء) ، انگریز نقّاد ۔

** مزاحیہ یا طنزیہ نظم جس مین ایپک کے تمام اصول برتے جاتے ہین ۔ یہ اٹھارویں صدی کی خاص ایجاد ہے ۔ پوپ کی "ریپ آف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۵ پر)

ہے ۔ آخر میں بنٹلے کے چوٹے پن کا قصہ افسانہ گوئی کا کمال ہے۔ انگریزی نثر ہر جگہ نیا کرشمہ دکھاتی ہے اور اس تصنیف کا ہر حصہ ذہن پر دائمی نقوش چھوڑ جاتا ہے ۔

مگر اس سے زیادہ تیز کھلی ہوئی اور تباہ کن طنز اس کی دوسری شاہکار تصنیف " اے ٹیل آف اے ٹب (A TALE OF A TUB) ہے ۔ اس میں تین بھائی اپنے باپ دادا کی چھوڑی ہوئی کتاب کے اصولوں میں جس طریقے پر رفتہ رفتہ تبدیلیاں کرتے ہیں وہ عیسائیت کے تین اہم فرقوں ، رومن کیتھولک ، پروٹسٹنٹ اور کیلونزم (CALVINISM) پر بڑی زور دار طنز ہے ۔ بھائیوں کی کھانے اور لباس کے سلسلے میں تبدیلیاں بڑی پُر لطف ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ہر عیسائی فرقے کی بے ایمانی ، اس کی بنیادی غلطی ، اس کے الفاظ کو غلط معنی پہنانے کی کوشش کو ہدف بنایا ہے ۔ اس نے یہ بتایا ہے کہ خدا کے حکم کو انھوں نے شیطان کے حکم میں تبدیل کردیا ہے ۔ غرض یہ طنز اپنے زور میں یکتا ہے اور اس کتاب نے سارے زمانے کو اس کے خلاف کر دیا ۔ عرصے کے بعد سوئفٹ نے جب خود اس کا مطالعہ کیا تو کہا " اُف مجھ میں کتنی فطری قابلیت تھی جب میں نے یہ لکھی"۔ مذہبی فرقوں پر یہ طنز ایسا تھا جس سے پورے طور پر کوئی دہریہ ہی محفوظ رہ سکتا تھا ۔ اس طنز سے خود اس کی اپنی سیاسی پارٹی ٹوری (TORY) کے لوگ اس کے مخالف ہوگئے ۔ اس کو اعلی عہدے کی تلاش میں جو ناکامی ہوئی اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۲

دی لاک" (THE RAPE OF THE LOCK) اور " ڈنسیڈ " (DUNCIAD) اسی صنف سے متعلق ہیں ۔ اس کا اندازہ اٹھارویں صدی کی نظم و نثر دونوں پر چھایا ہوا تھا ۔ " بیٹل آف دی بُکس" (BATTLE OF THE BOOKS) بھی مَوک ایپک ہے ۔ اسی طرح اٹھارویں صدی کے سب سے مشہور ناول" ٹام جونز" (TOM JONES) کے کئی حصّوں میں لہجے اور انداز موک ایپک کا ہے ۔

ایک وجہ یہ بھی تھی ۔

گُلیورز ٹریولز

گُلیورز ٹریولز (GULLIVER'S TRAVELS) کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ یہ طنز کی کتاب معلوم ہی نہیں ہوتی۔ بچپن ہی میں یہ کسی طرح ہم تک پہنچ جاتی ہے اور ہم اسے معمولی دل چسپ سنسنی خیز قصّوں کی کتاب کی طرح پڑھتے ہیں ۔ اس میں ایک شخص گلیور ایک ملک میں اکیلا رہ جاتا ہے ۔ وہاں وہ ایک کھیت میں سو جاتا ہے ۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ بالشتیوں کی ایک پوری قوم اسے قید کرنے کی فکر کر رہی ہے ۔ اس پورے منظر کی ہر حرکت اور ہر فرد ہمارے سامنے اس طرح آتا ہے جیسے ہم خود گلیور ہیں اور اس ملک للی پٹ (LILLIPUT) کے رہنے والے ہمارے ہی ساتھ یہ حرکتیں کر رہے ہیں ۔ جوں جوں واقعات اور حالات تبدیل ہوتے جاتے ہیں اس بچکانے کھیل کا لطف بڑھتا جاتا ہے ۔ پوری پہلی کتاب ہمارے خام تخیّل میں ایک ایسی آگ لگاتی ہے کہ ہم اسے بار بار پڑھتے ہیں ساتھیوں کو سناتے ہیں۔ للی پٹ کے لوگوں پر خوب ہنستے ہیں اور اوروں کو ہنساتے ہیں۔ پھر بچپن کا معصوم ذہن اپنے تئیں ایک نئے عالم میں پاتا ہے ۔ وہی گلیور اب بروبڈنگ نیگ (BROBDINGNAG) میں ہے جہاں کے لوگ قد میں اس سے بہت زیادہ بڑے ہیں ۔ ایک دیہاتی اسے ایک پنجرے میں پالتا ہے ۔ اس کی لڑکی گلمڈل کلچ (GLUMDAL-CLITCH) اسے بہت چاہتی ہے ۔ یہاں کی ہر چیز بڑی خطرناک ہے ۔ اگر اسے تلوار سے نہ ماریں تو مچھر مکھی تک انسان کو کھا جائے ۔ بادشاہ اور ملکہ بڑے اخلاق سے پیش آتے ہیں ۔ قاری بچے پر یہاں ہر دم ایک خوف کی سنسنی غالب رہتی ہے اور جب گلیور کو بندر اٹھا لے جاتا ہے تو یہ سنسنی عروج پر پہنچ جاتی ہے ۔ آخری منظر پھر مزاح لے آتا ہے ۔ گلیور کا بجرا سمندر میں بہہ کر جہاز رانوں کے پاس پہنچتا ہے ۔ وہ لوگ اس کو اٹھانے کے

لئے زور لگاتے ھیں ۔ اس وقت گلیور ان کو بھی دیو زاد سمجھتا ھے ۔ گھر پہنچ کر عرصے تک اسے ھر چیز اگر حقیقت میں نہیں تو خواب میں ضرور بڑی دکھائی دیتی رھتی ھے ۔ عرصے تک بچپن میں ھمیں ان دونوں دنیاؤں میں سے ایک کے کچھ نہ کچھ خواب ضروری دکھائی دیتے ھیں —— پہلی دنیا کے اچھے خواب اور دوسری دنیا کے ڈراؤنے خواب —— !

باقی دو کتابیں اگر ھم تک بچپن میں پہنچتی ھیں تو زیادہ دل چسپ نہیں معلوم ھوتیں ۔ تیسری کتاب میں میکانیکی جزیرہ لیپوٹا (LAPUTA) اور اس کے قریب کے جزیرے اور یہاں کے بسنے والے لوگ کچھ غیر دل چسپ مُعلمین کی طرح معلوم ھوتے ھیں جو تجربہ گاھوں وغیرہ میں کام کر رھے ھیں اور جن کی شکلیں بھوتوں کی سی ھیں ۔ آخری کتاب میں فلسفی گھوڑے ھَونیمز (HOUNYHNHMS) ھیں اور ان کے غلام آدمی نما گندے یاھو (YAHOO) بھی ھیں ۔ آج کل بچوں کے لئے جو اڈیشن چھاپے جاتے ھیں اُن میں صرف پہلی دو کتابیں ھوتی ھیں کیوں کہ ان کے طنز میں مزاح کا عنصر بھی موجود ھے ۔ تیسری کتاب رائل اکیڈمی (ROYAL ACADEMY) اور سر آئزک نیوٹن (SIR ISAAC NEWTON) پر طنز ھے اور جدید تعلیمات اور سائنسوں کی جو تنقید اس میں کی گئی ھے وہ اب بےجا معلوم ھوتی ھے ۔ آخری کتاب سے معلوم ھوتا ھے کہ سوئفٹ کو انسان سے کتنی شدید نفرت تھی ۔ ھَونمز جو گھوڑے کی شکل رکھتے ھیں عقلیت پر مبنی زندگی کی مثال ھیں اور انسانوں کے ھم شکل یاھُو پر حکومت کرتے ھیں ۔ گلیور کو یاھُو کے اخلاق کی پستی کی وجہ سے شدید نفرت ھو جاتی ھے ۔ یاھُوؤں کے بھیس میں انسانوں کی جو تصویر سوئفٹ نے کھینچی ھے اس سے یہ محسوس ھوتا ھے کہ سوئفٹ کو انسانوں سے غیر فطری قسم کی نفرت تھی ۔ اب محسوس ھوتا ھے کہ اس میں جارج اوّل کے دور کے سیاسی ، اقتصادی اور اخلاقی حالات پر کس قدر زبردست طنز پوشیدہ ھے ۔ تاھم حقیقت یہ ھے کہ اس کتاب میں سوئفٹ کا طنز ایک بالکل منفی شکل اختیار کر لیتا ھے ۔

یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اتنا ذہین آدمی اتنا بیمار ذہن رکھتا تھا ۔ اُس کا آخری عمر مین پاگل ہو جانا چندان تعجّب کی بات نہین ۔

مگر جب ہم اس کتاب سے کسی فلسفے کو تعمیر کرنے کی کوشش کرتے ہین تو ہمین سوائے منفی خیالات کے کچھ نہین ملتا ۔ انسان درباروں مین ذلیل حرکات کر رہا ہے، ہر شعبے مین گندگی پھیلا رہا ہے، بالشتیوں مین گلیوَر ہے تو مضحکہ خیز ہے، دیووں مین بھی اس کی کم ظرفی ہی اس کو ستاتی ہے، علم حاصل کرنے چلا ہے تو اور بھی ظرف گرگیا ہے ؛ وجہ یہ ہے کہ انسان بنیادی طور پر ذلیل ہے ۔ جب گلیور اپنی تہذیب فلسفی گھوڑوں کو سمجھانے بیٹھتا ہے تو وہ اسے سمجھ نہین پاتے ۔ انسان کی گندگی کا وہ مجسّمہ " یاھُو" سراسر ارذل المخلوقات ہے ۔ ایسی حالت پر پہنچ کر آگے کوئے امید کی گنجائش نہین ۔ سوئفٹ نفسیاتی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ہر چیز کے خلاف ہے ۔ آخر دنیا نے بھی اسے ہر موقع پر پریشان کیا اس کا دل توڑا ،اس کی ہر خواہش ختم ہوئی اور حوصلہ خاک مین ملا ۔ دل کے زخموں نے اس کا پورا نظریۂ حیات رنگ دیا ۔ اس لئے سوئفٹ عظیم ترین مفکرین یا ہستیوں سے پیچھے رہ جاتا ہے ۔

سوئفٹ کا کمال

سوئفٹ عظیم ترین فنکاروں مین اپنی جگہ ضرور بنا لیتا ہے ۔ اوّل تو اگر اُس کے " جرنل ٹوُ اسٹیلا " (JOURNAL TO STELLA) کو پڑھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض ایک زخم خوردہ شیر ہی نہ تھا جو ہر ایک کو پھاڑ کھانے کے لئے تیار تھا بلکہ سچّی محبت کرنے والا نازک دل بھی رکھتا تھا ۔ اسٹیلا کے نام خطوط مین ایک عجیب نرمی ہے جو سوئفٹ کی دوسری تحریروں مین عُنقا ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ جن لوگوں نے اسے پرکھ لیا ، پہچان لیا وہ ہمیشہ کے لئے اسی کے ہو رہے ۔ اسٹیلا اور وَینیسا کی اس سے

محبت اس امر کی بہترین مثال ھے ۔

فنکار کی تین اھم قوتین تخیّل، مزاح اور طرز مین وہ بڑے بڑون سے ٹکّر لیتا ھے ۔ سوئفٹ کے تخیّل کا کمال یہ ھےکہ عجیب و غریب واقعات کو اس وثوق کے ساتھ پیش کرتا ھے کہ انکار کی گنجائش نہین باقی رہ جاتی ۔ ھر قدم پر عجیب ترین واقعات نہایت قدرتی طور پر ابھرتے آتے ھین اور ھم آھنگ ھوتے جاتے ھین ۔ قصّہ گوئی کی روانی اور واقعات اختراع کرنے کی قوت، کردار نگاری کی واقعیّت، تمثیلیّت، تصوّریت، اشاریت سب سوئفٹ کے تخیّل کے مخصوص عناصر ھین اور ان سب کو سوئفٹ کو واضح کرنے کے لئے کام مین لایا گیا ھے ۔ اس تخیّل کا اعجاز " گلیورز ٹریولز" کے پہلے ھی باب سے نمایان ھو جاتا ھے ۔ ایک شخص جو طبیعیات اور دیگر علوم سے واقف ھے، جہازی زندگی کا تجربہ رکھتا ھے، اپنے سفر کا حال ایسی صحت کے ساتھ بیان کر رھا ھے کہ اس کے بیان کے کسی حرف پر مجاز کا شبہ ھی نہین ھوسکتا ۔ وین ڈیمنین کا جزیرہ (VAN DIEMEN'S LAND)،عرض البلد ۳۰ درجہ ۲ منٹ جنوب، تاریخ ۵ نومبر، ۱۲ ملاح حد سے زیادہ مشقّت کی وجہ سے مر چکے ھین ۔ طوفان جس مین ناؤ کی ایک ایک حرکت ریاضی کے ضابطہ کی سی صحت رکھتی ھے ۔ کشتی ڈوب جاتی ھے، گلیور سب سے الگ ھوکر تیرتا ھوا ایک سر زمین پر پہنچتا ھے جہان اس کی آنکھ لگ جاتی ھے؛ جاگتا ھے تو بالشتیے اسے گھیرے ھوئے ھین کیا بالشتیے مجازی ھین ؟ ھرگز نہین ۔ صرف ان کا قد چھوٹا ھے ورنہ ان مین سے ھر ایک مکمل انسانی حقیقت، مکمل انگریزی عقل، مکمل انگریزی کردار ھے ۔ ایک ایک جملہ، ایک ایک لفظ الہام کی طرح اُتر رھا ھے اور اِس حقیقی دنیا کے نقش کھینچ رھا ھے ۔ دھاگون سے گلیور کو باندھے جانے کی کوششین، سوئیون کی بوچھاڑون سے اس کی ھمّت پست کرنے کی کوششین اور یہ دیکھ لینے پر کہ یہ دیو ھیکل آدم خور نہین اس کے پاس آکر ایک بڑے قائد کی تقریر، یہ لیڈر وھگ (WHIG) ھے، کوئی اجنبی نہین ھے! وہ تقریر کر رھا ھے چاھے گلیور سمجھے یا نہ سمجھے! مگر گلیور کھانا مانگتا ھے اور جس طرح اسے کھانا

دیا جاتا ہے وہ تخیّل کی بلند پروازی ہے، تخلیق کا اعجاز ہے مگر ساتھ ہی ساتھ باورچی خانے کے داروغہ کا بل ہے ۔ اس ملک کے لوگ سیاسی ہیں اور ان کی کونسل طے کرتی ہے کہ گلیور کو قید رکھا جائے ۔ اس ملک کے لوگ ریاضی اور طبیعیات کے ماہرین ہیں اور ۲۲ پہیوں کی ایک گاڑی پر اسے چرخیوں (PULLEYS) کی مدد سے، جو ۹۰۰ آدمی چلا رہے ہیں، اٹھا کر رکھتے ہیں اور ۱۵۰۰ گھوڑے اس گاڑی کو چلا کر لے جاتے ہیں ۔ قصّہ گو کا ذہن راستے میں ایک واقعہ بھی درج کرتا ہے ۔ گلیور دن کے سفر کے بعد بادشاہ کے محل پر پہنچتا ہے ۔ بادشاہ کون ہے ؟ خود جارج اوّل اور پھر اس کو ایک بڑے گرجے میں ٹھیرایا جاتا ہے جو کچھ ہی عرصہ پہلے برباد کیا گیا تھا ۔ تخیّل کا کمال حقیقت اور مزاح کے حسین امتزاج میں ہے اور یہاں ایک بالکل مجازی دنیا کو ریاضی کی حقیقت سے ہم کنار کر دیا گیا ہے ۔ یہ کمال پوری کتاب میں طاری اور جاری و ساری ہے ۔ یہی سوئفٹ کا اعجاز ہے ۔

دوسری صفت مزاح ہے جس میں تمثیل اہم ذریعہ اور طنز زور دار اثر کی طرح نمایاں ہوتی ہے ۔ پہلے ہی منظر پر پھر غور کیجئے ۔ اس صحیح اور سنجیدہ بیان کا ایک ایک فقرہ دل کو گدگداتا ہے، ایک حسین شاعرانہ شکل سامنے لاتا ہے، اس کی حرکت اگرچہ بالکل مثالی ہے مگر مضحک بھی ہے ۔ گلیور کے کھانا کھانے کے منظر پر توجہ دیجئے ۔ سینکڑوں سیڑھیاں اس کے جسم تک پہنچنے کے لئے لگا دی گئی ہیں، سو سے کچھ زیادہ آدمی چڑھ کر آتے ہیں، ان کے سروں پر گوشت کی ٹوکریاں ہیں جو خاص بادشاہ کے حکم سے، جس نے اپنے ملک میں اس آدمی کے آنے کا حال سنتے ہی ہر قسم کا انتظام کر دیا تھا، مہیّا کی گئی ہیں ؛ یہ لوگ گلیور کے منہ کی طرف آتے ہیں ۔ گوشت کئی اقسام کا ہے مگر ذائقے سے یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ کن جانوروں کا ہے ۔ دست، سینہ، ران سب کچھ ہے ۔ دو دو ٹوکریاں اس کے لئے ایک نوالا ہیں ۔ کھلانے والے تعجّب سے اس کی بھوک کا اندازہ کر رہے ہیں ۔ دیکھنے میں محض تخیّل یا زیادہ سے زیادہ تخیّل ہے، مگر بادشاہ کی سیاست دا

مین ، جس کی بنیاد پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے طنز بھی شامل ہے ۔ کچھ حصوں مین ، مثلاً دوسری کتاب مین گلمڈل کلچ (GLUMDALCLITCH) حسن و محبت کا مکمل مجسمہ ہے ۔ یہ اسٹیلا (STELLA) کی تمثیل ہے ۔ یہان طنز کا سوال نہین اٹھتا ۔ مگر زیادہ تر مقامات پر طنز اپنا پورا اثر نمایان کرتی چلتی ہے جیسے پہلی کتاب کے ان ابواب مین جہان دربار اور پارٹیون کا بیان ہے ؛ جارج اوّل اور اس کے زمانے کے اہم وہگ (WHIG) اور ٹوری (TORY) رہنما ہماری نگاہون مین حقیر ہو جاتے ہین ۔ تیسری اور چوتھی کتابون مین طنز تمثیل کو دبا دیتی ہے، یہ کتابین صرف عالمون کے لئے دلچسپ ہین مگر ان مین بھی بیشتر مقامات پر ایسے تصوّرات آگئے ہین جو کمال کے ہین ، مثلاً عالمون کی دنیا مین ہمیشہ زندہ رہنے والے اسٹرلڈبریگ (STRULDBRAG) سے ملتا ہے جو جدید طِب پر بڑا طنز بھی ہے اور تمثیل کی اہم تخلیق بھی ۔ غرض فنِ طنز نگاری مین سوئفٹ سب کو مات کر دیتا ہے ۔

تیسری صفت یعنی طرز مین بھی دنیا بھر مین اس کا کوئی ثانی نظر نہین آتا ۔ سوئفٹ کا ذہن ہمیشہ کشمکش مین رہا مگر اس کی صفائی پر کوئی اثر نہ پڑا ۔ اس کی قوّتِ ارادہ ہر جذبے پر قابو حاصل کر لیتی تھی ۔ اس کا رنگ بالکل کلاسیکی ہے ۔ ایک ذہنی روشنی اسے ہر جگہ چمکاتی ہے ۔ وہ رنگ شاذ و نادر ہی استعمال کرتا ہے ۔ فقرے اور تراکیب سے اسے کوئی سروکار نہین ۔ بڑے الفاظ سے وہ گریز کرتا ہے ۔ ہر چیز اس رنگ مین ایک اوسط درجے پر ہے اور اس درجے کے لئے بالکل اہم ہے ۔ لفظ " نارمل " اس رنگ کے لئے سب سے زیادہ موزون نظر آتا ہے ۔ نارمل اثر کے ماتحت اس رنگ مین سب کچھ ملتا ہے ۔ سادگی ہے مگر کہین پر خشکی کا احساس نہین ہوتا ۔ عام الفاظ سے اسے فطری لگاؤ ہے مگر اس کے یہان کہین کوئی عامیانہ لفظ نہین ملتا ۔ اس سلسلے مین اس کا مزاح بھی ایک لطیف عکس کی طرح جملون کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ لہراتا ہوا نظر آتا ہے ۔ کیا اس رنگ کو بالکل سیدھا

سادہ کہا جائے ؟ کیا اسے قدرتی کہا جائے؟ نہیں! قدرتی چیزیں اتنی سیدھی نہیں ہوتیں ۔ یہ دریا نہیں بلکہ لہر ہے جو کسی صناع کی بنائی ہوئی نظر آتی ہے ۔ یہ بحثوں میں، مزاحیہ بیانوں میں، سنجیدہ مقامات پر غرض ہر جگہ موزوں نظر آتا ہے مگر اس کی نثریت کہیں ہاتھ سے جانے نہیں پاتی ۔ سوئفٹ کے لئے یہ بات بالکل قدرتی ہے ۔ ہر نثر نگار کے لئے یہ ایک نمونہ ہے مگر رومانی مزاج اس کو ناکافی پاتا ہے ۔ کچھ بھی ہو انگریزی کا کوئی نثرنگار نثر نگاری میں سوئفٹ سے آگے نہیں نکلتا ۔

باب ہفتم

متوسّط طبقے کا ادب

۱۷۰۲ تا ۱۷۴۰ء

یہ زمانہ متوسط طبقے کے عروج کا ھے - ۱۶۶۰ء ھی سے یہ طبقہ اپنا زور جماتا رھا اور اپنی مرضی کے موافق ادب طلب کرتا رھا تھا - اِن ایام مین جو تصانیف سامنے آئین اُن کے محض چند حصّے ھی اِس طبقے کے لئے مخصوص کہے جاسکتے ھین - مگر بنین کی تصانیف اور خاص طور سے " پلگرِمز پروگریَس " اس طبقے کی ضروریات کو مکمل طور پر پورا کرتی ھوئی نظر آئی، اسی لئے وہ انجیل کے برابر مقبولیت حاصل کرگئی - سوئفٹ کی " گلیورز ٹریولز" بھی اسی قسم کی تصنیف ثابت ھونے کی بنا پر بڑی کامیاب ھوئی - مگر تین دیگر مصنّفین ایسے پیدا ھوئے جنھون نے خاص طور سے اس طبقے کے لئے لکھا اور اسی طبقے کے لئے مخصوص دو خاص فنون مین موجدین قرار پائے - اب تک ھر فن کا کسی نہ کسی طرح بادشاہ سے تعلق ضرور سمجھا جاتا تھا مگر اب جو فنون آئے ان کے آگے بادشاہ بھی اپنے تخت سے اترتا نظر آیا - یہ فن آگے بڑھ کر ناول اور مضمون نگاری اور مختصر افسانہ نگاری کہلائے مگر ان کی روح بنین اور سوئفٹ کے کلام مین نمایان ھوچکی تھی - سب سے پہلے انھون نے دو شکلین اختیار کین ایک ڈینیئل ڈیفو (DANIEL DEFOE) کے طویل قصّے اور دوسری اسِٹیل (STEELE) اور ایڈیسن کے مضامین -

متوسط طبقے کو اس وقت مرکزی حیثیت ملتی جا رھی تھی - اونچے طبقے سے یہ اپنے تئین ھم آھنگ نہین پاتا تھا - اس کو ایک

زیادہ سادہ زندگی ایک زیادہ مفید تہذیب اور زیادہ عملی اخلاق کی ضرورت تھی ۔ ڈیفو، اسٹیل اور ایڈیسن اسی طبقے کے تھے اور جانتے تھے کہ ان کے طبقے کی مخصوص ضروریات کیا تھین ۔

ڈیفو

ڈیفو متوسط طبقے کا سب سے زیادہ نمائندہ فرد ھے۔ اس کی پوری زندگی کشمکش سے عبارت ھے ۔ لندن کے ایک متوسط گھرانے مین پیدا ھوا، معمولی تعلیم پائی، یورپ کا سفر کیا، تجارت کی، دیوالیہ ھوگیا، ھر مضمون پر کتابین لکھتا رھا، سیاسی پارٹیان بدلتا رھا، متعدد دفعہ جیل گیا ۔ نظم و نثر مین مجموعی طور پر اُس نے کئی سو تصانیف چھوڑی ھین جن کی سب سے اھم خصوصیت یہ ھے کہ وہ ھمین متوسط طبقے کی خواھشات اور ضروریات سے آگاہ کرتی ھین ۔ اس سلسلے مین " دی کَمپلِیٹ انگلِش جنٹلمین " (THE COMPLETE ENGLISH GENTLEMAN) بڑی اھم ھے۔ اس مین روسا کی تہذیب کی پول کھولی گئی ھے اور تجارت پیشہ لوگون کو سچّی تہذیب کا حامل دکھایا گیا ھے۔ محنت کرکے کمانے والا طبقہ ھی مالدار بن کر علم ، تہذیب اور اخلاق کا صحیح خادم ھوسکتا ھے ۔ اخلاق کے معنی رؤسا کے رھن سہن کے طریقے نہین رھے، بلکہ محنت ، مقصد اور عمل ھوگئے ۔

متوسط طبقے کو ایسے ادب کی ضرورت تھی جو بالکل واقعاتی ھو اور ڈیفو واقعات کا بڑا صحیح مبصّر تھا ۔ اس سلسلے مین اُس کی تصنیف " اے جرنل آف دی پلَیگ اِیَر" (A JOURNAL OF THE PLAGUE YEAR) بڑی اھم ھے ۔ یہ لندن مین طاعون کے حالات اِس گہری واقعیّت سے بیان کرتی ھے کہ تاریخ نویس اس پر تعجّب کرتے ھین ۔ اس مین تمام تر واقعات اور لوگون کے حالات ھین مگر ایک ایک واقعہ اس قدر صحیح ھے کہ اس سے زیادہ صحت ممکن نہین ۔ صحت سختی کا ملزوم ھو جاتی ھے مگر اِس تصنیف مین دل چسپی بھی اُتنی ھی ھے جتنی قصّون مین ھوتی ھے ۔ " دی

اِسٹوَرم" (THE STORM) ایک طوفان کی تفصیل کو سامنے لاتی هے - " ٹورُ تھرُو دی هول آئی لیَنڈ آف گریٹ برٹین"(TOUR (THROUGH THE WHOLE ISLAND OF GREAT BRITAIN پورے ملک کا نقشه هے - " آگسٹا ٹرائمفنس" (AUGUSTA TRIUMPHANS) مین نه صرف واقعاتی نقشه هے بلکه تجربے سے نتائج بھی اخذ کئے گئے هین -

مزید بران متوسط طبقے کو ادب مین اخلاق کا درس بھی درکار تھا اور ڈیفو یه بھی فراوانی سے بہم پہنچاتا هے - اُسے ذاتی طور پر بھی درسِ اخلاق کا شوق تھا - اس کی تصانیف مین لاتعداد ایسی چیزین هین جو عملی اخلاق کا درس دیتی هین - اس کی هر تحریر کوئی نه کوئی درس دینے کے لئے لکھی گئی - اکثر جگھ واقعیّت نظریۂ اخلاق سے ٹکراتی هے مگر زندگی، موت اور نجات کے معاملے مین وه اپنے تئین همیشه بہت گہرا مذهبی ظاهر کرتا هے - ڈیفو کی هستی کچھ عجیب و غریب هی هے - اس کے خیالات کا تضاد مٹانا آسان نهین هے - اس کی آرا همیشه بدلتی رهین - مفاد کے لئے اصُول کو ترک دینا اس کے لئے مشکل نه تھا - اس کا تخلیقی ذهن جو زرخیزی دکھاتا رها وه بھی تعجّب انگیز هے - اس کی تصانیف هر قسم کے درس اخلاق کا ذریعه هین مگر کہین یه بالکل سنسنی خیز قصّے هین ، کہین اِن مین مِزاح اور کہین سوئفٹ کا سا طنز بھی شامل هوگیا هے - " دی شورٹیسٹ وِے وِدِ دی ڈسینٹرز" (THE SHORTEST WAY WITH THE DISSENTERS) مین مذهبی جنون اور غلوّ پر نهایت سخت وار کئے گئے هین - ایسی چیزون مین وه اوسط طبقے کا نمائنده نهین رهتا - تمام پارٹیاں اس کے خلاف هو جاتی هین اور وه اپنا آپ نمائنده اور سب سے مختلف کِردار بن جاتا هے -

ڈیفو کی دائمی ادبی حیثیت اس کی داستانون کی بنا پر هے ؛ ان کو اکثر ناول کہا جاتا هے اور اگر اُس چیز کو جسے "فارم" کہتے هین اهمیت نه دی جائے تو ڈیفو کے واقعاتی قصّون کو ناول کہه دینے مین کوئی حرج نهین - اس سلسلے مین چار تصانیف بڑی اهم

هیں ۔ " میموائرز آف اے کویلیر" (MEMOIRS OF A CAVALIER)، " کپتان سینگلٹن" (CAPTAIN SINGLETON) ، "مول فلینڈرس" (MOLL FLANDERS) اور "رابنسن کروسو" (ROBINSON CRUSOE) ۔ پہلی تین کتابیں برطانوی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کی نہایت واقعاتی تصویرین هین ۔ پہلی مین ایک رئیس زادے کی اور اس سے وابستہ لوگون کی تمام زندگی کی تصویر کھینچی گئی هے ۔ دوسری مین ایک بدمعاش اور دوسرے هر قسم کے بدمعاشون کی زندگی کے سنسنی خیز حالات هین ۔ تیسری مین ایک فاحشہ عورت اور اس کے حالات پیش کئے گئے هین ۔ مرکزی کردار هر تصنیف مین دل چسپ هوگیا هے ۔ کوئی خاص پلاٹ نهین بنتا مگر واقعات کا تسلسل اپنی ایک خاص کشش رکھتا هے ۔ ان کو ناول اس لئے نهین کہا جاسکتا کہ ان مین نہ تو اب تک زندگی کی پیچیدگی پر وہ نظر پیدا هوسکی هے اور نہ ان کی شکل مین وہ مختلف فنون کا امتزاج پیدا هوسکا هے جو ناول نگاری کی جان هے ۔

ڈیفو کی سب سے زیادہ نمائندہ اور سب سے زیادہ زندہ تصنیف " رابنسن کروسو" (ROBINSON CRUSOE) هے جو دنیا کی هر زبان مین ترجمہ هوچکی هے اور جس سے دنیا کا هر پڑھنے والا بچّہ کسی نہ کسی طرح پر کچھ نہ کچھ واقفیّت ضرور رکھتا هے ۔ رابنسن کا ایک جزیرے پر اکیلا رہ جانا اور پھر رفتہ رفتہ اپنے لئے هر قسم کا سامان مہیّا کرتے رهنا ، اس کی جنگلیون سے لڑائی بچون کے لئے بڑی دل چسپ هین ۔ هر وقت وہ کچھ نہ کچھ بناتا هوا یا اپنے جانورون کو کچھ نہ کچھ سکھاتا هوا نظر آتا هے ۔ وہ نقل کر رها هے یا نقل کرا رها هے اور اس وجہ سے کروسو عام بچّے کا نمائندہ کردار هے مگر ساتھ هی ساتھ سنجیدہ لوگون کے لئے وہ انسان کی قدرت سے جنگ کی علامت هے ۔ وہ خدا پر عقیدہ اور غیب سے هر طرح مدد کی مثال هے ۔ اس طرح یہ ایسی کتاب بن جاتی هے جو خاص و عام دونون مین همیشہ اور هر ملک مین مشہور رهے گی ۔

ڈیفو کی اس تصنیف اور دوسری تصانیف مین نثر بھی ایک

معیار قائم کرتی ہے - یہ ڈیفو کی ہستی کی پوری طور پر آئینہ دار ہے - اس رنگ مین کسی قسم کی بناوٹ کا سوال ہی پیدا نہین ہوتا ؛ یہ نثر عام لوگون کے لئے ہی لکھی گئی ہے - اس کی بے ساختگی، سادگی اور بسا اوقات سوقیانہ پن اس کو ہر دل عزیز بناتی ہین - اس مین ایک لطیف مزاح اور تخیّل کا ایک ہلکا رنگ ضرور شامل ہوتا ہے جو اس کی سادگی کو پھیکا ہونے سے بچاتا ہے اور زندگی کی ایک فضا سی قائم رکھتا ہے -

اسٹیل - ایڈیسن

سر رچرڈ اسٹیل (SIR RICHARD STEELE ؛ ۱۶۷۲ء تا ۱۷۲۹ء) اور جوزف آیڈیسَن (JOSEPH ADDISON ؛ ۱۶۷۲ء تا ۱۷۱۹ء) کی ہستیان بھی ڈیفو کی ہستی سے زیادہ زوردار ہین اور ان کی تصانیف بھی زیادہ اہم ہین - دونون عرصے تک الگ الگ اپنا کام کرتے رہے - دونون فطرتاً ایک دوسرے کے متضاد تھے - اسٹیل نہایت لاپرواہ ، آزاد منش اور عیّاش طبع تھا جبکہ ایڈیسن نہایت محتاط ، خاموش طبع اور مجسّمۂ اخلاق تھا - اسٹیل ادب کے میدان مین پہلے آیا اور ان دونون کی تحریر مین جو کچھ سب سے زیادہ اہم ہے، اُسے جنم دیا - مگر اسٹیل خود اس کام کو نہین کرسکتا تھا ، اگر اس کا اسکول کا دوست جوزف ایڈیسن نہ ہوتا - ایڈیسن نے پہلے کام مین ہاتھ بٹایا پھر پورا کام اپنے سر پر لے لیا اور آخرکار اس مقام پر پہنچ گیا جہان اُسے پہنچنا تھا -

اسٹیل نے اپریل ۱۷۰۹ء مین رسالہ "دی ٹیٹلر" (THE TATLER) تنہا جاری کیا جو جنوری ۱۷۱۱ء تک پابندی سے شائع ہوتا رہا - یہ ہفتے مین تین دفعہ نکلتا تھا اور اس کا مقصد اصلاح تھا - اس اخبار کا مدیر ایک مزاحیہ کردار آئزک بِکرسٹاف (ISAAC BICKERSTAFF) فرض کیا گیا تھا جو نجومی اور جادوگر تھا اور ہر شخص کے پوشیدہ حالات جان لیتا تھا اور خاکون کے ذریعے عوام کے سامنے ہر قسم کے حقیقی لوگون کے خاکے پیش کرتا تھا -

قہوہ خانون کو اس رسالے مین بڑی اہمیت دی گئی ہے - یہی اخبار کے مرکز فیشن کے آئینے اور اخلاق کے مکتب ہین - یہین متوسط طبقہ اپنے پورے تنوّع کے ساتھ نظر آتا ہے - اسٹیل روسو* کا پیرو تھا اور اس کے رسالے مین زندگی کی جذباتی تشکیل ملتی ہے - اس کے زیادہ تر شمارے بچپن کی معصومیت ، محبت اور گھریلو زندگی کی خوشیون کے دل کش مناظر پیش کرتے ہین - بدمعاشون اور بدکارون کی زندگی تضاد دکھانے کے لئے پیش کی گئی ہے؛ عام سچّے جذبات کو زندگی مین ان کی جگھ دی گئی ہے - اس رسالے کا مزاح بھی بڑا لطیف ہے - اس کی ایک اہم ترکیب یہ ہے کہ بھونڈے کردار پیش کئے جاتے ہین اور اس طرح مزاحیہ کردار نگاری کی بنیاد پڑتی ہے - مگر اسٹیل حد سے زیادہ لاپرواہ تھا؛ جو کچھ اس کی جدّت طبع نے تخلیق کیا اسے ایک محتاط شخص کی غور کرنے والی نظر کی ضرورت تھی اور یہ اس کے پاس نہ تھی؛ یہ کمی اس کے دوست ایڈیسن نے پوری کردی -

ایڈیسن کلاسیکی تہذیب مین رچا ہوا تھا - کلاسیکی شاعری مین نام بھی پیدا کرچکا تھا اور اپنی ایک سیاسی زندگی بھی بنا چکا تھا ، مگر اسے اپنے مطالب ادا کرنے کےلئے ایک ذریعے کی ضرورت تھی اور "ٹیٹلر" یہ ذریعہ بن گیا - کچھ عرصے تک وہ اسی رسالے کے لئے لکھتا رہا مگر پھر ایڈیسن اور اسٹیل نے مل کر طے کیا کہ ایک نیا رسالہ نکالا جائے اور "دی اسپیکٹیٹر" (THE SPECTATOR) وجود مین آیا - یہ رسالہ یکم مارچ ١٧١١ء سے ٦ دسمبر ١٧١٢ء تک جاری رہا - اس پرچے کا مقصد بھی وہی تھا جو "ٹیٹلر" کا تھا مگر اس کی روحِ رواں ایڈیسن تھا - یہ رسالہ ہر صبح ہر گھر مین ناشتے کے ساتھ پہنچ جاتا - اس مین اخلاق ، ادب ، فلسفہ ، بلکہ دنیا کے ہر موضوع پر سنجیدہ یا مزاحیہ مضمون ہوتا تھا - اس کے کرتا دھرتا ایک "مسٹر اسپکٹیٹر"

---

* ژان ژاک روسو (JEAN-JACQUES ROUSSEAU) ١٧١٢ء تا ١٧٧٨ء، جینیوا کا باشندہ، انقلاب فرانس کا مفکّر -

(MR. SPECTATOR) تھے جن کا بڑا لطیف خاکہ پہلے ہی شمارے مین دیا گیا تھا ۔ یہ ایڈیسن سے بہت کچھ مشابہ ہین ۔ ان کو زندگی کی ہر چیز سے دل چسپی اور ہر بدعنوانی پر ان کی نگاہ ہے ۔ عورتون کی حرکات کی طرف خاص طور سے متوجہ ہین اور ان کے لئے فلسفی بننا چاہتے ہین ۔ عام طور پر وہ اخلاق کو مزاح سے اور مزاح کو اخلاق سے ملا دینا چاہتے ہین ۔ طنز کو ایسی قینچی کی طرح استعمال کرنا چاہتے ہین جیسی باغبان باڑھ کو برابر کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے ۔ ان کے کچھ ساتھی بھی ہین جو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہین ؛ ان مین سے ایک کا کردار بہت اہم ہو جاتا ہے ۔ سال بھر سے کچھ اوپر تقریباً ایک مضمون روز کے حساب سے جمع کیا جائے تو ہمارے ہاتھ ایک ایسا مجموعہ آجاتا ہے جو بہت ہی بڑا ہے ۔ اس مین زندگی بسر کرنے کے تمام اصولون اور طریقون پر مضامین ہین ۔ عورتون کے سنگھار، ان کے ہَیٹ ، ان کی تفریحات ، ان کی کتابین غرض ان کی ہر بات پر طنز ہے اور صحیح مشورہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح مردون سے متعلق ہر معمولی چیز سے لے کر ہر بڑی چیز کا ذکر ہے۔ مسٹر اسپیکٹیٹر ایک آفاقی معلّم ہین جو کشتی لڑنے سے لے کر آسمانی بادشاہت حاصل کرنے تک کی تمام باتون کے کرتب بتاتے ہین ۔

انگلستان کی سماجی زندگی کی پوری تاریخ ہمین اس رسالے مین مل جاتی ہے اور تہذیب کی ترقی کا پورا اندازہ ہوتا ہے ۔ "اسپیکٹیٹر" مین عام تنقیدی اصولون پر مِلٹن کی " پیراڈائز لاسٹ" اور " چیوی چیز " پر مضامین ہین جو قومی ادب کو ایک نئی شہرت بخشتے ہین اور نئے مذاق کی تعمیر مین اہم کردار ادا کرتے ہین ۔ کچھ مضامین اخلاقی قدرون پر مفکّرانہ نظر ڈالتے ہین اور خود غرضی کو بلا بتاتے ہین ۔ مگر زیادہ تر مضامین کسی برائی کو سامنے لاکر اس کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ وہ مضحک ہو جاتی ہے ۔ اس رسالے مین ہر شخص کی دل چسپی کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہے اور ہر چیز ایسی ہے کہ ہر شخص کی توجہ منعطف کر لیتی ہے ۔ مگر سب سے زیادہ دل چسپ کرداری خاکے ہین جو ہر جگہ نظر

آتے ھین ۔ ان مین سے بعض کسی اخلاقی نقطے کی مثال سے آگے نہین بڑھتے مگر بعض مضامین ھین اور ایک پورے طبقے کی نمائندگی کرتے ھین مثلاً سر اینڈریو فریپورٹ (SIR ANDREW FREEPORT) جو جدید تجّار کی ھر اچھی صفت رکھتا ھے اور پرانے زمیندارانہ نظام کی خوبیون کو بھی نہین چھوڑتا ۔ مگر ان رسالون سے اُبھرنے والا سب سے بہتر لافانی کردار سر راجر ڈی کاورلی (SIR ROGER DE COVERLEY) ھے ۔ یہ ایک گاؤن کا شریف مالک ھے جو ایک بیوہ سے عشق مین ناکام ھونے پر غیر شادی شدہ رہ کر اپنی زندگی عامیانہ طور پر گزارتا ھے اور آخر مین مر جاتا ھے ۔ اس سے متعلق رسالے جمع کرکے ایک پوری کتاب بن جاتی ھے جس مین یہ کردار دنیا کی بہترین تخالیق کی طرح زندہ نظر آتا ھے ۔ غرض ان رسالون مین ھر وہ خوبی ھے جو اوسط طبقہ ڈھونڈھتا تھا اور جن کے مجموعے سے اوسط طبقے کی مخصوص صنف ناول آئندہ وجود مین آتی ھے ۔ اس لئے یہ رسالے بہت مقبول ھوئے اور اب بھی مقبول ترین ادب مین سے ھین ۔

اکثر لوگ ان کی ناول سے مشابہت پر زور دیتے ھین ۔ مگر اصل مین یہ مضمون نگاری کے فن کی جدید مثال ھین ۔ ان سے " پیریوڈیکل ایسے " (PERIODICAL ESSAY) کی بنیاد پڑتی ھے ۔ ھر مضمون مین ایک موضوع ھے، جس پر تقریباً ویسی ھی آرا ھین جیسی بیکن کے مضمون مین ملتی ھین مگر ھر رائے کو مثال کے کے ساتھ واضح کیا گیا ھے اور یہ وضاحت فن کا حصّہ ھوگئی ھے ۔ بیان اور کرداری خاکے بھی اِس مین شامل ھوگئے ھین ۔ اب مضمون خود ایک صنف ھوگئی ھے جو روزمرّہ کی زندگی مین کام آسکتی ھے ۔ اس کی نثر بھی ایک خاص درجے پر پہنچ گئی ھے ۔ ایڈیسن کی نثر کو سوئفٹ کی نثر سے زیادہ مثالی اِس معنی مین سمجھا جاتا ھے کہ اس کو عام آدمی کے لئے نقل کرنا آسان ھے ۔ اس مین چھوٹے جملے ھین ، عام فہم زبان ھے، جو فیشن ایبل لوگون کی بات چیت سے آگے نہین بڑھتی ۔ ایڈیسن علم کو کتب خانون سے لاکر قہوہ خانون مین رکھ رھا ھے لہذا اُس کی زبان مین کتب خانے والی کوئی صفت

نہیں ہونی چاہئیے ؛ وہ خواتین کا فلسفی ہے لہـــذا اس کے
قلم سے کوئی لفظ یا ترکیب ایسی نہیں نکلنی چاہئیے جو طبع نازک
پر گراں گزرے ۔

باب ہشتم

ڈاکٹر جونسن

۱۷۰۹ تا ۱۷۸۴ء

ڈاکٹر سیموئل جونسن (DR. SAMUEL JOHNSON) کی ہستی اور کلام مین کلاسیکیّت زُہد کی سختی تک پہنچ جاتی ھے۔ جونسن کے لئے قدما کے اصولون کے سِوا اور کسی اصول کی گنجائش ھی نہین ھے اور ڈرائیڈن اور پوپ اُس مقام پر پہنچ چکے ھین کہ پیغمبرون سے زیادہ قابلِ وقعت ھوچکے ھین ۔ اِن اصولون کے خلاف جانا کفر ھے اور اِن ھستیون سے انکار بے دینی ۔ جونسن زبردست انسان تھا ۔ وہ اکثر اپنے مخالفین سے گھونسون ،لاتون اور ڈھیلون تک سے بات کرنے لگتا تھا ، اس لئے بیشتر ادیب اُس سے ڈرتے تھے ۔ وہ بڑا تنگ نظر تھا ۔ مگر اپنے عقائد مین اتنا پختہ تھا کہ اپنے مخالف کو دیکھنا بھی برداشت نہین کرسکتا تھا ۔ مذھب مین ، سیاست مین ، قومیّت مین جو جو حرکات اُس سے سرزد ھوئین اور جو جو رائین اس نے دین وہ سب جیمس بوَسویَل (JAMES BOSWELL؛ ۱۷۴۰ء تا ۱۷۹۵ء) کی کتاب مین موجود ھین ۔ غرض جونسن کے یہان کلاسیکیت ایک اَٹل عقیدہ بن گئی ھے ۔ اگرچہ سیموئل جونسن مین کلاسیکیّت اپنے عروج پر تھی مگر اِس کے باوجود اس کی شخصیت مین بہت انفرادیت تھی جس نے آنے والے رومانی دَور کا راستہ ھموار کیا ۔ اس کی ایک مثال وہ دیباچہ (PREFACE) ھے جو اس نے شیکسپیر کے ڈرامون پر لکھا ۔ یہ دیباچہ اس کے بہترین تنقیدی مضامین مین سے ھے ۔ اس مین اس نے شیکسپیر کی رومانی ڈرامہ نگاری

پر بے حد اعتراضات کئے ھین مگر اس کے باوجود قاری کے ذھن پر یہی اثر مرتب ھوتا ھے کہ جونسن شیکسپیر کا بے حد مداح تھا ۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ھے کہ شعوری طور پر تو ڈاکٹر جونسن مکمل طور پر کلاسیکی نقطۂ نظر کا حامل تھا مگر اس کے لاشعور مین رومانیت نے بھی جگہ بنالی تھی ۔

جونسن کی تصانیف مین سے بیشتر اب محض تاریخی اھمیت کی حامل ھین مگر اس کی ھستی اور اس کے اقوال، جن کو اس کے سوانح نگار بوسویل نے ایک لافانی کتاب مین ھمیشہ کے لئے زندہ کر دیا ھے، عجیب اھمیت اختیار کرگئے ھین اور وہ نمائندہ انگریز مانا جانے لگا ھے ۔ اس کی ھر بات ، ھر غلط یا صحیح حرکت انگریزی ذھنیت کی مثال ھے ۔ وہ ساری روحانیت اور بلند خیالی کا دشمن ھے ۔ وہ جذبات اور احساسات کی دنیا سے بھاگتا ھے۔ وہ غیر ملکی لوگون اور چیزون سے نفرت کا اظہار کرتا ھے ۔ وہ ھر حالت مین انگریز ھی ھے ۔

جونسن ایک معمولی کتاب فروش کا بیٹا تھا جو اپنے باپ کی دوکان مین دن گزارتا تھا اور الماریون کے درمیان لیٹا ھوا قدما کی کتابین پڑھتا رھتا تھا ۔ اس کا حافظہ بہت ھی تیز تھا ۔ پورے دن کے فروخت کا حساب وہ بغیر لکھے ھوئے شام کو بالکل صحیح بتا دیتا تھا ۔ مگر اس سے زیادہ اھم بات یہ ھے کہ جو کتاب ایک دفعہ پڑھ لیتا تھا وہ اسے حفظ ھو جاتی تھی ۔ آگے چل کر اس کی ھستی مین ایک خاص قسم کا رعب پیدا ھوگیا اور اس کی ھر بات کو، چاھے وہ صحیح ھو یا غلط ، ھر شخص کو ماننا پڑتا تھا ۔ اس کے اندر زبردست فہم عامہ نمایان ھوگیا جس کی بنا پر اس کی ھر حرکت اور ھر بات بالکل صحیح ھوتی تھی ۔ مثلاً بشپ برکلے (BISHOP BERKELEY) نے فلسفیانہ دلائل سے یہ ثابت کیا تھا کہ مادہ کوئی چیز نہین ۔ جونسن اس کی تمام بحث سن کو بولا "مادہ کچھ نہین ؟" اس نے کہا "کچھ نہین"۔ اس پر جونسن نے اسے ایک ڈھیلا مارا اور جب وہ تلملا گیا تو بولا "اگر مادہ کچھ نہین تو تمھین یہ چوٹ کیسے لگی؟" اسی طرح ایک خاتون جمہوریت پر بڑے زور کے

ساتھ رطب اللّسان تھین ۔ جونسن نے کہا " یہ سب کچھ نہین، اپنے نوکر کو بلائیے تاکہ ھمارے ساتھ آکر کھانا کھائے"۔ اس طرح وہ تمام امور کو بالکل عام درجے پر لاکر اس طرح فیصل کردیا کرتا تھا کہ آگے کوئی کچھ بھی نہین کہہ سکتا تھا ۔

یہی فہم عامّہ اس کے ادب کی بابت نظریات کی بنیاد ھے ۔ وہ جذبات کا دشمن ھے ۔ موسیقی کے لئے آزادی برتنے کا قائل نہین ھے ۔ کسی جدّت پر وہ اعتبار نہین کرتا ۔ جو باتین روایات سے مستند ھوچکین اس کے نزدیک وھی ٹھیک ھین ۔ ڈرائیڈن اور پوپ نے انگریزی عروض کو بام عرش پر پہنچا دیا ۔ ان سے پہلے آنے والے اس کے راز کو سمجھے ھی نہ تھے اور اب جو لوگ نئی راھین نکالنے پر تلے ھین ان کو ھر طرح مطعون کرنا چاھئیے ۔ شاعری کے لئے " ھیروئِک کپلِٹ" (HEROIC COUPLET) سے بہتر کوئی چیز ھو ھی نہین سکتی ۔ نظم معرّیٰ (بلینک ورس) محض دیکھنے مین شاعری (ورس) ھے ۔ مناظر قدرت کا شاعری مین لانا دھقانیّت ھے ۔ شاعری کو تہذیب یافتہ دنیا ھی سے سروکار رکھنا چاھئیے اور درس اخلاق کو سب سے اھم فرض رکھنا چاھئیے ۔

ڈاکٹر جونسن کی ھستی مین بڑا سحر ھے ۔ یہ جادو بوسویل (BOSWELL) کی لکھی ھوئی جونسن کی ضخیم سوانح مین ھر جگہ موجود ھے ۔ اسی لئے یہ سوانح دنیا کی کامیاب ترین سوانحات مین سے ھے ۔ اس کے وہ حصّے خاص طور پر لافانی ھین جن مین جونسن کی باتین رقم کی گئی ھین ۔ جونسن ایک شاندار بادشاہ نظر آ رھا ھے جس کے چارون طرف اُس دَور کے تمام فلسفی شاعر ، مصوّر اور دوسرے عظیم لوگ درباریون کی طرح سَر جھکائے ھوئے با ادب کھڑے ھین ۔ ان مین سے ھر ایک اپنی الگ رائے رکھتا ھے ،ھر ایک کا اپنا الگ رنگ ھے مگر جونسن کے سامنے کسی کی ھمّت نہین کہ سر ھلائے ۔ بحث مین جونسن کامل ھے اور بڑے سے بڑے مباحثون کو آسانی سے ختم کر دیتا ھے ۔ ھر موضوع کی بابت اس کی معلومات بے انتہا ھین اور جو بھی موضوع چھیڑا جاتا ھے وہ اسے اٹھا کر وہ وہ باتین بتانے لگتا ھے کہ لوگ دنگ ،دیکھتے رہ

جاتے هین ـ اس کی بے جا طرف داریان سب کو معلوم هین؛ جن موضوعات پر وہ بے جا طرف دار هو جاتا هے وہ بھی چھیڑتے جاتے هین اور اس کی زور دار طرف داری زور دار الفاظ مین نمایان هوتی هے ـ وہ تہذیب اور ادب کا مانا هوا آمر هے ـ یہ هستی جسے هم کو بھی ماننا هی پڑتا هے بڑی اهم هے ـ بوسویل کی سوانح مین تو اس کا تاثر سب سے زیادہ زور دار هی هے مگر جن دوسری تصانیف مین یہ هستی پورے طور پر نمایان هوگئی هے وہ بھی لافانی هین ـ

متفرق تصانیف

ایک طرح سے جونسن کی عظیم هستی هعین اُس کی هر تصنیف مین کسی نہ کسی حد تک موجود ملتی هے ـ اس کی اپنے دور کے لئے سب سے اهم تصنیف " اے ڈکشنری آف دی انگلش لینگویج " (A DICTIONARY OF THE ENGLISH LANGUAGE) تھی ـ اس کو مکمل کرنے مین جو محنت جونسن نے کی، جس طرح پہلے اس نے ایک مربّی تلاش کیا اور مربّی نہ ملنے پر اپنی بیوی کی جائیداد بیچ کر لگائی اور تن تنہا محنت کرتا رہا اور آخر مین ڈکشنری کو چھپوا کر هی رہا وہ تاریخ کے پرعظمت ابواب مین سے هے ـ ڈکشنری چھپنے کے بعد لارڈ چسٹر فیلڈ (LORD CHESTERFIELD) کی توجہ جونسن نے جس خط کے ذریعے ختم کی وہ نثر مین شاهکار هے اور تمام دنیا کے ادیبون کے لئے ایک نیا پیغام هے کیون کہ وہ ادب مین مربّیون اور سرپرستون کے دور کو ختم کرنے کا اعلان هے ـ جونسن نے ڈکشنری کے سلسلے مین جو کچھ کیا وہ فرانسیسیون کے لئے تعجّب انگیز ثابت هوا کیون کہ وهان یہی کام ایک اکیڈمی ایک عرصے تک نہ کر پائی تھی ـ یہ انگریزی زبان کی پہلی ڈکشنری اتنے اغلاط سے بھری هوئی هے کہ اب اس کی اهمیت زیادہ تر تاریخی رہ گئی هے مگر اس ڈکشنری نے انگریزی زبان کو توازن دیا ـ اس کی بنیادی حیثیت کبھی ختم نہ هوگی ـ

جونسن کی نظمین نثریت زدہ ھین ۔ ان مین دو بہت اھم ھین ۔ ایک " لندن" (LONDON) اور دوسری " دی وینٹی آف ھیومن وشز"(THE VANITY OF HUMAN WISHES) دونون "جووینل" (JUVENAL) کی طرز پر لکھی گئی ھین ۔ دونون مین خلوص اور اخلاقی ھمہ ھمی ھے ۔ یہ اٹھاروین صدی کی بہترین شاعری ھے ۔ دوسری نظم کا وہ حصّہ جہان جدید شاعر کی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ھے ، بہت بلند ھے اور اخلاقی شاعری کی دائمی شاھپارون مین ضرور شامل ھوسکتا ھے ۔

شاعر ھونے کے علاوہ جونسن بہت اچھا نقّاد اور مضمون نگار بھی ھے ۔ اُس نے مضمون نگاری کی طرف توجہ کی ۔ ایڈیسن (ADDISON) کی نقل مین اس نے پہلے ایک پرچہ "دی ریمبلر " (THE RAMBLER) نکالا پھر " دی ائیڈلر"(THE IDLER) جاری کیا ۔ جونسن مین ایڈیسن کی مزاحیہ قوت نہین اس لئے اس کے یہ رسالے زیادہ چل نہ سکے مگر ان مین چھپے ھوئے بہت سے مضامین اب بھی بڑی توجہ کے ساتھ پڑھے جاتے ھین ۔ ان مین ھمین سر سیّد احمد خان کے مضامین کی تمام خصوصیات نظر آتی ھین ۔ جونسن مفکّر ھے،"خود بحث کر لیتا ھے اور ایسا مفکّر ھے جو واقعات سے نتائج اخذ کر لیتا ھے ۔ جو نتائج اس نے نکالے ھین وہ ھیرے کی طرح چمکتے ھین ۔ اس کا زندگی کا تجربہ، اس کا عام فہم بیان ، کرشمے دکھاتا ھے ،طرز ادا عام طور پر بوجھل ھے ۔ لاطینی الفاظ کا استعمال جس کی لت جونسن کو مرض کی طرح پڑگئی تھی اکثر تکلیف دہ ھوجاتا ھے ۔ مگر ان سب مین سے کچھ ایسے مضمون ضرور انتخاب کئے جاسکتے ھین جو انگریزی نثر اور انگریزی مضمون نگاری مین دائمی اضافہ کہے جاسکتے ھین ۔

اس نے ایک تمثیل بھی لکھی اور وہ بھی تاریخی حیثیت رکھتی ھے ۔ " رسیلاس،پرنس آف اِبی سینیا" (RASSELAS, PRINCE OF ABBYSINIA) حبشہ کے ایک رئیس زادے کا قصّہ ھے جو علم کی تلاش مین مختلف جگہ جاتا ھے ۔ قصّے مین کچھ نہین ھے ؛ کردار کے ابھرنے کا سوال ھی پیدا نہین ھوتا ۔ ھر

جگہ وعظ بھرے پڑے ھین ۔ جونسن یہ بتاتا ھے کہ عقلمندی کے لئے سب سے اھم چیز تجربہ ھے ۔ مگر عام طور پر اس تمثیل مین ایک نا امیدی اور ایک غم کی تلقین کی گئی ھے جو نیکی کے عیسائی تصوّر کا نتیجہ ھے ۔ ایک وقت مین اس تصنیف کو سچّے مذاق کا معیار سمجھا جاتا تھا مگر اب اس کی طرف کوئی توجہ نہین دیتا ۔

نقّاد

نقّاد کے لحاظ سے جونسن کی دائمی حیثیت ھے اور اس سلسلے مین شاید اس سے بڑا کوئی اور انگریزی نقّاد نہین گزرا ۔ شیکسپیر کے کلیات پر اس کا دیباچہ اور اس کی " لائـــوز آف پـوئـٹـس " (LIVES OF POETS) اس بلندی پر پہنچتی ھے جہان ڈرائیڈن بھی نہ پہنچ سکا تھا ۔ اصل مین ڈرائیڈن نے جو کام شروع کیا تھا وہ جونسن کے یہان پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔

جونسن کا مرتّب کردہ شیکسپیر کا مجموعہ ایک کارنامہ ھے ۔ اس مین شیکسپیر کی تمام صلاحیّتون کا پہلی دفعہ بھرپور جائزہ لیا گیا ھے ۔ ظاھر ھے کہ نقطۂ نظر کلاسیکی ھے اور ڈرائیڈن کا اثر بھی نمایان ھے، جونسن کی طرف داری بھی اپنی جگہ پر ھے مگر اس کی فہم عامّہ اور دانش یہان پہلی دفعہ ادبی تنقید کے میدان مین گامزن نظر آرھی ھے ۔ شیکسپیر کی غلطیون کی طرف اس کی نگاہ پہلے گئی ھے ۔ اس کے کلاسیکی مذاق کو شیکسپیر کی ٹریجیڈیان نہین بھاتین ۔ اس کی رائے مین شیکسپیر صرف کمیڈی لکھنے والون مین اعلی ھے ۔ اسے شیکسپیر کے ڈرامون مین کہین درسِ اخلاق نہین ملتا بلکہ مُخربِ اخلاق اُمور ضرور نظر آتے ھین ۔ شیکسپیر کے طرز مین اسے بناوٹ اور ابہام کی کثرت کے سوا کچھ نہین ملتا ۔ ایسی آرا مین ھمین جونسن کی کلاسیکیت نی غلو آمیز طرف داری کا اندازہ ھوتا ھے ، مگر ساتھ ھی ساتھ ھم یہ بھی دیکھتے ھین کہ حُزن و مِزاح کے امتزاج اور ٹریجیڈی پر جب وہ آتا ھے، یا تین " یونیٹیز" (UNITIES) کا تفصیل سے ذکر کرتا ھے تو اس کی

فہم عامّہ اس کے ہاتھ سے قلم لے لیتی ہے اور جو جو معاملے ڈرائیڈن (DRYDEN) نے محض اشاروں میں کہے تھے وہ سب کھول کر واضح کردئے جاتے ہیں اور ان کو ایک مستقل حیثیت دے دی جاتی ہے؛ یہی جونسن کا کارنامہ ہے ۔ پھر شیکسپیر کی ہستی اور فن اور الگ الگ ڈراموں کی بابت جونسن نے جو رائیں دی ہیں وہ عجیب و غریب ہیں ۔ ہم ان کو فراموش نہیں کرسکتے ۔ ان کا اقتباس اور ان پر غور ہر شخص لازمی سمجھتا ہے ۔ یہی نقّاد کی بڑی عظمت ہے کہ اس سے اختلاف کیا جائے مگر اس سے اقتباس کئے بغیر بن نہ پڑے ۔

علاوہ اس کے " لائوز آف دی پوئٹس" (LIVES OF POETS) انگریزی تنقید نگاری کا عظیم ترین شاہکار ہے ۔ اس میں پچاس سے اوپر شاعروں کے حالات اور ان پر تنقید ہے جن میں سے بیشتر اب بہت ہی خاص لوگوں کے لئے دل چسپی کے حامل رہ گئے ہیں مگر کم از کم بارہ ایسے ضرور ہیں جو ہر زمانے میں اہم رہیں گے۔ کاؤلے (COWLEY) پر مضمون مختصر سوانح کی مثال ہے اور اس میں تنقیدی جملے بڑی گہرائیوں میں لے جاتے ہیں ۔ 'ملٹن' بھی شیکسپیر کے پائے کی چیز ہے ۔ اس میں جونسن کی ذاتی طرف داری بھی نمایاں ہے ۔ ملٹن کے کردار اور سیاسی خیالات اور ملٹن کی آزادیٔ طبع پر جونسن غصّہ ہی دکھا سکتا ہے ۔ ملٹن کی خوب صورت نظموں کو بدمذاقی کی مثالیں بتاتا ہے مگر " پیراڈائز لاسٹ" کے اوصاف واضح کرنے پر آتا ہے تو سب کچھ بھول کر اِس نظم کی عظمت پر وہ تنقید کرتا ہے جو آج تک رشک کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ۔ اس تصنیف کے بہترین مضامین ڈرائیڈن اور پوپ، ہیں ۔ ان دونوں پر تنقید میں جونسن اپنے ادبی دیوتاؤں سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے مگر یہ واضح رہے کہ وہ بُت پرست نہیں ہے ۔ اِن لوگوں کی برائیوں اور خامیوں کو بھی اس نے واضح کیا ہے مگر ان کی انفرادیت اور ان کے فن کے مخصوص اثرات پر وہ جو کچھ کہہ گیا ہے اُس سے آگے کسی تنقید نگار کا جانا ناممکن ہے ۔ ان کے مقابلے میں وہ مضامین پیش کئے جاسکتے ہیں جو "گرے" (GRAY) اور

" کالنز" (COLLINS) پر ھین - ان سے ھمین پتا چلتا ھے کہ جونسن رومانیت کا شعوری طور پر جانی دشمن ھے - ایڈیسن (ADDISON) اور سوئفٹ (SWIFT) کی سوانحات بھی بہت ھی اھم تنقیدی مقام رکھتی ھین - مذاقِ سخن کی تعمیر کے لئے اس سے بہتر کتاب انگریزی مین ملنا مشکل ھے - ادب کے ھر طالب علم کو چاھئیے کہ اِسے شروع سے آخر تک پڑھے اور بار بار پڑھتا رھے -

نقّاد کی حیثیت سے جونسن کو نمونہ مانا جاسکتا ھے- اُس کی تنقید غیر جانب دار ھے - اصولون کے سامنے حیثیت یا مقبولیت کی اسے پرواہ نہین رھتی - دوسرے اس کی رائے اھم اور زور دار ھوتی ھے، اس مین تذبذب کا سوال نہین، اس کی بنیاد اصولون پر مستحکم ھوتی ھے - وہ ضرورت سے زیادہ سخت نظر آتی ھے مگر غور کرنے پر محسوس ھوتا ھے کہ انگریزی تنقید کو جو پانی کی طرح بہہ رھی تھی اِسی بہ ظاھر بے جا سختی کی ضرورت تھی - جونسن کی ھمدردی وسیع نہین اور اس کے دل مین مخالفین کے لئے کوئی جگہ نہین مگر پھر بھی مخالفین سے جہان بھی وہ ھمدردی دکھا سکتا ھے دکھاتا ھے - وہ اُصولون کی دنیا سے بالاتر ھوکر زیادہ تر انسانیّت اور فہمِ عامّہ کی دنیا مین ھی رھتا ھے - اُس کی ھر رائے دل نشین ھوتی ھے - نقّاد کی اعلی ترین صلاحیّت یعنی موضوع کی روح مین اتر جانا اور اس کو ایک مختصر جائزے مین اُتار لینا اس کے یہان بدرجۂ اتم موجود ھے - جونسن ادیبون کا فَن پرکھنے کے لئے ھی پیدا ھوا تھا - کلاسیکی تکنیک کے اثرات اور بیان و بدیع کے صحیح استعمال کا اس سے بڑا پارکھ کوئی نہین ھوا - اس کے ذھن کی روشنی ایک ایسی چیز ھے جس نے تمام انگریزی ادب پر اپنا عکس ڈال کر مذاقِ سخن ھی بدل دیا -

اھمیت

انگریزی ادب مین جونسن کی اصلیت زیادہ نہین مگر اھمیت

حد سے زیادہ ہے ۔ اس کی نثر مُضحِک لاطینی زدگی کی مثال ہے اور پھر بھی اہم ترین نثر مین سے ہے ۔ اس کا طرز کافی بدلتا گیا ہے ۔ شروع مین اس کی نثر خطابت کے معیار پر آئی تھی مگر " لائوز " (LIVES) مین یہ خطابت عام بات چیت کے درمیان کسی مقام پر ٹھیرتی نظر آتی ہے ؛ تراکیب اور جملون کی ساخت مین ایک مخصوص زور نظر آتا ہے جو بالکل انفرادی ہے ؛ اختصار کی حدین نظر آتی ہین ۔ بوسویل نے جونسن کے جو مکاتیب نقل کئے ہین وہ بھی بڑے اہم ہین ۔ جونسن کی آواز دوسرے آدمیون کی آواز سے بہت زیادہ مختلف ہے ۔ اس کی تحریر کا بہترین رنگ بھی ان تقریرون کے رنگ سے مختلف نہین ہوتا ۔

پھر جونسن ایک مثال ہے جو ہر مشکل کے وقت جدید دور کے ہر ادیب کے سامنے آتی ہے ۔ ادیب کی خود داری ، اس کی آزادیٔ طبع ، اس کی برداشت ، اس کا عزم اور آخر مین اس کی کامیابی، اِن سب مدارج کی جدید ترین مثال ہمین جونسن کی ہستی مین ملتی ہے ۔ مذہبی خیالات مین رومانی خوابون مین گمُ رہنے کے بعد ہر ادیب کو آخر اسی کی رائے اور اسی کے طرز فکر کی طرف آنا پڑتا ہے ۔ وہ فہم عامّہ کا پیغمبر تھا اور آج کل اس کے پیغام کو مانے بغیر چارہ نہین ۔

باب نہم

ناول کا عروج

۱۷۴۰ تا ۱۷۷۰ء

ناول کا آغاز

ڈاکٹر جونسن کے دور بلکہ تمام کلاسیکیت کے دور کی سب سے بڑی اهمیت یہ هے کہ اس مین ناول کا فن وجود مین آیا اور اس کی ایک پختہ طرح پڑی ـ قصّہ گوئی تو اس وقت سے چلی آ رهی هے جب سے انسان وجود مین آیا مگر اس قصّے کو اس طرح بیان کرنا کہ پرانی اصناف کے امتزاج اور کچھ اختراع سے ایک نئی صنف وجود مین آجائے، یہ اهم کام انگستان هی کے لئے نهین بلکہ پورے یورپ کے لئے ۱۷۴۰ء مین هوگیا ـ اتفاق دیکھئے کہ ناول کی ابتدا بھی ناول هی کے طریقے پر هوتی هے ـ یہ ایک دل چسپ واقعاتی قصّہ هے ـ

سیموئل رچرڈسن (SAMUEL RICHARDSON ؛ ۱۶۸۹ء تا ۱۷۶۱ء) لندن سے طباعت کی تعلیم حاصل کرکے اسی کام مین لگ گیا ـ عرصے سے اسے خطوط لکھنے کی مشق تھی اور اپنے گاؤن والون مین وہ پُرلطف محبت نامے اور دوسرے قسم کے خطوط لکھ دینے کے لئے بڑا مقبول هوچکا تھا ـ اس وقت اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے اس نے ایک خاص انداز سے مرتّب کرکے خطون کا ایک مجموعہ چھاپا ـ ان خطون کو ایک غریب لڑکی پَمیلا (PAMELA) نے لکھا تھا ـ یہ اپنے غریب والدین سے دُور، ایک رئیس خاتون کی خدمت پر مامور تھی جس کے جوان بیٹے کی پمیلا پر نظر تھی ـ خاتون کے مرنے کے

بعد بیٹے نے اس کی عصمت پر جو حملے کئے اور جن سے وہ ھمیشہ بچتی رھی ان سب کے حالات ان خطوط مین درج ھین۔ ۱۷۴۰ء مین رچرڈسَن نے اِن خطوں کو " پمیلا اور ورچو رواررڈ " (PAMELA OR VIRTUE REWARDED) کے عنوان سے چھاپ دیا ۔ کتاب حد سے زیادہ مقبول ھوئی اور واقعاتی قصّہ گوئی کی پہلی مثال مانی گئی ۔ لفظ ناول سب سے پہلے اسی کے لئے استعمال ھوا ۔ مگر رچرڈسن کا ایک ادبی دشمن فوراً میدان مین اتر آیا ۔

ھنری فیلڈنگ (HENRY FIELDING) جدید تعلیم مین رچرڈسن سے کہین آگے تھا ؛ شاعری، مضمون نگاری اور خاص طور پر ڈرامہ نگاری مین مشہور تھا، مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز تھا ۔ وہ "پمیلا" کو پڑھ کر ھنسا اور ۱۷۴۲ء مین اس نے ایک تصنیف " جوزف اینڈ ریوز"※ پیش کی جو " پمیلا " ھی کے انداز سے شروع ھوتی ھے اور اس ناول کی پیروڈی (PARODY) ھے ۔ مگر اس سے آگے بڑھ کر ناول نگاری کے فن کی تعریف اور پہلی مثال پیش کرتی تھی ۔ اس مین پمیلا کے بھائی " جوزف" کے قصّے کے ذریعے یہ دکھایا گیا ھے کہ واقعیّت کیا ھوتی ھے اور "پمیلا" مین محض اخلاق کے تحت ترجمانیٔ جذبات ھے ۔ " پمیلا " مین رچرڈسن نے یہ دکھایا ھے کہ یہ لڑکی لارڈ سے محبت کرتی ھے مگر عصمت دری پر تیار نہین ھے ۔ اِس سلسلے مین اسے بڑی تکلیفین اٹھانا پڑی ھین یہان تک کہ ایک رات وہ کوٹھے سے پھاند جاتی ھے اور چوٹ کھاتی ھے مگر آخر مین جب لارڈ شادی پر تیار ھو جاتا ھے تو اپنی محبت کا اظہار کر دیتی ھے ۔ فیلڈنگ نے یہ دیکھا کہ یہ ساری اِخلاقی ھمہ ھمی محض بناوٹ ھے ۔ کوئی محبت کرنے والی لڑکی محض لفظ عصمت کی بنا پر وہ سب کچھ نہین کرسکتی جو پمیلا نے کیا ۔ پمیلا کی اخلاقی قدرون کو فیلڈنگ نے ریاکاری جانا ۔ برخلاف اس کے اس نے جوزف کو پیش کیا جس کی عصمت کو ایک رئیس خاتون چھین لینا چاھتی

پورا نام:
※ THE HISTORY OF THE ADVENTURES OF JOSEPH ANDREWS AND HIS FRIEND MR. ABRAHAM ADAMS.

ہے مگر کامیاب نہیں ہوتی کیوں کہ جوزف ایک اور لڑکی سے محبت کرتا ہے جو نیکی اور حسن میں بالکل جوزف کی طرح ہے۔ اصل میں عصمت قائم رکھنے کے لئے سچّی محبت اور توجہ کام آتی ہے محض اخلاق کا خیال محبت کی آگ میں بھوسے کی طرح جل جاتا ہے۔ اس طرح وہ واقعیّت وجود میں آئی جس کی فن قصّہ گوئی کو عرصے سے تلاش تھی ۔ بنین کی تمثیل سے رچرڈسن کی ناول تک کافی راستہ طے ہوچکا تھا ۔ بحیثیت ناول "پمیلا" کا امتیاز یہ ہے کہ یہ انگریزی کا پہلا نفسیاتی ناول ہے ۔ فن ناول نگاری کو "جوزف اینڈ ریوز" سے صحیح واقعاتی زندگی کی بالآخر راہ مل ہی گئی ۔ "پمیلا" اور "جوزف اینڈ ریوز" دونوں انگریزی کی پہلی ناول ہونے کے برابر کے دعوے دار ہیں ۔

رچرڈسن

رچرڈسن متوسط طبقے اور تجارت پیشہ لوگوں کا نمائندہ تھا۔ اس طبقے کو درس اخلاق کی ضرورت تھی اور رچرڈسن ان کی اس ضرورت کو قصّوں کے ذریعے پورا کرنے چلا ۔ خط لکھنے میں اسے بڑی مشق تھی ۔ خطوں کے ذریعے ایک اخلاقی قصّہ بیان کرنے کا خیال اس کے دل میں آیا اور "پمیلا" وجود میں آگئی ۔ پمیلا کے خطوط غریب لوگوں کی زندگی کا بھی عمدہ نقشہ کھینچتے ہیں اور رؤسا کی زندگی کا بھی ۔ پمیلا کی مربّی خاتون نیکی اور رحم دلی کی تصویر ہے مگر اس خاتون کا بیٹا لارڈ ہر قسم کے عیش و طرب کا دلدادہ ہے ۔ خاتون کے مرتے ہی خط ڈرامے کا اسٹیج ہوجاتا ہے جس میں لارڈ اور پمیلا کے درمیان کشمکش ہے ۔ لارڈ پمیلا کو پھسلانے کے لئے ایک بدمعاش عورت کو ملازم رکھتا ہے۔ ہر خط میں نیا منظر ہے، گھر میں نئے نئے مہرے بٹھا دئے گئے ہیں اور پمیلا کو مات دینے کی ترکیب ہو رہی ہے ۔ اکیلے میں پمیلا لارڈ کے لئے آہیں بھرتی ہے مگر وہ اسے اپنی عصمت دے کر حاصل نہیں کرنا چاہتی ۔ لارڈ تھک کر اس کے پیروں پر گرتا ہے اور اس سے شادی

کر لیتا ہے ۔ پمیلا کا کردار نہ پورا تمثیلی ہے نہ پورا واقعاتی مگر ہے بڑا پُرکیف ۔ پمیلا کا دوسرا حصّہ بھی چھپا تھا مگر اس مین محض درس اخلاق کے اور کچھ نہین ۔

رچرڈسن نے اپنے فن کو یہین نہین چھوڑا ۔ اس نے نظریے اور فن کو زیادہ وسعت دے کر دوسری ناول" کلیریسا ہارلو" (CLARISSA HARLOWE) لکھی جو ناول نگاری کے بڑے شاہکارون مین سے ہے ۔ اس مین ایک نہایت نیک لڑکی کلیریسا کو ایک بدمعاش لولیس (LOVELACE) کے جال مین پھنس کر ساری زندگی روتے ہوئے گزارتے دکھایا گیا ہے ۔ لولیس شیطان کی ایک صورت ہے اور رچرڈسن اگر اس پر اپنے اخلاقی اثر کو کم کر دیتا تو وہ بڑے اعلیٰ وِلیَن کا کردار ہو جاتا مگر وہ محض ایک خشک ، سرد اور بے جان مجسّمہ رہ جاتا ہے مگر اب وہ محض ایک اس تصنیف کو دائمی قیمت دیتی ہے وہ خود کلیریسا کا کردار ہے ۔ عیسائی اخلاقیات کے لحاظ سے وہ اخلاق اور ایثار کا مجسّمہ ہے اور اس کی زندگی کا دل چسپ ترین حصّہ درد و غم کی تصویر ہے ۔ اس کا ایثار دکھانے کے لئے رچرڈسن نفسیات کی اُن گہرائیون تک پہنچتا ہے جو آگے چل کر ناول نگارون کے لئے بہت دل چسپ ثابت ہوئین ۔ رچرڈسن کو فرانس اور روس کے ناول نگارون نے جتنی اہمیت دی اتنی اسے اپنے ملک مین میسّر نہین ہوئی ۔ یہ تصنیف شعور کے رازون ، جذبات کے رنگ ، محرکات کی کشمکش کو نیکی اور بدی کی جنگ مین تبدیل ہوتے ہوئے دکھاتی ہے ۔ اس کا یہ عنصر ہی اسے فنّی اتحاد بخشتا ہے، ایک تخیّل کی طرح نمایان کرتا ہے، ایک اعلیٰ ترین نفسیاتی مطالعہ ثابت کرتا ہے اور رچرڈسن کو بڑے ناول نگارون مین جگہ دلاتا ہے ۔

رچرڈسن نے ایک اور ناول " سر چارلس گرانڈیسن" (SIR CHARLES GRANDISON) لکھی ۔ یہ بالکل غیر دل چسپ ہے مگر شارلٹ گرانڈِیسَن (CHARLOTTE GRANDISON) کا کردار بہت ہی خوب صورت ہے ۔ اس کردار مین کوئی اخلاقی آمیزش نہین ۔ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورتون کی کردار نگاری

مین رچرڈسن کمال رکھتا ھے اور ان تمام ناول نگارون کا پیش رو ھے جو اس فن مین کامل ھوئے ۔ فن کے لحاظ سے رچرڈسن بہت پیچھے ھے ۔ خطون کے ذریعے قصہ بیان کرنے کا طریقہ جو اس نے استعمال کیا ھے بہت بھونڈا ھے ۔ اس مین بے جا تکرار اور ایک ھی کردار کے نقطۂ نظر کا یکسان وجود بہت تکلیف دہ ھے ۔ فن تعمیر یا طرز ادا مین رچرڈسن کوئی اضافہ نہین کرتا ۔

فیلڈنگ

اصل مین فنِ ناول نگاری کو پورے طور پر جمانے والا اور اس لئے 'بابائے ناول نگاری' کہلانے والا ھنری فیلڈنگ (HENRY FIELDING ۱۷۰۷ء تا ۱۷۵۴ء) ھے ۔ جوزف اینڈ ریوز کے دیباچے مین وہ اپنے نئے فن پر اھم تنقید پیش کرتا ھے ۔ ناول کو وہ " کامک ایپک پوئم ان پروز" (COMIC EPIC POEM IN PROSE) کہتا ھے یعنی یہ صنف ایپک اور کمیڈی کے امتزاج سے وجود مین آئی ھے ۔ بیان، تعمیر اور اخلاقی مقصد ایپک سے لیے گئے ھین، عام زندگی، مکالمے اور مزاح کمیڈی سے لئے گئے ھین اور اس طرح ایک صنف وجود مین آئی ھے جس مین کوئی چیز ایسی نہین جو خود مصنف کے تجربے سے باھر ھو ۔ رچرڈسن نے تجربے سے کام لیا مگر پھر بھی پمیلا ایک تجربہ نہین بلکہ اخلاقی نظریے کے مطابق ایک تصوّر ھے۔ "جوزف اینڈ ریوز" گھرون، دیہاتون، سرایون، اسٹیج کوچون وغیرہ کی زندگی کی متعدد تصویرین ھمارے سامنے لاتی ھے ۔ ھر جگہ زندہ اور مکمل کردار موجود ھین اور ناول مین مِسز سلِپ سلوپ (MRS. SLIPSLOP) کے سے مزاحیہ اور پارسن ایڈمس (PARSON ADAMS) کے سے پُرعظمت کردار پُر مزاح اور مکمل طور پر کامل کردار نظر آتے ھین ۔ اس تصنیف سے جدید ناول نگاری کا نظریہ اور عمل دونون اپنے لئے ایک مستقل جگہ بنا لیتے ھین ۔

مگر فیلڈنگ کا شاھکار اور فن ناول نگاری کا پہلا عظیم نمونہ " ٹوم جونز " (TOM JONES) ھے ۔ آج کل کی ناول نگاری

کا کون سا شعبہ ایسا ہے جس کی بنیاد اس ناول سے نہین پڑتی۔ واقعیّت کے دائرے کو یہ وسیع سے وسیع تر کرتا ہے ۔ ٹوم کے ساتھ ساتھ اس دور کی زندگی کی تمام تاریخ ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ واقعیّت اور اخلاق کا مسئلہ بڑے اچھے حل پر پہنچتا ہے ۔ ٹوم کا کردار بالکل واقعی بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مثالی بھی۔ اس مین فرسودہ اخلاق کے لحاظ سے ہر عیب موجود ہے مگر اس کا دل نیک ہے اور اسی وصف کو فیلڈنگ تمام اخلاق کی بنیاد بناتا ہے۔ ٹوم کی نیکی کی بنا پر بڑی برائیون کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر آخر مین اسے عقل آجاتی ہے اور وہ مکمل ہیرو بن جاتا ہے ۔ یہان اخلاق کا ایک نیا نظریہ قائم ہوتا ہے جو تمام جدید اخلاقیات کی بنیاد بن جاتا ہے ۔ فیلڈنگ کے مقابلے مین رچرڈسن ایک معمولی مذہبی ذہن کا انسان نظر آتا ہے جو فکر کے اعلی مدارج سے بالکل ناواقف تھا ۔ فیلڈنگ ، مفکرِ فطرت و اخلاق کی حیثیت سے بھی، قصّہ گوئی کے فن کو ایپک اور ڈرامے کی وسعت اور گہرائی تک پہنچا دیتا ہے ۔ وہ اپنی اس تصنیف کو تاریخ کہتا ہے اور اس کی سچّائی پر بار بار زور دیتا ہے ؛ اس نے قدرت کے سامنے ویسا ہی وسیع اور صاف آئینہ رکھا ہے جیسا شیکسپیر نے رکھا تھا ۔ اس مین جو کچھ فلسفہ اور اخلاق قدرتی طور پر نکل رہا ہے وہی اس کے فن کے لئے اہم ہے ۔

ساتھ ہی ساتھ فن کے جن پہلوؤن مین اس نے کمال کی بنیادین رکھین وہ بھی اہم ہین ۔ " ٹومَ جونز" ایک عشق کا قصّہ ہے جس مین ٹوم اور بلِفِل (BLIFIL) ایک لڑکی سوفیا (SOPHIA) سے شادی کرنا چاہتے ہین ۔ سوفیا ٹوم کو چاہتی ہے مگر اسے اور کوئی نہین چاہتا ۔ ٹوم کی پیدائش کا راز نامعلوم ہے ۔ یہ تمام قصّہ اٹھارہ کتابون مین جس سلیقے سے آگے بڑھایا گیا ہے اور جس طرح سے پھیلا کر ایک مرکز پر لایا گیا ہے وہ فن تعمیر کا کمال ہے۔ ایپک اور ڈرامائی فنون تعمیر کو جس آہنگ کے ساتھ یہان ایک کر دیا گیا ہے اس مین اب تک فیلڈنگ کو کوئی مات نہ کرسکا ۔ جہان تک کردار نگاری کا تعلق ہے، تو جس کثرت سے زندہ کردار اس ناول

مین نظر آتے ھین کھین اور دکھائی نھین دیتے ۔ پھر ٹوم اور اسکوائر ویسٹرن (SQUARE WESTERN) کے کردار ادب مین بیش بہا اضافہ ھین ۔ ناول نگاری کی مخصوص طرز ادا کی بنیاد بھی یہان پڑتی ھے ۔ یہ ناول تمام یورپ کی ناول نگاری کی بنیاد ھے ۔

فیلڈنگ نے دو اور ناولین لکھین ۔ ایک "امیلیا" (AMELIA) جو رچرڈسن کی ناولون کی طرح ایک نہایت نیک عورت ھے ۔ امیلیا اور کمزور کردار کے ایک غریب افسر بوتھ (BOOTH) کے تعلقات کا نقشہ ھے ۔ امیلیا فیلڈنگ کی تمام ھیروئنون سے زیادہ دل کش ھے ۔ یہ محض جذباتی ھیروئن نھین ھے ۔ فیلڈنگ اس ناول کے ذریعے یہ دکھانا چاھتا ھے کہ واقعیّت مین جذبات کا کیا مقام ھونا چاھئیے ۔ اس کی تمام ھیروئنین ، فینی سوفیا نیکی کے مجسّمے ھین مگر امیلیا کی نیکی دنیا کی بہت سی بُرائیون اور خرابیون کی تصحیح کرتی ھے ۔ گھریلو واقعیّت کو یہ ناول رچرڈسن سے آگے بڑھاتی ھے ۔ فرانس مین روسو پر اور انگلستان مین گھریلو زندگی کے ناول نگارون پر اس ناول کا گھرا اثر ھوا ۔ فیلڈنگ کی ایک اور ناول "جوناتھن وائلڈ دی گریٹ" (JONATHAN WILD THE GREAT) بڑی زبردست طنز ھے ۔ اس مین سوئفٹ کی طنز کے زور کے ساتھ فیلڈنگ کی واقعیّت کی آمیزش دل کش ھے ۔

فیلڈنگ جوان ھی مر گیا ورنہ شاید اپنے فن مین کچھ اور اضافے کرتا ۔ مگر اب بھی اُس کا نام شیکسپیر ، ملٹن ، سوُئفٹ کے ساتھ شامل کرکے اسے انگریزی کے چار بڑے ادیبون مین گِنا جاتا ھے ۔ جس فن کا وہ موجد ھے وہ آج دنیا کے ادب پر چھایا ھوا ھے ۔

ٹوبیاز جارج اسمالٹ اور لارنس اسٹرن

رچرڈسن اور فیلڈنگ کی کامیابی نے نئی راھین کھول دین اور ناول نگار اُبھرنے لگے ۔ ان مین سے دو اوّل درجے کے ھین اور ناول کی ارتقا مین بڑی اھمیت رکھتے ھین ۔ ایک اسکاٹ لینڈ کا

ناول نگار ٹوبیاز جارج اسمالٹ (TOBIAS GEORGE SMOLLET ؛ ۱۷۲۱ء تا ۱۷۷۱ء) ھے جس کی تین ناولین " روڈرک رینڈم " (RODERICK RANDOM) ، "پریگرین پکل" (PEREGRINE PICKLE) اور " ھمفری کلنکر" (HUMPHRY CLINKER) بڑی اہم ھین ۔ روڈرک رینڈم پہلا انگریزی ناول ھے جس مین انگلستان کی بحریہ کے جہازون پر زندگی کے حالات بڑے واقعاتی انداز سے درج ھین ۔ اس ناول سے بحریہ پر ناول لکھنے، ملّاحون اور خصوصاً جہازون کے کپتانون کی کردار نگاری کا رواج انگریزی ناولون مین شروع ھوا ۔ اسمالٹ عام طور پر فیلڈنگ کا ساتھی ھے اور اسے ھیرو مانتا ھے ، مگر وہ فرانسیسی افسانہ نگار لی ساژ (LE SAGE) سے بھی متاثر ھے جس کی " گل بلاس" (GUL BLAS) کا اس نے ترجمہ کیا ۔ اپنی ناولون مین مہمّاتی ناولون کے اثرات بھی شامل کرتا ھے ۔ وہ واقعیّت کا دلدادہ ھے اور اپنے ملک کی زندگی کو فیلڈنگ کی نظر سے دیکھتا ھے ۔ اسے زندگی سے نفرت ھے اور اس کی تحریر پر طنز کا اثر بہت غالب ھے ۔ وہ زندگی کے چند مخصوص دائرون کی عکاسی کرتا ھے ۔ ملّاح اور طبابت سے وابستہ لوگ خاص طور پر اھمیت اختیار کر لیتے ھین ۔ " ھمفری کلنکر" فن ناول نگاری مین دائمی اضافہ ھے ۔ رچرڈسن کے اتّباع مین یہ بھی خطون کا ایک مجموعہ ھے ۔ ھمفری ایک ملازم ھے جو، جوزف کی طرح ایک رئیس کا گم شدہ بیٹا نکلتا ھے ۔ اس کی محبوبہ نوکرانی جنکنز بھی دل کش ھے مگر لفٹننٹ اوبادیا لسماھاگو (LIEUTENANT OBADIAH LISMAHAGO) کی ھستی بڑی پُرلطف ھے ۔ خطوط مین بڑے واقعاتی مناظر دکھائے گئے ھین ۔ ھمفری کا ہاتھ مین اپنے مالک کو کان پکڑ کر ڈوبنے سے بچانے کا بیان بڑا پُرمزاح ھے ۔ پوری ناول ایک عجیب ھمدردی سے روشن ھے اور اس لئے اس کا دوام مسلّم ھے ۔

اسمالٹ سے زیادہ بڑا ناول نگار لارنس اسٹرن (LAURENCE STERNE ؛ ۱۷۱۳ء تا ۱۷۶۸ء) تھا اگرچہ ادبی فطرت مین یہ رچرڈسن اور فیلڈنگ سے کم زوردار ھین ۔ اسٹرن کی ناول نگاری ایک ایسی جدّت ھے جس کی بڑی اھمیت ھے ۔ وہ پیشے کے اعتبار

سے کلیسا کا پادری تھا مگر طبعاً آزاد منش تھا ۔ اس نے اپنی زندگی کو تمام تر جذباتی بنایا اور اپنی تصانیف مین ہر چیز کو جذباتی رنگ دے کر پیش کیا ۔ اس کی کئی ناولین ھین ۔ ایک " ٹرسٹرام شینڈی" (TRISTRAM SHANDY) جس مین اس نے ٹرسٹرام کی زندگی اور اس کی آرا پیش کی ھین اور دوسری " اے سینٹیمینٹل جرنی" (A SENTIMENTAL JOURNEY) جس مین اس نے اپنا فرانس کا سفر بیان کیا ھے ۔ دونون ناولون مین قصّہ کچھ نہین ھے، آرا اور تصویرین بھی عجیب بے ترتیبی کے ساتھ سامنے آتی ھین اور چلی جاتی ھین ۔ پہلی ناول کا ھیرو ٹرسٹرام ناول کے تیسرے جزو مین پیدا ھوتا ھے ۔ ان تصانیف کو ناول کہتے ہوئے جھجھک ھوتی ھے مگر غور کرنے پر معلوم ھوتا ھے کہ ان مین کوئی ظاھری صورت ھو یا نہ ھو مگر ناول کے فن کی روح ضرور ھے ۔

اسٹرن کی ھستی بڑی عجیب ھے اور اس کی اپچ انتہا کے درجے پر پہنچی ھوئی ھے ۔ وہ عجیب آدمی ھے اور اس کے لئے ہر چیز کو جذباتی نظر سے دیکھنا ایک نفسیاتی ضرورت ھوگئی ھے ۔ اس کے اخلاق کے بابت رائے دینا آسان نہین ھے کیون کہ وہ اپنا آپ اخلاق ھے ۔ وہ مبصّرِ حیات ھے اور اِس سے اُسے کافی بصیرت حاصل ھوئی ھے ۔ اس نے علم حاصل کیا ھے اور وہ سب اس کے تجربے کے ساتھ مل کر اس کا اپنا ھوگیا ھے ۔ اس کا مقصد یہ ھے کہ اپنے کو ھر معاملے مین عجیب و غریب دکھائے ۔ وہ مِزاح نگار ھے اور لطیف مزاح مین شاید اپنے دَور کے سب مصنّفین سے آگے نکل جاتا ھے ۔ اُس کی تصانیف کی خاص دل چسپی اس کی اپنی ذات ھے۔ ھم اس کی نظر سے ھر چیز اور ھر فرد کو دیکھتے ھین اور اس کی ناولون کا ھر کردار زندہ ھو جاتا ھے ۔ " ٹرِسٹِرام شینڈی" مین " اِنکل ٹوبیَ" (UNCLE TOBY) کا کردار دنیا کے بڑے مزاحیہ کردارون مین سے ھے ۔ جذبات نگاری اس کا خاص میدان ھے جس کی اس کے یہان ایک خاص نوعیت ھے ۔ دنیا کی ھر چیز کے لئے وہ اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگتا ھے ۔ بیشتر مقامات پر یہ جذبات بہت موزون نظر آتے ھین اور دل پر گہرا اثر کرتے ھین مگر بعض

مقامات پر یہ جذبات مُضحک معلوم ہوتے ہین اور جذباتیت کے درجے پر اُتر آتے ہین ۔ جذباتیت کی طرف اتنا زیادہ رجحان تکلیف دہ ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ مصنّف مین کوئی ذہنی خلل ہے جو انتہا کو پہنچا ہوا ہے ۔ اسٹرن کے سوچنے کا طریقہ عجیب ہے اور اس لئے اس کا طرز بھی عجیب ہے ۔ اس کی زبان تار کی زبان کی طرح ہے جس مین جملون اور قواعد کو جان بوجھ کر توڑا گیا ہے تاکہ ایک مخصوص معنیٰ کو جلد سے جلد اور کم سے کم الفاظ مین قاری تک پہنچا دیا جائے ۔ اسٹرن کی جذباتیت اور جذبات پرستی آنے والے رومانی دور کا اشارہ بھی ہے ۔

گولڈ اسمتھ

ان ناول نگارون کے ساتھ آلیور گولڈ اسمتھ (OLIVER GOLDSMITH؛ ۱۷۳۰ء تا ۱۷۷۴ء) کا نام بھی لینا ضروری ہے جس کی ناول " دی ویکر آف ویکفیلڈ " (THE VICAR OF WAKEFIELD) انگریزی کی مقبول ترین کتابون مین ہے اور جس کا ہر زبان مین ترجمہ ہوگیا ہے ۔ اس مین ایک گاؤن کی دل کش تصویر ہے ۔ ڈاکٹر پرمروز (DR. PRIMROSE) حد سے زیادہ نیک اور دل چسپ سَربراہ خاندان ہے ۔ اس کی دو بیٹیان اولیویا (OLIVIA) اور سوفیا (SOPHIA) دو قسم کی گھریلو لڑکیون کی بڑی اچھی تصویرین ہین ۔ قصّہ اِن لڑکیون کی شادی کا ہے اور اس سلسلے مین ایک عیّاش طبع رئیس اسکوائر تھورن ہل (ESQUIRE THORN HILL) بڑی لڑکی کو دھوکا دے جاتا ہے مگر اس اسکوائر کا چچا برشِل (BURCHELL) جو معمولی آدمی بن کر چھوٹی لڑکی سے ملا کرتا تھا بیچ مین پڑ کر سب معاملہ طے کرادیتا ہے ۔ پرمروز جیل مین دکھائی دیتے ہین اور یہان جس طرح اُن کے معاملات طے ہو جاتے ہین وہ ہرگز قرینِ قیاس نہین ہین ۔ قصّے کی تعمیر بھی بھونڈی ہی ہے مگر اس ناول کے جادوئی اثر مین کوئی شک نہین ۔ گھریلو زندگی کا نقشہ، دیہات

کے مناظر ، گولڈ اسمتھ کے شاعرانہ رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین ۔ نثر اپنا الگ جادو رکھتی ہے مگر سب سے زیادہ اہم ڈاکٹر پرمروز کا کردار ہے جو انگریزی ادب کے مقبول ترین کردارون مین شامل ہےاس کی سادگی، اس کی قوی صفات ، اس کی نیکی ہر شخص سے اپنا لوہا منوا کر رہتی ہے ۔ شاید ہی کوئی انگریزی ناول نگار ہو جو کسی نہ کسی طرح پر اس ناول سے متاثر نہ ہوا ہو ۔

باب دہم

ڈرامہ اور متفرق نثر

۱۷۶۰ تا ۱۸۲۰ء

عام ڈرامے

"ریسٹوریشن" کے وقت ڈرامہ نگاری مین جو نئی زندگی آگئی تھی وہ رفتہ رفتہ مضمحل ہوتی گئی ۔ اٹھارویں صدی مین سچے ڈرامہ نگارون کی بڑی کمی نظر آئی مگر ان کے کچھ بڑے ایکٹر نمایان ہوئے جنھون نے اسٹیج کو ایک نئی زندگی دے دی ۔ اداکارون مین گیرک (GARRICK) اور اداکاراؤن مین مسز سڈنس (.MRS SIDDONS) بڑے مشہور ہوئے ۔ ان کے خاص کارنامے یہ تھے کہ انھون نے شیکسپیر کے ڈرامون مین کچھ خاص کردار اِس طرح ادا کئے کہ انؐ کی اداکاری اِن کردارون کے ساتھ وابستہ ہوگئی ۔ گیرک نے شیکسپیر کی ٹریجیڈی کے ہیروون کے کردار خوب ادا کئے ۔ مسز سڈنس نے لیڈی میکبتھ کا کردار جس خوبی سے ادا کیا وہ اب تک مثال ہے ۔

قبول عام حاصل کرنے والے ڈرامون مین ایک تو گھریلو ڈرامے تھے جن مین ایک عامیانہ طریقے پر درس اخلاق ہوا کرتا تھا ، دوسرے کلاسیکی ڈرامے تھے جو عالمون کے لکھے ہوئے ہوتے تھے اور جن مین اصولون کو اچھی طرح برتا جاتا تھا اور تیسرے وہ ڈرامے تھے جن کو " سینٹیمینٹل کمیڈی" (SENTIMENTAL COMEDY) کہا گیا اور یہی سب سے زیادہ مقبول رہے ۔ اس مین پلاٹ کچھ پیچیدہ ہوتا

تھا ، کردار کی کوئی خاص اہمیت نہ ہوتی تھی اور تمام تر زور جذبات کی عکاسی پر ہوتا تھا جو بیشتر جذباتیت پر اتر آتی تھی۔ اِن مین سے کوئی ڈرامہ ایسا نہین ہے جس کا آج نام بھی لیا جائے ۔

مگر دو ہستیون نے کمیڈی مین اک نئی جان پیدا کردی ۔ نہ صرف ریسٹوریشن کمیڈی کی بہترین روایات زندہ ہوگئین بلکہ ایک خاص قسم کی کمیڈی وجود مین آئی جو اِس دور کی مکمل ترجمانی کرتی ہے اور اپنے مصنّفین کی شخصیتون کو نہایت خوبی کے ساتھ نمایان کرتی ہے ۔

ان مین پہلی ہستی گولڈ اسمتھ (GOLDSMITH) کی ہے جس کی دو کمیڈیان اس کی لافانی تصانیف کا اہم جزو ہین ۔ پہلی " دی گڈ نیچرڈ مین " (THE GOOD-NATUR'D MAN) زیادہ کامیاب نہین ۔ یہ جذباتی کمیڈی کی بڑی اچھی رد ہے اور اس کا ہیرو اپنی نیکی کی بنا پر ہمارا دل موہ لیتا ہے، مگر مجموعی حیثیت سے اِس مین مزاح کی بڑی کمی محسوس ہے ۔ مگر دوسری کمیڈی " شی اسٹوپس ٹو کونکر" (SHE STOOPS TO CONQUER) بڑا اہم شاہکار ہے ۔ قصّے کا بنیادی واقعہ یہ ہے کہ ایک رئیس زادہ مارلو (MARLOW) اپنے والد کے دوست مسٹر ہارڈکیسِل (MR. HARDCASTLE) کے گھر کو سرائے سمجھ کر ہر قسم کی بدتمیزیان کرتا ہے ۔ یہ واقعہ قرینِ قیاس نہین ہے۔ مگر اِس غلط فہمی کی بنا پر جو حالات ظہور مین آتے ہین وہ نہایت درجہ مزاحیہ ہین ۔ مارلو جو شریف مرد و عورت سے بات کرتے لرزتا تھا مس ہارڈکیسل کو نوکرانی سمجھ کر اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے ۔ مس ہارڈکیسِل اُس کو زیر کرنے کے لئے یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ نوکرانی ہی ہے، جُھک جاتی ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ مارلو کے دوست ہیسٹنگز (HASTINGS) اور مسٹر ہارڈکیسِل کی بھانجی مس نیول (MISS. NEVILLE) کے عشق کا قصّہ بھی ہے ۔ مسز ہارڈکیسِل اس کی شادی اپنے پہلے شوہر کے بیٹے ٹونی لمپکن (TONY LUMPKIN) کے ساتھ کرکے اس کے جواہرات پر

قبضہ کرنا چاہتی ہے ۔ ٹونی عیش پسند، زندہ دل دیہاتی مسخرہ ایک دیہاتی لڑکی کے عشق مین محو ہے ۔ وہ ہیسٹنگز کی مدد کرنے کے لئے اپنی مان کو خالہ کے گھر پہنچانے کے بہانے رات بھر گاؤن کے چارون طرف ہی چکّر لگواتا رہتا ہے اور آخر کو اسے اپنے باغ ہی مین اتارتا ہے ۔ آخر مین سب کے راستے کے پتھر ہٹ جاتے ہین ، سب کی مناسب شادیان ہو جاتی ہین ۔ اس ڈرامے کی جان ٹونی لمپکن ہے جو ہر چیز کا مضحکہ خیز وجود ہے اور ہر گتھی کو مضحکہ خیز طریقے پر سلجھاتا ہے ۔ اس کی نیک دلی، اس کی فیض رسانی اس کے تمام عیوب کو ڈھانک دیتی ہے؛ ہر جگہ اس کی باتین ہنساتی ہین ۔ مزاحیہ کردارون مین اس کا مقام بہت بلند ہے ۔

شیریڈن

گولڈ اسمتھ سے زیادہ اس دور مین کمیڈی کو نئی صورت دینے والا رچرڈ برنسلے شیریڈن (RICHARD BRINSLEY SHERIDAN) تھا ۔ اس نے کونگریو کی کمیڈی کے حسن اور چمک کو پھر زندہ کیا اور ذکاوت اور طنز ایک نئی صورت مین نمایان ہوئین ۔ شیریڈن مہذّب طبقے سے تعلق رکھتا تھا ۔ لندن اور باتھ کے اعلی ترین حلقون مین اس نے زندگی گزاری ۔ وہ جذباتیت کا دشمن تھا اور فطری آزاد زندگی کا قائل تھا ۔

شیریڈن مصلح اخلاق ہونے کی بالکل کوشش نہین کرتا حالان کہ جس تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ ماحول کی اُس نے عکّاسی کی ہے وہ اہم اخلاقی اقدار کا حامل تھا ۔ اُس کے ڈرامون مین نیکی کی کامیابی کی امید ہر جگہ جھلکتی ہے ۔ اس کے تین ڈرامے اہمیت کے حامل ہین، "دی رائیولز" (THE RIVALS)، "دی اسکول فور اسکینڈل" (THE SCHOOL FOR SCANDAL) اور "دی کریٹک" (THE CRITIC) ۔ ان کی تعمیر مین کوئی خصوصیت نہین ہے؛ وہی عام پلاٹ، جو ریسٹوریشن کے ڈرامہ نگارون نے استعمال کئے تھے؛ یہان کچھ تبدیلی کے ساتھ پیش ہو جاتے ہین ۔ ان کے کردار بھی

نفسیاتی اعتبار سے بلند پایہ نہین ہین ۔ مکمل کردار کی تخلیق شیریڈن کے بس کی بات نہین تھی مگر اس مین اکثر کردارون کے دلون مین اتر کر انُ کی روح کی عکّاسی کی صلاحیت ضرور تھی؛ اس کے تمام کردار کسی نہ کسی اعتبار سے زندہ ضرور ہو جاتے ہین؛ ان مین کوئی نہ کوئی حماقت نظر آتی ہے جو انہین مزاحیہ بناتی ہے اور ان کی تصویر ہمارے ذہن پر ہمیشہ کے لئے ثبت کردیتی ہے۔ ان ڈرامون مین سب سے اہم چیز مکالمہ ہے جو ظرافت اور ذکاوت کی بنا پر ذہن کے لئے بڑی تفریح بہم پہنچاتا ہے ۔

شیریڈن کی پہلی کمیڈی "دی رائیولز" (THE RIVALS) بڑی مقبول ہوئی اور اب بھی شاید اس کے دوسرے تمام ڈرامون سے زیادہ مقبول ہے ۔ اس مین قصّہ وہی عام ہے کہ لڑکے کا باپ اس کی ایک جگھ شادی کرنا چاہتا ہے اور لڑکا دوسری جگھ یا لڑکی ایک سے دل لگا چکی ہے اور اس کے والدین دوسرے سے شادی طے کرچکے ہین؛ مگر اس کمیڈی مین اسی روایتی قصّے مین ایک جدّت یہ پیدا کردی گئی ہے کہ کیپٹن اِبسَولیوُٹ (CAPTAIN ABSOLUTE) ایک طرف لِیڈیا (LYDIA) کے روبرو اس کا آدرش غریب شخص بن کر اس سے محبت کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے باپ کا فرمانبردار بیٹا بن کر باپ کی مرضی کے مطابق شادی پر تیار ہے ۔ باپ نے بھی اس کی شادی لیڈیا ہی سے طے کی ہے لیکن لیڈیا یہ جانتی ہے کہ کیپٹن اِبسَولیوُٹ کوئی اور شخص ہے ۔ غرض وہ منظر آتا ہے جب یہ کھل جاتا ہے دو رقیب اصل مین ایک ہی شخص تھے ۔ اسی کمیڈی کی مسز میلاپراپ (MRS. MALAPROP) الفاظ کے غلط استعمال کی بنا پر لافانی مزاحیہ کردار ہوگئی ہے اور اس کا نام بیان وبدیع کی ایک اصطلاح بن گیا ہے ۔

فنّی لحاظ سے شیریڈن کا شاہکار "دی اسکول فار اسکینڈل" (THE SCHOOL FOR SCANDAL) ہے ۔ اس کے قصّے مین کوئی جدّت نہین مگر ہر منظر نہایت توازن کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔ چوتھے ایکٹ کا وہ منظر جس مین کچھ کردار پردے کے پیچھے رہتے ہین اور پھر پردہ ہٹنے پر ایک دوسرے کو تعجب کے ساتھ پہچانتے

هین بهت اعلیٰ فنکاری کی مثال هے - جوزف سَرفیس (JOSEPH SURFACE) کا کردار بے مثل هے - وہ فرانسیسی ڈرامہ نگار مولیئر* کے تارتوف** کا انگریزی نمونہ کہا جاسکتا هے- یہ ڈرامہ اتهریج (ETHEREGE) اور کونگریو کا فن مزید پختہ کرتا هے- " کمیڈی آف میٹرز" (COMEDY OF MANNERS) کی یہ بہترین مثالون مین سے هے کیون کہ اس مین سماجی اخلاق اور رکھ رکھاؤ کی دل کش تصویر کھینچی گئی هے-تقریباً دو سو برس تک اس سے بهتر کمیڈی لکھی نهین گئی -

شیریڈن کی آخری کمیڈی " دی کریٹک" (THE CRITIC) بھی بہت پُرلطف هے - اس مین ایک ٹریجیڈی کا ریہرسل دکھایا گیا هے اور اس طرح اپنے دَور کی ڈرامہ نگاری کا خوب مذاق اڑایا گیا هے - اِس ڈرامے کی سب سے اهم چیز " پَف " (PUFF) کا کردار هے - اس شخص نے اشتہار بازی کے فن کو ایک مستقل سائنس مین تبدیل کرلیا هے اور اس کے طریقے جدید دور مین بھی بڑی اهمیت رکھتے هین -

فلسفہ اور نثر

اٹھاروین صدی کو 'دورِ دانش' کہا گیا هے اور دور دانش کے معنی ادب مین نثر اور نثریت کی ترقی کے هوتے هین - کئی نثری شاهکار سامنے آئے اور جن جن نثر نگارون کا ذکر هوچکا هے وہ اپنے فن کے همیشہ کے لئے مسلّم استاد هین - مگر نثر سیاست اور فلسفے کے لئے بھی بڑا مفید ذریعۂ اظهار ثابت هوئی چنان چہ سیاسیات مین بعض تصانیف مثلاً جون وِلکِس (JOHN WILKES) کے پمفلٹ

---

* سترهوین صدی کے فرانس کا سب سے مشهور مزاحیہ اور طنزیہ ڈرامہ نگار-
** مولیئر (MOLIERE) کے ڈرامے کا ایک کردار جو ریا کاری مین اپنی مثال آپ هے -

اور جونیس (JUNIUS)* کے خطوط نثر مین ایک مقام رکھتے هین - پارلیمنٹ کی تقریرین بھی ایک اهمیت رکھتی هین اور خطیبانہ نثر کے ارتقا مین ان کا اهم مقام هے - ڈیوڈ هیوم (DAVID HUME) کے فلسفیانہ شاهکار بھی ادبی نثر کی اهم مثال هین - هیوم کی " هسٹری آف انگلینڈ " (HISTORY OF ENGLAND) اور روبرٹسن (ROBERTSON) کی " چارلس دی ففتھ" (CHARLES V) تاریخ هی مین نهین بلکہ نثر نگاری مین اهم اضافہ هین -

رسالون اور جریدون کے ذریعے مضمون نگاری ایک نئی صورت اختیار کرگئی مگر خارجی مضمون نگاری پس پشت چلی گئی البتہ هیوم اور گولڈ اسمتھ کے مضامین ذاتی واردات پیش کرتے هین اور اس طرح مضمون کو وہ هیئت بخشتے هین جو وہ آئندہ صدی مین اختیار کرے گا -

اس دور مین خطوط کے مجموعے بھی ایک نئی صنف ادب کا اضافہ کرتے هوئے نظر آتے هین - اپنے بیٹے کے نام لارڈ چسٹرفیلڈ (LORD CHESTERFIELD) کے خطوط درس اخلاق و تهذیب کی فهم عامہ اور صاف نثر کے بڑے اچھے نمونے هین - هوریس والپول (HORACE WALPOLE) کے خطوط اس زمانے کی زندگی کے حالات کسی تاریخ یا ناول سے بهتر طور پر پیش کرتے هین - سب سے بهتر خطوط لیڈی میری ورٹلی مونٹیگو (LADY MARY WORTLEY MONTAGUE) کے هین - یہ اس دور کی سب سے زیادہ ذهین تهذیب یافتہ اور ترقی پسند خاتون کی زندگی کے نقوش همارے سامنے نهایت دل کش طریقے پر ابھارتے هین -

---

* یہ آج تک معلوم نهین هوسکا کہ جونیس کے نام سے جو مشهور زمانہ خطوط چھپے تھے ان کا لکھنے والا کون تھا -

باب یازدہم

رُومانی شاعری کے پیشرو

۱۷۲۶ تا ۱۷۷۰ء

ڈاکٹر جونسن کلاسیکیت کا بڑا طرف دار تھا مگر رومانی شاعری اُس کے سامنے ھی پرورش پاتی رھی اور وہ نہ دیکھ سکا ۔ اس کا دوست گولڈ اسمتھ اس کے نزدیک پورا کلاسیکی شاعر تھا مگر گولڈ اسمتھ کی دو بڑی نظمون " دی ڈیزرٹِڈ ولیج" (THE DESERTED VILLAGE) اور " دی ٹریولَر" (THE TRAVELLER) مین رومانی رجحانات صاف نمایان ھین ۔ اوّل الذکر مین ایک دیہات اور اس کی زندگی کی تصویرین ، اس کے مخصوص کردارون کے خاکے، خاص طور پر پادری کا مذھبی کردار اور غربا کی تکالیف کے مناظر خالصتاً رومانی ھین۔ گولڈ اسمتھ کے ذاتی انکشافات بھی رومانی رجحانات کے حامل ھین ۔ دوسری نظم مین مختلف ممالک کے حالات اور ان کے درمیان مصنّف کی تکالیف مگر پھر بھی اپنے فن پر غرور، عجیب رومانی تصویر سامنے لاتے ھین ۔ گولڈ اسمتھ کے " کپلِٹ" بھی محض پابندی کو چھوڑ کر ایک قدرتی ترنّم کی طرف آگئے ھین جو رومانیت کی آمد کے راگ گاتا ھے ۔

مگر شاید گولڈ اسمتھ جونسن کے بہت زیادہ زیرِ اثر ھونے کی وجہ سے اِس دَور کے دوسرے شاعرون کی نسبت کم رومانی ھے۔ غور سے دیکھنے پر محسوس ھوتا ھے کہ اس دور مین کلاسیکی شاعر رومانی موضوعات کی طرف جھکنے لگے ھین بلکہ بعض شعرا نے تو کسی خاص موضوع کو اپنے لئے مخصوص بھی کر لیا ھے ۔

جیمس ٹامسن

مناظرِ قدرت ایک مخصوص موضوع ہوگیا اور قدرت سے جذباتی تعلق جو انگریزی قوم کی فطرت مین تھا کلاسیکیت کے زور سے نہ دبا اور پھر اُبھر آیا ۔ اس تعلق نے جیمس ٹامسن (JAMES THOMSON ؛ ۱۷۰۰ء تا ۱۷۴۸ء) کی نظموں مین خاص حیثیت اختیار کرلی ۔ ٹامسن نے پہلے ۱۷۲۶ء مین اپنی نظم " ونٹر" (WINTER) شائع کی پھر ایک ایک سال کے بعد " سمَر" (SUMMER)، " اسپرِنگ " (SPRING) اور " اوٹم " (AUTUMN) شائع کین ۔ ۱۷۳۰ء مین یہ چارون نظمین " سیزنس" (SEASONS) کے عنوان کے تحت شائع ہوئین ۔ تین برس کے بعد اس نے ایک سیاسی نظم " لبرٹی" (LIBERTY) لکھی اور بارہ برس کے بعد اسپنسر کی نقل مین ایک طویل نظم" دی کاسِل آف اِنڈولِنس " (THE CASTLE OF INDOLENCE) لکھی ۔ ان تمام نظمون مین ٹامسن کی قدرت سے دل چسپی بڑی واضح ہے ۔ وہ مناظر قدرت کو رنگینی کے ساتھ پیش کرتا ہے ۔ بیشتر وہ قدرت کو قدما کی نظر سے دیکھتا ہے اور قدما ہی کے الفاظ کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کردیتا ہے ۔ وہ مناظر سے اخلاقی نتائج بھی نکالتا ہے مگر اس کی شاعری کے دل چسپ مقامات وہ ہین جہان قدرتی تاثرات اور احساسات قدما کے اثر سے آزاد ہوکر اُبھر آتے ہین ۔ ٹامسن کے جذبات کی دنیا مین اخلاق، مذہب، حبّ الوطنی اور ملک کے دیہات سب ایک ساتھ منسلک ہین، اِس لئے قدرت کے لئے اس کا جذبہ ایک شوق کی صورت مین نمایان ہوتا ہے ۔ عام طور پر وہ ایسے مناظر دکھاتا ہے جن سے عرصے تک وہ خود حظ اٹھاتا رہا تھا ۔ اس کو اِن مناظر مین ایک روح دکھائی دی اور ان کو بیان کرنے مین اس کی زبان اور اس کے اشعار کا راگ آپ سے آپ اس قدرتی لَے پر آ لگا جو کلاسیکیت کے خلاف اور رومانیت سے ہم آہنگ تھی ۔ ٹامسن پوپ کی راہ سے ہٹ کر ملٹن اور اسپنسر کی راہ پر چلتا ہے ۔ اُس کی وہی راہ ہے جو آگے چل

کر ورڈ زورتھ اور کولرج کی ہوگی ۔

ٹامسن کے ساتھ جون ڈائر (JOHN DYER ؛ ۱۶۹۹ء تا ۱۷۵۸ء) بھی قدرت کے مناظر سے دل چسپی رکھنے والون مین شامل ہو جاتا ھے ۔ اس کی نظم " گرونگرؔ ہِل " (GRONGAR HILL) ،جو ملٹن کے تتبّع مین لکھی گئی ھے، اس کے وطن ویلز کے مناظر کو ایک فلسفی کے خواب کا رنگ دے کر تصوّف کے رنگ مین پیش کرتی ھے۔ ڈائر نے اور نظمین بھی لکھین مگر وہ اِس کمال کی نظم ھی کی وجہ سے زندہ رھے گا ۔ اور شاعر بھی اس سلسلے مین نمایان ھوئے مگر ان کا کلام اب کوئی اثر نہین رکھتا ۔

ایڈورڈ ینگ

مناظرِ قدرت سے محبت بیشتر قدرت کے تکلیف دہ پہلو پر پہنچاتی ھے ۔ غم اور درد کچھ شاعرون کا مخصوص موضوع بن جاتے ھین ۔ اندھیرا ، موت، آنسو، تکلیف دہ خواب اِس دَور مین کچھ شاعرون کے مرغوب موضوع ھوگئے ۔ اس سلسلے مین ایڈورڈ ینگ (EDWARD YOUNG ؛ ۱۶۸۳ء تا ۱۷۶۵ء) بہت نمایان ھوا۔ اس کی نظم " دی کمپلینٹ ، آر نائٹ تھاٹس اون لائف (THE COMPLAINT OR NIGHT THOUGHTS ON LIFE) شاعر کی تین پریشانیون کا حال بیان کرنے کے بعد یہ دکھاتی ھے کہ شاعر کی زندگی تاریک ھوگئی ھے اور وہ زندگی، موت اور نجات ھی کی بابت اپنے خیالات ادا کرتا رھتا ھے ۔ یہ طویل نظم نو حصّون مین ھے اور کہین کہین ایک سوال کرنے والا بھی غیب سے آجاتا ھے، ورنہ شاعر اکیلا ھی اپنے غم زدہ خیالات مین الجھا ھوا ھے ۔ بیشتر مقامات پر وہ ڈرائیڈن کی طرح بحث کرنے لگتا ھے مگر زیادہ تر اس کی توجہ رومانی جذباتیّت کی طرف ھے ۔ عیسائی مذھب کا فلسفۂ غم اور پسپائیّت مین ڈوبا ھوا ھے اور اگر کہین ان جذبات سے اُبھرتا ھے تو زبردستی پھر خود کو ان ھی مین مبتلا کرلیتا ھے ۔ بیشتر مقامات پر اس کے خلوص پر شک ھوتا ھے مگر جذبات اور اقوال بیشتر

اس سے دل مین گھر کرتے ھین -
ان ایام مین مذھبی جذبات کی شاعری کا ایک الگ دائرہ قائم ہوگیا حالان کہ ان مین کوئی خاص شاعر نمایان نہین ھوا -

ولیم کالنز اور گرے

جذبات کا قدرت سے آمیزش کا لازمی نتیجہ یہ ھوا کہ ذھن قریب کی چیزون سے زیادہ دور کی چیزون سے رغبت کرنے لگا اور تخیّل عقل پر حاوی ھونے لگا، ماضی اور ماضی کے آثار مین دل چسپی بڑھنے لگی، پرانے قصّے، پرانے مقامات، پرانی عمارتین، قبرستان وغیرہ اُس مخصوص شاعرانہ تحیّر سے دیکھے گئے جو رومانیت کی جان ھے۔ شاعر اور عوام دونون کو قدرت سے دل چسپی کے ساتھ ماضی اور اُس سے وابستہ تمام چیزون سے دل چسپی بڑھی -

اس وقت دو بڑے شاعر نمایان ھوئے جو رومانیت کے بیشتر پہلو اپنی ھستی مین سمیٹ لیتے ھین اور جن کی شاعری کو ڈاکٹر جونسن نے مثال کے طور پر پیش کرکے مطعون کیا تھا - یہ دونون شاعر ولیم کالنز (WILLIAM COLLINS ؛ ۱۷۲۱ء تا ۱۷۵۹ء) اور ٹامس گرے (THOMAS GRAY ؛ ۱۷۱۶ء تا ۱۷۷۱ء) ھین -

کالِنز بہت جلد مرگیا مگر جو نظمین اُس نے چھوڑی ھین ان کی تعداد اگرچہ کم ھے مگر یہ سب اوّل درجے کی شاعری ھین ۔اس کی تمام نظمین " اوڈ " (ODE) ھین اور اس صنف کو ایک نئی زندگی بخشتی ھین ؛ مختصر اوڈ سے لے کر بناوٹی " پِنڈارِک اوڈ " (PINDARIC ODE) کے تمام اثرات ان پر دکھائی دیتے ھین، مگر کالِنز کی آزاد طبیعت اور اس کی غنائی قوتین ایک نیا رنگ جماتی ھین اور انگریزی غنائی شاعری مین ایک نیا باب کھُل جاتا ھے۔ کالنز کا خلوص بہت ھی زبردست ھے - قدرت سے محبت، آثار قدیمہ سے دل چسپی، ماضی کا تصوّر، تحیّر کی دنیا مین کھو جانا، یہ سب چیزین اس کی نظمون مین ھر جگہ نظر آتی ھین - ھر نظم مین ان سب جذبات کے ساتھ کوئی خاص موضوع بھی سامنے آتا ھے -

"اوڈ ٹو پٹی" (ODE TO PITY) مین غم کا جذبہ، رات، موت اور قبرستان سامنے آجاتے ھین۔ "اوڈ ٹو لبرٹی" (ODE TO LIBERTY) مین قومی جذبات اور قومی آزادی کا دل خوش کن راگ سنائی دیتا ھے۔ "اوڈ اون پوئیٹیکل کریکٹر" (ODE ON POETICAL CHARACTER) اسپنسر اور ملٹن کی یاد تازہ کرتی ھے۔ "اوڈ اون پیژن" (ODE ON PASSION) یونانی جذبات کی عکاسی کرتی ھے۔ اوڈ اون دی پاپولر سپرسٹیشنز آف دی ھائیلینڈز" (ODE ON THE POPULAR SUPERSTITIONS OF THE HIGHLANDS) نامکمل رہ گئی، ورنہ شاید یہ اس کی سب سے طویل نظم ھوتی اور اس کے تمام جذبات کو گہرائی کے ساتھ پیش کرتی۔ اس وقت اس کے سب سے پراثر "اوڈز" (ODES) وہ ھین جن مین وہ ھمین رازون کی دنیا مین لے جاتا ھے، اشارون سے متعارف کراتا ھے اور اپنے دل کی بیقراری سے خود بھی پاگل ھو جاتا ھے اور ھمین بھی پاگل کردیتا ھے۔ "اوڈ ٹو فیر" (ODE TO FEAR) مین یہ اثر کچھ نمایان ھوتا ھے مگر وہ اپنے مخصوص زور کے ساتھ "اوڈ ٹو ایوننگ" (ODE TO EVENING) مین محسوس ھوتا ھے جو اس کی بہترین نظم ھے۔

کالنز کلاسیکی اثرات مین رچا ھوا ھے، اس کے طرز مین اکثر کلاسیکیت کی مخصوص ترکیبین ملتی ھین۔ مگر اس کا کمال یہ ھے کہ وہ بندشین توڑ کر ایک نئے انداز مین نمایان ھوتا ھے۔ "اوڈ ٹو سمپلسٹی" (ODE TO SIMPLICITY) مین وہ زبان اور ادا کا ایک نصب العین پیش کرتا ھے جو آگے چل کر رومانی دور کا مقبول عمل ھوا۔ وہ انگریزی کو ایک نیا روپ دیتا ھے۔ خیالات اور ترنم کے آھنگ کی وہ بے نظیر مثالون مین سے ھے۔ کلاسیکی تشخیصون (PERSONIFICATIONS) کے استعمال کو بھی وہ ایک نئی جان بخش دیتا ھے۔ اگر اس کو شیلی اور کیٹس کا پیش رو کہا جائے تو بے جا نہ ھوگا۔

ٹامس گرے

اِس دور کے شاعرون مین سب سے عظیم شاید ٹامس گرے تھا۔

وہ بچپن سے بیمار رہا اور غم و اندوہ اُس کی فطرت کا حصّہ ہوگئے وہ غم غلط کرنے کے لئے علم حاصل کرنے مین لگ گیا ۔ شاید انگریزی شاعرون مین اس سے بڑا عالم کوئی نہین ہوا ۔ یونانی ادب پر وہ ملٹن سے کہین زیادہ حاوی تھا ۔ اندوہ ، جو رومانیّت کا اہم جزو تھا ، اُس کی ہستی مین بچپن سے شامل ہوگیا تھا ۔ وہ اپنے افکار اور اپنے احساسات مین محو رہتا تھا چنان چہ اس کو رومانی خارجیت کا بھی پیش رو کہا جاسکتا ہے ۔ دیہاتی زندگی اور خاص طور پر غریب کسانون کی حالت سے اُسے خاص ہمدردی تھی اور اس معنی مین بھی وہ رومانی نظریۂ حیات کا رہبر کہلاتا تھا ۔ اس کے خطوط بڑے دل چسپ ہین ۔ ان مین ایک مخلص ہستی ملتی ہے جو تمام دنیا سے ہمدردی رکھتی ہے جس مین انسانیت ہے، جس کا مذاق سخن بڑا وسیع ہے ، جو ادبی معاملات پر صحیح اور باوقعت رائے دیتی ہے، جو مناظر قدرت مین کھو جاتی ہے۔ وہ بالکل سنجیدہ اور غیر دل چسپ شخص ہرگز نہین ہے ۔ غم کے باوجود اس مین ایک شگفتگی اور ایک جان ہے جو اسے ہمارا عزیز ترین دوست بنا دیتی ہے ۔

گرے کا نام اس کی نظم "اَیلیَجِی رٹن اِن اَے کنٹری چرَچ یارڈ" (ELEGY WRITTEN IN A COUNTRY CHURCH YARD) کی بنا پر دنیا کے ہر گھر مین پہنچ گیا ہے ۔ یہ نظم ہر زبان مین ترجمہ کی جاچکی ہے ۔ اردو مین نظم طباطبائی کا ترجمہ کمال ہے ۔ اس مین گرے نے غریبون کے ایک قبرستان کا سماں بیان کیا ہے۔ پہلے "وداع روز روشن" کے تاثرات آتے ہین پھر قبرستان مین کچھ مٹی کے ڈھیرون کا ذکر ہوتا ہے ۔ پھر ان غربا کی زندگی پر اظہارخیال کا طویل دفتر کھلتا ہے کہ ان مین کیا کیا صلاحیتین ہون گی جو غربت کی وجہ سے دب گئین، ساتھ ہی ساتھ دنیا کی بے ثباتی وغیرہ پر دلدوز خیالات کا اظہار ہے ۔ آخر مین گرے نے اپنی غم زدہ زندگی کا حال بیان کیا ہے اور اپنی قبر کا کتبہ لکھتے ہوئے مذہب سے رجوع کیا ہے ۔ فلسفیانہ غم کا اثر پوری نظم پر طاری ہے۔ اس کے تصوّرات اور خیالات ہر دل مین اُتر جاتے ہین ۔ اس کی

زبان پر کلاسیکی اثر ہے مگر زیادہ تر وہ اس درجے پر آجاتی ہے جہاں وہ ہر شخص کے دل کی زبان ہو جاتی ہے ۔ چار مصرعون والے بند کا ترنّم فضا اور جذبات کے آہنگ کو بڑھاتا ہے ۔ یہ نظم ادب کے معجزون مین سے ہے ۔

تہذیب یافتہ قارئین کے لئے گرے کی سب سے زیادہ اہم نظمین اس کے " پنڈارک اوڈس " (PINDARIC ODES) ہین ۔ اس قسم کی اوڈ کو انگریزی ادب مین جگہ دینا مشکل تھا ۔ اس کے تین حصّے یونانی اسٹیج پر ایک طرف پھر دوسری طرف اور آخر مین آکر بیچ مین کورس (CHORUS) کے ساتھ گائے جاتے تھے اور اس لئے اس کا ایک مخصوص سانچہ بن گیا تھا جو انگریزون کی طبع آزاد سے مناسبت نہ رکھتا تھا ۔ مگر گرے نے اسی طرز کو پوری کامیابی کے ساتھ برتا ہے ۔ اس کی "پراگرس آف پوئٹری" (PROGRESS OF POETRY) مین شاعری کی تاریخ کا نقشہ ہے، پرانے زمانے کے شعرا کے نقوش تازہ ہوتے ہین اور آخری حصّے مین شیکسپیر، ملٹن اور ڈرائیڈن آتے ہین اور پھر جدید دور مین شاعری کے انحطاط کا ماتم کیا جاتا ہے ۔ دوسرے پنڈارک اوڈ "دی بارڈ" (THE BARD) مین ویلز کا رہنے والا ایک شاعر سمندر کے کنارے پہاڑی پر بیٹھا نظر آتا ہے اور وہ اپنے ہم وطن شاعرون کے ساتھ ایڈورڈ اوّل کے ظلم کے نقشے کھینچتا ہے، بد دعا کرتا ہے اور پھر آئندہ عروج کی بابت پیش گوئی کرتا ہوا آخر مین سمندر مین کود جاتا ہے ۔ ان دونون نظمون مین رومانیت کی ہر معنوی اور لفظی خصوصیت موجود ہے ۔ قدیم چیزون سے محبت ، تاریخ ، قدرت ، شاعری کا نیا نظریہ ، اصنام پرستی کی طرف رجحان، تخیّل و جذبات کی جلوہ گری ، رنگین قدرتی تراکیب اور جذبات کے لحاظ سے نظم کے عروض مین تبدیلی ، یہ سب خصوصیات رومانی شاعر اپنائین گے ۔

گرے کی قسمت بہت ہی عجیب رہی ۔ اپنے دور مین جونسن نے اسے رومانیت کی بنا پر مطعون کیا ۔ رومانیّت کے دور مین ورڈزورتھ کو شاعرانہ بناوٹ کی بدترین مثال اسی کے ایک سانیٹ مین نظر آئی اور نہ بیچارہ اِدھر کا رہا نہ اُدھر کا ۔ مگر ان سب کا

بدلہ اسے میتھیو آرنلڈ (MATHEW ARNOLD) کی رائے سے مل گیا جس نے انگریزی کے اعلیٰ ترین شعرا مین اس کو جگہ دی ۔ یہ بھی بڑی زیادتی ھے کہ اس کے یہان رومانیت اور کلاسیکیت کا وہ اعلیٰ امتزاج نہین ھے جو بہترین شاعرون مین ھوتا ھے ۔ وہ بدلتے ھوئے دور کا مکمل نمائندہ ھے اور اس سے آگے کچھ نہین؛ ھر قسم کے شاعر اسے دل چسپ بھی پاسکتے ھین اور مطعون بھی کرسکتے ھین مگر اس کا ایک کارنامہ،یعنی" ایلیجی" (ELEGY)، اسے عوام مین ھمیشہ زندہ رکھے گا اور اُس کا نام دنیا کے ھر گوشے مین پہنچائے گا ۔

حصّہ چہارم

رُومانیت

۱۷۷۰ تا ۱۹۰۰ء

		صفحہ
باب اوّل	رومانی رجحانات	۳۶۱
باب دوم	رومانیت کی خصوصیات	۳۷۸
باب سوم	ورڈ زورتھ اور کولرج	۳۸۶
باب چہارم	چارلس لیمب اور نثر نگاری	۳۹۸
باب پنجم	ناول ۔ اسکاٹ اور جین آسٹن	۴۱۱
باب ششم	بائرن ، شیلی ، کیٹس	۴۲۳
باب ھفتم	عہد وکٹوریہ کے رجحانات	۴۳۵
باب ھشتم	کارلائل اور نثر نگاری	۴۵۰
باب نہم	ٹینی سن ، براؤننگ اور دیگر شعرا	۴۶۹
باب دھم	ڈکنس ۔ دیگر ناول نگار: تھیکرے اور جارج ایلیٹ	۴۸۵
باب یازدھم	رومانیت کے آخری اثرات	۵۰۷

باب اوّل

رُومانی رُجحانات

۱۷۷۰ تا ۱۸۰۰ء

رومانیت کے دور کا آغاز اصل مین ورڈ زورتھ سے ۱۷۸۹ء مین ہوتا ہے ۔ مگر جو رجحانات اس کی انقلابی تحریک سے نمایان ہوئے وہ رفتہ رفتہ پھیلتے جا رہے تھے اور علم و ادب کے ہر شعبے کو متاثر کر رہے تھے ۔ نشاۃ الثانیہ کا ادب بھی مخصوص طور پر رومانی تھا اور کلاسیکی اثرات اس کو بالکل ختم نہ کرسکے تھے ۔ حقیقت مین رومانیت کو جتنا دبایا گیا وہ اتنی ہی ابھری اور ۱۷۷۰ء سے وہ کلاسیکیت سے اس قدر آزاد نظر آئی کہ اس کے اور اس خالص رومانیت کے درمیان، جو ورڈ زورتھ نے رائج کی، بہت زیادہ بعد نظر نہ آیا ۔

سب سے اہم خصوصیت جو رومانیت کی بنیاد ہوتی ہے اور جو رومانیت کو ادب یا زندگی مین داخل کرنے کا باعث ہوتی ہے وہ تخیل یا خواب کی دنیا کو حقیقت کی دنیا پر ترجیح دینا ہے ۔ انسان کا ذہن تلخ حقیقتون سے تنگ آکر عقل کی دنیا کو چھوڑتا ہے، عجائبات کی دنیا کا تصور باندھتا ہے اور اس طرح رومانی ہو جاتا ہے ۔ اس ذہنی فرار کا پہلا اثر یہ ہوتا کہ وہ ماضی کی طرف بھاگتا ہے، ماضی کو سنہرے رنگ مین رنگا دیکھتا ہے اور اس کے تصور مین گم ہونے کی کوشش کرتا ہے ۔

۱۷۶۰ء سے انگریزی ادب مین ماضی کی طرف یہ رجحان نمایان ہونے لگتا ہے ۔ اس سال میکفرسن (MACPHERSON) نامی

ایک شخص نے گیلک (GAELIC)* زبان کی کچھ نظموں کا ترجمہ پیش کیا ۔ بقول میکفرسن، یہ تیسری صدی کے ایک شاعر اوشین (OSSIAN) کا کلام ہے ۔ اس کے لکھے ہوئے قصّے پہلی دفعہ دریافت ہوکر مقبول ہوئے ہیں ۔ ۱۷۶۵ء میں بشپ ٹامس پرسی (BISHOP THOMAS PERCY ؛ ۱۷۲۹ء تا ۱۸۱۱ء) "ریلیکس آف اینشنٹ انگلش پوئٹری" (RELICS OF ANCIENT ENGLISH POETRY) چھاپتا ہے جس میں قرونِ وسطی کی شاعری کے کافی نمونے مقبول ہوئے ہیں ۔ ۱۷۷۰ء میں ایک اٹھارہ برس کے لڑکے ٹامس چیٹرٹن (THOMAS CHATTERTON ؛ ۱۷۵۲ء تا ۱۷۷۰ء) کی جو خود کشی کرکے مرگیا ہے نظمیں صرف اس وجہ سے مقبول ہوئی ہیں کہ ان میں قرونِ وسطی کو پھر سے زندہ کیا گیا ہے اور ان کا مصنّف اعلی رومانی ذہن کا مالک ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ تاریخ کی طرف بھی ایک نیا رجحان نمایاں ہوتا ہے ۔ مشہور مصوّر ولیم ہوگارتھ (WILLIAM HOGARTH ؛ ۱۶۹۷ء تا ۱۷۶۴ء) بھی ماضی کے تاثرات کو اہمیت دیتا ہے اور ادب کی تاریخ لکھنے کی کوششیں شروع ہوجاتی ہیں ۔ اس وقت مغرب میں رومانی قصّوں کے فراوانی کے ساتھ ترجمے ہوتے ہیں اور عام مقبول قصّے وہی ہیں جن میں پرانے زمانے یا دور دراز ممالک کا ذکر ہو ۔ تخیّل کی دنیا کے لطائف ہی کو زندگی سمجھا جانے لگتا ہے اور زندگی کے حقائق کو خشک اور پست کہہ کر الگ کردیا جاتا ہے ۔

اس رجحان کا اثر زندگی کے ہر شعبے پر پڑا ۔ مذہب میں ایک نئی تحریک شروع ہوئی جس کا قائد جون وسلے (JOHN WESLEY) تھا ۔ اس تحریک کو "میتھوڈزم" (METHODISM) کہا گیا ۔ اس کا ادب پر ایک اثر یہ ہوا کہ ایک بڑے شاعر ولیم کوپر (WILLIAM COWPER ؛ ۱۷۳۱ء تا ۱۸۰۰ء) کو اس سے وہ جذب حاصل ہوا جو اس کی شاعری کا

---

* GAELIC ان زبانوں کو کہتے ہیں جو قدیم اسکاٹ لینڈ ، ویلز (WALES) اور آئرلینڈ میں بولی جاتی تھیں ۔

محرک ٹھیرا ۔ اس مین شک نہین کہ سماجی فلسفی ابتدا میـن اس رجحان سے الگ رہ کر اپنے کام مین اسی طرح مصروف رہے جیسے اس سے پہلے کے دور مین تھے ۔ تاریخ کے سلسلے مین بھی انگریـزی کا سب سے بڑا مورخ اڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON؛ ۱۷۳۷ء تا ۱۷۹۴ء) نئے رجحانات سے متاثر نہین ہوا ۔ مزید بران فـرانـس سے روسو وغیرہ کے خیالات درآمد ہونے لگے اور انقلابی فلسفے کو لوگ قدرے آمادگی سے قبول کرنے لگے، اگرچہ اس کے خلاف بھی لوگون نـے آوازین اٹھائین ۔ اس دور کا سب سے زیادہ زور دار مقرر اور نثرنگار اڈمنڈ برک (EDMUND BURKE؛ ۱۷۲۹ء تا ۱۷۹۷ء) مخالفین مین سب سے زیادہ نمایان ہوا ۔ مگر انقلابی فلسفہ ہر شعبے پر اپنا اثر جماتا گیا ۔ غرض جہان تک اس دور کے دو عظیم نثر نگارون گبن اور برک کا تعلق ہے ان کے یہان سچّے کلاسیکی رجحانات بہت واضح ہین اور جہان تک چار بڑے شاعرون کوپر (COWPER)، کریب (CRABBE)، برنس (BURNS) اور بلیک (BLAKE) کا تعلق ہے ان کے یہان رومانی رجحانات اس قدر غالب ہین کہ ان مین سے کم از کم آخری دو کو تو کسی طرح کلاسیکیت سے متعلق کـہا ہی نہین جاسکتا ۔ مگر ناول نے اس تیس برس مین ایک بالکل نـیا رنگ اختیار کیا جو اس حد تک رومانی تھا کہ ناول محض سنسنی خیـزی ہوگئی ۔ معلوم ہوا کہ جو عروج ناول کو فیلڈنگ اور اس کے ساتھیون نے بخشا تھا وہ قائم نہ رہ سکا اور فن قصّہ گوئی پھر قرون وسطـی کے انداز پر لوٹ گیا ۔

گـبـن

اڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON؛ ۱۷۳۷ء تا ۱۷۹۴ء) انگریزی ادب کی عظیم ترین ہستیون مین سے ہے ۔ وہ بیـکـن کا ہم پلّہ ہے ۔ سائنسی تاریخ نگاری کا وہ موجود ہے اور اس کـی دائمی مثال ہے ۔ انگریزی نثر مین بھی اس عظیم ہستی نے فنکارانـہ نثر کی ایک ایسی مثال چھوڑی ہے جو اپنی انفرادیت سے ہمیشـہ

مرعوب کرتی رہے گی ۔ وہ بالائی متوسط طبقے کا فرد تھا ۔ آکسفورڈ مین تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ سوئٹزلینڈ چلا گیا جہان اس نے بہت مطالعہ کیا ۔ اس نے فوج مین بھی ملازمت کی ، سیاست مین بھی حصہ لیا اور پارلیامنٹ کا ممبر تک ہوا مگر اس کی زندگی کا ماحصل ایک کام تھا جسے اس نے ۱۷۶۱ء مین شروع کیا اور ۱۷۸۸ء مین ختم کیا ۔ اس کی عظیم تاریخ " دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" (THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE)جس مین رومن حکومت کے زوال کے مقابلے مین عیسائیت کا عروج بھی دکھایا ہے، اسلام اور مسلم حکومتون پر بھی نظر ڈالی گئی ہے،چنان چہ اصل مین یہ عظیم تاریخ پرانی دنیا کے نئی دنیا مین تبدیل ہونے کا پر عظمت اور صحت مند نقشہ سامنے لاتی ہے ۔ یہ ہزارون صفحون کی تاریخ اس قدر دل چسپ ہے کہ اس کی جلدون کی جلدین پڑھتے جائیے اور کوئی گرانی نہین محسوس ہوتی ۔ گبن کے کمال کا یہی ثبوت ہے ۔

گبن ایک بڑا عالم ہے جس کا اہم مقصد تلاش حق ہے ۔ اس کا ذہن بالکل غیر جانبدارانہ ہے ۔ اس کی فہم نہایت صحیح ہے اور وہ صحیح واقعات کی تلاش مین پورا علمی زور لگاتا ہے، اور مکمل ایمان داری سے کام لیتا ہے ۔ وہ جانتا ہے کہ صحیح علم تک پہنچنا کتنا مشکل ہے، اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ صحیح علم کو دوسرون تک اس طرح پہنچانا ،کہ دوسرون کے ذہن مین کوئی شک نہ رہ جائے ،کتنا مشکل کام ہے ۔ چنان چہ اپنے زمانے تک اس موضوع پر جتنا بھی علم ممکن تھا اس نے حاصل کیا ۔ جدید دور مین مزید معلومات حاصل ہوجانے کی وجہ سے اس کی بہت سی باتون مین تصحیح کرنی پڑی ہے،مگر اس کے بیانات کے مکمل تاثرات اتنے مستحکم مواد پر مبنی ہین کہ ان مین ترمیم کی کوئی ضرورت نہین محسوس ہوتی ۔ جس خلوص اور جس نظر سے اس نے اپنے موضوع کو دیکھا تھا، اس کی تعریف ہی کرتے بن پڑتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ گبن تاریخ کے سائنس کا موجد مانا جاتا ہے ۔

سائنسی مورخ کی حیثیت سے گبن کی عظمت کا سکہ ہمارے

دل پر اس وقت جم جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں عیسائیت کا عروج بیان کرنے میں اس نے ان سب عیسائی عقیدت مندوں کے نظریات کو الگ کر دیا، جو اپنے مذہب کی بڑائی دکھانے کے لئے رومن حکومت کے زوال کو ایک خاص معنی دے دیتے ہیں ۔ گبن رومن حکومت کے انحطاط کا قائل ہے، مگر عیسائیت کا دور اس کے نزدیک اس انحطاط کا علاج نہیں ہے ۔ گبن تمام انسانوں کو ایک نظر سے دیکھ رہا ہے ۔ ہر قوم ارتقا کی منزلوں سے گزرتی ہے ۔ کوئی قوم برگزیدہ نہیں ۔ حالات کے کچھ رجحانات ہیں جو قوموں کو ترقی کی راہ پر لے جاتے ہیں اور پھر زوال کی راہ پر لگاتے ہیں ۔ عیسائیت کو وہ ترقی کی راہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے عیسائیت ایک سماجی نظام کی بربادی کا باعث بھی دکھائی دیتی ہے ۔ یہ سائنسی نظراسے اسلام کی تاریخ کو بھی بغیر کسی غلو کے دیکھنے پر مجبور کرتی ہے ۔ گبن پہلا یورپین مصنّف ہے جس نے اسلام پر صحیح نظرڈالی اور اس کو بھی قدرت کے ایک لازمی کرشمے کی طرح دیکھا ۔ اس سلسلے میں اس کے علم کی کمی کا احساس ہوتا ہے مگر جوعلم بھی اسے حاصل تھا اسے اس نے بگاڑ کر نہیں بلکہ اور زیادہ صاف و صحیح بنا کر پیش کیا ۔ وہ ہر روایتی رائے کا دشمن ہے ۔ اس کا ذہن چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہے، جو ہر چیز کو روشن کرتا ہے، ہر چیز کو اس کے صحیح روپ میں نمایاں کرتا ہے اور تاریخ کی روح کو سب کے سامنے رکھ دیتا ہے ۔

وہ بیک وقت بڑا فلسفی اور بڑا تاریخ نگار ہے ۔ اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ تاریخ کو سمجھے ۔ وہ اداروں کی، عام زندگی کی اور رسوم و رواج کی اہمیت پرکھتا ہے، سیاسی واقعات کی اخلاقی قدروں سے ہم آہنگی پر غور کرتا ہے ۔ تاریخ اس کے لئے محض تصویر نہیں ہے بلکہ قدروں کی دھارا ہے، جس میں ہر قسم کی قدریں ٹکراتی ہیں، بھنور بناتی ہیں، اور پھر آگے بڑھتی ہیں ۔ اس کی کتاب مفکّر کے لئے ایک عجیب مقالہ ہے ۔ ہر ہر قدم پر وہ خود بھی سوچتا ہے اور ہمیں سوچنے کا مواد دیتا ہے ۔ اس نے اس کتاب کو تقریباً پچیس برس میں لکھا تھا؛ ہم اس کو زندگی بھر

بڑھتے ہی رہتے ہین ، اور تجربے کے ساتھ اس کے معنے ہمارے سامنے نئی صورت اختیار کر لیتے ہین ۔ اس نے اپنے مواد کو جس طرح مرتب کیا ہے، وہ اس کی اعلی تعمیری صلاحیتون کا ثبوت ہے ۔ نثر کی اینٹون سے اس نے ایک عظیم عمارت تعمیر کی ہے جس مین خارجیت اور صحت ، فن سے ہم کنار ہوگئی ہین ، قوت تخیّل مردہ واقعات مین ایک نئی روح پھونک دیتی ہے ۔ پوری تصنیف ایک اعلی ایپک نظم ہے جو زور اور عظمت کے ساتھ عظیم اہمیت رکھتے ہوئے واقعات کو ایک آسمانی بہاؤ کے ریلے مین بہائے لئے جا رہی ہے ۔ ایک رومانی رنگ کلاسیکی صفائی مین شامل ہو جاتا ہے ۔ ماضی کے نقوش تخیّل مین آگ لگا دینے والے شعلون کی طرح اٹھتے ہین ۔ گبن صحیح معنون مین کلاسیکی ہے؛ وہ نئے کلاسیکیون کی طرح یک طرفہ عقل کا پیرو نہین ہے بلکہ جذبات و تخیّل اس کے یہان بھی اسی طرح عقل کے تابع رہ کر اپنا پورا کھیل دکھاتے ہین، جیسے قدما کے یہان ۔ اس کی تصنیف انسانی ذہن کا بڑا کرشمہ ہے ۔ اس کو کسی قسم کے شکوک نہین ، وہ کسی قسم کے دھوکے مین مبتلا نہین ہے ۔ عقل نے اس کو اس درجہ طمانیّت بخشی ہے کہ وہ کمال دانشمندی کے ساتھ تمام کائنات کی رفتار کو دیکھ رہا ہے ۔ گبن کی ہستی شیکسپیر اور ملٹن کے ہمدوش کھڑی نظر آتی ہے ۔

گبن کی نثر بھی انگریزی نثر کا ایک انفرادی کمال ہے ۔ اس مین اکثر جگہ خطابت کا انداز غالب آ جاتا ہے ، اکثر بڑے بڑے الفاظ اور تراکیب ملتی ہین ۔ اس کے جملون کی ساخت مین تضاد کا استعمال نمایان ہے ۔ ظاہرا یہ ایک بناوٹی طرز ہے مگر بنیادی طور پر سادہ ہے ۔ اس کی پختگی پر یہ سب بناوٹی اثرات ایک لازمی چلا کی طرح نظر آتے ہین ۔ گبن کا زورِ طبع اور اس کی تعمیری صلاحیت ایک ایک فقرے سے نمایان ہے ۔ یہ رنگ قصّہ گوئی کے لئے ایسا موزون ہے کہ اکثر مقامات پر ہم یہ بھول جاتے ہین کہ ہم تاریخ پڑھ رہے یا ناول ؛ بیانات مین اس رنگ کا استعمال ہمارے دل پر شاعرانہ اور رومانی دنیا کے تاثرات ثبت کردیتا ہے ۔ گبن کی تخلیقی صورتین تعجّب انگیز ہین ۔ یہ تاریخ ، جو بہرحال

خشک واقعات کا ذخیرہ ہی ہے، ایک معجز اثر تخلیقی قوت سے اس طرح زندہ ہو جاتی ہے کہ اس کے مقابلے کی کوئی تاریخ نہ ہوئی اور نہ ہوگی ۔ گبن ان ہستیون مین ہے جو کسی فن کے اتمام کے لئے قدرت کی طرف سے بھیجی جاتی ہین ۔

بــرک

اِڈمنڈ برک (EDMUND BURKE ؛ ۱۷۲۹ء تا ۱۷۹۷ء) گبن سے کم تر درجے کی ہستی نہین ۔ خطابت مین اس سے بڑا فنکار سارے یورپ مین کوئی اور نہین ہوا ۔ اس کی تقریرین جو اس نے وقتاً فوقتاً پارلیامنٹ مین کی تھین سیاسیات مین اہم اضافہ ہین اور انگریزی مین جوشیلی نثر کی بہترین مثال ہین ۔ وہ آئرلینڈ کا رہنے والا تھا اور وہین اس کی تمام تعلیم ہوئی ۔ سب سے پہلے اس نے ایک فلسفیانہ مقالہ " دی سَبْلائم اینڈ دی بیُوٹی فُل" (THE SUBLIME AND THE BEAUTIFUL) لکھا جو فن کی تنقید مین اہم اضافہ ہے ۔ پھر اس نے سیاسیات پر کچھ زوردار پمفلٹ لکھے ۔ ۱۷۶۵ء سے وہ پارلیمنٹ کا ممبر ہوگیا اور وھگ (WHIG) پارٹی کا سب سے قابل رکن بن کر چمکا ۔ اس وقت امریکا کی آزادی کا سوال بہت اہم تھا اور امریکا کی آزادی کے سلسلے مین اس کی تقریرین مقررانہ جوش کی مثالین ہین ۔ دو تقریرین " اُون امریکن ٹیکزیشن" (ON AMERICAN TAXATION) اور "اُون ریکونسِیلیئشَن وِتھ امریکا" (ON RECONCILIATION WITH AMERICA) اَب بھی بڑی معنے خیز اور دل چسپ ہین ۔ پھر فرانس مین جو انقلابی رجحانات زور پکڑ رہے تھے، ان پر اس نے ایک مقالہ " رِفلکشنز" (REFLECTIONS) لکھا جو اب بھی سیاست دانون کے لئے مشعل راہ ہے ۔ اس نے وَارِن ہیسٹنگز* (WARREN HASTINGS) کے مقدمے مین بھی بڑا اہم حصّہ لیا اور اس کی استغاثہ کی جانب

---

* ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا مقرر کردہ پہلا گورنر جنرل

سے تقریرین بھی بڑی دل چسپ ھین ۔ اس نے اور بہت سے مقالے اور تقریرین چھوڑی ھین، جن مین جوش و خروش کسی طرح کم نہین ھے ۔ کچھ نقّادون کے نزدیک برک سے بہتر کوئی انگریزی نثر نگار نہین ھے ۔

برک کا مقام اعلیٰ سیاسی مفکّرین مین ھے ۔ اس کا دور سیاست کا دور تھا اور اس مین برک کی آواز سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ سنائی دیتی ھے ۔ مگر وہ محض سیاسی شخصیت ھی نہین ھے بلکہ سیاست دان اور سیاست کا معمار ھے؛ اس کا ذھن آفاقی ھے اور اس کی سیاست تمام بنی نوع انسان کو اپنے دائرے مین لے لیتی ھے ۔ وہ ایک پارٹی کا ممبر رھا اور انگریز رجعت پسندون کے دائرے سے کبھی نہ نکلا، مگر اس کے سیاسی خیالات سیاسی فلسفے مین اھم اضافہ ھین ۔ اس کو زندگی کے حقائق کا شدید احساس ھے ؛ اس کا علم نہایت درجہ وسیع ھے؛ وہ ماضی کی اھمیت کو سمجھتا ھے ؛ وہ انسان کی فطرت کا نبّاض ھے ؛ وہ وقت اور ضرورت کے مطابق اپنی آرا مین تبدیلی بھی کر لیتا ھے، مگر اس کی ایک مخصوص نظر مین فرق نہین آتا اور اس کے کردار مین وہ خامی نہین نظر آتی جو سیاست دانون مین عام طور پر ھوتی ھے ۔ اس کا فلسفہ انگریزی رجعت پسندی کو علم اور عقل کی روشنی مین لاکر اس کے اصول وضع کرتا ھے اور اس کو ایک مستقل حیثیت دے دیتا ھے اور اس طرح انگریزی سیاسیات کا ھمیشہ کے لئے ایک نمائندہ فرد ھو جاتا ھے ۔ وہ انقلاب کا مخالف ھے اور قدرت کے نظام کو قدرت کی راہ پر چلانا چاھتا ھے ۔ یہی انگریزی سیاست کی روح ھے ۔ عام طور پر یہ پست چالبازی ھوجاتی ھے، مگر برک کی تصانیف مین یہ ایک عظیم عینیت ھے ۔ ترقی، عیسائی مذھب اور انگریزی ذھنیت سے ھم آھنگ ھوکر چلتی ھے ۔ برک کی سیاسیات اس علم کے جویا کے لئے ایک دل چسپ دائرہ بہم پہنچاتی ھین ۔

سیاسی مفکّر کی حیثیت سے شاید برک کی وقعت کم ھوجائے، مگر ادبی فنکار کی حیثیت سے اسے عظیم ترین نثر نگارون مین جگہ

ملتی رہے گی۔ گبن کی طرح وہ بھی صحیح کلاسیکی ہے اور انگریز ادب کی عظیم ترین ہستیون کے ہم دوش نظر آتا ہے ۔ اس کی نثر مقرر کی نثر ہے مگر مقرری کی رسوم اس مین اسی طرح آتی ہین جیسے ملٹن کی نظم مین ایپک شاعری کے رسوم، ورنہ اس مین خلوص ہے جو مقرری سے بالاتر ہے ۔ اوّل تو برک کے خیالات مین وہ گرمی ہے کہ شعلے بھڑکتے ہوئے نظر آتے ہین ۔ اس کی طویل بحثین نہایت درجہ منطقی ہین ۔ وہ دل پر اثر اس لئے کرتی ہین کہ وہ محض منطق نہین بلکہ دل کی گہرائیون سے آتی ہین اور انسان کی خدمت کے سچّے جذبے سے روشن ہین ۔ فقرے اور تراکیب اس کے رنگ کی خاص صفت ہین ۔ ان مین شان ہے اور زور ہے ۔ ان کے پس منظر مین ایک ایسا اعلیٰ دماغ نظر آتا ہے جس کا مقام تو افلاک پر ہے مگر جو زمین کے عظیم کامون مین مصروف ہے ۔ اس کے جملے لمبے ہو جاتے ہین مگر ان سے زندگی کی وہ پیچیدگی نمایان ہوتی ہے جو ان کے مصنّف کی توجہ کا مرکز ہے ۔ اس کا طرز صاف ہے، سیدھا ہے، اور اس مین ایک عجیب جادو ہے، جو پڑھنے والون کو پسپا کردیتا ہے ۔ کہین اس کا خروش آسمان چیر جاتا ہے کہین اس کا طنز گھونسے لگاتا نظر آتا ہے ۔ تشبیہہ اور استعارات ہمیشہ بالکل بامحل بیٹھتے ہین ۔ زبان مین اختصار کا کمال ہے، توازن ہے، شان ہے اور ترنّم ہے ۔ جملے ساخت اور لمبائی بدلتے ہین، کہین چھوٹے ہو کر تیر کی طرح لگتے ہین کہین لمبے ہوکر بھیدون کی دنیا مین لے جاتے ہین ۔ ہر جگہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک پیغمبر الہامی اثرات کے تحت بول رہا ہے اور اس کے الفاظ روحُ القدس کا معجزہ ہین، فصاحت و بلاغت کا کمال ہین، آسمانی قانون کے سوا ہر قانون سے بالاتر ہین ۔

رومانی ناول

ناول نے ان تیس برس مین رومانی رنگ کو اتنی جلدی اور ایسی پختگی کے ساتھ اپنا لیا کہ تعجّب ہوتا ہے ۔ مسز این رَیڈ کِلف

(MRS. ANN RADCLIFFE) کی ناولین اس سلسلے مین سب سے زیادہ اہم ہین - اس سے کچھ پہلے عجیب وغریب واقعات اور حالات کو قصّون کا جزو بنانے کی رسم پڑ چکی تھی- ہوریس والپول (HORACE WALPOLE :١٧١٧ء تا ١٧٩٧ء) کی "کیسل آف اوٹرینٹو" (CASTLE OF OTRANTO) نے بڑی مقبولیت حاصل کرلی تھی - اس مین قرون وسطی کی اٹلی کے مناظر و واقعات ہین، جادو اور ارواح قصّے مین اہم حصّہ لیتے ہین اور خوف و ہیبت کے تاثرات ہر جگہ نمایان ہین - مگر مسز ریڈکلف کی ناولین بڑی خاص ہین اور ان مین " دی مِسٹریز آف اُوڈولفو " (THE MYSTERIES OF UDOLPHO) اب بھی دل چسپ ہے - مصنّفہ کا تخیّل بڑا قوی ہے اور مافوقُ الفطرت واقعات اور کردار اس طرح پڑھنے والے کے ذہن پر حاوی ہو جاتے ہین کہ آخر تک کتاب چھوڑنے کو جی نہین چاہتا ، مگر غور کرنے پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب زیادہ تر سنسنی خیزی ہے ؛ کردارون مین کوئی جان نہین ، قدرتی مناظر کے تاثرات دل کش ضرور ہین مگر رومانیت اس حد پر پہنچ گئی ہے کہ ایک بیماری سی معلوم ہوتی ہے- مسز ریڈکلف کے علاوہ میتھیو گریگری لُوِس(MATTHEW GREGORY LEWIS : ١٧٧٥ء تا ١٨١٨ء) نے بھی اس صنف مین شہرت حاصل کی اور اس کے ناول " دِی مُونک " (THE MONK) مین تمام خرابیون کے باوجود ہیرو کا کردار پر اثر ہے - مگر مجموعی حیثیت سے یہ تمام ناول نگاری پست نظر آتی ہے - اگر اس سے ادب کو کوئی فائدہ پہنچا ہے تو صرف اتنا کہ اسکاٹ وغیرہ کو رومانی تخیّل کو حقیقت سے ملانے مین ان مثالون سے بڑی مدد ملی -

کریب اور کوپر

چار بڑے شاعر رومانیت کی بنیادین مستحکم کرتے ہوئے نظر آتے ہین - ان مین سے ہر ایک رومانی تحریک کا علمبردار ہوسکتا تھا مگر ان مین سے کسی مین نہ وہ کردار اور ہستی کی علویت ہے

اور نہ اپنے فن کی جدّت کا وہ شدید احساس ھے جو رھبرون مین ھوتا ھے ۔ کوپر (COWPER)، کریَب (CRABBE) ، برنس (BURNS) اور بلیک (BLAKE) رومانی مذاق کے لئے تسکین کا باعث رھین گے، مگر ان کا شمار بہت بڑے شاعرون مین نہ ھوگا، البتہ قبول عام کا سہرہ ان کے سر ضرور رھے گا ۔

ان چارون مین کریب سے کم مقبول ھے ؛ وہ کلاسیکیت کا اس قدر گرویدہ ھے کہ اسے کسی طرح ترک نہین کرسکتا ۔ اس کی شاعری کا مواد ھی رومانی ھے۔ اس کی نظم "دی ولیج" (THE VILLAGE)، جس نے اسے شہرت دی اور جس مین ایک دائمی دل چسپی ھے ، غریب لوگون کی زندگی کا حال بیان کرتی ھے ۔ کریب کو غربا سے اتنی ھمدردی ھے، جتنی ورڈ زورتھ اور اس کے معاصرین کو ھے ۔ کریب کا کمال اس کے بیانات مین ھے جو درد و غم کے جذبات سے پُر ھین ۔ وہ کلاسیکیت کا آخری نمائندہ ھے اور اس کی شاعری مین رومانیت پیدا ھونے کی کوشش کرتی ھے، مگر پیدا نہین ھو پاتی۔

برخلاف اس کے کُوپر انگریزی کے مقبول ترین شاعرون مین سے ھے ۔ اس کی ھستی دل چسپ ھے ۔ اس کا مزاج نہایت درجہ حسّاس تھا اور جب اس پر یاسیت کا دورہ پڑتا تو وہ اپنا ذھنی توازن کھو بیٹھتا تھا ۔ تمام زندگی وہ دنیا سے الگ رھا اور اپنی تنہائی مین پریشان کُن خواب دیکھتا رھا ۔ اس نے خود کو ایک تیر خوردہ آھو سے تشبیہہ دی ھے اور اس کی زندگی ایک مخصوص درد و الم کی بنا پر ھمارے لئے ایک کشش رکھتی ھے ۔ اس کو موت سے بچانے کے لئے ایک نیا مسلک ایوینجیلیکلزم※ (EVANGELICALISM) آڑے آیا اور اس مسلک پر عقیدے نے اسے ایک توازن اور ایک اخلاقی جرأت بخشی ۔ اس نے دنیا کی ھر لذّت ترک کرکے معرفت اور انسانی ھمدردی مین پناہ لی ۔ قدرت، قدرتی زندگی، معصوم جانور ، مثلا خرگوش ، اس کے لئے بہت اھم ھوگئے ۔ وہ بھی ایک قسم کا

※ ایوینجیلیکلزم (EVANGELICALISM) اٹھاروین صدی مین پروٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والون کی ایک تجدیدی تحریک تھی ۔

ورڈ زورتھ ہے مگر اسے تنہائی کا بہت زیادہ خیال ہے،اور اس کی سب سے زیادہ ہمدردی ایسے لوگوں کے ساتھ ہے،جو دنیا میں تنہا رہ گئے ہیں ۔ وہ ہنستا اور ہنساتا بھی ہے اور درسِ اخلاق بھی دیتا ہے مگر سب سے اہم جز اس کا غم ہے جو بیک وقت اس کی شاعری کی دل چسپی بھی ہے اور اس کی کمزوری بھی ۔

کچھ چھوٹی نظموں کی بنا پر اس کا نام ہر انگریزی دان گھر میں مقبول ہے ۔ اس کا بَیلڈ (BALLAD) " جَون گِلپن " (JOHN GILPIN)، جس میں لندن کے ایک سوداگر کے میلے جانے کا حال بیان کیا گیا ہے، مزاحیہ شاعری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ۔ مگر اس کا نام خاص طور پر ایسی نظموں سے منسوب ہے جیسے " الگزینڈر سِلکِرک" (ALEXANDER SELKIRK) یا " کاسٹ اَوے " (CASTAWAY)؛ ان میں بھی فرد کی تنہائی کو نظم کیا گیا ہے ۔ پہلی نظم میں سلکرک ایک جزیرے پر اکیلا ہے اور انسانی دنیا میں واپس جانے کی خواہش کو بڑے درد سے ادا کرتا ہے ۔ دوسری نظم میں ایک جہاز بڑے سمندر میں طوفان میں پھنس گیا ہے اور اپنی حالت کا اظہار کرتا ہے ۔ اس کی عشقیہ نظم " مائی مَیری " (MY MARY) بھی اس کی مخصوص محبت کا تیس برس بعد نقشہ کھینچتی ہے اور اس کی محبوبہ مَیری اَنوِن (MARY UNWIN) کی، جو اب کمزور اور سن رسیدہ ہوگئی ہے، دردناک تصویر پیش کرتی ہے ۔ کوپر کی بیشتر مختصر نظمیں مزاحیہ اور طنزیہ ہیں مگر یہ زیادہ تر غنائی اثرات میں ڈوبی ہوئی ہیں اور رومانیت کی بہترین مثالیں ہیں ۔

اس کی کچھ طویل نظمیں بھی ہیں جن میں وہ فلسفیانہ گہرائی اور زندگی کے گہرے تجربے پیش کرتا ہے ۔ " اِکسپوسچُولیشَن " (EXPOSTULATION) اس قسم کی نظموں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے ۔ مگر اس کی سب سے زیادہ طویل نظم جو اس کی ہر طرح نمائندگی کرتی ہے " دی ٹاسک " (THE TASK) ہے۔ یہ بلَینک ورس میں لکھی گئی ہے اور اس میں معمولی گھریلو چیزوں کے تاثرات سے اعلیٰ اخلاقی خیالات تک تمام مضامین ہیں ۔ نظم

بڑی دل چسپ ہے، مگر عظیم نظموں میں شامل نہیں ۔ شاید کوپر کی سب سے زیادہ زور دار نظم وہ ہے جو اس نے اپنی ماں کی تصویر دیکھ کر لکھی ۔ یہ 'کپلٹس' میں ہے مگر غم اور محبت کے جذبات کو جس خوبی سے سچّے تاثرات اور بہترین ترنّم کے ذریعے ادا کیا گیا ہے وہ کوپر ہی کا حق ہے ۔ شاید اس کی درمیانہ لمبائی والی نظموں میں کوئی بھی اتنی مقبول نہیں ہے، جتنی یہ نظم ۔

کوپر کا بیان و عروض کلاسیکیت کی بندشوں سے بالکل آزاد نہیں ہے ۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ پرانی ڈگر چھوڑ کر نئی راہ نکالتا ۔ وہ آنے والے اثرات کو محض قبول کرلینا جانتا ہے۔ دریاؤں کا حسن اس کی آنکھیں بنتی ہیں ؛ اس کی روح میں رومانی بیقراری ہے ؛ اس کے خواب رومانی ہیں ؛ وہ تیر خوردہ آھو کی طرح تڑپنا جانتا ہے، جنگل میں منہ چھپانا جانتا ہے؛ رفتہ رفتہ جان دے دینا چاہتا ہے مگر تقدیرِ اُمَم سے ناواقف ہے ۔ اس کی بہترین نظموں میں وہ سادگی وہ اصلیت اور وہ ترنّم ہے جو ورڈز ورتھ کی شاعری میں نظر آتا ہے ۔

برنس

برنس اور بلیک کی شاعری تمام کلاسیکی اثرات سے پاک ہے ۔ روبرٹ برنس (ROBERT BURNS ؛ ۱۷۵۹ء تا ۱۷۹۶ء) اسکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا شاعر ہے اور غنائی قوتوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ۔ اسکاٹ لینڈ ہر دور میں قومی ادب کے ارتقا میں اپنا حصّہ پیش کرتا رہا، مگر اس کی زبان اور ادب اس دور میں ایک خاص نقطۂ عروج پر پہنچے ۔ روبرٹ فرگوسن(ROBERT FERGUSON ؛ ۱۷۵۰ء تا ۱۷۷۳ء) نے اسکاٹش زبان میں شاعری میں بڑی کامیابی حاصل کی ۔ روبرٹ برنس (ROBERT BURNS) نے پہلے انگریزی میں کلاسیکی طریقے پر اپنے خیالات ادا کئے مگر فرگوسن کے اثر سے وہ اپنے ملک کی زبان میں طبع آزمائی کرنے لگا ۔ پوپ (POPE)، تھامس گرے (THOMAS GRAY) اور ینگ (YOUNG) کی

شاعری سے اسے خاص دل چسپی تھی، مگر اس کی شاعری مین وہ اُپج ہے جو کہین اور نظر نہین آئی ۔ وہ اسکاچ بولی مین ایسے گل کھلاتا اور ایسے راگ جگاتا ہے کہ کبھی دیکھے نہ سنے ۔

بَرنس کی نظمون کی زبان پہلے پہلے کچھ غیر مانوس معلوم ہوتی ہے مگر اس کے الفاظ پر جلد ہی عبور حاصل ہو جاتا ہے اور پھر اس کی نظمون کی بے ساختگی، خلوص ، سادگی اور ترنّم اس طرح ہمارے دل پر اثر کرتا ہے کہ ہم ان نظمون کو گانے لگ جاتے ہین ۔ عشقیہ گیت سب سے زیادہ پر اثر ہین ۔ سچّے عاشق کے وارداتِ قلب ، معشوق کے حسن کی عکّاسی کہین واقعیّت سے نہین بنتی ۔ انداز بیان مین بڑی فطری رنگینی ہے ۔ اسکاچ زبان انگریزی سے زیادہ مُتَرنّم ہے اور برنس کی غنائی نظمون سے زیادہ انگریزی کے بہترین غنائی شاعرون ہی کی نظمین ہوسکتی ہین ۔ برنس نے اپنے ایک خط مین لکھا ہے کہ وہ تقریباً ۱۶ برس کا تھا جب اسے ایک حسینہ کی آواز نے محبت اور شاعری سے بھر دیا ۔ برنس کی عشقیہ نظمین اپنا ثانی نہین رکھتین ۔

برنس صرف عشق ہی کے راگ نہین گاتا ۔ اس کی سیدھی سادی شاعری مین بڑی وسعت ہے ۔ وہ کسان کا لڑکا تھا اور اسی پیشے سے وابستہ رہا ۔ زراعت مین ناکام ہوکر ترک وطن پر تیار ہوا، مگر شاعری کی مقبولیت نے اسے محکمہ آبکاری مین ایک ملازمت کرادی ۔ وہ اسکاٹ لینڈ کی عام زندگی سے بڑی گہری واقفیت رکھتا تھا اور اس کی اعلیٰ ترین درجے کی نظمین وہی ہین، جن مین کچھ مزاح کے ساتھ اس نے اپنے ملک کے مخصوص کردار کے خاکے کھینچے ہین ۔ "ٹَیم اوشَینٹَر" (TAM O'SHANTER) اس کی سب سے اچھی نظم شمار کی جاتی ہے، مگر اسی پائے کی کم از کم آدھے درجن اور نظمین بھی ہین ۔ ان نظمون مین ایک عجیب شاعرانہ دنیا ہے : اسکاٹ لینڈ کی رومانی فضا اور توہمات کی غیر حقیقی دنیا اور اس مین سیدھے سادے معصوم انسان کا عجیب عالم سامنے آتا ہے ۔ برنس ہر قسم کی دنیا کی عکّاسی کرتا ہے اور اس کا شاعرانہ زور کہین بھی کم نہین ہوتا ۔ بنیادی طور پر برنس

غنائی شاعر ہے اور بیشتر نظموں میں ہم اسے کسی قدرتی چیز ، کسی دوست ، کسی جانور، کسی پھول، کو متوجہ کرکے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوا پاتے ہیں ۔ اس کی کچھ طویل افسانوی نظموں میں بھی غنائی رنگ غالب ہو جاتا ہے ۔ وہ بلندیوں پر پرواز کرتا نہیں دکھائی دیتا ، نہ گہرائیوں میں گم ہو جاتا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شاعری کی روح ہر وقت اسکاٹ لینڈ کی رومانی فضا میں رقص کرتی رہتی ہے ۔

برنس سے بڑا شاعر اسکاٹ لینڈ نے پیدا نہیں کیا اور انگلینڈ بھی اس کے مقابلے کے کم ہی شاعر پیش کرسکتا ہے ۔ وہ اس درجے کا شاعر ہے جس کے کلام میں رومانیت اور کلاسیکیت ہم آہنگ ہوکر اعلیٰ ترین فن وجود میں لاتی ہیں ۔ برنس کے پیدائشی زور طبع میں اپنے پر قابو حاصل کرنے کی صلاحیت بھی ہے مگر اس کی سب سے اہم صفت آزادی ہے ؛ وہ رومانی جذبات میں پڑتا ہے مگر غم و درد کو پاس نہیں آنے دیتا ۔ اس کی شاعری میں کلاسیکی صحت، رومانی اِدراک ، محبت ، فطرت سے دل چسپی اور معرفت پر ہمیشہ حاوی ہو جاتی ہے ۔ وہ اپنے ملک کے لوگوں کی طرح آزاد ہے ۔ وہ انسانیت کی قدر کرتا ہے، رومانی عظمت کے سامنے سر جھکاتا ہے، عوام سے محبت رکھتا ہے اور ظالموں کو،چاہے وہ مذہب ہی سے متعلق کیوں نہ ہوں،مطعون کرتا ہے ؛ مذہب پر وہ اکثر چوٹیں کرتا ہے ۔ ہر جگہ اس کا رنگ صاف اور موزوں ہے ۔ ہر جگہ اس کا زندگی سے معمور دل قارئین کو ایک نئی زندگی بخشتا ہے ۔ وہ ہمیشہ چھوٹی بحریں استعمال کرتا ہے اور ان سے اس کی نظموں میں ایک تیز رفتاری،ایک چمک اور ایک عجیب جادو آگیا ہے جو برنس ہی سے مخصوص ہے ۔

بلیک

ولیم بلیک (WILLIAM BLAKE ؛ ۱۷۵۷ء تا ۱۸۲۷ء) بھی غنائی شاعری ہی میں اپنا تمام زور کلام صرف کرتا ہے ۔ وہ ایک

ولی اللہ ہے جو دنیا کو چھوڑ کر روحانی تصوّرات مین محو ہوگیا ہے ۔ وہ مصوّر بھی ہے اور شاعر بھی، مگر ان دونون سے زیادہ وہ ایک عارف ہے جو حق کی تلاش مین ہر معمولی چیز کو دیکھتا ہے اور جس کو حضرت عیسی کے جلوے بار بار دکھائی دیتے ہین ۔ وہ فقہ اور اخلاقیات مین نہین پڑتا ، محض الہام پر اپنے تمام فلسفےاور شاعری کی بنیاد رکھتا ہے ۔ وہ اکیلا ہے اور سب سے الگ ہے ؛ نہ اسے رہبر کی ضرورت ہے نہ پیر بننے کی خواہش ۔ اس کو خوابون اور تصوّرات کے ذریعے کچھ انکشافات ہوتے ہین جن کو وہ صفحۂ قرطاس پر یا کاغذ پر رقم کر دیتا ہے ۔ وہ فلسفے اور سائنس سب سے دامن چھڑا کر محض الہام اور معرفت سے قُربِ حق حاصل کرنے کی کوشش مین محو نظر آتا ہے ۔ بلیک کو اکثر پیغمبر کہا جاتا ہے۔ اس نے کچھ تصانیف چھوڑی ہین، جن کو " پرَوفِیٹک بُکس" (PROPHETIC BOOKS) کہا جاتا ہے ۔ ان مین اس نے عجیب زبان۔ عجیب عجیب نقشے کھینچے ہین جن کو سمجھنا بڑا مشکل ہے ۔

شاعر کی حیثیت سے بلیک کا کمال اس کی چھوٹی نظمون سے ظاہر ہوتا ہے،جو تین مجموعون مین ملتی ہین ۔ ایک " پوئیٹیکل اِسکیچز" (POETICAL SKETCHES) دوسرا " سَونگز آف اِنّوسِنس " (SONGS OF INNOCENCE) اور تیسرا" سَونگز آف ایکسپیرئینس " (SONGS OF EXPERIENCE) ۔ آخری دو مجموعے خاص طور پر توجہ کے لائق ہین اور ان مین انگریزی غنائی شاعری کا ایک نیا کمال سامنے آتا ہے ۔ تمام نظمین نہایت سادہ اور بے ساختہ زبان مین ہین،کہین بناوٹ کا شبہ بھی نہین ہوتا ۔ موضوعات نہایت معمولی ہین مگر ان مین ایک رومانی جذب ہے جو سادہ زبان اور دل کش ترنّم سے دل مین اتر جاتا ہے ۔ بلیک پر پیغمبری وقت پڑا تھا اور اس سے نکل کر وہ اپنے تجربے کو دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے ۔ پہلے وہ دنیا کی ہر چیز کو ایک معصوم بچّے کی طرح دیکھتا ہے ۔ وہ ایک معمولی گڈریا ہےاور آسمانی باپ اسے اپنی کائنات کے کرشمے دکھا رہا ہے ۔ بلیک اصنام اور اس قسم کے دیگر تصوّرات سے بالکل کام نہین لیتا ؛ وہ "ہمہ اوست"

کا قائل ہے اور ہر معمولی چیز آسمانی باپ کا اشارہ ہے ۔ "ڈیوائن امیج" (DIVINE IMAGE) مین اس کی معرفت کا رنگ سب سے زیادہ واضح ہوتا ہے، مگر زندگی کے تجربے سے اس معصومیت کی جگہ دنیا کی تباہ کن طاقتون کا احساس آجاتا ہے، ظلم اور ریاکاری کے نقوش سامنے آتے ہین ۔ بلیک کی نظمون مین ایک عجیب گہرائی ہے؛ ایک خاص پوشیدہ فن ہے جس کو غور کرنے ہی پر دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے ۔ اس کی مشہور نظم "ٹائگر ٹائگر" (TIGER TIGER) جو بچّہ بچّہ جانتا ہے، اس کی اشاریت اور اس کے تمام تجربۂ زندگی کا نچوڑ ہے ۔ شیر ان سب طاقتون کا اشارہ ہے جو دنیا کے جنگل کی تاریکی کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے ۔ اس کا میمنے سے تضاد اور پھر خلّاق سے سوال عجیب طرح پر اس زندگی کے تضاد کو نمایان کرتا ہے ۔ بلیک کو حیاتی دنیا سے کوئی سروکار نہین ہے؛ وہ دائمی قدرون تک پہنچتا ہے اور انکشافات پیش کرتا ہے ۔

شاعر کی حیثیت سے بلیک کی نظمین انگریزی غنائی شاعری مین اسے بڑا اونچا مقام دلاتی ہین ۔ اس نے ایک نیا روحانی نظام بنایا ہے جو اشاریت سے لبریز ہے ۔ اس کی معرفت دانتے اور مائیکل انجیلو (MICHELANGELO) کے قریب پہنچ جاتی ہے ۔ شاعری کی زبان مین مذہبی اور روحانی تجربہ پیش کرنے والون مین اس کا بہت اعلی مقام ہے ۔ اس کی زبان انجیل اور الہامی کتابون کی زبان ہے ۔ اس مین سادگی ہے ، بے ساختگی ہے، فصاحت اور بلاغت ہے اور یہ ایک بڑی روحانی شان کی حامل زبان ہے۔ ایک طرح سے اس زبان کا سمجھ لینا بڑا آسان ہے، کیون کہ اس مین کسی قسم کی نہ بناوٹ ہے اور نہ پیچیدگی ، مگر اس کے پورے معنی غور کرنے پر ہی سمجھ مین آتے ہین ۔ سادہ زبان اور سہل ترنّم قاری کو آسمان پر پہنچا دیتے ہین اور معمولی الفاظ ایسے روحانی مفاہیم و معانی سے معمور ہو جاتے ہین جن کا بیان کرنا مشکل ہے۔ بلیک کی شاعری ایک قسم کا روحانی تجربہ ہے جس کی حقیقت تک ریاضت کے بعد ہی پہنچا جاسکتا ہے، لیکن اگر ایک مرتبہ انسان اس تجربے سے گزر جائے، تو اس کا پورا نظریۂ حیات ایک نئے رنگ مین رنگ جاتا ہے ۔

باب دوم

رُومانیّت کی خصُوصیات

۱۷۹۸ تا ۱۸۳۲ء

ورڈزورتھ اور کولرج کے مجموعے " لیریکل بیلڈز " (LYRICAL BALLADS) کے شائع ھونے کی تاریخ انگریزی ادب مین رومانیت کے بامِ عروج پر پہنچنے کی تاریخ ھے ۔ اگلے تیس برس تک اس کے کمال مین کوئی کمی نہین آئی ۔ ان دونون شاعرون کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ رومانی ھین اور آگے چل کر وہ رومانیت کے نمائندے مانے جائین گے ۔ ان کو صرف انگریزی شاعری کو ایک نئی زندگی دینے سے غرض تھی ؛ انگریزی ادب مین " کلاسیکیت " اور " رومانیت " اتنی عام اصطلاحین ھوگئی ھین، کہ ان کو اچھی طرح سمجھے بغیر کم از کم شاعری کے تمام مقاصد اور محاسن کو سمجھنا بہت مشکل ھے ۔

لاطینی لفظ " رومانس " ادنی لوگون کی زبان کے لئے استعمال ھوتا ھے ۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ ان بے ڈھنگے، مذاقِ سلیم سے گرے ھوئے قصّون کے لئے استعمال ھوا جو ادنٰی لوگون مین عام تھے ۔ یہ قصّے ان اعلٰی ترین ادب پارون کی بالکل ضد تھے جن کو " کلاسک " کہا جاتا تھا ۔ پھر جدید زبانون اور لاطینی مین فرق پیدا کرنے کے لئے ان زبانون کو رومانس زبانین کہا گیا اور ان زبانون کے ادب کو اس کی پستی کی طرف اشارہ کرتے ھوئے " رومانٹک " بتایا گیا ۔ قرون وسطی مین مذھب کا دور دورہ رھا اور رومانی ادب کو ھر طرح دبانے کی کوشش کی گئی ۔ نشاۃ الثانیہ نے جو آزادی دی، اس مین

اگرچہ کلاسیکیت کی اہمیت باقی رہی، مگر قومی ادب کو ایک ایسی راہ ملی کہ یا سو اس کی اپنی الگ آزاد راہ بن گئی، اور اگر کلاسیکیت کے زیر اثر آیا بھی، تو کلاسیکیت اور قومیت کے امتزاج سے ایک نئی طرح پڑی - چنان چہ نشاۃ الثانیہ کا ادب زیادہ تر رومانی ہے - اس کا اگر کلاسیکی ادب سے موازنہ کیا جائے، تو دونوں مین کچھ متضاد صفات نمایان ہوتی ہین - کلاسیکی ادب مین ذہن یا عقل یا دانش کی سب سے زیادہ اہمیت ہے - یونانی قوم منطقی یا دانش مند قوم تھی اور ادب مین بھی اس نے تخیّل کی فراوانی پر عقل کا قابو عائد کرنا ضروری سمجھا - اس کے برعکس رومانی ادب مین تخیّل کو بے لگام چھوڑ دیا گیا اور اس نے جیسے بھی کھیل دکھائے ان کو مان لیا گیا - چنان چہ کلاسیکی اور رومانی ادب کا تضاد بنیادی طور پر دانش اور تخیّل کا تضاد ہے - اس تضاد سے دوسری خُصوصیات نمایان ہوئین جو دونون قسم کے ادب کو مختلف کرتی گئین - دانش کے باعث خارجیت کی خصوصیت ضروری ٹھیری، تخیّل ہر شخص کا الگ ہوا اور داخلی پہلو زیادہ اہم قرار پایا - رومانی ادب مین ادیب کی انفرادیت اتنی ہی اہم ہوگئی، جتنی کلاسیکی ادب مین اس کا عدم ، مزید بران پوری قوم کے نظریے سے ہم آہنگی لازمی تھی - تخیّل اور انفرادیت نے غیر معمولی زندگی اور واقعات کی طرف گریز کیا - کلاسیکی لوگ ایسی بات کہتے اور ایسے مواد کو پیش کرتے تھے، جو سب کے تجربے مین آیا ہوا ہوتا تھا اور قرینِ قیاس ہونا ان کے لئے ایک اہم لازمی صفت تھی - برخلاف اس کے رومانی ادب جس قدر تجربے سے دور اور قیاس سے بعید ہوا اتنا ہی تخیّلی بنا اور اتنا ہی دل چسپ نظر آیا - اس عجوبہ پن کی بنا پر ادب کا مقصد تعجّب خیزی ہوگیا اور ادیب کا تمام تر سروکار تعجّب انگیز امور ہی سے ہوا - کلاسیکی ادب حقائق کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی دعوت دیتا تھا ، مگر رومانی ادب عجائبات کی دنیا مین لے جاتا تھا، جہان عقل مُعطّل ہو جاتی تھی - پہلے ادب کو اگر اخلاقیات سے تعلق تھا تو دوسرے کا رومانیات سے تعلق ہوا - فلسفے کی جگہ تصوّف اور معرفت نے لے لی - اس طرح دو متضاد

نقطہائے نظر وجود مین آگئے ۔ تکنیک پر اس کا یہ اثر ہوا کہ طرزِ ادا مین ہر طرح کی آزادی برتی گئی ۔ نفاست اور شان سے زیادہ عوامیت اور سادگی اور اصلیت اور جوش کو قدرتی طور پر آنے دیا گیا ۔ طرز کے عام اصولون کو ایک کلاسیکی مذاق نے سب کے لئے ضروری قرار دیا تھا مگر رومانیت نے ہر فرد کو اپنے الگ اصول وضع کرنے کی آزادی دی ۔ عروض کے سلسلے مین بھی ہر شخص نے عام بحرون کو اپنے اپنے انداز سے برتا ، نئے بند بنائے اور اپنے انفرادی ترنّم کو فروغ دیا ۔ نشاۃ الثانیہ مین اس تضاد کا اتنا صاف احساس نہین ہوا حالان کہ کلاسیکی نظر رکھنے والون نے محض قومی رجحانات کے پیروؤن کو فن مین خام یا فن سے گرا ہوا سمجھا ۔ بن جونسن اور شیکسپیر کے ڈرامے اور ان دونون کی ایک دوسرے کی بابت آرا اس تضاد کی اہم مثالین ہین ۔

زمانہ گزرتا گیا اور یہ ثابت ہوا کہ رومانی ادب کی کامیابی کے لئے اعلی انفرادی صلاحیتون کی ضرورت ہے اور جب یہ صلاحیتین مفقود ہو جاتی ہین اور ادنی لوگون کے ہاتھ مین ادب آجاتا ہے تو پھر یہ ہر طرح کی بے راہ روی، بدمذاقی اور بددیانتی کا شکار ہو جاتا ہے ۔ اس لئے تمام یورپ مین ایک معیار بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ قدما کو سامنے رکھ کر ان کے عمل کے اصول وضع کئے گئے اور ان اصولون پر عمل ہی کو ادب کا معیار قرار دیا گیا ۔ یہ کوئی نئی بات نہین تھی ۔ انسان کے ہر میدانِ عمل مین اس قسم کے اقدام کا دور آتا ہے ۔ مذہب مین پیغمبر اور ان کے اصحاب یا مقرّبین جب اپنا دور ختم کرچکتے ہین، تو فقہا کا دور آتا ہے اور عام مذہب محض کچھ رسوم و وظائف کی پابندی رہ جاتا ہے ۔ مگر رسوم کی پابندی سے مذہب کی روح غائب ہو جاتی ہے اور پھر ایسی تحریکین اٹھتی ہین جو پیغمبرون کے عمل پر مراجعت کی راہ دکھاتی ہین ۔ اسی طرح کلاسیکیت کے اصول کی پابندی نے ادب کو بالکل خشک، یک طرفہ اور میکانیکی بنا دیا ۔ زوردار انفرادی طبائع نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور پھر رومانی ادب کی تجدید کی ۔ اٹھاروین صدی کے آخر مین ایسی تجدید کی ضرورت تمام

یورپ میں اور زندگی کے ہر شعبے میں ضروری سمجھی جا رہی تھی۔ جرمن فلسفیوں اور فرانس میں والٹیر (VOLTAIRE) اور اس سے زیادہ رُوسو (ROUSSEAU) نے سیاسیات ، اقتصادیات، سماجی نظام ، غرض زندگی کے ہر پہلو کو بدل کر ایک نئی تشکیل کی تجویز پیش کی ۔ یہ تحریک عوام میں پھیلی اور انقلابِ فرانس رونما ہوا جس نے فرانس میں نہیں ،بلکہ یورپ کے ہر ملک میں رائج نظام کو برباد کرکے ایک نئے نظام کی بنیاد رکھی جو انسانی مساوات ، آزادی اور بھائی چارے پر مبنی تھا اور، تہذیب کے رائج کردہ اصولوں کی اہمیت ماننے کے بجائے، فطرت کے اصولوں پر واپس جانا چاہتا تھا ۔ ادب میں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلاسیکی اثرات کو، جنھوں نے تقریباً ڈیڑھ سو برس کے عرصے میں ادب کے موضوعات ، اثرات ، طرز اور عروض کو مستقل جکڑ بندیوں میں کس دیا تھا ، بالکل ختم کر دیا گیا ۔ نشاۃ الثانیہ کے ادیبوں کی شخصیت سے الہٰامی تعلقات پیدا کئے گئے اور اس نئی طرز پر مذاق پختہ کرکے ایک نئے ادب کی تحریک شروع کی گئی جس نے ہر ملک میں ایک الگ صورت اختیار کی، ہر ملک میں مختلف ہستیاں پیدا ہوئیں جنھوں نے ادب کو پھر زندہ کرکے ادب کے ایک زرّیں دَور کا آغاز کیا ۔ اس ادب کی خصوصیات وہی ہوئیں جو ہم کلاسیکیت سے تضاد کے سلسلے میں واضح کرچکے ہیں ۔

انگلستان میں اس تحریک کے بانی ورڈزورتھ اور کولرِج ہوئے اور ان کا پہلا عملی قدم اس تحریک کی خصوصیات کو کسی فلسفیانہ تخیّل سے زیادہ واضح کرنا ہے ۔ یہ دونوں پیدائشی شاعر تھے ؛ دونوں شاعری کی زبوں حالی سے افسردہ تھے ؛ دونوں شاعری میں انقلاب لانا چاہتے تھے ؛ دونوں جدید یورپ میں آنے والے انقلاب سے واقف تھے ۔ کولرج نے جرمن فلسفے کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس نئے فلسفے سے بھی، جو پرانی منطق ترک کرکے الہام اور معرفت پر فکر کی بنیاد رکھ رہا تھا؛ اچھی طرح واقف تھا ۔ ورڈزورتھ فلسفی بالکل نہ تھا مگر انقلابِ فرانس نے اس کا ذہن بدل دیا تھا یہاں تک کہ کچھ عرصے تک وہ تقریباً پاگل ہوکر دیہاتی زندگی اور

مناظرِ فطرت سے تسکین حاصل کرنے لگا تھا - دونون شاعر انگلستان کے سب سے زیادہ خوب صورت حصّے مین آکر رھے - یہان چاندنی راتون مین دونون کسی پُر فضا چمن مین بیٹھ کر باتین کرتے اور ادب مین نئی تحریک کے منصوبے بناتے - ایک رات دونون بیٹھے سوچ ھی رھے تھے کہ ایک دم چاند نکل آیا ؛ چاندنی پھیلتے ھی دونون پر ایک عجیب کیف طاری ھوگیا - چاند نے بھی رومانی تحریک مین اھم کردار ادا کیا ھے - کولرج کے لئے اس نے جادو کی دنیا کو ممکن بنا دیا - ورڈزورتھ کے لئے چاندنی ھی ایک طلسم ھے - دونون نے طے کیا کہ وہ ایسی نظمین لکھین گے جن مین حقیقت اور مجاز کو ایک نئے انداز سے ملایا جائے گا - کولرج مافَوقُ البَشَر کو اس طرح بیان کرے گا کہ حقیقت معلوم ھون گے اور ورڈزورتھ معمولی چیزون کے بیان مین تخیّل کے عمل سے ایسی تبدیلی کرے گا ، کہ وہ طلسماتی معلوم ھون گی - چنان چہ دونون نے اپنا اپنا طے شدہ کام کیا اور ۱۸۹۸ء مین دونون نے مل کر اپنے کلام کا مجموعہ " لِیریکل بیلڈز" (LYRICAL BALLADS) کے نام سے چھاپا اور انگریزی ادب مین رومانیت کا دور شروع ھوگیا - ان نظمون کا ایک اور ایڈیشن نکلا ، جس پر ورڈزورتھ نے ایک طویل "مقدمہ" لکھا جس مین نئی شاعری کے تصوّر اور اس کے اصولون کی وضاحت تھی - اس مین بہت سی باتین ایسی ھین ، جو مبھم رہ گئی ھین ، مگر اس پر کولرج کے تبصرے کو پڑھنے کے بعد واضح ھو جاتا ھے کہ رومانی تحریک ادب مین کیا انقلاب لائی - موضوعات ، طرزِ ادا ، عروض ، شاعر کے تصوّر ، شاعری کے مقصد ، غرض کہ ھر پہلو پر نئے خیالات پیش کئے گئے ھین اور شاعری کو ھر لحاظ سے نیا بنانے کی شعوری کوشش کی گئی ھے -

کولرج کی اس نئی تحریک مین تخیّل پر بہت زور دیا گیا اور اس لفظ کو خاص معنون مین استعمال کیا گیا - تخیّل کے بغیر ادب کا وجود ناممکن ھے - کلاسیکی ادب مین تخیّل کو جو جگہ دی گئی تھی وہ غلط تھی - تخیّل ھی سب سے اھم ادبی صفت ھونی چاھیئے - شاعری اسی وقت اعلی پائے پر پہنچ سکتی ھے

جب کہ تخلیقی قوت کو پوری آزادی ملے، جب ذہن میں آنے والے ہر قسم کے تصوّرات اور خوابوں کو ہر فرد پوری طرح ادا کرسکے اور کسی پابندی کے تحت بدل دینے پر مجبور نہ ہو ۔ قوّتِ تخیّل پر یہ زور اور اس کے سلسلے میں ہر فرد کی آزادی کو اس دور کے مذہبی اور فلسفی رجحانات سے بڑی مدد ملی ۔ کولرج فلسفے اور مذہب دونوں سے گہری واقفیت رکھتا تھا اور اس نے تخیّل کی جو تعریف کی ہے وہ الہام اور فکر دونوں پر مبنی ہے ۔ تخیّل کو اس نے انسان کے اندر خدا کا وجود بتایا اور اس کے تخلیقی عمل کو خدائی عمل قرار دیا ۔ تخیّل ہی حقیقت اور حق تک رسائی کا ذریعہ ٹھیری ۔ تخیّل کو محض خیال سے کوئی سروکار نہ رہا اور نہ ہی یہ حقیقت سے فرار کا دوسرا نام ہے ۔ تخیّل کا عمل الہام، اور اس کا کام حقائق کے رازوں میں پہنچنا مقرر ہوا ۔ اس کی تخلیقات خدا کا جلوہ ہوئیں اور ان میں وہ سر بستہ حقائق نظر آئے جو عام نظروں سے پوشیدہ تھے ۔ ہر رومانی شاعر کو یہ محسوس ہوا کہ آسمانی آواز اس کی روح کو تخلیق کا حکم دے رہی ہے اور اس کا تخیّل ظاہری چیزوں کی حقیقت تک پہنچنے کا آلۂ کار ٹھیرا جس کے ذریعے ہر فرد کو کائنات کے رازوں کو افشا کرنے کا موقع ملا ۔ فن روحانی تجربے کو مناسب طریقے پر ادا کردینے کا نام ہوا ۔ شاعروں کو عجیب و غریب تجربوں کی تلاش ہوئی ۔ زورِ تخیّل سے ہر شاعر کو کام لینا پڑا اور اکثر شاعر خوابوں کی دنیا میں بالکل کھو گئے، مگر ہر ایک نے تخیّل سے ابتدا کرکے دنیا کو ایک نئے جادو اور نئی روشنی سے معمور ہوا دیکھا ۔ ہر ایک کی ایک الگ تخیّلی دنیا ہوگئی اور اگر ان مختلف دنیاؤں میں کوئی ہم آہنگی نظر آئی تو بس اتنی کہ سب پر عجیب و غریب فضا چھائی ہوئی تھی، سب پیامِ نَو سے معمور تھیں، سب آزادی کی علمبردار تھیں، سب میں پرانی قدروں اور اصولوں سے گُریز تھا اور سب میں روح پر اثر ڈالنے کی اور ذہن کو عجائبات میں گم کردینے کی صلاحیت تھی ۔

رومانی شاعروں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ یورپ یا اپنے ملک کی روایات سے الگ ہو رہے ہیں ۔ انھوں نے قُدما کی

تخیّلی قوتون کو سراھا ، آن کے تخیّلی کارنامون سے استفادہ کیا ۔ ان کے اصنام کو نئی زندگی دی ، ان کی تتبّع مین اپنا نیا نظامِ اصنام بنایا ، ان کے اصناف پر عمل کیا اور ان کے اصولون کو دیکھنے کے بجائے، ان کی روح سے الہامی تعلق پیدا کیا اور ان کے ھر عمل کو اپنے مخصوص انفرادی طریقے پر برتا ۔ انھون نے اپنی قومی روایات کو بھی ایک نئی زندگی دی ۔ عہدِ الزبتھ کے شاعر، نثر نگار اور ڈرامہ نگار جس طرح اور جس کثرت کے ساتھ اس دور مین مقبول نظر آئے ویسے کبھی پہلے نہ تھے ۔ کولرج نے شیکسپیر کو دیوتا بنا دیا ۔ ورڈزورتھ نے ملٹن کو پیغمبر منوا دیا ۔ اسپنسر شاعرون کا شاعر ھوکر رھا ۔ رومانی تحریک کو رومانی تجدید بھی کہا جاتا ھے ۔ حقیقت مین یہ تحریک قومی روایات کو پھر زندہ کرتی ھے ۔ اس کو اپنے ماضی کا پورا احساس ھے ۔ جرمنی سے آئے ھوئے نئے افکار، انقلابِ فرانس کی پیدا کی ھوئی نئی ذھنیت، جذبات کی زندگی مین ایک نیا ھیجان، تخیّل کی دنیا مین ایک نئی گرمی اور عجائباتِ عالم کی طرف ایک نیا رُجحان، سب ماضی کی روایات کو صحیح طریقے پر زندہ کرنے مین مصروف نظر آتے ھین ۔ ایک نیا ادبی مذھب ، ایک نیا ادبی شعور، ایک نیا نظامِ تنقید وجود مین آتا ھے اور اس کے عامل دنیا اور مافیہا سے الگ اپنی الگ دنیائین اور اپنے الگ فن بنائے ھوئے الگ الگ بیٹھے دکھائی دیتے ھین ، مگر اصل مین ھر فنکار روایات مین گڑا ھوا ھے، قومی خصوصیات کا نمائندہ ھے اور وھی کچھ کر رھا ھے جو اس کے اسلاف کرگئے ھین ۔ اس کا کام پرانی روایات مین نئی روح پھونک دینے کے سوا اور کچھ نہین ھے ۔

محض تکنیک پر نظر رکھتے ھوئے اگر رومانی ادب کو دیکھا جائے تو اس کے نئے کلاسیکی ادب سے تضاد کے نکات ھی سامنے آتے ھین ۔ یہان جدید شہری زندگی کے بجائے، قدرتی زندگی موضوعِ سخن ھے ۔ یہ زندگی کبھی دور دراز ممالک کے عجیب مضامین سے کبھی قرونِ وسطیٰ کے رنگین رُسوم سے معمور نظر آتی ھے، تو کبھی دیہات کے احمقون اور بچّون کے حالات مین نمایان ھوتی ھے ۔ کردار

تہذیب یافتہ نہین، بلکہ فطری انسان ہین جن پر تہذیب کا اثر کم سے کم ہے یا جن کی تہذیب، جدید تہذیب سے اس قدر مختلف ہے کہ اس کی بالکل متضاد معلوم ہوتی ہے ۔ طنز اور مزاح کا سوال ہی نہین پیدا ہوتا ۔ حُسن و محبت، انسانی ہمدردی، غم و درد ، سنجیدہ فکر، غمِ دوران، نئی امنگین، جنت کے خواب ، ہر طرف نظر آتے ہین ؛ عجائبات کی دنیا سامنے آتی ہے، جذبات سے دل کو معمور کرتی ہے اور ایک جذباتی نقطۂ نظر سے پوری کائنات کو دیکھنے پر مجبور کرتی ہے ، امید بڑھاتی ہے، مگر امید کی شکست کے مناظر بھی پیش کرتی ہے اور فرار مین قرار لیتی ہے ۔ اس کی زبان بالکل فطری ہے ۔ اس کے رنگ جوش اور اصلیت مین ڈوبے ہوئے ہین ۔ عام الفاظ ، نئی تراکیب، انفرادی تخیّلات اور تصوّرات اس کے طرز کی اہم صِفات ہین ۔ بیان و بدیع کے فرسودہ طریقون سے گریز کیا جاتا ہے یا پھر ان مین نئی روح پھونکی جاتی ہے ۔ تشخّص اور تراکیب کے استعمال کو ورڈزورتھ بالکل ترک کردیتا ہے ۔ مگر شیلی تشخّص سے حسین اصنام کو جنم دیتا ہے اور کیٹس نئی تراکیب سے ایک نئی احساسی دنیا بناتا ہے ۔ کپلٹ کا سخت قانون ختم ہوچکا ہے ۔ عروض کا بس ایک ہی اصول رہ گیا ہے کہ بحرون اور بندون کو جذبات کے لحاظ سے شکل دی جائے، تاکہ موزون ترنّم پیدا ہو ۔ قسم قسم کی جدّتین وجود مین آ رہی ہین ۔ الزبتھ کے زمانے کے گیتون کی روایات زندہ کی جا رہی ہین ۔ سانیٹ اور بلینک ورس کا نیا دور چل رہا ہے اور پھر ہر فرد جدّتِ طبع سے کسی نہ کسی اہم عروضی کارنامے کا موجد ہوکر رہتا ہے ۔ اس نئی شاعری کا مذاق تمام ہوتے دیر لگتی ہے ۔ اس کا لاشعوری طور پر اہم قائد لارڈ بائرن (LORD BYRON) ہی شعوری طور پر اس کا مخالف ہوجاتا ہے اور دوسرے شعرا بھی اسے قبول کرنے سے یا تو انکار کرتے ہین یا اس پر عمل کے اہل نہین نظر آتے، مگر یہ اپنی جڑین مستحکم کرکے رہتی ہے ۔ اس وقت بھی جب کہ اس کے خلاف تحریک زور پر ہے عام صاحبِ ذوق رومانی شاعری ہی کو شاعری سمجھتا ہے اور اس کو اپنے دلون مین مستقل جگہ دئے ہوئے ہے ۔

باب سوم

ورڈز ورتھ اور کولرج

۱۷۹۸ تا ۱۸۳۲ء

ورڈ زورتھ

ولیم ورڈ زورتھ دیہات مین پیدا ہوا ؛ بچپن مین دیہاتی زندگی کے اثرات اس کے ذہن پر اس طرح جمے کہ آخر کو وہ اسی زندگی کا ترجمان ہوکر رہا ۔ دیہات مین بچپن گزارنے اور ایک اسکول مین تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ کیمبرج یونیورسٹی مین داخل ہوا ،جہان اس نے کوئی نمایان حیثیت حاصل نہین کی ۔ ایم-اے کرنے کے بعد اس نے فرانس کا سفر کیا ۔ یہان وہ ان لوگون سے ملا جو انقلاب لانے مین مصروف ہے ۔ اسے ایک فرانسیسی عورت آنیت والون (ANNETTE VALLON) سے محبت ہوگئی جس سے ایک لڑکی بھی ہوئی ۔ انقلابی خیالات نے اسے بہت متاثر کیا ۔ جب انقلاب شروع ہوا ،تو وہ پیرس ہی مین تھا اور انقلابیون مین شامل ہوچکا تھا ،مگر اس کے سرپرست چچا نے اسے زبردستی واپس بُلوا لیا ۔ وطن واپس آکر وہ پریشانی کی وجہ سے تقریباً تقریباً دیوانہ ہوگیا ۔ انگلستان انقلاب کے خلاف تھا مگر خود ورڈ زورتھ کو انقلاب سے بڑی امیدین تھین اور پھر اسے اپنی محبوبہ آنیت والون کی یاد بھی بیقرار رکھتی تھی ۔ اس نے انقلابی فلسفے سے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کی، مگر اس کی فطرت علمی نہ تھی اور وہ اس معاملے مین ناکام رہا ۔ اس کی بہن ڈورَوتھی کے اثر سے اور پھر

کولرج کی دوستی سے اس کا دماغی توازن بحال ہوا، مگر سب سے زیادہ تسکین اسے ان مناظر قدرت سے ملی جن کے درمیان وہ بچپن سے پلا تھا - وہ کچھ نظمین روایتی انداز مین لکھ چکا تھا مگر کولرج سے مل کر اس نے ایک نیا پروگرام بنایا اور ایک نئی شاعری کو جنم دیا -

اس کی شاعری شروع شروع مین عجیب معلوم ہوئی اور قوم نے اسے قبول نہین کیا - اس نے اس کے اصول سمجھانے کے لئے ایک طویل مقدمہ لکھا جو تنقید نگاری مین اہم اضافہ ہے- اس کی شاعری کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنے تئین شاعر نہین، بلکہ مُصلح کہتا ہے - اسے مناظرِ قدرت نے ایک عجیب تجربے سے آشنا کیا ہے اور اسے ایک اہم سبق دیا ہے جس کو وہ دنیا کی اصلاح کے لئے پیش کرنا چاہتا ہے - رُوسو کی طرح وہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا قدرتی زندگی پر واپس آجائے - وہ خود قدرتی زندگی سے ہم آہنگ رہا - اس راہ سے بھٹک جانے پر اسے صرف پریشانی ہی اٹھانی پڑی - انقلاب فرانس اس کو پھر اس راہ پر لے آیا - قدرت کے مناظر مین اس نے ایک اخلاقی سبق اور ایک روحانی اثر دیکھا جس نے اس کی زندگی کو خوشی اور اطمینان بخشا - اس کی بہترین نظمون کا موضوع قدرت یا نیچر ہے اور قدرت ان نظمون مین ایک عجیب طاقت کی صورت مین نمایان ہوتی ہے - اس سلسلے مین اس کی نظم " لائنز رِٹن اے فیُو مائِلز فرام اِبوُ ٹِنٹَرن ایبیے " (LINES (WRITTEN A FEW MILES FROM ABOVE TINTERN ABBEY بڑی اہم ہے - اس مین وہ بتاتا ہے کہ ایک قدرتی منظر کیسے اس کے ذہن پر چھایا رہا اور اسے جسمانی، ذہنی اور روحانی تقویت دیتا اور اس کے اخلاق کو سدھارتا رہا - پھر وہ یہ بتاتا ہے کہ بچپن سے قدرت اس کی تشکیل کرتی رہی - وہ سب سے پہلے قدرتی مناظر کے درمیان رہا اور رنگ و بُو سے احساسی اثرات جذب کرتا رہا - آگے بڑھ کر قدرت نے اس کے اخلاقی کردار کو سنوارا اور وہ روحانی مراقبون مین پہنچ کر یہ محسوس کرنے لگا کہ قدرت ایک آفاقی طاقت ہے، جو کائنات مین مُضمَر ہے اور قلبِ انسانی مین نظر آتی

ہے ۔ اسے قدرت سے ایک قسم کی معرفت حاصل ہوگئی۔ وہ دعا کرتا ہے کہ اس کی بہن ڈَوروتھی کو (یعنی ہر شخص کو) یہ معرفت حاصل ہو جائے ۔ یہ معرفت ایک عجیب خوشی اور اطمینان بخشتی ہے اور ورڈ زورتھ ہر جگہ اس کا ذکر کرتا ہے ۔ اس کی مختصر نظمیں، جو گھر گھر مقبول ہیں، قدرت کی بخشی ہوئی خوشی اور اطمینان کا ذکر کرتی ہیں ۔ یہ نظمیں کچھ پھولوں پر ہیں کچھ چڑیوں پر ہیں اور ان میں کمال یہ ہے،کہ ان کو پڑھکر قدرت کی وہ خوبی، جو شاعر ہمارے سامنے لاتا ہے، ہمارے دل میں اتر جاتی ہے ۔ ورڈ زورتھ کا فلسفۂ قدرت بڑا خام ہےکیوں کہ وہ خالصتاً ذاتی اور یک طرفہ ہے ۔ یہ فلسفہ ورڈ زورتھ کی زندگی میں زیادہ کام نہ آسکا ، مگر اس کا روحانی اثر آج کل کی میکانیکی زندگی میں مسلم ہے ۔ اس کی نظموں کو پڑھ کر ہم مناظر قدرت کو ایک نئی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان میں دل چسپی ہمارا مسلک ہو جاتا ہے ۔ ورڈ زورتھ کو فطرت کا پیغمبر کہا جاتا ہے اور یہ خطاب اس کے لئے زیبا ہے ۔

قدرت کے ساتھ ساتھ وہ قدرتی انسان پر بھی نظر رکھتا ہے ۔ اس کی نظموں کے کردار قدرت کا ایک حصّہ ہیں ۔ ایک دیہاتی لڑکی لُوسی (LUCY) کئی اعلی درجے کی نظموں کا موضوع ہے ۔ اس کی تربیت خود قدرت کرتی ہے اور اس کی تربیت کا نقشہ، جو ورڈ زورتھ کھینچتا ہے، پُر اثر ہے ۔ مگر زیادہ تر وہ ہماری توجہ بڈھے کسانوں یا گڈریوں کی طرف مبذول کرتا ہے جو قدرتی زندگی میں رَچ کر قدرتی چیزوں کی طرح ہوچکے ہیں ۔ اس سلسلے میں اس کی طویل افسانوی نظم " مائیکل"(MICHAEL) اہم ہے جس میں ایک بڈھے باپ اور ماں کی فطری زندگی نہایت شان کے ساتھ بیان ہوئی ہے ۔ مگر ورڈ زورتھ کا سب سے اہم کردار اس کی نظم " رِزولیُوشَنُ اَینڈ اِنڈِیپنڈِنس"(RESOLUTION AND INDEPENDENCE)میں ملتا ہے ۔ یہاں ایک بڈھا جو جونکیں جمع کرکے اپنا پیٹ پالتا ہے بڑی عظیم ہستی بنا کر پیش کیا گیا ہے ۔ اس کا صبر و استقلال ایک عظیم دائمی سبق کی طرح

ہمارے سامنے آتا ہے اور اس کی ہستی ایک اٹل پہاڑ کی طرح نمایاں ہوتی ہے ۔ قدرتی انسان کی طرف توجہ نے ورڈ زورتھ کو بچّون کی زندگی کی طرف خاص طور سے متوجہ کیا ۔ بچّون کو اس نے قدرت سے قریب سمجھا اور ان رازون کا حامل جانا جو بڑے بڑے فلسفی نہین پاسکتے ۔ اس کی نظم " اوڈ آون اِنٹی میشَنز آف اِمّورٹیلیٹی" (ODE ON INTIMATIONS OF IMMORTALITY) بچّون کی فطرت کا بڑا پُر عظمت نقشہ کھینچتی ہے ۔ اس مین بیشتر مبالغہ ہے اور کہین کہین ہارٹلے (HARTLEY) کی نفسیاتی نظریے کا اثر ہے مگر جہان ورڈ زورتھ نے اپنے ذاتی تجربے سے کام لیا ہے، وہان نظم بڑے اعلی پائے پر پہنچتی ہے ۔ شاعر کے لئے اس کے بچپن کا تصوّر ایک قسم کی رحمت ہے اور روحانی زندگی کی طرف لے جانے مین بڑی مدد ہے ۔ اس سلسلے مین بھی وہ ایک عظیم معرفت تک پہنچ جاتا ہے ۔ انسانی زندگی مین رہ کر رنگینی اور جذبات کو کوئی جگہ دینے کے لئے تیار نہین ہے ۔ اس کی کئی عمدہ نظمون کا موضوع عشق ہے، مگر اس کی محبوبہ اس لئے اہم ہے کہ اگرچہ دیکھنے مین وہ معمولی ہے مگر اخلاقی کردار مین بڑی اعلی ہے ۔ عشق مین خوشی اور سرمستی کو وہ غلطی بتاتا ہے ۔ قدرت یہ چاہتی ہے کہ انسان جذباتِ عشق پر قابو حاصل کرے ۔ عینی زندگی اس کے لئے یہ ہے کہ انسان اپنا فرض ادا کرکے اور فرض وہی ٹھیک ہے جو قدرت کے اصولون سے ہم آہنگ ہو ۔ اس کی نظم " اوڈ ٹُو ڈِیُوٹی " (ODE TO DUTY) یہ بتاتی ہے کہ فرض ادا کرنا محض قدرتی عمل ہے ۔ فرض ورڈ زورتھ بڑے اعلی اخلاقی معیار پیش کرتا ہے اور ان کے پس منظر مین اس کی اپنی ہستی پوشیدہ نظر آتی ہے ! یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی خودی مین اس قدر گم ہے کہ اسے اپنے سے مختلف لوگ دکھائی ہی نہین دیتے اور وہ دنیا بھر کو بالکل اپنا سا بنانا چاہتا ہے۔ اس کی عظمت کا ہمین احساس تو ہوتا ہے مگر اس کی تنگ نظری یہ ثابت کرتی ہے وہ ایسے ہی لوگون کے لئے دل چسپ ہوسکتا ہے جو حد سے زیادہ سنجیدہ ہون اور بے رنگی اور زُہد کے قائل ہون ۔

ورڈزورتھ نے اپنی شاعری کے خیالات کی طرف توجہ دلائی اور زیادہ تر اس کے فلسفۂ حیات ہی کی اہمیت جتائی جاتی رہی، مگر اصل میں وہ شاعر ہے اور بہت بڑا شاعر ہے، اس کا فلسفہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور اہم محض اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ اس کے پیچھے ورڈزورتھ کی تخیّلی قوتیں ہیں ۔ ورڈزورتھ نے اپنے فن پر غور کیا اور طرزِ ادا کا ایک نظریہ وضع کیا ۔ اس نظریے کے مطابق جب اس نے شاعری کی تو ناکام رہا اور جب اسے چھوڑ کر اس نے فطرت کا سہارا لیا تو کامیاب ہوا ۔ اصل میں وہ پیدائشی شاعر تھا اور قدرتی طور پر اعلی ترین شاعری کرتا تھا مگر اس نے تخلیق کے جو اصول وضع کئے تھے، ان پر اس نے خود کبھی پوری طرح عمل نہیں کیا، مگر "لیریکل بیلڈز" کے مشہور دیباچے (PREFACE) میں اس نے جو کچھ کہنا چاہا، وہ اس کی انفرادیت اور اس کی شاعری کے رنگ سے گہرا تعلق رکھتا ہے ۔ وہ شاعری کو نہایت درجہ سادہ بنانا چاہتا تھا ۔ اس عمل میں اس کی ناکامی کی مثالیں ملتی ہیں، مگر کامیابی کی مثالیں زیادہ اہم ہیں ۔ اس کی مقبول مختصر نظموں میں ایک عجیب قسم کی سادگی ہے ۔ نہایت سادہ الفاظ اور بالکل بے رنگ طرز عجیب قسم کا شاعرانہ زور اور اثر پیدا کرتے ہیں ۔ معمولی چیزیں ایک نئی روشنی میں چمکتی نظر آتی ہیں ۔ ورڈزورتھ کا مقصد یہ تھا کہ معمولی چیزوں پر تخیّل کی روشنی اس طرح ڈالے کہ وہ غیر معمولی اور تعجّب انگیز دکھائی دینے لگیں ۔ وہ اس مقصد میں پورا کامیاب ہے اور معمولی زبان کو وہ اس طرح استعمال کرتا ہے کہ وہ اعلی فنّی زبان سے زیادہ تعجّب انگیز معلوم ہوتی ہے ۔ یہ سادگی اس کے فن کی بنیاد ہے ۔ وہ ملٹن سے متاثر ہوا اور اس کے سانٹوں میں ملٹن کے رنگ کی نقل کی ؛ کچھ سانٹوں میں وہ ملٹن کے پُر عظمت اور رنگین طرز کو پوری طور پر اڑانے میں کامیاب ہے مگر بہترین سانٹوں میں یہ رنگ سادگی کے ساتھ مل کر ایک نئی چیز بن جاتا ہے ۔ اس نے ملٹن کی طرح ایک طویل ایپک نظم لکھی اور اس میں ایپک کے رنگ کو جمانے کی کوشش کی، مگر اس کی بلینک ورس کے بہترین حصّے وہی

ھین جن مین سادگی کے ذریعے اس نے ایپک کی عظمت اور زور پیدا کیا ھے ۔ ورڈ زورتھ کا رنگ اور اس کی شاعری ایک بڑی ھی انفرادی چیز ھے ۔ یہ شاعری حد سے زیادہ سیدھے سادے ذرائع سے عظیم ترین شاعرانہ اثر پیدا کرتی ھے ۔ ورڈ زورتھ ھر چیز کو نہایت واقعاتی طریقے پر پیش کرتا ھے، ھر چیز کی نہایت معمولی حقیقت پر زور دیتا ھے، مگر یہ حقیقت اس کے پیرایۂ بیان سے عجیب صورت اختیار کر لیتی ھے ؛ اس پر ایک فلسفیانہ رنگ آجاتا ھے اور خلوص اس کو غنائی قوت دے کر عجیب چیز بنا دیتا ھے ۔ ورڈ زورتھ کی شاعری مین شُترگربہ بہت زیادہ ھے مگر اس کی بہترین نظمین پرانی روایات توڑ کر ایک بالکل جدید اور بہت ھی اھم طرز ایجاد کرتی ھین ۔ وہ تمام شاعرون کا قائد ھے اور انیسوین صدی کی تمام شاعری اس کی مرھونِ مِنّت ھے ۔

ورڈ زورتھ کے سے دیہاتی کا سب سے بڑا بُت شکن ھو جانا ایک معجزہ ھی کہا جاسکتا ھے ۔ علم سے اسے نفرت تھی، تجربہ اس کا محدود تھا، روایات کو توڑنا اس کا فرض تھا ۔ غور سے دیکھئے تو اس کی بنیادین کچھ نہین ھین، مگر وہ دنیا کی عظیم ترین ھستیون مین سے ھے ۔ انگریزی ادب کی بہترین روایات اس کی سیدھی سادی شخصیت مین اس طرح رچی بسی ھین کہ دُوئی کا گمان نہین گزرتا ۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ اپنے دور کا مِلٹن بنے اور ملٹن کی طرح اس نے عظیم موضوع پر ایک عظیم نظم لکھنے کی کوشش بھی کی ۔ یہ نظم " دِی پرِیلیُوڈ (THE PRELUDE) ھے جو اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی نے چھاپی ۔ یہ اُنیسوین صدی کی سب سے عظیم طویل نظم ھے اور انگریزی کی طویل نظمون مین بلند مقام رکھتی ھے ۔ اس نظم کا موضوع وَرڈ زُوَرتھ کی اپنی ذات ھے اور اس نظم کو پڑھ کر ورڈ زورتھ کی زندگی، بچپن کے الہامی تجربات سے لے کر سن بلوغ کے پختہ نظریات تک، بڑی عظمت کے ساتھ روشن ھو جاتی ھے، اور وہ عارف کامل نظر آتا ھے ۔ قدرت، انسان، کائنات اور خدا سب کو اس نے خالص انفرادی نظر سے دیکھا ھے ۔ سائنس اور شاعری کو وہ نئے طریقے پر ھم آھنگ کرتا ھے ۔

اس کی بلینک ورس میں بڑی سادگی لیکن حیرت خیز پُرکاری اور شان ہے - انگریزی زبان ایک نئی سادگی، عظمت اور ترنّم سے معمور ہو جاتی ہے - ورڈز ورتھ خودی میں گم ہے مگر اس خودی میں خدا کی پوری کائنات سمائی ہوئی ہے - قبلۂ روحانیاں اس کے دل کے آئینے میں صاف نظر آتا ہے - چوسر، اسپنسر، شیکسپیر اور، سب سے زیادہ، ملٹن کے اثرات اس کے فن میں شامل ضرور ہوگئے ہیں، مگر اس کا فن اپنی جگہ پر ایک بالکل الگ فن ہے - ورڈز ورتھ کی نظر اور فن کی تنگی نے اس کی انفرادیت کو اور بھی زیادہ استقلال دے دیا ہے اور اس کی شاعری ایسی نئی اور اچھوتی فضا بناتی ہے، ایسا معمولی، لیکن پھر بھی عجیب اور پر عظمت عالم پیدا کرتی ہے، کہ اسے جدید یورپ کے بہت بڑے شاعروں میں جگہ دینا پڑتی ہے -

ورڈز ورتھ کی بہترین مختصر نظموں سے ہر بچّہ واقف ہے اور ان کے مخصوص انفرادی اثر کو لاشعوری طور پر جانتا ہے- ان کی سادگی انجیل کی سادگی تک پہنچ جاتی ہے - آگے بڑھ کر اس کی درمیانہ لمبائی والی نظمیں آتی ہیں، جن کی سادگی میں رنگینی اور فنکاری بھی شامل ہے اور جو اس کے فلسفے کو واضح کرتی ہیں- اب اس کی فنکارانہ انفرادیت اور عظمت ایک خاص اثر قائم کرتی ہے - مختصر نظمیں بھی نئے معانی اختیار کر لیتی ہیں - فنّی جدّتیں سامنے آتی ہیں - اس نے عوامی صنف " بیلڈ "(BALLAD) کو اٹھا کر ادبی اور غنائی چیز بنا دیا - اس نے " سانٹ" کو انگریزی ادب میں کمال پر پہنچا دیا - چھوٹی بحروں میں اس نے دل کشی پیدا کر دی - خیالات کے ساتھ بحروں اور طرز کے بدلنے پر وہ بے حد قابو رکھتا ہے اور ان سب سے آگے بڑھ کر اس عظیم نظم " پریلیوڈ " آتی ہے، جو اسے قدرت کا پیغمبر اور نئے دور کا عارفِ کامل بناتی ہے - وہ بیاسی برس تک زندہ رہا اور برابر شاعری کرتا رہا مگر چھتّیس برس کے سِن کے بعد اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل پوچ ہے - اس معنے میں بھی وہ رومانیت کا پورا نمائندہ ہے - اس کی شاعری اُصول اور مُشق پر مبنی نہیں ہے، بلکہ الہام سے وجود میں آئی ہے - جب یہ اِلہامی قوت اور اس کا مخصوص

جوشِ طبع ختم ہو جاتا ہے تو اس شاعری کی بنیاد ہل جاتی ہے اور اس کا وجود باقی نہیں رہتا ۔ سات یا آٹھ برس میں آسمانی جذب ، آنیت (ANNETTE) کی محبت کے اثر اور انقلابی جوش کے تحت اس نے جو کچھ کہا، وہ اہم ہی نہیں، بہت زیادہ اہم ہے، کیوں کہ یہی کلام جدید ادب کا عظیم منبع ہے ۔

کولرج

سیموئل ٹیلر کولرِج (SAMUEL TAYLOR COLERIDGE؛ ۱۷۷۲ء تا ۱۸۳۴ء) کے ذہن کو قدرت نے ہر طرح کی صلاحیتوں سے معمور کیا تھا مگر اپنے کردار میں حد سے زیادہ تلوّن اور بے مقصدیّت نے اسے کسی کام پر جمنے نہیں دیا ۔ وہ شاعر، نقّاد ، فلسفی، واعظ ، سپاہی، سیّاح ،سب ہی کچھ رہا ، نیکی کے کام میں نمایاں حیثیت تک پہنچتے ہی الگ ہوگیا اور دوسرے کام میں لگ گیا ۔ ہر کام میں اس نے اعلیٰ ترین درجے پر پہنچنے کا خواب دیکھا ،مگر اس کام میں قرار واقعی محنت نہ کرسکنے کی بنا پر جلد اسے نامکمل چھوڑ دیا اور اپنے تئیں پریشانی میں ڈال کر ہلکان کرنے لگا ۔ جوڑوں کے درد کی وجہ سے اس نے افیون کا استعمال شروع کیا ۔ اس عادت سے اس کے قُوا اور بھی مضمحل اور شل ہوتے گئے ۔ شاعری کا دورہ اس پر تقریباً دو سال کے لئے پڑا، جب وہ ورڈ زورتھ کے ساتھ تھا ۔ اس کے بعد وہ نثر کی طرف متوجہ ہوا ۔ تنقید نگاری کو اس نے ایک نیا معیار دیا ۔ لادینی اور دینی فلسفے میں اہم تصانیف چھوڑیں اگر وہ اس قدر بے راہ رَو نہ ہوتا، تو اس سے بڑا ادیب شاید ہی اور کوئی ہوسکتا ۔

اس کی شاعری کا دور ۱۷۹۷ء سے ۱۸۰۰ء تک رہا ۔ ورڈ زورتھ کے ساتھ اس نے بھی انگریزی شاعری کو نئی زندگی دینے کا عزم کیا تھا ۔ اس نے یہ طے کیا تھا کہ وہ فوقُ البشر حالات کو اس طرح بیان کرے گا، کہ پڑھنے والوں کے ذہن انہیں حقیقت ماننے لگیں ۔ چنان چہ "لیریکل بَیلڈ ز"(LYRICAL BALLADS)

کے مجموعے مین ورڈ زورتھ کی نظمون کے ساتھ اس کی سب سے اچھی نظم " دی رائم آف اینشنٹ مَیرینَر" (THE RHYME OF THE ANCIENT MARINER) بھی شامل ہوئی - یہ نظم کولرج کا شاہکار ہے اور رومانی ادب کی عظیم ترین اور نمائندہ ترین نظمون مین سے ہے - اس مین ایک عجیب و غریب ملّاح ایک جوان کو، جو شادی مین شریک ہونے جا رہا ہے، اپنی آنکھون کے مقناطیسی اثر سے روک لیتا ہے اور اپنا قصّہ سناتا ہے - وہ ایک جہاز پر سفر کر رہا تھا کہ ایک دن بحری پرندہ اَلبَٹرُوَس (ALBATROSS) اس کو نظر آیا، جس کو اس نے تیر سے مار دیا - اس کے بعد ہر قسم کی آفتون نے جہاز کو گھیر لیا اور جہاز عجیب مقام پر پہنچ گیا اور اس کے تمام جہازی مرگئے صرف وہ اکیلا بچ گیا - پھر اس کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک جہاز مین دو آدمی جُوا کھیلتے نظر آئے ، ایک " موت " ہے اور دوسرا " زندگی درگور" - دوسرے آدمی نے پانسہ جیت لیا اور وہ عرصہ تک سزا بھگتتا رہا - آخر مین سمندر مین سانپون کو دیکھ کر اس کے دل مین ان کے لئے محبت کا جذبہ عود گیا ہے جس کی وجہ سے خدا نے اس کے گناہ معاف کر دئے - وہ مختلف حالات سے گزرتا ہوا آخر کو وطن پہنچ گیا - اس کے بعد سے اکثر اس کے دل مین ایک درد اٹھا کرتا ہے اور جب تک وہ اپنا قصّہ نہین بیان کر لیتا یہ درد کم نہین ہوتا - قصے کے ساتھ ساتھ ملّاح یہ درس دیتا ہے کہ انسان کا پہلا فرض کائنات کی ہر چیز سے محبت کرنا ہے، یہی مذہب ہے اور یہی اخلاق ہے - اس نظم مین عجائبات کو کولرج نے ایک نیا مقام دے دیا ہے - پوری نظم ایک خواب ہے مگر اس خواب کے گہرے معنے ہین - سزا اور جزا کے مسئلے کا بڑا اہم حل پیش کیا گیا ہے ، غیر فطری باتون کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ وہ بالکل فطری معلوم ہوتی ہین - سمندر کے مناظر، انسان اور پرندے ، سب کی حرکات بہت ہی پر اثر ہین - نفسیاتِ انسانی کی بڑی اچھی تحلیل کی گئی ہے - پرانی عوامی صنف " بیلڈ " کے رنگ کو بڑی خوبی سے برتا گیا ہے - تکرار، متروک الفاظ، سادگی اور اصلیت کے

تاثرات کے ملے جلے اثرات سے عجیب و غریب فنکاری پیدا ہوگئی ہے۔ ایک عوامی صنف کو ادبی درجے پر لے آنے کی یہ نظم بہترین مثال ہے ۔ شاعرانہ قوتوں کا مظاہرہ بڑی فنکاری کے ساتھ ہوتا ہے ۔ نظم کی تعمیر نہایت درجہ دل کش ہے اور ہر جگہ ماحول کی ایسی تصویر کھینچی ہے جو ذہن پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جاتی ہے ۔

کولرج نے اسی رومانی رنگ میں دو اور نظمیں لکھیں جو نامکمل رہ گئیں ۔ ان میں "کرسٹابل" (CRISTABEL) فوق البشر امور کے ساتھ ساتھ قرون وسطیٰ کے ایک قلعے کی تصویر پیش کرتی ہے ۔ جنگل ، بہادری ، محبت ، مہمان نوازی کے اصول ، مذہب اور جادو کے اثرات کے ساتھ ساتھ ایک معصوم لڑکی کرسٹابل ایک سانپ کے جال میں ، جو جیرلڈائن (GERALDINE) نام کی عورت کی صورت میں آتا ہے، پھنسی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ قصّہ یہیں پر ختم ہو جاتا ہے ۔ نظم کی اہمیت یہ ہے کہ یہ اس رومانیت کی ابتدا ہے جس میں قرون وسطیٰ اور ماضی کی زندگی کو پیش کیا جاتا تھا ۔ اس نظم میں کولرج نے ایک زبردست عروضی جدّت کی ہے اس نے عروض کو اوزان پر تمام تر مبنی کر دیا ہے ۔ الفاظ اور ان کے ٹکڑوں کی تعداد کوئی معنے نہیں رکھتی ، ہر مصرعہ چار اوزان کا ہے اور اس طرح بہت ہی چھوٹے مصرعے بہت لمبے مصرعوں سے ہم آہنگ چلتے ہیں ۔ دوسری نظم "کُبلا خان" (KUBLA KHAN) منگولیا کے بادشاہ کے محل کی تصویر کھینچتے کھینچتے ختم ہوجاتی ہے ۔ اس میں عجیب رومانی تصوّرات ہیں ۔ دور دراز ممالک میں رومانی دل چسپی کی طرح اسی نظم سے بڑی ۔ اس قسم کی تمام نظموں میں کولرج غیر معمولی امور کو بالکل جیتا جاگتا بناکر سامنے لانے کا کمال دکھاتا ہے ۔ عجائبات کی دنیا میں گُم ہوکر ہم اس کے اثرات کو بالکل واقعی ماننے لگتے ہیں ۔ کولرج ہمارے عقلی قُوا کو مُنفعِل کرنے میں پورے طور پر کامیاب ہوتا ہے ۔

اس نے کچھ ایسی نظمیں بھی چھوڑی ہیں جن میں غِنائی تاثرات کو براہ راست ادا کیا گیا ہے ۔ اس سلسلے کی نظمیں یا تو نامکمل ہیں، یا ادبی لحاظ سے کم درجے کی ہیں مگر ایک نظم

" ڈیجکشن: این اوڈ " (DEJECTION: AN ODE) ورڈ زورتھ کو اس کے اپنے میدان مین شکست دیتی ھے - یہ ورڈ زورتھ کے فلسفۂ قدرت پر تنقید ھے اور خود کولرج کے فلسفے کا اظہار ھے- کولرج غم زدہ ھے اور مناظرِ قدرت اسے کسی طرح تسکین نہین دیتے - وہ اس نتیجے پر پہنچتا ھے کہ انسان کا مزاج اور اس کے دل کی توانائی ھی اھم چیز ھے - جو روشنی ھمین قدرت مین دکھائی دیتی ھے اس کا مُخرَج خود ھمارا دل ھے - یہ نظم اس دور کی داخلی اور فلسفیانہ شاعری کا شاھکار ھے - کولرج نے مناظر کی بڑی رنگین تصویرین دکھائی ھین - ھلکے رنگون سے اسے خاص دل چسپی ھے اور وہ الفاظ کے ذریعے اُن رنگون کے پرَتو بڑی خوبی سے دکھاتا ھے - جہان تک خالص شاعرانہ قوتون کا تعلق ھے، یعنیٰ احساسی تاثرات ، بیان کی دل کش رنگینی، اشعار کا جادو اثر ترنم ، تو کولرج ورڈ زورتھ سے کہین بڑا شاعر ھے - اس کی نظمین اعلیٰ ترین حسین شاعری کی مثال ھین - مگر افسوس کہ وہ اس راہ پر دو برس سے زیادہ نہ چل سکا -

شاعری سے زیادہ کولرج کی تنقید اھم ھے - اس کے فلسفے اور دیہاتی زندگی پر تصانیف کو اُن شعبون کے مشہور لوگون نے سراھا - تنقید مین وہ ڈرائیڈن اور ڈاکٹر جونسن کے پایہ تک پہنچ جاتا ھے، اور رومانی تنقید کا وہ موجد ھی نہین،بلکہ سب سے بڑا مُفسِّر بھی ھے - اس کی تنقید مین اصولون کا سوال بالکل نہین اٹھتا - تنقید نگار کو فلسفے، الہام اور مذاقِ سلیم کا سہارا لینا ھے - کولرج جرمن فلسفے سے گہری واقفیت رکھتا تھا اور جس طرح جرمن فلسفیون نے فن کو بھی مابعدُالطبیعیاتی نقطۂ نظر سے دیکھ کر اس کے آفاقی اصول وضع کئے،اسی طرح وہ بھی ادبی تاثرات کو فلسفے کے حوالے سے سمجھاتا ھے اور فلسفیانہ وضاحت کے بعد اھم نتائج اخذ کرتا ھے - اس کی تصنیف " بیوگرافیا لٹریریا " (BIOGRAPHIA LITERARIA) تنقید کا بڑا اھم شاھکار ھے - اس مین وہ اپنے مذاقِ سخن کے تعمیر کا قصّہ سناتا ھے - ورڈ زورتھ سے متعلق کئی ابواب ھین جن مین ورڈ زورتھ کی شاعری

اور تنقید پر سیر حاصل بحث ہے اور انگریزی تنقید اپنے نقطۂ عروج پر پہنچتی نظر آتی ہے ۔ اس عجیب و غریب بے ڈھنگی تصنیف مین شیکسپیر، ملٹن، اسپنسر اور دوسرے شاعرون پر نئے انداز سے تنقید ملتی ہے ۔ کولرج نے شیکسپیر اور ملٹن پر الگ لکچر دئے۔ شیکسپیر پر تنقید مین ایک نیا باب کھولتے ہوئے، کولرج ، شیکسپیر سے عقیدت مین ، تنقید کے حدود سے گزر کر، اکثر مدح کے حدود مین داخل ہو جاتا ہے مگر اس کی تنقیدی نظر اور اس کی آرا کی اہمیت سے انکار نہین ہوسکتا ۔ وہ اپنے پورے ادب کا ایک نئے نقطۂ نظر سے جائزہ لیتا ہے اور ایک نئے مذاقِ سخن کا معمار ہے ۔ اصولِ تنقید مین اس کا سب سے بڑا کارنامہ " تخیّل " کی تعریف ہے ۔ ذہن اور وہم کے امتزاج سے تنقید کس طرح وجود مین آتی ہے، وہم اور تخیّل مین کیا فرق ہے، حقیقت اوز تخیّل کا کیا تعلق ہے، ان سب مسائل کو اس نے جس خوبی سے حل کیا ہے وہ اسی کا حق ہے اور اس سلسلے مین اب تک کوئی اس سے آگے نہین جاسکا ہے ۔ اس کا شمار ہمیشہ انگلستان کے چار عظیم ترین تنقید نگارون مین ہوتا رہے گا ۔

ورڈ زورتھ اور کولرج کے علاوہ روبرٹ سُدِے (ROBERT SOUTHEY ؛ ۱۷۷۴ء تا ۱۸۴۳ء) اور سر والٹر اسکاٹ (SIR WALTER SCOTT ؛ ۱۷۷۰ء تا ۱۸۳۲ء) بھی شاعرون مین مقبول ہوئے مگر اب ان کی نظمین انتخابات ہی مین نظر آتی ہین ۔ اسکاٹ نے اسکاٹ لینڈ کی رومانی زندگی کی جو تصویرین اپنی طویل نظمون مین پیش کی ہین، وہ اب بھی پُر اثر ہین مگر سُدِے کی طویل ایپک نظمین جو ہندوستان اور مشرق کے دوسرے ممالک کے قصّے بیان کرتی ہین، اب بالکل پڑھی نہین جاسکتین۔ یہ دونون اپنے رنگ کے لحاظ سے رومانیت کے دائرے مین پورے طور پر آتے بھی نہین ہین ۔

باب چہارم

چارلس لیمب اور نثر نگاری

۱۷۹۸ تا ۱۸۳۲ء

لیمب

کولرج اس دور کا سب سے اہم فرد تھا - کوئی مصنف ایسا نہین ہوگا جو اس کے اثر مین نہ آیا ہو اور اس کے اثر سے اپنے نظریۂ حیات اور فن کو نہ بدل گیا ہو - ادبی رسالے اٹھارہوین صدی مین عام ہوچکے تھے مگر اب ان کی تعداد مین اضافہ ہوگیا - ان مین مختصر مضامین کثرت سے چھپتے تھے - رسالے نکالنے والون مین لی ھنٹ (LEIGH HUNT) ※ سب سے زیادہ نمایان ہوا - اس کے سب ادیبون سے تعلقات تھے جن سے وہ مضامین حاصل کرتا - اس کے ریویو، اکزامنر (EXAMINER) اور رفلکٹر (REFLECTOR) بہت مشہور ہوئے - لی ھنٹ نے نظمین، ناولین، ڈرامے سب ھی کچھ لکھے، مگر اب اس کی خود نوشتہ سوانح اور مضامین کا مجموعہ ھی اہم ھے - مضمون نگاری کے سلسلے مین اس نے اہم خدمات انجام دین - مضمون کی صنف کو اس نے ہر قسم کے مطالب ادا کرنے کا ذریعہ بنایا - فلسفیانہ اور ذاتی واردات اور زندگی کی قدرون پر اس نے مضمون لکھے اور لکھوائے - کتابون اور ڈرامون کے ریویو کی طرف اس نے خاص توجہ کی اور تنقید نگاری کے لئے ایک اہم میدان کھولا -

---

※ پورا نام JAMES HENRY LEIGH HUNT ۱۷۸۴ء تا ۱۸۵۹ء

مگر صنف مضمون نگاری کو انگریزی ادب مین عروج کمال پر پہنچانے والا چارلس لیمب (CHARLES LAMB ؛ ۱۷۷۵ء تا ۱۸۳۴ء) تھا ۔ یہ کولرج اور ورڈزورتھ کا دوست تھا اور ان کی تحریک کو فروغ دینے مین اس نے بڑا حصّہ لیا ۔ اس کی ذاتی زندگی دردناک ھے مگر وہ دانش ، عزم اور صبر کا نمونہ ھے ۔ معمولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ کلرک ھوگیا ، اس کی بہن نے دیوانگی کے دورے مین اپنی ماں کو کھانے کی چھری سے قتل کر ڈالا تھا ، اس کا باپ بھی نیم پاگل ھی تھا ۔ اس واقعے کے بعد چارلس لیمب نے شادی کا ارادہ ترک کردیا اور تمام زندگی اپنی پاگل بہن کی دیکھ بھال مین گزار دی ۔ وہ ھکلا تھا مگر اسے باتین کرنے کا بڑا شوق تھا ۔ ادیب اکثر اسے گھیرے رہتے تھے اور ھر قسم کی ادبی باتین ھوتی تھین ۔ اس کی ذکاوت کمال کی تھی اور ھر موقع پر اور ھر فرد کی بابت سب سے اچھا فقرہ یا جملہ وھی چست کرتا ۔ کولرج نے ایک دفعہ اس سے پوچھا " چارلس تم نے مجھے کبھی وعظ کرتے ھوئے سنا " ۔ اس نے جواب دیا " مین نے تمھین اور کچھ کرتے سنا ھی نہین" ۔ ایسے جملے اس کی تنقیدی نظر، اس کی نفسیات انسانی سے واقفیت، اور اس کی ذکاوت کو نمایاں کرتے ھین ۔ وہ بڑا محبت کرنے والا انسان تھا اور اس کی تصانیف اس آفاقی محبت سے معمور ھین ۔ ھمین اس سے ایسی محبت ھو جاتی ھے جو زندگی بھر کم نہین ھوتی۔

پینتالیس برس کی سن تک لیمب مختلف قسم کی چیزین لکھتا رہا ۔ نظمین ، ڈرامے، نثری قصے، سب کچھ اس نے لکھا مگر ان چیزون کی اب کوئی اھمیت نہین ۔ وہ زبردست عالم تھا اور عہد الزبتھ کی ڈرامہ نگاری اور سترھوین صدی کی نثر نگاری مین اسے خاص دل چسپی تھی ۔ اس سلسلے مین اس نے اھم تحقیقات کین۔ ۱۸۰۸ء مین اس نے "اسپیسیمنس آف ڈراماٹک پوئٹس" (SPECIMENS OF DRAMATIC POETS) چھاپین جس مین اس نے کئی ڈرامہ نگارون کو ادبی حیثیت دی ۔ سترھوین صدی کے ڈرامہ نگار فورڈ (FORD) ، مَیسِنجَر (MASSINGER) اور چیپمین (CHAPMAN) کے نام اسی کی وجہ سے اھم ھوئے ۔

اسی طرح سر ٹامس براؤن (SIR THOMAS BROWNE)کو بھی لوگ بھول جاتے،اگر لیمب اس کے کلام کی اہمیت کو واضح نہ کرتا ۔ جارج وِیدر (GEORGE WITHER ؛ ۱۵۸۸ء تا ۱۶۶۷ء) ، آئزک والٹن (IZAAC WALTON ؛ ۱۵۹۳ء تا ۱۶۸۳ء) اور ٹامس فُلر (THOMAS FULLER ؛ ۱۶۰۸ء تا ۱۶۶۱ء) کی اہمیت بھی اس کی تحقیق کی وجہ سے ہے ۔ لیمب کا مرغوب ترین عمل یہ تھا کہ وہ سولھوین یا سترھوین صدی کی کوئی پرانی اور پرانے طرز پر چھپی ہوئی کتاب لے کر اس مین گم ہو جاتا تھا ۔جدید ادب سے اسے زیادہ دل چسپی نہ تھی اور وہ اپنے تصوّر مین اپنے تئین بھی گزشتہ صدیون کا ایک فرد فرض کر لیا کرتا تھا ۔ عالمِ ادب ہونے کی بنا پر اس کی تنقیدی نظر بہت اچھی ہوگئی تھی اور اس کا مذاق قدیم اور جدید اثرات کے امتزاج سے بنا تھا ۔ وہ بالکل غیر جانب دار نہ تھا ، کچھ ادوار اور کچھ شخصیتون سے اسے خاص دل چسپی تھی اور بعض لوگون سے اسے نفرت تھی۔ اس کی تنقید مین اس کی جانب داریان نمایان ہین ۔ باین ہمہ اس کی رائے ہمیشہ اہم ہوتی ہے ۔ وہ ادیبون اور تصنیفون پر جو رائین دیتا ہے ان مین ایک بڑی حقیقت مضمر ہوتی ہے جس سے اس کی گہری نظر کا پتہ چلتا ہے ۔ وہ رومانیت کا طرف دار ہے اور پرانے انگریزی ادب کو رومانیت ہی کی بنا پر پسند کرتا ہے ۔ اس سلسلے مین اس کی آرا دائمی قیمت رکھتی ہین ۔ اس کی تنقید مین بھی ہم اس کی پیاری ہستی کو دیکھتے ہین اور اس کی نظمون مین بھی اس کا نیک اور شریف دل نمایان ہوتا ہے ۔

اس کی اہمیت اس کے داخلی مضامین " ایسیز آف ایلیا" (ESSAYS OF ELIA) کی بنا پر ہے، جو مونتیین (MONTAIGNE) کے فن کو اوجِ کمال پر پہنچاتے ہین ۔ ان کا موادو موضوع لیمب کی زندگی کے حالات، اس کی آرا اور اس کی شخصیت ہے ۔ لیمب کی ہستی اس معنے مین رومانی ہے کہ وہ اپنے حالات مین حد سے زیادہ دل چسپی رکھتا ہے اور اپنے بچپن کو بڑے شوق کے ساتھ یاد کرتا ہے ۔ ہمین اس کی تحریرون مین اس کے

گھر، اس کی چچی مسز فیلڈ ، اس کے اسکول، اس کے دفتر وغیرہ کے مکمل اور جاذبِ توجہ نقوش نظر آتے هین ۔ اس کے تمام عزیز اور دوست همارے سامنے زندہ هوکر آجاتے هین۔ اس کا بہترین، اور انگریزی ادب مین بھی سب سے بہتر مضمون "ڈریم چلڈرن" (DREAM CHILDREN) هے ۔ اس مین وہ تصوّر کرتا هے کہ اس کے بچّے اس کے چارون طرف جمع هین ۔ ان سے وہ ان کی دادی مسز فیلڈ (MRS. FIELD) کے حالات بیان کرتا هے، پھر ان کی والدہ سے اپنے عشق کا حال بیان کرتا هے، پھر اپنے بھائی کا ذکر کرتا هے،جو حال هی مین مرا هے اور باتین ختم بھی نہین هوتین کہ بچّے غائب هو جاتے هین ۔ لیمب کو ایک لڑکی این سِمَنس (ANN SIMMONS) سے محبت هوگئی تھی ۔ اس کا ذکر وہ ایلس ونٹرٹن (ALICE WINTERTON) کے نام سے مختلف جگھون پر کرتا هے ۔ اپنی بہن کے پاگل هو جانے کی وجہ سے وہ اس لڑکی سے شادی نہ کرسکا ۔ اس کے بچّون کو وہ کچھ دیر کے لئے اپنے بچّے تصوّر کرتا هے اور ایک عجیب غم کے عالم مین پہنچ جاتا هے ۔ اس طرح اس کے مضامین مین هر جگہ اس کی زندگی کے اهم واقعات بکھرے پڑے هین ؛ ان کے علاوہ اس کے کردار پر بھی هر جگہ روشنی پڑتی هے، اس کی مذهب سے آزادی اور موت سے نفرت،اسے عیسائیّت سے دور دکھاتی هین ۔ اسے لندن سے بہت محبت هے اور اس شہر کو وہ پرستان جیسا بیان کرتا هے؛ دیہات اور قدرتی مناظر سے اسے کوئی دل چسپی نہین هے، تجارت اور سیاست سے اسے نفرت هے، پرانی چیزون سے آثار قدیمہ یا پرانی کتابون جیسی پرانی چیزون سے اسے بڑی محبت هے ۔ ادب سے دل چسپی هر جگہ نمایان هے اور اس کے دل پسند ادیبون کا هر جگہ بڑے شوق اور محبت کے ساتھ ذکر کیا گیا هے، عورتون بچون اور جانورون کا وہ بڑے لطیف جذبات کے ساتھ ذکر کرتا هے۔ سب سے اهم چیز اس کی انسان دوستی اور انسان سے همدردی هے ۔ وہ غم مین ڈوب جاتا هے مگر فوراً نکل آتا هے اور عجیب صبر، استقلال اور خوشی کا اظہار کرتا هے ۔ اسی وجہ سے اس کے دوستون

نے اسے 'نرم دل' کا خطاب دیا تھا ۔ لیمب اپنی طرف داریوں مین سخت ھے ۔ وہ دنیا کے ھر فرد سے عین ھمدردی کو حماقت سمجھتا ھے ۔ وہ صاف صاف جتا دیتا ھے کہ دوسرے ملک اور دوسرے مذاھب کے لوگون سے اسے پوری ھمدردی نہین ھوسکتی، مگر پھر بھی وہ ھر انسان کا ھمدرد ھے، فیّاضی کو بڑا وصف سمجھتا ھے، دوسرون کی کمزوریون سے رواداری برتتا ھے، مظلومون کے لئے جان دینے کو تیار ھے اور جن لوگون کا مذاق اڑاتا ھے ان سے بھی کسی طرح اس کی محبت کم نہین ھوتی ۔

اس کے مضامین کی سب سے اھم دل چسپی اس کے مزاج کی وجہ سے ھے ۔ یہ ایک عجیب کیفیت ھے جو تمام تر ھمدردی پر مبنی ھے ۔ لیمب خالص مذاق پر بھی اتر آتا ھے اور حماقتون سے ھمین ھنساتا ھے ۔ وہ بڑا ذکی ھے اور ھر جگہ اس کے فقرے اور جملے عجیب کیف پیدا کرتے ھین ۔ اکثر پورے پورے مضامین نہایت پُرذکاوت جملون سے بھرے پڑے ھین ۔ مگر لیمب کا مزاح ان سب معمولی مزاح نگاری کے طریقون سے بالاتر ھے ۔ یہ عجیب رومانی اثر ھے جو اس کے ھر مضمون مین پیوست اور تمام مضامین پر چھایا نظر آتا ھے ۔ وہ رومانیون کا ساتھی ھے مگر رومانی مزاج کی حرارت سے دور ھے ۔ اس مین ایک اطمینان ھے جو ایک لطیف ھمدردی کی صورت مین نمایان ھوتا ھے ۔ وہ خاص مزاج، جو انگریز اپنی قومی فطرت سے منسوب کرتے ھین، لیمب کے یہان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نمایان ھوتا ھے ۔ یہ ایک ذھنی نظریۂ حیات ھے جو کبھی محض کھیل مین تبدیل ھوتا ھے کبھی جذبات کی نزاکت اور لطافت کی صورت اختیار کرلیتا ھے، کبھی لطیف غم مین بدل جاتا ھے؛ اس مین ھر جگہ مطالعے کی صحت، شعور کی خوش سلیقگی اور ادب کا وہ لطف نمایان ھے، جو رومانیت اور کلاسیکیت کو ھم آھنگ کرکے مصنّف کو اس درجے پر پہنچاتا ھے، جہان اعلی ترین فنکار ھی کی رسائی ھے ۔ لیمب کے یہان مزاح کی ھر صفت موجود ھے مگر ان ظاھری صفات سے بالاتر جاکر وہ مزاح کی اس روح سے ھم آھنگ نظر آتا ھے، جس کا وھی سب سے اھم فنکار ھے ۔ اس کے مضامین مین ھر جگہ

کرداری خاکے نظر آتے ھین جو مزاح نگاری کا کمال ھین ۔ یہ سب بے ڈھنگی ھستیان ھین، مگر یہ کائنات کے لازمی عناصر ترکیبی ھین۔ یہ اس خالق کی تخلیقات ھین جس کو اسی قسم کے بندے بنانے مین لطف آتا ھے ۔ لیمب کی اپنی ھستی اس کے مضامین مین بیک وقت مزاح نگاری اور مزاحیہ کردار کی صورت مین نظر آتی ھے، وہ خود سامنے نہین آتا ۔ اس نے اپنے تئین ایک عجیب مُضحک فرد ایلیا (ELIA) تصوّر کر رکھا ھے جو اپنی یادین، اپنی علمی دل چسپیون، اپنی زندگی کے مطالعے، اپنے مذاق، اپنی عجیب و غریب آرا سے ھمین ھنساتی ھے، اور ھمارے دل کی کلی کھلائے رکھتی ھے ۔ لیمب کی داخلیّت کا کمال یہی ھے کہ وہ خودی کو زبردستی ھمارے سامنے نہین لاتا، بلکہ ایک عجیب عقلمندی اور کمال ھوشیاری سے خود کو بھی اس مُضحک دنیا کا ایک مضحک فرد بنا کر پیش کرتا ھے ۔

لیمب ھم سے اس قدر قریب ھو جاتا ھے کہ ھم اس کی فنکارانہ عظمت بھول جاتے ھین مگر غور کرنے پر ھمین محسوس ھوتا ھے کہ وہ اعلی ترین فنکارون مین سے ھے ۔ اسے فن کے سوا اور کسی چیز سے غرض نہین ۔ درسِ اخلاق، روحانیت، بلند پروازی وغیرہ پر وہ ھنستا ھے، ھر چیز اس کی ذات کے توازن مین آکر عجیب آھنگ اختیار کرلیتی ھے ۔ اس کا طرز بالکل اچُھوتا اور انفرادی ھے ۔ سترھوین صدی کے الفاظ اور فقرے، لاطینی کی بعض جگہ بلا ضرورت بھرمار ، سادگی کے ساتھ ایک خاص تیور کی آمیزش، اور رنگ کے ابہام سے لے کر لطیف ترین مزاح تک پہنچنا اور درمیان کے ھر درجے پر ایک نیا رنگ دکھانا عجیب کیف رکھتا ھے ۔ اس نے ادب کا گہرا مطالعہ کیا ھے اور دوسرے مصنّفین کے جملے، فقرے اور اشعار اس کی فطرت کا جزو ھوگئے ھین، جو ھر جگہ اُبل پڑتے ھین اور اس کے طرز کو ایک عجیب رنگ دے دیتے ھین ۔ اس کا رنگ اس کے مخصوص بے ڈھنگے رجحانات کا آئینہ دار ھے ۔ اس کے کچھ انداز بھونڈے معلوم ھوتے ھین مگر یہ سب اس کے فن کا اھم جزو ھین اور اس کے مخصوص فن مین چار چاند لگاتے ھین ۔ لیمب نے مضمون کی صنف؛

کی ہر صفت کو بڑے کمال سے برتا ہے ۔ بیکن کے اقوال، اڈیسن کی مزاحیہ توضیح اور کردار نگاری، مونٹین کی داخلیت، جس کو اس سے پہلے ایک آدھ معمولی مصنّف ہی برت سکے تھے، اس نے سب کو ہم آہنگ کرکے ان مین ایک اعجاز پیدا کردینے والی عجیب روح انسانیت پھونک دیتا ہے ۔ شیکسپیر نے جو کچھ ڈرامہ نگاری مین کیا، اس سے کچھ کم لیمب نے مضمون نگاری کے میدان مین نہین کیا۔

ہیزلٹ

لیمب کا دوست اور ہم عصر ولیم ہیزلٹ(WILLIAM HAZLITT؛ ۱۷۷۸ء تا ۱۸۳۰ء) اس سے کچھ ہی پیچھے رہ جاتا ہے۔ ہیزلٹ کی دلچسپیان زیادہ وسیع ہین اور اس کی نظر زیادہ گہری ہے مگر زور طبع اور انسانیت مین وہ لیمب سے کہین پیچھے ہے۔ عرصے تک وہ فلسفہ، سیاست، اقتصادیات اور مصوّری مین وقت صرف کرنے کے بعد ادب کی طرف متوجہ ہوا ۔ اپنے ایک مضمون مین اس نے بتایا ہے کہ وہ بالکل گونگا تھا، مگر جب کولرج کے ذہن کی روشنی نے اس کے ذہن کو منوّر کیا، تو وہ گویا ہوگیا اور اس کے خیالات الفاظ کے پر لگا کر اڑنے لگے ۔ جوانی کے کچھ تجربات نے اس کے مزاج کو خراب کر دیا اور وہ دنیا سے بیزار ہوگیا مگر وہ اپنے تئین تنہا محسوس کرتا ہے اور تنہائی مین اپنے خیالات مین محو ہوجانا اس کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ عمل ہے۔ وہ ایک بہادر سپاہی ہے جو نہایت خلوص سے ہر چیز مین دلچسپی لیتا ہے اور ہر غلط چیز سے لڑتا ہے ؛ وہ روسو سے قریب تر آجاتا ہے؛ اس مین ایک شہید کا سا غرور ہے اور عام آدمیون سے پیغمبرون کی سی نفرت ہے ؛ وہ عام راستے سے ہٹ کر راہ بناتا ہے ۔ اپنی خودی اس کے لئے بڑی اہم ہے ۔ وہ انقلابِ فرانس سے متاثر ہے اور جس وقت پوری قوم نپولین کے خلاف ہے وہ اس کی نہایت جرأت کے ساتھ مدح کرتا ہے ۔ وہ آزادی کا قائد ہے، اسی وجہ سے ان لوگون پر اس کا گہرا اثر پڑا جن کی سوچ روایت کے خلاف ہوتی ہے، یعنی

جو ریڈیکل ہوتے ہیں ۔ اصول پر اس کا عقیدہ بہت زبردست ہے اور وہ اپنے اصولوں پر آخر دم تک قائم رہتا ہے۔ کولرج ، ورڈ زورتھ وغیرہ سے اسے اس دن سے نفرت ہوگئی، جب سے انھوں نے انقلابی اصولوں کو ترک کرکے دوبارہ رجعت کی راہ اختیار کی ۔ رومانی ذہن کی وہ لیمب سے بہتر مثال ہے ؛ وہ الہام پر عقیدہ ہے، وہ اپنے اندر ایک روحانی روشنی کا احساس رکھتا ہے، وہ زندگی کے کچھ مخصوص پہلوؤں یا ادب کے کچھ خاص شعبوں ہی میں محو نہیں ہو جاتا ، بلکہ پوری کائنات کو اپنا دائرۂ عمل قرار دیتا ہے ۔ پریشانی اور خود پسندی کے باوجود، وہ زندگی کو ایک بڑی پرلطف چیز سمجھتا ہے ۔ وہ زندگی کی ہر چیز میں ایک خاص لطف محسوس کرتا ہے جس کا نام اس نے "گسٹو" (GUSTO) رکھا۔ وہ اپنے کو زندگی کا "گزیٹیئر" (GAZETTEER) کہتا ہے ۔ اس نے مرتے وقت یہ کہا تھا کہ اس کی زندگی خوشی سے گزری ۔

ہیزلٹ کی تصانیف کی بڑی تعداد ہے اور ان سے اس کی نظر کی وسعت اور اس کی گوناگوں دل چسپیوں کا اندازہ ہوتا ہے ۔ وہ نقّادِ حیات بھی ہے اور نقّادِ ادب بھی ۔ اس کے زندگی پر مضامین بھی زندہ جاوید ہیں اور ادب پر بھی ۔ اصل میں اسے زندگی ہی سے دل چسپی ہے اور ادب یا ادب پارے اس کے لئے زندگی کا اہم حصّہ ہیں ۔ وہ صرف ان مصنّفین میں دل چسپی لیتا ہے جن کا ادب زندگی کا حصّہ ہوگیا ہے ۔ مناظر قدرت اور انسانوں پر غور کرتے ہوئے وہ کتابوں اور مصنّفین پر پہنچ جاتا ہے ۔ وہ مکمل رومانی شاعر ہے جس کو محض اس بنا پر شاعر نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے نظم کو ذریعۂ ادا قرار دیا ہے ۔ وہ ایک بیقرار روح ، ایک راہب، ایک 'نائٹ'، ایک مہم جو ہیرو کی طرح زندگی کا سفر طے کرتا نظر آتا ہے ۔ دنیا اس کے تصوّرات کے رنگ میں رنگ جاتی ہے ۔ وہ اکیلا سفر کرنا پسند کرتا ہے، تاکہ مناظرِ قدرت کو بالکل اپنے اندازِ نظر سے دیکھے اور ان سے بالکل اپنی طرح لطف اندوز ہو، وہ کھیل تماشے دیکھنے جاتا ہے اور معمولی کھلاڑیوں کی اسی طرح تعریف کرتا ہے جیسے بڑے فنکاروں کی ۔ ہر واقعہ اس کے لئے

ایک مہم کی صورت اختیار کرلیتا ہے ۔ اسے مصوّری سے بڑی دل چسپی ہے اور بہترین مصوّروں کی تصویروں کی خوبیوں میں گم ہوکر وہ ان کے تاثرات کو الفاظ میں اتارتا ہے اور ان کی مدح میں کھو جاتا ہے ۔ اداکاروں سے بھی اسے اتنی ہی دل چسپی ہے اور اس فن پر بھی وہ اسی ذوق و شوق سے تنقید کرتا ہے جیسی دوسرے فنون پر ۔ بہترین اداکاروں کی مدح بھی وہ شاعروں کی طرح کرتا ہے ۔ اس کی زندگی میں شاید سب سے زیادہ اہم چیزیں کتابیں ہیں ۔ اس نے کچھ خاص کتابوں کا انتخاب کرلیا ہے اور ان کو ہی وہ زندگی بھر بار بار پڑھنا چاہتا ہے ۔ نئی کتابوں میں اسکاٹ (SCOTT) کی ناولوں سے اسے خاص دل چسپی ہے ۔ ہر کتاب اس کے لئے زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے جسے وہ اپنی زندگی کے دیگر واقعات سے وابستہ کئے ہوئے ہے ۔ ہر کتاب اس کے لئے پرانی یادیں تازہ کرتی ہے ۔ اس کے کردار پرانے لوگوں کو پھر سے زندہ کرتے ہیں اور اس طرح اس کی ہر مرغوب کتاب اس کی زندگی کا حصّہ ہوگئی ہے ۔ آزادی کی خوشی، ایک خود دار روح کی ہمّت ، ایک صاف ذہن کی صحیح نظر، ایک سچّے شاعر کا تخیّل ، ایک بے قرار روح کی جستجو، اس کے تمام خیالات کے پس منظر میں موجود ہیں ۔ اس کی خود نوشتہ سوانح " لبرا مورس" (LIBRA MORES) اس کی ہستی اور اس کے افکار کو نمایاں کرتی ہے ۔ مگر اس سے زیادہ اس کے مضامین اس کی ہستی کی مکمل تصویر کھینچ دیتے ہیں ۔ وہ سیاست دان اور معلّمِ اخلاق بھی ہے مگر سب سے زیادہ وہ مبصّرِ حیات اور نقّادِ حیات ہے ۔ اس کے انفرادی نظریۂ حیات میں ایک جادوئی اثر ہے اور وہ ہمارے نقطۂ نظر کو بدل دیتا ہے، زندگی کی تلخیوں سے آشنا کرکے ہمیں ان اعلی لطائف کی طرف لے جاتا ہے، جو زندگی کو ایک دائمی خوشی ثابت کرتے ہیں ۔ ہیزلٹ ، لیمب اور ورڈ زورتھ سے اس لحاظ سے پیچھے ہے کہ اس کو وہ اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہوا جو ان لوگوں کو میسّر تھا ،مگر ان دونوں سے زیادہ وہ زندگی اور اس کے تنوّع میں محو ہیرو کی طرح کامل خوشی کی تلاش میں کمال عزم و ہمت کے ساتھ

مراحل طے کرتا نظر آتا ہے ۔ ہیزلٹ کا جادو زیادہ جلدی اثر کرتا ہے، چاہے اس کا اثر اتنا زیادہ دیرپا نہ ہو، جتنا کہ اس کے بڑے ہم عصروں کے جادو کا ۔

رومانی نقّادوں میں ہیزلٹ کا پایہ بہت بلند ہے، اور صرف کولرج ہی سے کم رہ جاتا ہے ۔ اس کے ہر مضمون میں کسی نہ کسی تصنیف پر کوئی نہ کوئی لافانی تنقیدی جملہ ضرور ملتا ہے ۔ اس کی خالص تنقیدی تصانیف بھی کافی ہیں اور انگریزی ادب کے تمام شاہکاروں پر محیط ہیں ۔ شاعروں پر ایک مستقل کتاب ہے اور شیکسپیر کے کردار پر، مزاح نگاروں پر، الزبتھ کے دور کے ڈرامہ نگاروں پر، اپنے دور کے تمام شاعروں اور نثر نگاروں پر پوری پوری کتابیں ہیں جن کی اہمیت اور دل چسپی میں آج بھی کوئی کمی نہیں ہوئی ہے ۔ ہیزلٹ رومانی نقّاد کی بہترین مثالوں میں سے ہے ۔ وہ کولرج کا ہیرو ہے اور اپنے مذاق اور الہامی قوت کے سہارے وہ ہر مصنّف کی روح تک پہنچ جاتا ہے اور اس کا ایسا دل کش تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے جو فوراً پڑھنے والوں کے دل پر نقش ہو جاتا ہے ۔ کلاسیکی اور رومانی ادیبوں دونوں میں وہ برابر کی دل چسپی رکھتا ہے اور دونوں کے کلام کو بغیر کسی طرف داری کے سراہتا ہے ۔ اس کی ہمدردی کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔ وہ طرف داریوں کا شکار ضرور ہو جاتا ہے اور اس نے اپنے دور کے شعرا کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے ۔ سیاسی رائے بدل جانے پر ورڈزورتھ اور کولرج کی شاعری بھی اس کے لئے اہم نہیں رہتی ۔ شیلی پر اس کی رائے سراسر بے انصافی ہے ۔ مگر شیکسپیر، عہد الزبتھ کے ڈرامہ نگار، ڈرائیڈن، پوپ اور اس کے مکتبۂ فن پر تنقید میں وہ بڑی گہری نظر اور وضاحت کی اعلی ترین صلاحیّت کا ثبوت دیتا ہے ۔ وہ خود ناول نگاروں جیسا مبصّر حیات ہے اور مزاحیہ نگاروں اور اٹھارویں صدی کے ناول نگاروں پر تنقید کا سب سے زیادہ اہل ثابت ہوتا ہے ۔ وہ کسی انتظام کے تحت تنقید نہیں کرتا اور محض ذاتی تاثرات ہی کو الفاظ کا جامہ پہناتا رہتا ہے ۔ علم تنقید میں وہ کولرج سے پیچھے رہ جاتا ہے اور اس کمی کی بنا پر وہ عظیم ترین

نقّادون مین شامل نہین ھے، مگر فنِ تنقید کا سچّا اور مخلص عامل اس سے بہتر شاید ھی کوئی ھو ـ ادب سے اسے بڑی دل چسپی ھے اور کتابون سے اسے بڑا شغف ھے، زندگی سے وہ واقف ھے۔ اس کی تنقیدی کتابین ادب مین دائمی اضافہ ھین اور اس کی رائین ھر دور مین جدید نظر آتی ھین ـ

ھیزلٹ کی نثر قدرتی نثر کا بہترین نمونہ ھے ـ وہ کسی اصول، کسی مخصوص اثر کو پیدا کرنے کی غرض سے نہین لکھتا بلکہ نہایت قدرتی طریقے پر وہ جیسے سوچتا ھے اور جیسے بات چیت کرتا ھے ویسے ھی لکھتا چلا جاتا ھے ـ نظرِ ثانی اور تصحیح سے اسے الجھن ھوتی ھے ـ اس کا طرز تمام تر آمد ھے ـ الفاظ آسمان سے اتر کر خیالات کا موزون ترین جامہ بن جاتے ھین، جملے خیال کے مطابق لمبے اور چھوٹے ھوتے جاتے ھین ـ ھر جملہ ایک انگارہ ھے اور سب مل کر ایک شعلہ ھو جاتے ھین ـ ضرورت کے مطابق رنگ بالکل سادہ ھو جاتا ھے؛ بحث اور وضاحت مین صفائی اور توازن کمال پر دکھائی دیتا ھے ـ بیانات مین ھر شاعرانہ رنگ نہایت ھی قدرتی اور موزون طریقے پر بھرا ھوا نظر آتا ھے ـ طنز اور مزاح، واقعیّت کے لئے الگ موزون رنگ ھین ـ ھیزلٹ پیدائشی ادیب کی بہترین مثال ھے اور اس کا کمال یہ ھے کہ ھر موضوع کے مطابق اعلیٰ ترین رنگ کسی اعجازی قوّت سے اس کے یہان پیدا ھو جاتا ھے ـ عجیب شان، عجیب رنگینی اور عجیب زور کا ھر جگہ مظاھرہ ھوتا ھے ـ بنیادی طور پر یہ رنگ سادہ ھے اور ھیزلٹ کے سب سے زیادہ زور دار جملے سادہ ھی ھین مگر اس کا علم بہت وسیع ھے؛ تلمیحات اور اقتباسات بالکل قدرتی طور پر بڑی فراوانی سے آتے ھین، اور اس کے رنگ کو عوام کے لئے مشکل بنا دیتے ھین۔ اسی طرح جذبات کے زور مین وہ تخیّل کی پرواز دکھاتا ھے اور رومانی شاعری کو نثر مین اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیتا ھے ـ اس نے نثر کی حدود نہین رکھین ـ اس کی نثر ایک عالمِ ادب، ایک صاحبِ ذوق نقّاد، ایک سچّے مبصّرِ حیات کی سنجیدہ بات چیت ھے۔ اس کی تمام پیدائشی اور اکتسابی صلاحیّتین اس کے پیچھے ھین اور

رومانی طبع کا ایک دریا بہہ رہا ہے جو اپنے وسیع پاٹ میں ہر طرح کے رنگ لئے ہوئے ہے ۔ تمام تر طبع پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ رنگ بیشتر مقامات پر بے جا تکرار میں پڑ جاتا ہے، اکثر بے ربطی کا شکار ہوکر تکلیف دہ ہو جاتا ہے، مگر یہ رنگ انگریز کے مخصوص مزاج کا آئینہ دار ہے ۔ جدید نثر نگار کے لئے شاید ہیزلٹ سے بہتر نمونہ کوئی نہیں ہوسکتا ۔

نثر نگار

اس دور میں تین اور نثر نگار ایسے ہوئے ہیں جن کی کوئی نہ کوئی تصنیف تخلیقی اور تنقیدی ادب میں اہم اضافہ ہے ۔ ٹامس ڈی کوئنسی (THOMAS DE QUINCEY ؛ ۱۷۸۵ء تا ۱۸۵۹ء)، ورڈز ورتھ اور کولرج کا بڑا مقلّد تھا اور اس کی تصنیف " رمینی سنسز آف انگلش لیک پوئٹس " (REMINISCENCES OF ENGLISH LAKE POETS) اس دور کے مشہور ترین شاعروں کی زندگی پر بڑی اچھی روشنی ڈالتی ہے ۔ ڈی کوئنسی کولرج کی کی طرح بیقرار تھا اور افیون سے اس نے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کی ۔ اس کی خود نوشتہ سوانح " کنفیشنز آف این اوپئم اپٹر" (CONFESSIONS OF AN OPIUM EATER) رومانی ادب کی بڑی اہم مثالوں میں سے ہے ۔ اس کے بیشتر تنقیدی مضامین مثلاً " لٹریچر آف نالج اینڈ لٹریچر آف پاور " (LITERATURE OF KNOWLEDGE AND LITERATURE OF POWER) یا "اون دی نوکنگ ایٹ دی گیٹ ان میکبتھ" (ON THE KNOCKING AT THE GATE IN MACBETH)، تنقید میں اہم اضافہ ہیں ۔ اس کی تصانیف ہر صنف میں ہیں، مگر وہ دوسرے درجے کے ادیبوں ہی میں رہ جاتا ہے ۔ اس کی نثر رنگینی اور شعوری صنّاعی کی بڑی اچھی مثال ہے ۔ بیشتر مقامات پر یہ بڑی پر اثر ہو جاتی ہے مگر مجموعی طور پر اس کا درجہ زیادہ اونچا نہیں ہے ۔

والٹر سیوج لینڈر (WALTER SAVAGE LANDOR ؛

۱۷۷۵ء تا ۱۸۶۴ء) اپنی ایک تصنیف "اِمیَجی نَری کَنوَرسیشَنز" (IMAGINARY CONVERSATIONS) کی بنا پر همیشه زنده رهے گا - اپنے دور مین اس نے شاعر کی حیثیت سے بھی شہرت حاصل کی مگر اس کی شاعری کلاسیکی دائرے سے باهر نه نکل سکی - اس کی چند مختصر نظمین اب بھی انتخابات مین جگه پاتی هین مگر اپنی مذکوره تصنیف مین وه دنیا کے تمام بڑے لوگون کو آپس مین بات کرتا هوا تصوّر کرتا هے اور ان کے مکالمے رقم کرتا هے - ان تمام هستیون سے اس کی واقفیت اس کے نفسیاتی اور تنقیدی شعور کا ثبوت دیتی هے - ان مکالمون کی نثر بڑی دل کش اور مترنّم هے -

ٹامس لَوْ پیکوک (THOMAS LOVE PEACOCK : ۱۷۸۵ ء تا ۱۸۶۶ء) نے بھی هر صنف مین طبع آزمائی کی، مگر آج اس کا نام ایک تو شاعری کے خلاف اس مضمون سے زنده هے جس کا شیلی نے جواب لکھا، اور دوسرے اس نے اس دور کی بہترین طنز " نائٹ میر ایبے " (NIGHTMARE ABBEY) لکھی جس مین رومانیت کا خوب مذاق اڑایا گیا هے - یه کتاب بے انتہا زور دار هے - اس مین رومانیت کے خلاف جو کچھ کہا گیا هے، وه صحیح هے اور اِسی صحت کی بنا پر اس کی طنز کو دائمی وقعت حاصل رهے گی -

اس دور مین سب سے الگ تھلگ ایک نثر نگار وِلیَم کَوبٹ (WILLIAM COBBET : ۱۷۶۳ء تا ۱۸۳۵ء) بھی تھا جس کی تصنیف " رُورَل رائڈز" (RURAL RIDES) دیہاتی زندگی کی بڑی دل کش تصویر هے اور همیشه دل چسپ رهنے والی کتاب هے-

باب پنجم

ناول۔ اسکاٹ اور جین آسٹن

۱۷۷۱ تا ۱۸۳۲ء

سر والٹر اسکاٹ (SIR WALTER SCOTT ؛ ۱۷۷۱ء تا ۱۸۳۲ء) رومانی دور کا سب سے زیادہ مشہور اور مقبول ادیب تھا ۔ پہلے وہ شاعر کی حیثیت سے نمایاں ہوا پھر گمنام ناولیں لکھتا رہا ۔ ان ناولوں میں رومانیت اپنے کمال پر پہنچتی ہے ۔ اب ان کی دل چسپی اور اہمیت میں بڑی کمی آگئی ہے، مگر بڑی بڑی خامیوں کے باوجود وہ انگریزی ادب کا ایک مستقل حصہ ہوگئی ہیں اور کسی نہ کسی وجہ سے ہمیشہ دل چسپ رہیں گی ۔ اسکاٹ نے ایک دفعہ نظم میں اسکاٹ لینڈ کے پرانے زمانے کی زندگی کو زندہ کرتے کرتے نثر میں بھی ایک قصّہ لکھ کر الگ رکھ دیا تھا ۔ ۱۸۱۲ء میں آئرلینڈ کی مصنّفہ مَیرِیا اِجوَرتھ (MARIA EDGEWORTH ؛ ۱۷۶۷ء تا ۱۸۴۹ء) کی کامیابی نے اسے یہ تصنیف یاد دلائی اور اس نے اسے جلد ہی تکمیل کو پہنچا کر شائع کردیا ۔ تصنیف پر اس نے اپنا نام نہیں چھاپا تھا اور اس کا نام " وَیوَرلے" (WAVERLEY) رکھا تھا ۔ یہ اسکاٹ لینڈ کی ساٹھ برس پہلے کی زندگی کی تصویر تھی اور فوراً حد سے زیادہ مقبول ہوئی۔ اسکاٹ ، شاعری میں بائرن کی مقبولیت سے ہار مان چکا تھا چنانچہ ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوا ۔ بیس برس تک وہ اوسطاً ایک ناول سالانہ کے حساب سے تاریخی ناولیں لکھتا رہا جو " آتھر آف ویورلے" (AUTHOR OF WAVERLEY) کے نام سے چھپتی رہیں۔ ان میں بیش تر اسکاٹ لینڈ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، مگر کچھ

ناولون مین اسکاٹ نے انگلستان کے ماضی کو بھی پھر سے زندہ کیا اور کچھ مین فرانس اور یورپ کی تاریخ کو بھی پیش کیا ۔ آخر مین وہ یورپ کو چھوڑ کر ایشیا مین آیا اور ایک ناول مین عربون کی زندگی پیش کی اور ایک مین ھندوستان کے کچھ تاثرات جمع کئے ۔ اس طرح اس کی تاریخی ناولین تمام دنیا پر محیط ھین، مگر ان مین سب سے زیادہ کامیاب وھی ناولین ھین، جو اسکاٹ لینڈ کی زندگی سے تعلق رکھتی ھین ۔ کل ناولون کی تعداد تقریباً تیس ھے ۔ یہ جلدی مین لکھی گئی تھین ۔ فن اور طرز کی طرف ان مین کوئی توجہ نہین نظر آتی، ھر ناول مین کوئی نہ کوئی بڑی خامی ضرور ھے ؛ انداز بیان سب کا بہت بوجھل ھے اور اب فرسودہ سمجھا جاتا ھے مگر ھر ناول مین کوئی نہ کوئی ایسی خوبی بھی ضرور ھے جو آج تک اسے زندہ رکھے ھوئے ھے اور اس طرح یہ تمام ناولین کسی نہ کسی وجہ سے ضرور پڑھی جاتی ھین اور پڑھی جاتی رھین گی ۔

اسکاٹ کی ناولون مین اسکاٹ لینڈ کا ماضی اپنے تمام حسن کے ساتھ زندہ ھو جاتا ھے ۔ اسکاٹ کو اپنے وطن کی زندگی سے بڑی دل چسپی تھی اور وہ اس کے ھر ھر پہلو سے ایک سچے مبصّر ھی کی طرح نہین بلکہ ایک سائنسی تاریخ دان کی طرح واقف تھا ۔ اس کی ناولون مین اسکاٹ لینڈ کے پہاڑی علاقون، دریاؤن، وادیون، گھاس کے میدانون، دیہاتون، قصبون اور اڈنبرا کے شہر کی زندگی کے بیانات بڑے پر اثر ھین ۔ یہان کے رھنے والون کی طرز زندگی ان کی بہادری، حب الوطنی اور ان کا عجیب قسم کا، انگریزون سے مختلف، اخلاق بڑے رومانی رنگ مین رنگا ھوا نظر آتا ھے ۔ اسکاٹ کامل طور پر واقعاتی مصنّف ھے مگر جو واقعات اور کردار وہ پیش کرتا ھے وہ رومانی ھین ۔ کردار کو زندہ کرنے کی اس مین خاص قابلیت ھے اور اسکاٹ لینڈ کے ھر طبقے کے کردار جیتے جاگتے ھمارے سامنے آجاتے ھین ۔ " ویورلے " مین میدانون اور پہاڑون کے بسنے والے وَیوَرلے اور فلورا مَیک آئیوَر (FLORA MACIVOR)، 'گائی مَینَرِنگ (GUY MANNERING) مین دیہاتی لوگ ڈنیڈی

ڈنمونٹ (DANDIE DINMONT)اور مگ میرلیز (MEG MERRILES) ؛ "دی اَینٹی کوئَری"(THE ANTIQUARY) مین تہذیب یافتہ لوگ اور اولڈ بُک (OLD BUCK)؛اولڈ مورٹیلٹی (OLD MORTALITY) مین ایک مخصوص کشمکش کے دور مین خاص و عام کی زندگی کے حالات، اونچے طبقے مین کلَیوَر ھاؤس (CLAVERHOUSE) کا سا عظیم کردار؛"ھارٹ آف مڈلوتھین" (HEART OF MIDLOTHIAN) مین پورٹیس ریوٹ (PORTEOUS RIOT) کا تاریخی واقعہ اور "جینی ڈینز" (JEANIE DEANS) کا حد سے زیادہ نیک، مخلص اور پُر عزم کردار ؛ براءِڈ آف لیمَرمُور (BRIDE OF LAMMERMOORE) مین خاندانی جھگڑے ، ایک مٹتے ھوئے خاندان کے گھریلو حالات اور کیلِب بالڈرسٹون (CALEB BALDERSTONE) کا مضحک کردار ۔ اسی طرح ھر ناول مین کسی نہ کسی طبقے کی زندگی اور کوئی نہ کوئی لافانی کردار کسی ایک دور کے تمام نقوش کو اجاگر کردیتا ھے ۔ اسکاٹ لینڈ کی زندگی کی ترجمانی کے لحاظ سے سب سے زیادہ اھمیت " اولڈ مارٹیلٹی "، ھارٹ آف مِڈلوتِھیَن" اور " براءِڈ آف لَیمَرمُور" کو حاصل ھے ۔ بیشتر لوگون کی رائے مین" براءِڈ آف لیمرمور" اسکاٹ کا شاھکار ھے ۔ اس مین ایک شکستہ " ٹاور" کا جوان مالک رَیوِنس وُڈ (RAVENSWOOD) اپنے خاندان کی بربادی کے بعد ترکِ وطن کا ارادہ کر رھا ھے ؛ اسی اثنا مین وہ ایک بڑے رومان پرور پہاڑی علاقے سے گزرتا ھے جہان وہ حسین لوسی ایشٹن (LUCY ASHTON) کو ایک جنگلی جانور کے حملے سے بچاتا ھے۔ لوسی بے ھوش ھوگئی ھے اور رَیوِنس وُڈ اسے اٹھا کر اس کے گھر پہنچاتا ھے ۔ لوسی کے والد ایک نئے رئیس ھین جن کا عروج ریونس وڈ کی بربادی کا رھین منّت ھے ۔ ان کی بیوی ایک بڑی مغرور خاندانی خاتون ھے۔ریونس وڈ اور لوسی کے دلون مین عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ھے ۔ ریونس وڈ بہت تباہ حال ھے اور اس کے قلعے مین ایک پرانا نوکر کیلب (CALEB) ھے جو خاندان کا اعزاز قائم رکھنے کے لئے بڑے مضحک کام کرتا ھے ۔ ریونس وڈ ایک پرانی اندھی

عورت ایلس کے جھونپڑے مین بھی جاتا ھے اور وہ اسے ایشٹن سے الگ رھنے کی ھدایت کرتی ھے ۔ لوسی کی شادی ایک اور جگہ طے ھو جاتی ھے ۔ ریونس وڈ ملک سے باھر چلا جاتا ھے۔مگر شادی کے وقت لوسی انکار کر دیتی ھے ۔ ریونس وڈ واپس آتا ھے ۔ لوسی خود کُشی کر لیتی ھے ۔ آخری منظر مین ریونس وڈ لوسی کے بھائی سے لڑتا ھوا ریت مین غائب ھو جاتا ھے ۔ کیلب جو خاندان کا اعزاز قائم رکھنے کی کوشش مین زندگی گزار رھا ھے،آنسو بہاتا رہ جاتا ھے ۔ اسکاٹ نے یہ ناول بیماری کے عالم مین اپنے داماد کو لکھوایا تھا ۔ ٹریجیڈی اور شاعرانہ تاثر کے لحاظ سے یہ ناول ایک معجزے کی حد تک پہنچ جاتا ھے ۔

تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے کوئی اسکاٹ سے آگے نہ بڑھ سکا ۔ اس کی ناولین اس صنف کی مثال قائم کرتی ھین۔ اس نے تاریخ کے ساتھ بڑی زیادتیان کین اور اس کا عہد الزبتھ کے حالات پر مبنی ناول " کِینِل وَرتھ" (KENILWORTH) واقعات کو خلط ملط کرنے ، مختلف عمرون اور مختلف وقتون کے تاریخی کردارون کو ایک واقعے سے وابستہ کردینے کی مثال ھے ۔ مگر اس مین شک نہین کہ اس دور کی فضا کا نقشہ آنکھون کے سامنے لانے کے لئے یہ ھر تاریخ سے زیادہ اھم ھے ۔ پھر ملکہ الزبتھ کا صحیح تاریخی کردار جیسے اس ناول مین زندہ ھوتا ھے ویسا کسی تاریخ مین نہین ھوتا ۔ تاریخی فضا قائم کرنے، تاریخی کردار کو کاغذی حیات نو بخشنے اور اھم تاریخی حالات کو بیان کرنے مین اسکاٹ سے آگے کوئی نہ جاسکا ۔ تاریخی ناول کی کامیابی ان ھی فنّی امور مین ھے ۔ اسکاٹ کی ناولون کو اس طرح ترتیب دیا جاسکتا ھے کہ نارمنون کے زمانے سے لے کر اٹھارھوین صدی تک کی پوری برطانوی تاریخ کا مسلسل نقشہ کھنچ جاتا ھے ۔ ھر دور کا بادشاہ اور ھر دور کی تاریخی ھستیان جیتی جاگتی سامنے آجاتی ھین ۔ فرانس کی تاریخ پر مبنی ناول " کُوئنٹِن ڈَروارڈ " (QUENTIN DURWARD) مین شاہ لوئی یازدھم اور اس کا زمانہ زندہ ھوتا ھے ۔ " دی ٹَیلِسمان" (THE TALISMAN) مین عربون کی زندگی بہت غلط انداز

سے پیش کی گئی ہے اور اسکاٹ کی مسلمانوں سے نفرت تکلیف دہ ہے؛ مگر سلطان صلاح الدین کے نقوش اور شاہ رچرڈ کا کردار بالکل تاریخی ہیں ۔ تاریخی حیثیت سے اسکاٹ کی کامیاب ترین ناولیں وہ ہیں جن میں اس نے اپنے دور سے قریب کے ادوار کی، خاص طور پر اپنے ملک کی، تاریخ پیش کی ہے ۔ ادب وہی بہترین ہوتا ہے جو ادیب کے ذاتی تجربے پر مبنی ہو اور تاریخ تجربے سے بڑی دور کی چیز ہے ۔ ان دونوں متضاد باتوں کے درمیان راہ یہ نکلتی ہے کہ تاریخی ناول نگار ایسے تاریخی ماحول کو زندہ کرے جو اس کے تجربے سے زیادہ دور نہ ہو ۔ اسکاٹ کی دور دراز ممالک اور بہت پرانے زمانے سے متعلق ناولوں میں بھی اس کی تاریخی تخیّل نے کرشمے دکھائے ہیں مگر اس کے شاہکار اور تاریخی ناول نگاری کے شاہکار " ویورلے " (WAVERLEY)، " اولڈ مارٹیلٹی" (OLD MORTALITY)، " دی گونٹلٹ"(THE GAUNTLET)، " ہارٹ آف مڈلوتھین" (HEART OF MIDLOTHIAN)اور " برائڈ آف لیمرمور" (BRIDE OF LAMMERMOORE) ہیں ۔

ناول کے فنکار کی حیثیت سے اسکاٹ ہمیں بڑے تذبذب میں ڈال دیتا ہے ۔ اس کا کوئی قصّہ ایسا نہیں ہے جو نمایاں طور پر اسقام سے پر نہ ہو لیکن جس میں بڑی بڑی کامیابیاں بھی نمایاں نہ ہوں ۔ کہیں شروع ، کہیں خاتمہ ، کہیں وسط ، کہیں ارتقا، کہیں ترتیب، کی بڑی اغلاط نظر آتی ہیں ۔ پھر کردار نگاری کا ہر سقم اس کے یہاں موجود ہے ۔ اس کا کوئی کردار ایسا نہیں ہے جسے اہم نفسیاتی مطالعہ کہہ سکیں ۔ اس کے ہیرو سب پوچ ہیں، البتہ اس کی ہیروئنوں میں کچھ زیادہ جان ہے، مگر فنّی لحاظ سے کوئی کردار مکمل نہیں ہے ۔ اکثر کرداروں کی حرکات میں اتنی یکسانیت اور تکرار ہے کہ یہ تکلیف دہ حد تک غیر دل چسپ ہوجاتے ہیں ۔ مگر پھر بھی اسکاٹ بہت بڑا ناول نگار ہے ۔ اصل میں اس کی تمام لاپرواہی اور جلد بازی کے باوجود اس کی پیدائشی قصّہ گوئی کی قوت اپنا کرشمہ دکھا کر رہتی ہے ۔ اس کی تخلیقی قوت واقعات کو ایک ایسی ڈور میں پروتی جاتی ہے کہ ہر قدم پر

تجسس پیدا ہوتا رہے ۔ کردار کو زندہ کرنا اور واقعات کے ساتھ چلانا ، یہ قابلیت اسکاٹ میں بدرجہ اتم موجود ہے ، اسی وجہ سے اس کا کوئی ناول غیر دل چسپ نہیں ہے ۔ وہ زندگی کی گہرائیوں میں نہیں جاتا اور ماسبق کے ناول نگاروں اور ناول پڑھنے والوں کے لئے وہ سطحی ہے ۔ اب اس کی زبان بھی کچھ تکلیف دہ معلوم ہونے لگی ہے مگر عام ذہن کو متوجہ کرنے اور متوجہ رکھنے کی جو طاقت اس میں تھی وہ کسی اور ناول نگار میں نہ ہوسکی۔ پھر اس کی ناولیں ایک مکمل دنیا کے مناظر پیش کرتی ہیں ۔ اس سلسلے میں وہ شیکسپیر کا تتبع کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے ۔ ہر ناول میں ہر طبقے کی زندگی موجود ہے اور ہر قسم کے جذباتی اثرات کی فراوانی ہے ۔ اعلی طبقے کا بناوٹی اخلاق ، درمیانہ طبقے کے مخلص محبت کرنے والے لوگ ، اور بدمعاش نیچے طبقے کے کسان ، نوکر ، دوکاندار ، اسکول ماسٹر ، پرانے بوڑھے مرد اور عورتیں ، گورکن وغیرہ عجیب مزاج کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں ۔ اسکاٹ رومانی تاثرات کو شاعرانہ طریقے پر پیش کرنے میں کمال رکھتا ہے ۔ اس کے ناولوں میں ایک جادو ہے جو ہمیں طلسمات کی دنیا میں کھینچ کر لے جاتا ہے ، اس دنیا کے عجائبات ہمیں اچنبھے میں ڈالتے ہیں مگر ہم حقائق کی دنیا کو بالکل بھول نہیں جاتے ۔ اسکاٹ واقعیت پر مضبوطی سے قدم جمائے کھڑا نظر آتا ہے ۔ پھر وہ مزاحیہ نگار بھی ہے ؛ کیلب ، بالڈر اسٹون اور کڈی ہڈرگ کے سے مزاحیہ کردار اور کہاں ملیں گے ؟ اس کی ہر ناول میں مزاح کو بھی اہم جگہ دی گئی ۔ اسکاٹ لینڈ کی زبان میں مکالمے خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں اور محض انگریزی جاننے والے ان کو سمجھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں مگر ایک دفعہ ان سے مانوس ہو جائے پر ان کا مزاحیہ انداز ہنساتے ہنساتے لٹا دیتا ہے ۔ کڈی کی باتیں اس کی اہم ترین مثال ہیں ۔ اسکاٹ طبع کے زور پر زندہ ہے اور زندہ رہے گا ۔ اپنے دور پر اس کا اثر بڑا اہم ہوا ۔

فرانس مین الگزنڈر دوما[1]، وکٹر ھیوگو[2]، بلکہ استندال[3] اور بالزاک[4] تک نے اس کا اثر قبول کیا ۔ پورے یورپ کی ناول نگاری کو اس نے متاثر کیا مگر اب فن ناول نگاری کی ترقی کے باعث اس کی ناولون مین دلچسپی کم ھوگئی ھے ، پھر بھی ناول کا ھر نقّاد اس کی قوت قصّہ گوئی کا قائل اور اس کی ناولون کی زندگی کا معترف ھے ۔

جین آسٹن

شاید ھی کوئی دو ناول نگار فطرت اور فن مین اتنے متضاد ھون جتنے اسکاٹ اور جین آسٹن ۔ اسکاٹ نے جین آسٹن کے فن کی تعریف کی ھے اور اپنے طرز کو اس کے سامنے گرد بتایا ھے ۔ جین آسٹن ایک دیہات کے پادری کی بیٹی تھی ، جو کبھی اپنے گھر سے باھر نہ نکلی ۔ تعلیم بھی معمولی حاصل کرکے چھوڑ دی ۔ اگر کبھی سفر پر بھی گئی تو گھر والون کے ساتھ ۔ دو تین دیہاتون کے سوا بڑے شہرون مین سے کبھی یون ھی گزر گئی ورنہ وھان کی زندگی سے منہ پھیرے رھی ۔ علم سے بھی اسے کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ مادری زبان کے علاوہ اسے کوئی زبان نہ آتی تھی ۔ ناول کی روایات اور قومی ادب سے بھی اسے زیادہ واقفیت نہ تھی ۔ کوپر اور کریب کی شاعری ، گولڈاسمتھ اور جونسن کی تصانیف ، رچرڈسن کے ناولون اور فینی برنی (FANNY BURNEY) کے قصّون

---

۱ ALEXANDRE DUMAS (۱۸۰۲ء تا ۱۸۷۰ء) ۔ فرانسیسی تاریخی ناول نگار ۔

۲۔ VICTOR HUGO (۱۸۰۲ء تا ۱۸۸۵ء) ۔ فرانسیسی ناول نگار ۔

۳۔ STENDAHL ، فرانسیسی شاعر MARIE HENRI BEYLE کا قلمی نام (۱۷۸۳ء تا ۱۸۴۲ء) ۔

۴۔ HONORE DE BALZAC (۱۷۹۹ء تا ۱۸۵۰ء) فرانسیسی ناول نگار ۔ اسّی سے زیادہ ناولون کا مصنّف ۔

سے زیادہ اس نے شاید ہی کچھ پڑھا ہو ـ لیکن اتنا محدود تجربہ لے کر شاید ہی کوئی ادیب کبھی ادب کی دنیا مین داخل ہوا ہو ـ جین آسٹن کو کرداری خاکے اور کہانیان لکھنے کا بڑا شوق تھا ؛ وہ اکثر گھر کا کام کرتے کرتے اٹھتی اور کاغذ پر کچھ لکھ کر ڈال آتی ـ رفتہ رفتہ یہ ٹکڑے افسانون مین تبدیل ہوئے اور پھر مکمل ناولین بن گئے ـ وہ تقریباً بیس برس کی تھی کہ اس کی دو ناولین مکمل ہوچکی تھین، مگر پندرہ برس تک یہ دوستون مین پڑھی جاتی رہین ، ان مین ترامیم ہوتی رہین اور آخر ۱۸۱۱ء سے اس نے ان کو چھپوانا شروع کیا ـ اس کے بعد وہ سات برس اور زندہ رہی اور ہر سال اس کی ایک ناول شائع ہوتی رہی ـ چھ ناولین اور کچھ ٹکڑے اس کی تمام کائنات ہے لیکن اگر وہ پہلی دو ناولین ہی لکھ کر مر جاتی تب بھی دنیا کے عظیم ترین ناول نگارون مین جگہ پاتی ـ

اس کی ناولون مین کوئی ایسی چیز نہین ہے جس کی بنا پر ناولون کو دل چسپ کہا جاتا ہے ـ نہ کوئی قصّہ نہ کوئی سنسنی خیز واقعہ ، نہ کوئی عجیب و غریب کردار ـ جین آسٹن رومانی دور سے بالکل الگ ہے ؛ اسے کسی دور سے تعلق نہین ؛ وہ درمیانہ طبقے کے صرف دو چار گھرون سے واقف ہے اور ان ہی گھرون کی نہایت معمولی زندگی اس کا موضوع ہے اور نہایت معمولی کردار اس کی اہم تخالیق بن جاتے ہین ـ اس کی سب ناولین تقریباً ایک جیسی ہین ، سب مین درمیانہ طبقے کے کچھ کردار ہین، روٴسا اور غربا کا شاذ ہی ذکر ہوتا ہے ـ کچھ سن رسیدہ مرد اور عورتین اپنی بیٹیون کی شادی کی فکر مین مبتلا نظر آتی ہین ، کچھ جوان لڑکیان جن مین سمجھ دار اور نا سمجھ دونون شامل ہین ، شریفانہ زندگی بسر کرتی نظر آتی ہین ؛ کچھ جوان مرد ، اچھے اور برے دونون ، ان لڑکیون سے راہ و رسم پیدا کرتے ہین ، تعلقات مین لطیف الجھنین پڑتی ہین جو ناولون کو دل چسپ بناتی ہین اور کردارون مین ارتقا کی منازل لاتی ہین ـ آخر مین شادیان ہو جاتی ہین ـ سنجیدہ محبت اور محض جذباتی محبت

کے قصے متوازی چلتے ھین اور آخر مین جذباتی محبت کرنے والی لڑکیون کا برا انجام دکھا کر سب کچھ ٹھیک کر دیا جاتا ھے ۔ مردون مین وہ بدمعاش ، جو عورتون کو کھلونے سمجھ کر دھوکے دیتے ھین، مطعون کئے جاتے ھین اور وہ جوان ، جو راہ راست پر ھوتے ھین یا آجاتے ھین، سراھے جاتے ھین ۔ شریفانہ محبت کا درس دیا جاتا ھے ۔ غلط کردار والے مردون اور عورتون پر طنز کی جاتی ھے ۔ معمولی واقعات اور کردارون کو جس طرح دل چسپ بنایا گیا ھے وہ اعجاز ھے ۔ تمام تر توجہ کردارون مین لطیف نفسیاتی فرق اور واقعات کے ساتھ تبدیلیون پر ھے ۔ ڈرامائی حالات رونما ھوتے ھین اور فن کردار نگاری نزاکت اور لطافت کے کمال پر پہنچتا ھے ۔

پہلی دو ناولین "سینس اینڈ سنسی بیلیٹی" (SENSE AND SENSIBILITY) اور "پرائڈ اینڈ پریجوڈس" (PRIDE AND PREJUDICE) ایک سی ھین ۔ موخرالذکر دنیا کی عظیم ترین ناولون مین سے ھے ۔ اس مین مسٹر بینٹ (MR. BENNET) اور مسز بینٹ کے سن رسیدہ کردار ھین ۔ مسز بینٹ کا مقصد حیات یہ ھے کہ ان کی پانچ بیٹیان کسی طرح اچھی جگہ بیاہ جائین ۔ وہ نہایت احمق ، پھوھڑ اور بدتمیز ھین ۔ ان کے میان نہایت ذھین اور ذکی انسان ھین ۔ قریب ھی ایک جوان شریف زادہ چارلس بنگلے (CHARLES BINGLEY) آکر رھتا ھے ۔ مسز بینٹ چاھتی ھین کہ مسٹر بینٹ اس سے ملاقات کرین ، ھوسکتا ھے وہ ان کی کسی بیٹی سے شادی کرلے ۔ مسٹر بینٹ ان کا مذاق تو اڑاتے ھین مگر وہ بنگلے سے ملنے جاتے ھین ۔ ملاقاتون اور باتون سے تین قصے پیدا ھو جاتے ھین ۔ مسٹر بینٹ کی بڑی بیٹی جین (JANE) اور بنگلے کی محبت کا قصہ ، دوسری بیٹی الزبتھ (ELIZABETH) مسٹر بنگلے کے دوست ڈارسی (DARCY) کے درمیان بدگمانی کا قصہ اور پھر لیڈیا (LYDIA) اور وکھم (WICKHAM) کے فرار کا قصہ ۔ پہلی ناول مین جین اور لیڈیا کے قسم کی لڑکیان ایلینر (ELINORE) اور میریئن (MARION) تھین اور وکھم

کی طرح کا بدمعاش جوان ولابی (WILLOUGHBY) تھا ۔ اس ناول مین الزبتھ نئی تخلیق ھے اور اس کے کردار کا ارتقا ، اس کی ذھانت اور اس کی سمجھ داری ایک عجیب چیز ھے ۔ اس سے بہتر ھیروئن شاید ھی کہین اور کوئی نظر آئے ۔ پھر اس ناول مین مسٹر کولنز (MR. COLLINS) کا مزاحیہ کردار ھے جو اپنی حماقت اور تصنّع کی وجہ سے ادب کے بڑے مزاحیہ کردارون مین شامل ھو جاتا ھے ۔ مسٹر ڈارسی (MR. DARCY) کے کردار کا ارتقا بھی بڑا اھم نفسیاتی جائزہ ھے ۔ باقی سارا قصّہ آخرکار مناسب شادیون پر ختم ھو جاتا ھے ۔

اس کے بعد کی دو ناولون مین بھی کردار اور قصّے کا نقشہ ایسا ھی کچھ ھے مگر " منسفیلڈ پارک (MANSFIELD PARK) مین " فینی پرائس " (FANNY PRICE) کا کردار بڑا اھم ھے۔ وہ صبر اور استقلال کا بہت ھی اچھا مجسّمہ ھے اور اس کردار کی پسپائی مین رومانیت شامل ھے ۔ آخرکار جین آسٹن بھی زمانے کے اثرات سے الگ نہ رہ سکی ۔ چوتھی ناول ایما (EMMA) کی ھیروئن " ایما وڈ ھاؤس " (EMMA WODEHOUSE) بڑی جاندار ھے ۔ شادیان کرانے کے سلسلے مین وہ بڑی احمق بنتی ھے اور آخر مین خود ایک سن رسیدہ آدمی مسٹر نائٹلے (KNIGHTLEY) سے شادی کرلیتی ھے ۔ اس آخری ناول " ایما " کی کیفیت دوسری ناولون سے مختلف ھے ۔ اس کی ھیروئن سے مصنّفہ خود کو بڑی ھمدردی تھی اور اس کے کردار مین ایک خوشی اور اطمینان کا عنصر ھے، جو، اس کی حماقتون کے باوجود ، ھمارا دل موہ لیتا ھے ۔ جین آسٹن کے مرنے کے بعد اس کی دو ناولین چھپین ، ایک " نورتھینگر ابے" (NORTHANGER ABBEY) اور دوسری " پرسوئیژن "(PERSUASION) ۔ پہلی مین کیتھرین مورلینڈ (CATHARINE MORLAND) کے ذریعے رومانی ناول نگاری کا مذاق اڑایا گیا ھے ۔ دوسری نسبتاً مختصر ھے مگر جین آسٹن کے خاص انداز مین ھے ۔ تین ناولین زیادہ تر اھم مانی جاتی ھین ، " پرائیڈ پریجوڈس"، "منسفیلڈ پارک" اور " ایما "۔

جین آسٹن کا کمال کردار نگاری مین ہے ۔ ہیروئن کے کردار مخصوص طور پر فن کا اعلیٰ نمونہ ہین ۔ اس سلسلے مین اس کا ایک مخصوص فن ہے جو عام سرسری طور پر ناول پڑھنے والون کی نظر سے اوجھل رہتا ہے ۔ اس نے لکھا تھا کہ " مین دو انچ کے ہاتھی دانت پر نقشے بناتی ہون" اور اس کام مین بڑی محنت کے بعد مخصوص اثر پیدا ہوتا ہے ۔ اس کا فن چاول پر "قل ہو اللّٰہ " لکھنے کا فن ہے ۔ ذرا ذرا سے فقرون اور جملون، مختصر ڈرامائی حالتون سے پورے کردار زندہ ہو جاتے ہین ۔ الزبتھ، احمق مسٹر کولنز سے شادی سے انکار کردیتی ہے ؛ اس کی مان خفا ہوکر اسے باپ کے پاس لاتی ہے اور کہتی ہے کہ" اگر مسٹر کولنز سے شادی نہین کرے گی تو مین اس کا منہ نہ دیکھون گی"۔ اس کے باپ کہتے ہین " الزبتھ تمھارے لئے بڑی مشکل ہے۔ اگر تم مسٹر کولنز سے شادی نہین کروگی تو تمھاری مان تمھارا منہ نہ دیکھین گی، اور اگر کروگی تو تمھارے باپ کبھی تمھارا منہ نہ دیکھین گے"۔ چارون کردار اس ایک جملے سے روشن ہو جاتے ہین ۔ اس طرح مسٹر ڈارسی کا جین کی مسکراہٹ کی طرف اشارہ اور مسٹر بینٹ کا الزبتھ کو دوسری بیٹیون پر ترجیح دینے کی وجہ یہ بتانا کہ وہ سب سے زیادہ خوش طبع ہے ان کے پورے کردار کو اسی طرح سامنے لے آتے ہین جیسے ایک مہین نشتر سے کسی نگ پر کسی کی شکل اتار لی جائے ۔ اس لطیف اور نازک فن کو سمجھنے کے بعد اس کی عظیم فنکاری کا لوہا ماننا پڑتا ہے ۔ وہ محض فنکار ہے مگر زندگی پر اس کی مخصوص نظر ہے اور جس طرح اس نے مختلف کردارون کو پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو زندگی اس کا اہم نصب العین ہے۔ مزاح اور طنز کے اوزار سے وہ کردارون کو اس طرح گھڑتی ہے کہ ان کی اصلیت نمایان ہو جاتی ہے اور ہم ان سے ہمدردی یا نفرت کرنے لگتے ہین ۔ سن رسیدہ احمق عورتین اس کی طنز کا شکار ہوتی ہین ؛ بدمعاش جوان جن کا کام عورتون کے جذبات سے کھیلنا ہے بڑی تیز طنز کے ساتھ نمایان کئے جاتے ہین ؛ جذباتی لڑکیان بھی ذلیل ہوتی دکھائی جاتی ہین ۔ وہ محبت پر عقل کے قابو کی

حامی ہے ؛ وہ تہذیب اور نیکی کو سراہتی ہے ۔ گھریلو زندگی پر لطیف طنز کرکے وہ اس کو تہذیب اور سلیقے کی راہ پر لگانا چاہتی ہے ۔ اس طرح وہ اپنے نازک اور لطیف انداز میں مصلح اخلاق بھی ہے اور مزاح نگار بھی ۔ اس کا طرز بھی نہایت سلیس اور صاف ہے ۔ اس کا مزاج بالکل کلاسیکی ہے ۔ مگر اصل میں اس کے یہاں کلاسیکیت اور رومانیت کا وہ امتزاج ہے جو عظیم ترین فنکاروں میں ہوتا ہے ۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور ناول کے فن کی طرف توجہ بڑھتی جاتی ہے ، جین آسٹن کی مدح سرائی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ آج کل بہت لوگوں کی یہ رائے ہے کہ وہ انگریزی زبان کی سب سے اچھی ناول نگار ہے ۔ اس کے فن کی نزاکت تک پہنچنے کے بعد دنیا کی دوسری ناولیں زیادہ دل چسپ نہیں معلوم ہوتیں ۔

اگرچہ جین آسٹن نے اپنی ناولیں انیسویں صدی کے اوائل میں لکھیں لیکن اس کے دل و دماغ اور تخیّل کی جڑیں اٹھارھویں صدی میں پیوست تھیں ۔ اٹھارھویں صدی میں انگریزی ادب میں عقلیت اور کلاسیکیت کا دور دورہ تھا ۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اٹھارھویں صدی کی اقدار تغیّر کا شکار نہیں تھیں یعنی اس صدی کے ادیب اور لکھنے والے عقل ، فطرت اور فہم عامّہ (COMMONSENSE) تینوں پر یکساں یقین رکھتے تھے ۔ ایسے دور میں طنزنگاری کامیابی سے کی جاسکتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارھویں صدی انگریزی ادب میں کامیاب طنز نگاری کا دور ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ جین آسٹن کے ناولوں کا لطیف طنز گہرائیوں میں پہنچ جاتا ہے ۔ بنیادی طور پر جین آسٹن اٹھارھویں صدی کے عقلیت کے دور کی فنکارہ ہے ۔

باب ششم

بائرن، شیلی، کیٹس

۱۷۸۸ تا ۱۸۲۴ء

ورڈ زورتھ اور کولرج کی تحریک پندرہ برس کے اندر ہی انتہا کو پہنچ گئی ۔ ان دونوں نے فکری اور فنّی آزادی کا کام جو شروع کیا تھا اس کی حدیں تین جوان شاعروں بائرن، شیلے اور کیٹس کے کلام میں پہنچ گئیں ۔ ان میں دو شاعر، بائرن اور شیلے، انقلاب فرانس سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے ہر علم اور ہر عقیدے کو توڑ ڈالا ۔ جذبات اور تخیّل کی پیروی میں یہ اتنے بلند ہوگئے کہ تمام روایات اور تمام مادی اثرات کو پیچھے چھوڑ گئے ۔ یہ تینوں شاعر انفرادی آزادی کی مثال ہیں ۔ انگریزی شاعری کی دنیا میں یہ سب سے الگ ، دنیا کو ٹھکرائے ہوئے، ہر قدر سے لڑتے ہوئے ، انگریزی شاعری کو اعلی ترین مدارج پر پہنچاتے ہوئے، بالآخر جوانی ہی میں تھک کر دم توڑ دیتے ہیں ۔

بائرن

جوزج گارڈن، لارڈ بائرن (GEORGE GORDON, LORD BYRON ؛ ۱۷۸۸ء تا ۱۸۲۴ء) بڑے رئیس خاندان کا فرد تھا اور اعلی طبقے کی بہترین روایات کے درمیان پلا تھا ۔ ہیرو اور کیمبرج میں تعلیم پائی تھی ۔ پیسے کی کمی نہ تھی مگر گھر کا ماحول بڑا ہی خراب تھا ۔ عیّاش باپ ہر وقت ماں سے لڑتا رہتا

تھا ۔ ایسے ماحول میں اس کے کردار میں پختگی نہ آسکی۔ بلوغت تک پہنچتے پہنچتے اس نے بھی اپنا وقت عشق پرستی میں گزارنا شروع کردیا ۔ جوان نہ ہونے پایا تھا کہ اسے ایک عزیزہ سے، جو اس سے عمر میں کافی بڑی تھی، محبت ہوگئی ۔ عزیزہ نے اس محبت کی طرف توجہ نہیں کی اور اپنے ایک ہم سن سے شادی کرلی ۔ بائرن کو زندگی بھر اس کا الم رہا اور اس غم کی طرف وہ ہمیشہ اشارے کرتا رہا ۔ دل پر چوٹ لگنے کے بعد وہ عیاشی میں پڑگیا ۔ وہ حد سے زیادہ حسین تھا اور ہر عورت اس پر عاشق ہو جاتی تھی ۔ وہ پارلیمان کے ایوانِ بالا یعنی دارُالامراء (HOUSE OF LORDS) کا رکن تھا اور اعلی ترین طبقے کا فرد تھا، وہ فیشن کا نمونہ ہوگیا ؛ وہ لنگڑا کر چلتا تھا، چنان چہ اس کی نقل میں سب لنگڑا کر چلنے لگے ۔ وہ ایک خاص قسم کا کالر لگاتا تھا لوگ ویسے ہی کالر لگانے لگے ؛ عورتوں کے درمیان وہ راجہ اِندَر کی طرح نظر آیا اور جس عورت سے کچھ ہی دیر بات کی وہ اس قدر مرعوب ہوئی کہ جلد سے جلد تمام مدارج طے کرکے جنسی تعلقات تک پہنچ گئی ۔ شاید ہی کوئی عورت اس سے بچی ہو ۔ کچھ عرصے تک سوسائٹی نے اس کی زیادتیوں کو برداشت کیا پھر اعتراضات ہوئے ۔ اس نے صاف کہا کہ وہ گنہگار نہیں ہے، عورتیں خود اسے غلط راہ پر لگاتی ہیں ۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ بائرن جس دعوت یا پارٹی میں جاتا تھا، وہاں سے عورتیں اٹھ کر چلی جاتی تھیں ۔

بائرن ۱۸۰۹ء میں انگلستان چھوڑ کر یورپ چلا گیا، جہاں سے وہ ۱۸۱۱ء میں واپس آیا ۔ ۱۸۱۵ء میں اس نے ایک امیر زادی اَین آئزابِل مِلبَینک (ANNE ISABELLE MILBANKE) سے شادی کرلی مگر دونوں کی نبھ نہ سکی اور سال بھر میں ہی علیحدگی ہوگئی ۔ ۱۸۱۶ء میں بائرن دوبارہ یورپ چلا گیا اور پھر انگلستان نہیں آیا ۔ ترکوں اور یونانیوں کے درمیان جنگ چھڑی تو اس نے یونانیوں کا ساتھ دیا، کیوں کہ وہ آزادی کا علمبردار تھا ۔ وہ میسولونگی (MESSOLONGHI) کے مقام پر بیمار پڑا اور یہ بیماری اجل کا بہانہ ثابت ہوئی، اور اپریل ۱۸۲۴ء میں بائرن

دنیا سے رخصت ہوگیا ۔

اس کی زندگی اور اس کا کردار عجیب و غریب ہین ۔ وہ ایسا کردار ہے، جس کی بنیاد کسی اصول پر نہین ہے اور جو اپنی خواہشات پوری کرنے مین ہر طرح کی آزادی برتنا چاہتا ہے ۔ اس سے زیادہ زور دار ہستی مشکل سے ملے گی ۔ اقبال نے شعرا مین اس سے کہلوایا ہے

ع آب از جگر بگیرم و در ساغر افگنم

مگر اس کی ہستی مین کوئی توازن نہ تھا ۔ اس کا دل زخمی تھا اور وہ اپنے زخمون کو دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا ۔ اکثر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ریاکار ہے، اس مین خلوص نہین ہے مگر اس کے خلوص سے انکار کرنا ناسمجھی ہے ۔ وہ یورپ کے ان رومانی مزاجون مین سے ہے جو زخمی ہوکر تاسّف مین مبتلا ہوگئے ہین اور اپنے تاسّف کو فن کا موضوع بنا کر دل کو تسکین دیتے ہین ۔ وہ یورپ کے رومانی شاعر فرانسیسی شاتو بریان (CHATEAUBRIAND ؛ ۱۷۶۸ء تا ۱۸۴۸ء) اور جرمن شاعر گوئٹے (GOETHE ؛ ۱۷۴۹ء تا ۱۸۳۲ء) کا ساتھی ہے ۔ ان لوگون کی طرح وہ خود دار ہے اور "دلِ بیمار" رکھتا ہے ۔ رومانیت کو بیماری کہا گیا ہے اور اس کی ہستی مین یہ بیماری اپنا شدید اثر نمایان کرتی ہے ۔ اگر کسی انگریز شاعر نے یورپ پر گہرا اثر ڈالا تو وہ بائرن تھا ؛ اسے ادب کا نپولین کہا گیا ۔ اس کی تکلیفین حقیقی تھین اور اس کی پریشانی، اس کی قنوطیت ، اس کا طنز، ان تکالیف کا ایک قسم کا علاج تھا ۔ اس مین دو ہستیان ایک ساتھ ایک دوسرے سے متضاد بیک وقت کام کرتی نظر آتی ہین ۔ وہ ہر قانون کا دشمن ہے ؛ وہ مجرم ہے مگر جرم کو حق بجانب ثابت کرتا ہے ۔ اسے " شیطنت " کا بانی کہا جاتا ہے؛ حالانکہ اس نے مذہب ترک نہین کیا تھا، مگر اس کا فلسفۂ حیات ہر جگہ خدا کے خلاف ہے ۔ ادب اس کے لئے توازن حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ، مگر اس سلسلے مین بھی وہ کوئی اصول نہ بنا سکا ۔ رومانیت کے اس سے بہتر نمائندے کم ہون گے مگر وہ پوپ (POPE) کا حامی اور ورڈ زورتھ (WORDSWORTH) کا

دشمن رہا ۔ وہ کبھی ذاتیات سے بالاتر نہ ہوسکا اور جس فرد یا جس سماج نے اس سے برا سلوک کیا اس کا وہ دشمن ہوگیا ۔ خودی کی آزادی کی وہ بیک وقت بہترین اور بدترین مثال ہے ۔

۱۸۰۷ء مین اس نے غنائی نظمون کا ایک مجموعہ چھاپا جس کا نام " آورز آف آئڈلنس" (HOURS OF IDLENESS) تھا ۔ اس پر " اڈِنبرا ریویو" (EDINBURGH REVIEW) مین سخت تنقید ہوئی ۔ اس پر تِلمِلا کر اس نے ایک زبردست طنزیاتی نظم پوپ کے رنگ مین لکھی جس کا نام " اِنگلش بارڈس اینڈ اسکوچ ریویورز" (ENGLISH BARDS AND SCOTCH REVIEWERS) تھا ۔ انگریزی شاعرون نے اس کا کچھ نہین بگاڑا تھا مگر ان کی نئی تحریک اور " اڈِنبرا ریویو " کی تنقید مین ایک خاص تعلق تھا ۔ غرض، ورڈ زورتھ، کولرج ، سُدِے اور ان کے ساتھیون پر اس نے بڑی چوٹین کین ۔ بائرن جلد ہی مشہور ہوگیا ۔ وہ اسپین وغیرہ سیاحت کے لئے گیا اور وہان سے آکر افسانوی نظمین لکھتا رہا جو حد سے زیادہ مقبول ہوتی رہین ۔ " چائِلڈ ہَیرَلڈ "(CHILD HAROLD) ان نظمون مین خاص طور پر نمایان ہوئی ۔ اٹلی پہنچ کر اس نے اس کے دو اور حصّے لکھے اور کچھ اور افسانوی نظمین لکھنے کے بعد اپنی طویل نظم " ڈون جوان " (DON JUAN) شروع کی ۔ بہت سے ڈرامے بھی لکھے اور غنائی نظمین بھی لکھتا رہا ۔ ان سب نظمون مین وہ خود ایک عجیب و غریب ہیرو کا جامہ پہن کر نمایان ہوتا ہے ۔ یہ ہیرو اعلی ترین اخلاقی صفات کے ساتھ بدترین عادتون کا شکار ہے ، اپنی برائیون کو دنیا کے سامنے لاکر دوسرون کو برا ثابت کرنا چاہتا ہے ۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہم اس فرد کو کسی معیار سے جانچ ہی نہین سکتے ۔ وہ ہمین مُتاثّر ضرور کرتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ ہم اس سے کوئی عظمت وابستہ نہین کرنا چاہتے ۔ بائرن گوناگُون صلاحیتون کا مالک تھا مگر اس توازن کی کمی کی وجہ سے جو اس کے ہیرو مین ہمین نظر آتی ہے وہ شاعری کے ہر دائرے مین اعلی ترین کامیابی تک پہنچتے پہنچتے رہ جاتا ہے ۔

بائرن نے غنائی نظمیں کافی تعداد میں چھوڑیں ۔ ان میں زیادہ تر اس نے بہت ہی جلدی میں لکھ کر پھینک دیں اور پھر کبھی نہ دیکھیں ۔ ان میں کلاسیکی تصنّع ہے اور بیشتر اس امر کا ثبوت ہیں کہ بائرن میں غنائی صلاحیتیں مفقود تھیں ، مگر دوسری طرف اس صنف میں اس کی پر جوش نظمیں بھی ہیں جن میں فن کی طرف تو توجہ نہیں مگر موضوع سے گہرا تاثّر قبول کرنے کی بنا پر بائرن نے محبت پر، اپنی ذاتی تکالیف پر ، یونان کی حالت پر ، لاطینی شاعروں پر ، اور دوسرے موضوعات پر ایسی نظمیں لکھی ہیں جن میں تصوّرات اور ترنّم ایک مخصوص انفرادی آہنگ پر آگئے ہیں۔ اس کی کچھ غنائی نظمیں انگریزی غنائی شاعری میں بیش بہا اضافہ ہیں اور اگر وہ اس صنف کی طرف فنکارانہ توجہ دیتا تو اور بھی زیادہ کامیاب ہوتا ۔

بائرن افسانوی شاعری میں زیادہ کامیاب رہا ۔ اس کی اس قبیل کی نظمیں زیادہ تر عوام کے لئے لکھی گئیں ۔ ان میں دور دراز ممالک کے قصّے ہیں اور ان کا رنگ نہایت سطحی ہے ۔ ان کی مقبولیت کے باوجود ان کے فن پر حرف گیری ہوتی ہے ۔ انگلستان سے چلے جانے کے بعد تین افسانوی نظمیں اس نے ایسی لکھیں جو اس صنف میں شاہکار ہیں ۔ "دی پرزنر آف شیلون" (THE PRISONER OF CHILLON)، " میزیپا" (MAZEPPA) اور "بیپو" (BEPPO) اس دور کی ہی نہیں بلکہ چوسر سنہ بعد کی تمام افسانوی نظموں سے آگے نظر آتی ہیں ۔

پہلی نظم" پرزنر آف شیلون" میں ایک عظیم ہستی کا قصّہ ہے جو مذہبی اختلاف کی بنا پر ایک ایسے قلعے کے تہ خانے میں قید کردیا گیا تھا جو ایک جھیل کے وسط میں تھا ۔ قیدی کے دو بھائیوں کی تہ خانے میں موت اور پھر قیدی کے تجربات بڑی روانی کے ساتھ ہمارے سامنے آتے ہیں ۔ حزنیہ اور پر عظمت موضوع کے قصّوں میں یہ نظم فرد ہے ۔

دوسری نظم "میزیپا" میں ایک شخص ایک گھوڑے سے باندھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ جنگی گھوڑا اسے لئے ہوئے چلا جا رہا ہے

اور اس کی نفسیاتی کیفیات پوری شدّت کے ساتھ ھمارے سامنے آرھی ھین - تجسّس اور سنسنی کا عجیب عالم ھے - مہم اور فتار کے ساتھ بدلتے ھوئے حالات کو مربوط کرنے کا طرز یہان بے مثل ھے -

بیپو مین ایک اطالوی بیوی کا قصّہ ھے جس کا شوھر تجارت کی غرض سے پردیس چلا جاتا ھے اور اس عرصے مین وہ ایک اور مرد کے ساتھ رھتی ھے - شوھر کی واپسی پر کوئی جھگڑا نہین ھوتا اور بیوی پھر اپنے میان کے پاس آجاتی ھے - اطالویون کی جنسی زندگی کی اس سے بہتر مزاحیہ تصویر نہین ھوسکتی - بائرن ھر قسم کے قصّے بڑی روانی کے ساتھ بیان کرسکتا ھے اور کردار کو جیتا جاگتا ھمارے سامنے لے آتا ھے - رومانی شاعرون کی خامی یہ تھی کہ وہ واقعاتی زندگی سے دور اور انسانی نفسیات دکھانے مین ناکام تھے، لیکن بائرن اسی راہ پر ان سے مختلف ھے اور ان سے آگے نکل جاتا ھے -

"چائلڈ ھیرلڈ" (CHILD HAROLD) کو بھی افسانوی نظم مانا جاتا ھے - اس مین ایک جوان ھیرلڈ کے تجربات بیان کئے گئے ھین - یہ نظم اسپنسر کے اسٹنزا مین لکھی گئی ھے - اس کے پہلے دو حصّے مصنوعی ھین مگر آخری دو حصّون مین بائرن کی بیانیہ قوتین نمایان ھین اور یہان وہ مکمل رومانی شاعر ھے - تاریخ کو وہ بڑے گہرے جذبات کے ساتھ دیکھتا اور تاریخی واقعات کی بڑی شدّت کے ساتھ عکس کشی کرتا ھے - " واٹرلو" (WATERLOO) والا ٹکڑا تاریخی شاعری کی بہترین مثال ھے - یہان ورڈزورتھ کی طرح قدرت کا پرستار بھی نظر آتا ھے، البتہ اس کا نظریۂ قدرت بالکل مختلف ھے - اسے قدرت کے ان عظیم مناظر سے دل چسپی ھے جو انسانون کے قابو سے باھر ھین - سمندر پر اس کے بند بائرن کی شاعری کے اس پہلو کی بڑی اچھی نمائندگی کرتے ھین - وہ سمندر کی عظمت کا قائل ھے کیون کہ اس پر انسان کا بس نہین ھے - وہ سمندر کی لہرون پر تیرنا اپنا مرغوب ترین مشغلہ بتاتا ھے - معلوم ھوتا ھے کہ بائرن فطرت کی بے پایان طاقت کے سامنے اکیلا کھڑا ھے اور اپنی فطرت کو اس بے پایان فطرت سے ھم آھنگ

پاتا ہے ۔ پورے یورپ کی تاریخ اور جغرافیہ اس نظم میں ایک نئے انداز سے واضح ہوجاتے ہیں ۔ بائرن پورے یورپ کا شاعر ہے۔ وہ پورے یورپ کو ایک تہذیبی اور تاریخی وحدت سمجھتا ہے ۔ اس کا تخیل پورے یورپ پر اس طرح حاوی ہو جاتا ہے جس طرح ہمعصر نپولین اس سرزمین پر قابض ہوگیا تھا ۔ اس کو ادب کا نپولین کہنا بجا ہے اور یورپ کے تمام شاعروں کو اسے اپنانا حق بجانب ہے ۔

افسانوی شاعری اور بیانیہ شاعری میں کمال حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو طنزیہ شاعری میں بھی کمال حاصل ہے ۔ اس سلسلے میں وہ کلاسیکی شاعروں کا پیرو ہے ۔ " انگلش بارڈز اینڈ اسکوچ ریویورز" (ENGLISH BARDS AND SCOTCH REVIEWERS) بالکل پوپ کے تتبع میں لکھی گئی مگر اس میں بائرن نے آگے بڑھ کر اپنا ایک نیا انداز بھی پا لیا ہے ۔ اس کی بہترین طنزیہ نظم " دی وژن آف ججمنٹ " (THE VISION OF JUDGEMENT) ہے ۔ اس میں رابرٹ سدے کا خاص طور سے مذاق اڑایا ہے اور اس کے ساتھ کولرج اور ورڈزورتھ کا بھی تمسخر اڑایا گیا ہے ۔ سدے نے، جو پوئٹ لورئیٹ (ملک الشمرا) تھا، جارج سوئم کے انتقال پر اسی نام کی ایک نظم لکھی تھی ۔ بائرن نے اپنی نظم کو سدے سے معنون کیا اور آسمان کے دروازے کا ایک بڑا پرلطف منظر کھینچا، جہاں جارج سوئم پہنچے ہیں اور سینٹ پیٹر دروازہ کھولنے کے لئے آئے ہیں ؛ اسی وقت شیطان بھی اپنے ساتھیوں کو لئے ہوئے آجاتا ہے ؛ کہتا ہے جارج سوئم پر اس کا حق ہے ؛ بحثیں ہوتی ہیں ؛ جارج کے طرف داروں میں سدے بھی آتا ہے ۔ اس بحث کے دوران ایک ہنگامہ شروع ہوجاتا ہے ؛ اس ہنگامے میں جارج سوئم جنت کا دروازہ کھلا دیکھ کر چور کی طرح اس میں داخل ہوجاتا ہے ۔ سینٹ پیٹر، شیطان ، جارج سوئم ، سدے وغیرہ کا خاکہ کمال ہے ۔ جو ڈرامائی یا موک ایپک (MOCK EPIC) حالت سامنے آتی ہے وہ انگریزی طنز نگاری میں حد ہے ۔ بائرن کے طرز کی روانی ، نہایت قدرتی چوٹیں، اور چوسر کے اسٹنزا کا پوری خوبی کے ساتھ استعمال انگریزی طنزیہ شاعری میں ایک نیا باب کھولتا ہے۔

ڈرائیڈن اور پوپ کی طنزیہ نظمین بائرن کی نظم کے سامنے بھاری اور بناوٹی نظر آتی ھین ۔

بائرن نے ایک خاص قسم کی غنائی شاعری مین بھی طبع آزمائی کی ۔ اس کی بہترین مثال " پرافیسی آف دانتے (PROPHECY OF DANTE) اور " دی لَیمنٹ آف ٹیسو" (THE LAMENT OF TESSO) ھین ۔ یہان غنائی عناصر کے ساتھ ایپک کے پر عظمت تاثرات مل کر نظمون مین ایک خاص شان پیدا کر دیتے ھین اور بائرن ایپک شاعری کے لئے بھی موزون نظر آتا ھے ۔

بائرن نے کافی تعداد مین ڈرامے بھی لکھے جو اسٹیج پر ایک حد تک کامیاب بھی ھوئے ۔ ان مین "مَینفُریڈ "(MANFRED) اور " کِین " (CAIN) سب سے زیادہ زور دار ھین ۔ بائرن مین ڈرامائی قوتین اعلی پائے کی نہین ھین ۔ یہ ڈرامے محض اس وجہ سے دل چسپ ھین کہ ان کے ھیرو بائرن کے مخصوص ھیرو کا تصوّر پیش کرتے ھین ۔ بائرن کی سب نظمین داخلی ھین ؛ وہ خود اپنا ھیرو ھے ۔ وہ دنیا سے بیزار ھے اور دنیا کو منقلب کردینا چاھتا ھے ۔ قدرت کے بھی منقلب مناظر اسے پسند ھین اور انسان بھی وھی پسند ھین جو روایات سے انکار کرین اور ان کو توڑین ۔ وہ عارف ضرور ھے مگر اس کا عرفان بالکل الگ قسم کا ھے ؛ وہ کائنات کو ایک ایسی طاقت فرض کرتا ھے جو باغیون سے ھمدردی کرتی ھے ، روایات کی دشمن ھے اور دکھے ھوئے دلون کا سہارا ھے ۔

اس کی فطرت کی بوقلمونی اس کی طویل نظم "ڈون جوآن" مین نمایان ھوتی ھے ۔ یہ نظم بائرن نے یہ ثابت کرنے کے لئے لکھی تھی کہ انگریزی اخلاقی قوم نہین ھین ، محض بنتے ھین ، مگر یہ موضوع ھر جگہ موجود نہین ھے ۔ اس طویل نظم کا کمال عدم اتحاد ھی نہین ھے ۔ صرف جوآن کا کردار ، جو بائرن خود ھے ، نظم کے مختلف حصّون کو باھم منسلک کرتا ھے ۔ نظم ھر جگہ نیا رنگ اختیار کرتی ھے ۔ پہلا حصّہ بالکل ناول کے انداز مین انگریزون کی زندگی کے حالات بیان کرتا ھے ۔ جوآن کا ڈونا جُولیا (DONNA JULIA) سے عشق اور پھر اس کے شوھر سے جھگڑا نہایت درجہ واقعاتی ھے ۔

پھر جوآن اپنا ملک چھوڑ کر ایک جہاز پر سفر کرتا ھے اور نظم ہر قسم کے مُہمّات کا رومانی بیان ھو جاتی ھے ۔ پھر جہاز تباہ ھوتا ھے اور جوآن ایک جزیرے پر پہنچتا ھے جہان اس کا ھیڈی سے افلاطونی عشق ھوتا ھے ۔ اس عشق کی داستان اور مناظرِ قدرت کی ترجمانی سامنے آتی ھے ۔ جوآن تُرکی پہنچتا ھے۔ یہان سلاطین کے دربار اور حرمون مین خوب صورت عورتون کا بیان سامنے آتا ھے ۔ یورپ کی تاریخ ، روس کی ملکہ کیتھرین کے دربار کی تصویرین، اور آخر مین انگریز معاشرے کی جنسی بے راہ روی سب اس انداز سے بیان ھوتے ھین کہ پوری نظم ایک اعجاز نظر آتی ھے ۔ بیچ مین غنائی نظمین بھی ھین، جن مین سے یونان پر نظم بائرن کی غنائی قوتون کا باکمال اظہار ھے ۔ افسانہ ، واقعیت ، مزاح ، طنز ، رومانی واقعات ، خیالات اور جذبات غرض ھر قسم کی شاعری اس نظم مین موجود ھے ۔ بائرن کا خاص رنگ ، جس کی اھم صفت کمال کی آمد اور روانی ھے ، ھر جگہ موجود ھے ۔ وہ واقعہ بیان کرتے کرتے فلسفیانہ وضاحت پر آجاتا ھے اور اپنی ذکاوت کے کرشمے دکھا کر پھر موضوع پر واپس آجاتا ھے ۔ نظم انگریزی کی عظیم ترین نظمون مین ھوتی، اگر اس مین نظریۂ حیات زیادہ مستقل اور پختہ ھوتا ۔ یہ چوسَر کے اسٹنزا مین لکھی گئی ھے اور اس کے سات مصرعون اور آخر کے بیت سے بائرن نے جو کام لیا ھے وہ اسی کا حق ھے ۔ شاید یہ اس دور کی سب سے زیادہ دل چسپ نظم ھے۔

بائرن کی شاعری مین بڑی بڑی خوبیون کے ساتھ بڑی بڑی خامیان بھی موجود ھین ۔ وہ توازن اور گہرائی کبھی نہ حاصل کرسکا ، اس نے محض زورِ طبع پر بھروسہ کیا ۔ بناوٹی طرز سے قدرتی طور پر اس کی شاعری کا ایک بالکل نیا رنگ پیدا ھوگیا اور اس رنگ کا قدرتی زور، اس کی گوناگونی ، اس کی روانی اور آسانی ھمین اعجاز معلوم ھوتی ھین ۔ وہ رومانیت اور کلاسیکیت کے بیچ مین مُعلّق نظر آتا ھے ۔ اگر وہ ان دونون مین توازن پیدا کرکے اعلی تر سنجیدگی پر پہنچ جاتا تو عظیم ترین فنکارون مین سے ھوتا ۔

شیلے

شیلے (PERCY BYSSHE SHELLEY ؛ ۱۷۹۲ء تا ۱۸۲۲ء) بھی بائرن کی طرح طبقۂ روسا کا فرد تھا اور وہ بھی انقلابی ذہنیت لے کر پیدا ہوا تھا ۔ فنکار کی حیثیت سے وہ بائرن کی ضد ہے کیون کہ اس کی شاعری مین فنّی جہت اور فنّی خوبیون کا کمال نظر آتا ہے ۔ وہ عجیب و غریب ذہن اور عجیب و غریب خیالات لے کر پیدا ہوا تھا ۔ بچپن مین ہی اس کو ارواح اور شیطانون کے کھیل کھیلنے کا شوق تھا ۔ ہر چیز کی بابت وہ عجیب روحانی قصّے گھڑ لیتا تھا ۔ اسکول مین وہ استادون کے ظُلم کے خلاف لڑتا رہا ؛ کھیلون مین شریک ہونے کی بجائے الگ بیٹھ کر پڑھتا رہتا ؛ اس کے ساتھی اسے مُنکِر کہتے تھے ۔ ایک آدھ لڑکون سے اس نے جذباتی تعلقات پیدا کرلئے تھے اور ان سے آسمانی اور فوق البشر امور پر باتین کرتا ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی مین اس نے ایک پمفلٹ لکھا جس مین اس نے خدا سے انکار کو انسانیت کے لئے ضروری قرار دیا تھا ۔ اس کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا ۔ اس کے والد نے، جو اپنی عزّت اور اپنے مذہب کا خیال کرتے تھے، اسے گھر مین نہ گھسنے دیا ۔ وہ ایک ہوٹل والے کے گھر مین مقیم ہوا اور اس کی چھوٹی بیٹی ہَیریٹ ویسٹ برُوک (HARRIET WESTBROOK) سے شادی کرلی ۔ وہ ہر عورت پر عاشق ہو جاتا اور اسے اپنی بہن کہتا مگر جب یہ دیکھتا کہ وہ عورت اس کی ریاست کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوئی ہے، تو اسے مٹی کا تُودہ کہہ کر اس سے نفرت کرنے لگتا ۔ اس کی بہنون نے باپ سے چھپا کر اس کی مالی امداد کی اور اسے خود معاش کی کبھی کوئی فکر نہ ہوئی ۔ گاڈوِن (GODWIN) کے انقلابی فلسفے سے اسے بڑی دل چسپی ہوگئی ۔ وہ گاڈون سے ملا ، لیکن اس نے بھی شیلے مین اس کی دولت کی بنا پر دل چسپی لی ۔ گاڈوِن کی بیٹی مَیری (MARY) سے اسے عشق ہوگیا اور اس کے ساتھ وہ ۱۸۱۴ء مین اٹلی بھاگ

گیا - جب اس کی پہلی بیوی نے ۱۸۱۶ء مین خودکشی کرلی تو شیلے نے میری سے شادی کرلی - اٹلی مین بھی اسے بہت سی عورتون سے محبت ہوئی، مگر میری کی ہوشمندی کے سبب وہ زیادہ آگے نہ بڑھ سکا - بائرن (BYRON) اور ٹریلانی*(TRELAWNEY) اٹلی مین اس کے ساتھ رہے اور دوسرے انگریز دوست بھی آتے رہے - شیلے کا گھر جھیل کے کنارے تھا اور اکثر وہ عجیب و غریب چیزین دیکھ کر چیخ اٹھا کرتا تھا - اس کے تخیّل مین تصوّراتی رجحان حد سے زیادہ تھا - وہ ہر وقت فلسفے اور انقلاب اور دنیا کی تشکیلِ نو کے خوابون مین گم رہتا تھا - یونانی ڈرامے اور افلاطون کے فلسفے سے اسے بہت ہی لگاؤ پیدا ہوگیا تھا - اس کے ساتھی اسے آدمی نہین بلکہ ایک رُوح سمجھتے تھے - تیس برس کے سن مین ایک روز وہ جھیل پر کشتی مین سیر کر رہا تھا، کہ طوفان آیا اور اس کی کشتی الٹ گئی، اور شیلے ڈوب گیا - اس کی نعش کئی دن کے بعد ملی اور جلانے کے بعد اس کر راکھ دفن کردی گئی - اس کی تمام زندگی رُومانی ہے - اس کا کردار سر تا پا رومانیت اور رومانیت کا بہترین اشارہ ہے -

۱۸۱۳ء مین اس نے اپنی پہلی طویل نظم "کوئن میب" (QUEEN MAB) شائع کی - اس مین اس نے گاؤن کے سیاسی اور اقتصادی نظریات نظم کئے ہین - اس کی مخصوص شاعرانہ قوتین اس مین کہین کہین پر نمایان ہوتی ہین - اصل مین ایک جدید اور زور دار شاعر کی حیثیت سے وہ "اَلاسٹر" (ALASTOR) مین نمایان ہوتا ہے جو ۱۸۱۶ء مین شائع ہوئی - یہ نظم ایک عجیب جوان شاعر کا قصّہ بیان کرتی ہے جو غیبی حس اور غیبی محبت کی تلاش مین سرگردان پھرتا ہے - خواب مین ایک غیبی صورت دیکھنے کے بعد بے قرار ہوکر وہ صحراؤن اور جنگلون مین گھومتا ہوا آخر کو وادیِ کشمیر مین آکر مر جاتا ہے - ہیرو کا کردار کسی طرح نہین

---

* پورا نام ایڈورڈ جان ٹریلانی (EDWARD JOHN TRELAWNEY)، ۱۷۹۲ء تا ۱۸۸۱ء -

اُبھرا ، مگر ہر جگہ غِنائی جوش اور مناظر کی عکّاسی، افلاطونی فلسفے کی آمیزش کے ساتھ ایک نئی دنیا بناتی ہے - یہ نظم شیلے کی نمائندہ نظموں میں سے ہے - یہ بلینک ورس میں ہے مگر شیلے کی بلینک ورس میں ایک نیا غِنائی زور ہے- روحانی تصوّرات ،دور از حقیقت رومانی بیانات اور مصرعوں کا ترنّم، شیلے کی مخصوص انفرادی شاعری کے نقوش جما دیتی ہیں - یہاں اسے افلاطونی نظریہ اور قدرت کو یونانیوں کی طرح ایک وحدت تصوّر کرنے کے علاوہ اور کسی چیز سے سروکار نہیں ہے -

شیلے کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ قوم کی اصلاح کرے - اس سلسلے میں وہ آئرلینڈ گیا تھا اور وہاں اس نے پمفلٹ بانٹے تھے جو ایک غیر دانش مندانہ اقدام تھا - اپنی یہ خواہش پوری کرنے کے لئے اس نے ایک طویل نظم اسپنسر کے اسٹنزا میں لکھی جس کا نام " ریوولٹ آف اسلام " (REVOLT OF ISLAM) ہے - اس میں ایک مُسلم ملک میں بادشاہت ، مذہب وغیرہ کے خلاف جنگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے - ہیرو لاؤن (LAON) اور ہیروئن سنتھیا (CYNTHIA) اس جنگ میں پیش پیش ہیں - شیلے کی شاعرانہ قوت ظاہر ہے،مگر فنّی اعتبار سے یہ نظم بالکل ناکام ہے - اس میں بھی گاڈوِن اور فرانسیسی انقلابی فلسفیوں کے خیالات کو نظم کیا گیا ہے - اس نظم سے پتہ چلتا ہے کہ شیلے ابھی تک اپنی مخصوص شاعرانہ راہ پر نہیں لگا ہے - ۱۸۱۹ء میں اس نے ایک نظم " روزالِنڈ اَینڈ ہِیلن " (ROSALIND AND HELEN) لکھی جو اس کے اصل رنگ سے بہت قریب ہے - اسی سال اس کی ٹریجیڈی " دی چینچی" (THE CENCI) اسٹیج پر پیش ہوئی، جس میں " بیٹرس " (BEATRICE) کا کردار بڑا زور دار ہے - ۱۸۲۰ء میں شاہکار غِنائی ڈرامہ " پرومیتھیوس انباؤنڈ " (PROMETHEUS UNBOUND)چھپا جو اس کی شاعری کا نقطۂ عروج ہے - ایک سال بعد اس نے نثر میں اپنا تنقیدی شاہکار " ڈیفنس آف پوئٹری " (DEFENCE OF POETRY) لکھا جو

پیکوک*(PEACOCK) کی تصنیف " فور ایجز آف پوئٹری " (FOUR AGES OF POETRY) کے جواب مین ھے؛ پیکوک نے شاعری کو مطعون کیا تھا ۔ معاملہ بالکل ویسا ھی ھے جیسا کہ نشاۃ الثانیہ کے دوران سڈنی کو پیش آیا تھا ۔ سڈنی کی طرح شیلے بھی افلاطون سے متاثر ھوکر شاعری کو ھر علم اور ھنر فن سے بہتر ثابت کرتا ھے ، لارڈ بیکن کو شاعر کہتا ھے، شاعری کی مختلف طریقون سے تعریف کرتا ھے، تصوّف اور عرفان سے اس کے ڈانڈے ملاتا ھے ۔ اصولی تنقید مین یہ مضمون بہت ھی اھم اضافہ کرتا ھے اور شاعرانہ نثر کا بہت ھی اچھا نمونہ ھے ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ شیلے کا تنقیدی شعور بھی اس کی تخلیقی قوتون سے کم نہ تھا ۔

" پرومیتھیوس اَنباؤنڈ " (PROMETHEUS UNBOUND) مین اس کی تمام صلاحیتین ایک عجیب آھنگ کے ساتھ جمع ھوگئی ھین ۔ شیلے نے پرومیتھیوس کا تصوّر یونانی علمِ اصنام سے لیا تھا ، مگر جیسا اس ڈرامے کے دیباچے سے ظاھر ھے، ملٹن کے شیطان کے، جس کو وہ " پیراڈائز لاسٹ " (PARADISE LOST) کا ھیرو بناتا ھے، تاثرات بھی اس مین شامل ھوگئے ھین ؛ پھر شیلے کے اپنے انقلابی خیالات کو پوری طرح پر شاعرانہ صورت دینے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تصوّر نہین مل سکتا تھا ۔ پرومیتھیوس کوہ قاف کی ایک پہاڑی کے ساتھ زنجیرون مین جکڑا ھوا ھے، دو عورتین اس کے پیرون کے پاس بیٹھی ھین ، رات کا آخری پہر ھے اور صبح قریب ھے ۔ پرومیتھیوس کی تقریر شیلے کے انقلابی فلسفے کی روح پیش کرتی ھے ۔ اس حصّے کی بلینک ورس مین کمال کی غنائی طاقت ھے ۔ پوری کائنات روحون کی صورت مین آتی ھے ۔ روحون کے گیت غنائی شاعری کا کمال ھین ۔ پھر محبت کی روح ایشیا (ASIA) ایک اور وادی مین نظر آتی ھے، اس کے ساتھ ھی بہت سی روحین قسم قسم کے گیت گاتی ھین ۔ ایشیا ایک دوسری عجیب روح ڈیموگارگن (DEMOGORGON)

---

* پورا نام ٹامس لو پیکوک (THOMAS LOVE PEACOCK) ، ۱۷۸۵ء تا ۱۸۶۶ء ، ناول نگار اور شاعر ۔

سے رازِ ہستی دریافت کرنے جاتی ھے - پھر ظالم دیوتا اور خدا کا نمائندہ جوپیٹر (JUPITER) اپنی ظالمانہ اختراعات کو رُوبعمل لاتا ھے - آخر مین طاقت کا مظہر ھرکولیس (HERCULES) آکر پرومیتھیوس کو آزاد کرتا ھے اور ساری کائنات خوشیون کے گیت گاتی ھے - شیلے نے اس نظم مین یہ دکھایا ھے کہ انقلاب لانے والا تکلیف اور محبت کی مدد سے دنیا کو ظلم سے آزاد کرالیتا ھے- یہ ڈرامہ آفاقی ھے - تمام کردار روحین ھین اور علاماتی ھین- یہان شاعری اور فلسفے کو ملانے مین شیلے پورا کامیاب ھوا ھے، مگر سب سے خاص چیز اس ڈرامے کا غنائی اثر ھے - اس مین کثرت سے گیت ھین جو ترنّم مین تمام یورپ کی شاعری سے آگے نکل جاتے ھین-

اصل مین شیلے غنائی شاعر ھے اور اس صنف مین اسے یورپ مین سب سے بڑا مان لیا گیا ھے - اس کے کلّیات مین ھمین چھوٹی غنائی نظمین ملتی ھین جو ترنّم اور تغزّل مین یکتا ھین- پھر کچھ درمیانہ لمبائی کی غنائی نظمین ھین - ان مین " اوڈ ٹو دی وسٹ ونڈ" (ODE TO THE WEST WIND) انگریزی کی سب سے پر زور غنائی نظم مانی گئی ھے - اس مین شیلے نے" وسٹ ونڈ " (WEST WIND) کو، جو یورپ مین نومبر مین چلنے والی مغربی ھوا ھے، زمین، آسمان، سمندر اور انسان پر اثر انداز ھوتے دکھایا ھے - یہی ھوا دائمی انقلاب کی روح ھے - یہ برباد کرنے اور پھر پالنے والی روح کائنات کا اشارہ ھے - اس نظم مین رومانی تصوّرات مین قیامت کا زور ھے مگر سب سے زیادہ کمال عروض کی جدّت مین ھے - الفاظ کا، ترنّم کا زیر و بم صبا رفتار ھے، قافیے بھنور کی طرح نمایاں ھوتے ھین - یہ نظم الفاظ کے ترنّم کا شاھکار ھے - اسی طرح " ٹو اے اسکائی لارک"(TO A SKYLAR) مین چنڈول کی پرواز اور اس کے گیت کو ایک مخصوص بند اور اس مین ترنّم کے اتار چڑھاؤ سے نمایان کیا گیا ھے-" دی کلاؤڈ" (THE CLOUD) بھی بادل کو ایک اصنامی تصوّر مین تبدیل کردیتی ھے اور عجیب و غریب تصوّرات اور بدلتے ھوئے ترنّم کا کمال دکھاتی ھے - پھر زیادہ طویل غنائی نظمین ھین جن مین " الاسٹر"

(ALASTOR) اور " اڈونیس" (ADONAIS) سب سے اہم ہین ۔ آخرالذکر پاسٹورل (PASTORAL) انداز مین مرثیہ ہے جو شیلے نے کیٹس (KEATS) کی موت پر لکھا تھا ۔ یہ ملٹن کے " لیسیڈس " (LYCIDAS) کے پایہ کا ہے ۔ اس مین شیلے کا افلاطونی فلسفہ نہایت شدّت کے ساتھ واضح ہوتا ہے۔ شیلے کی عجیب و غریب ہستی کا بہترین تاثر بھی اسی نظم مین ملتا ہے ۔ خود شیلے نے بھی اسے اپنی تمام نظمون مین بہتر کہا ہے ۔ درمیانہ لمبائی والی نظمون مین" ایپپسائی کیڈیئن"(EPIPSYCHIDION) مین شیلے نے آزاد محبت کا تصوّر پیش کیا ہے اور جنت کا عینی نقشہ کھینچا ہے ۔ " ہیلاس " (HELLAS) ایک غنائی ڈرامہ ہے جس مین عینی زندگی کا تصوّر پیش ہوا ہے اور جس کے کورسُ (CHORUS) اعلی غنائی نظمین ہین ۔ اس کی اس قسم کی نظمون مین سب سے بہتر شاید " ٹرائمف آف لائف " (TRIUMPH OF LIFE نامی نظم ہوتی جسے وہ مکمل نہ کرسکا ۔

شیلے کا تخیّل یونانی ہے وہ ہر جگہ قدرتی مناظر اور اخلاقی قدرون کو اصنام مین تبدیل کردیتا ہے ۔ یونان اور ہندوستان سے اس نے کچھ اصنامی تصوّرات ضرور لئے مگر زیادہ تر اس نے اپنے الگ تصوّرات وضع کئے ۔ اس کی شاعری ایک عجیب دنیا ہمارے سامنے لاتی ہے جس مین ہر چیز روحانی ہے اور عجیب حسن کی حامل ہے ۔ ہر جگہ راگ جاگتا ہے اور آمد کے دریا بہتے ہین ۔ شیلے منکرِ خدا ہونے کے باوجود ایک عارف ہے جو کائنات مین ایک عظیم روح کا جلوہ دیکھتا ہے، محبت کو اس روح کی سب سے اہم صِفَت قرار دیتا ہے اور قدرت کی ہر چیز کو اس عظیم روح کا ایک اشارہ بتاتا ہے ۔

غنائی قوتین اس کی ہستی مین کمال پر نظر آتی ہین ۔ وہ بلند مقامات پر بڑی تیزی کے ساتھ پرواز کرتا ہے، آسمان پر پہنچ جاتا ہے، روحون کی دنیا مین گم ہو جاتا ہے، روحانی راگ سے کانون کو متاثر کرتا ہے، غرض ہر چیز ایک عجیب راگ مین تبدیل ہوجاتی ہے ؛ جذبات اور الفاظ معنی اور صورت کے لحاظ سے ہم آہنگ نظر

آتے ھین ، فلسفے اور مابعدالطبیعیاتی تاثرات شاعری کو احساس کی حدود سے پرے لے جاکر روحانی انبساط اور الہامی کیفیات سے ہم آہنگ کرتے ھین - درد و غم کے جذبات الفاظ کا جامہ پہن کر دل مین اتر جاتے ھین - شیلے کی شاعری کا ایک حصہ میر تقی میر کی غزلون سے مناسبت رکھتا ھے مگر زور دار غنائی اثرات وھی ھین جہان غم امید مین بدل جاتا ھے - انگریزی زبان کی شیرینی اور ترنّم کو جس طرح شیلے نے ابھارا وہ اسی کا حق ھے - شیلے کی نظمون کا ترنّم عجیب معجزہ ھے جس کو کان ھی محسوس کرسکتے ھین - اس کی شاعری نے براؤننگ (BROWNING) پر گہرا اثر ڈالا اور آج بھی ھر غنائی شاعر اس کی شاعری سے ضرور متاثر ھے - انتیس برس کے سن مین اس کی ناگہانی موت انگریزی شاعری کے لئے بڑا نقصان تھی -

کیٹس

جون کیٹس (JOHN KEATS ؛ ۱۷۹۵ء تا ۱۸۲۱ء) شیلے سے بھی زیادہ نوعمری مین مرگیا - اکیس برس کے سن سے چھبیس برس کے سن تک اس نے معمولی درجے سے شروع کرتے ھوئے شاعری کے کمال تک ترقی کی - بائرن اور شیلے کے برخلاف وہ پست طبقے سے تعلق رکھتا تھا - اس کا باپ گاڑی بان تھا، البتہ اس کی ماں کچھ بہتر طبقے سے تعلق رکھتی تھی - اسے کوئی خاص تعلیم نہین ملی - پندرہ برس کا تھا کہ اس کا باپ مرگیا اور اسے ایک سرجن کے مطب مین کمپونڈر بننا پڑا - یہین ایک دن کمرے مین آئی ھوئی ایک سورج کی کرن اور اس مین ذرّون کو ناچتے دیکھ کر اس کی شاعرانہ روح بیدار ھوگئی - لی ھنٹ (LEIGH HUNT ؛ ۱۷۸۴ء تا ۱۸۵۹ء) سے اس کی دوستی ھوئی اور اسی کے اتباع مین وہ نظمین لکھنے لگا - ساتھ ھی ساتھ ھیڈن (HAYDON) نامی مصوّر سے بھی اس کی دوستی ھوئی اور اس نے اسے پرانے شاعرون سے دل چسپی دلائی - اس نے ھومر کی نظمون کا چیپمین

(CHAPMAN) کا ترجمہ بھی پڑھا ۔ لمپیئر (LAMPIERE)
کی " ڈکشنری " کے ذریعے یونانی علم الاصنام سے واقفیت حاصل کی۔
کمال یہ ہے کہ صرف ان چند کتابون کے ذریعے وہ یونانی زندگی
کی روح پا گیا اور اس کا نظریۂ حیات بالکل یونانی ہوگیا۔ اس نے
نشاۃ الثانیہ کے شعرا کا مطالعہ کیا اور اسپنسر سے خاص طور پر
متاثر ہوا ۔ اسپنسر کی اور اس کی فطرت مین بڑی گہری مناسبت
تھی ۔ اسپنسر کی طرح وہ بھی مصوّری کی طرف رجحان رکھتا
تھا ۔ شیکسپیر کی شاعری اور ڈرامون مین بھی اس نے گہری
دل چسپی لی ۔ ورڈ زورتھ کا وہ بڑا مدّاح تھا حالان کہ جب اس
نے اپنی ایک نظم ورڈ زورتھ کو دکھائی تو ورڈ زورتھ نے اسے محض
یونانیت کا پیارا ٹکڑا" کہہ کر ٹال دیا ۔ لی ہنٹ کی شاعری کا
اثر اس پر پہلے پڑا اور یہی اثر آخر تک قائم رہا ۔

۱۸۱۷ء مین اس نے نظمون کا ایک مجموعہ چھاپا۔ اس مین
تمام نظمین لی ہنٹ کی نقل مین تھین اور ان مین سنسنی خیزی
کے ساتھ ساتھ حِسّی رجحان بھی کہین کہین جھلکتا تھا۔ ۱۸۲۰ء
مین اس کی پہلی طویل نظم نے اسے شہرت بخشی۔ یہ نظم شیلے
کے " الاسٹر" (ALASTOR) کی طرح عَینی (IDEAL) حسن
کے تلاش کا قصّہ ہے ۔ مگر کیٹس کا اِنڈیمیئن (ENDYMION) ایک
حسین یونانی جوان ہے جس کی محبوبہ چاند دیوی ہے ۔ نظم کی
ابتدا ہی بڑی اعلی شاعری ہے مگر آگے بڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ
کیٹس کو الفاظ پر پورا قابو نہین ہے اور تاثرات بھی بڑے سطحی سے
رہ جاتے ہین ، البتہ اس نظم مین کچھ گیت ہین جن مین کیٹس
بہت کامیاب نظر آتا ہے ۔ اس نظم کو " بلیک وُڈس میگزین "
(BLACKWOODS MAGAZINE) مین بہت بری طرح مطعون
کیا گیا ، مگر کیٹس کو اِس تباہ کُن تنقید سے زیادہ تکلیف نہین ہوئی۔
بڑے عزم و ہمّت کے ساتھ وہ اپنی خامیون کو دور کرنے مین لگا رہا۔
اس نے علم حاصل کیا اور اپنا ایک فلسفۂ حیات تعمیر کیا جس مین
حسن و حق کو ایک ہی مانا گیا تھا ، مگر یہ فلسفہ ناکام رہا ۔
"اِنڈیمیئن" مین بھی ایک قسم کا تمثیلی عُنصر موجُود تھا مگر اب کیٹس

نے اپنے تئین اعلی اخلاقی معیار پر لانے کی کوشش کی اور شاعری کو اس نے ایک آسمانی عمل جانا ۔ اس کی شاعری اگرچہ زیادہ حِسّی تاثرات تک گئی مگر کوشش کے باوجود وہ مفکّر بننے سے قاصر ھی رھا ۔

اپنی خامیون کے باوجود کیٹس تیزی سے ترقی کرتا گیا ۔ ۱۸۲۰ء مین اس کی اور نظمون کے ساتھ تین افسانوی نظمین بھی چھپین ۔ اس مین " لَیمیا" (LAMIA) ایک سانپ کا قصّہ ھے جو عورت بن گیا اور ایک بادشاہ اس پر عاشق ھوگیا ۔ شادی کے مناظر اور اس عالم کا کردار جو عورت کو غور سے دیکھ کر اپنے شاگرد بادشاہ کو ھوشیار کرتا ھے، اس بات کا ثبوت ھین کہ کیٹس مین قصّہ گوئی کی بھی صلاحیت تھی ۔ یہ نظم ڈرائیڈن کے کپلِٹس مین لکھی گئی ھے جن کو کیٹس نے روانی کے ساتھ برتا ھے ۔ دوسری نظم " ایزابیلا" (ISABELLA) ھے جس مین چوسَرُ کا اسٹنزا استعمال ھوا ھے ۔ یہ ایک لڑکی کا قصّہ ھے جس کے بھائی اس کے عاشق کو مار ڈالتے ھین ۔ لڑکی عاشق کا سر ایک ناند مین رکھتی ھے اور اس مین پھول لگاتی ھے ۔ ظالم بھائیون کو یہ بھی معلوم ھو جاتا ھے اور وہ ناند کو بھی برباد کر دیتے ھین اور ایزابیل تڑپ کر مر جاتی ھے ۔ قصّے کا المناک اثر بہت کیفیت کے ساتھ نمایان کیا گیا ھے ۔ مگر ان سب سے زیادہ نمایان " دِی اِیو آف سینٹ اگنیس" (THE EVE OF ST. AGNES) ھے جو کیٹس کی شاعری کے بہترین نمونون مین شمار ھوتی ھے ۔ اس مین قصّہ بہت ھی مختصر ھے ۔ ایک عاشق پورفائرو (PORPHYRO) اپنی معشوقہ میڈلین (MADELINE) کو، جو اس کے دشمن خاندان کی لڑکی ھے، رات مین اس کے قلعے سے بھگا کر لے جاتا ھے ۔ واقعات اور کردار کچھ نہین ھین مگر بیانیہ اثرات کمال پر ھین ۔ نظم اسپنسر کے اسٹنزا مین لکھی گئی اور کیٹس کی اسپنسر سے مناسبت ظاھر ھے ۔ قرون وسطی کی زندگی کے مذھبی رسوم و رواج ، آپس کی رنجشین ، گرجے اور گھرون مین میناکاری وغیرہ کے بڑے ھی لطیف نقشے سامنے آتے ھین ۔ کیٹس مصوّری مین اسپنسر کے برابر آجاتا ھے ۔ لطیف ترکیبین ، حسین تشبیہین اور استعارے، اس نظم کو کیٹس کے حسّی

رجحان کی بہترین مثال بناتے ہین ۔ ہر بند ایک خوب صورت تصویر ہے اور ہر لفظ کا صوری اور صوتی اثر شاعری کی جان ہے۔ کیٹس ابھی تک نقّال ہی ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ اس کی شاعرانہ فطرت اسپنسر کی فطرت سے مناسبت رکھتی ہے ۔

کیٹس نے شیکسپیر کی نقل مین کچھ ڈرامے بھی لکھے اور ان مین مناسب ڈرامائی اثر بھی پیدا کیا مگر اس کی سب سے خاص نظم " ھائپیریئن" (HYPERION) ہے جو اس نے ملٹن کی نقل مین لکھی ۔ اس مین ٹائٹن (TITAN) دیوتاؤن کی شکست بیان کی گئی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو حسن مین اعلی ہو وہی طاقت مین اعلیٰ ہوتا ہے ۔ اس نظم کے دو حصّے پورے اور ایک حصّے کا ایک ٹکڑا ہی مکمل ہوسکا۔ نظم کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیٹس نے قصّے کی ترتیب کردار کو پر عظمت بنانے اور سب سے زیادہ ایپک شاعری کا مخصوص طرز بنانے مین ملٹن کا کتنا زیادہ تتبّع کیا ہے ۔ نظم "سیٹرن"(SATURN) کے بیان سے شروع ہوتی ہے جو ملٹن کے شیطان کی طرح خدائی کے درجے سے گر کر غار مذلّت مین پڑا ہے ۔ سیٹرن کی تصویر مین بڑی عظمت ہے ۔ اس کی بیٹی تِھیَا (THEA) اس کے پاس آتی ہے اور دونون کے درمیان ویسی ہی بات چیت ہوتی ہے جیسی ملٹن کے یہان شیطان اور بیل زِی بَبُ (BEELZEBUB) مین ۔" ٹائٹن" قوم مین " ھائپیریئن "ابھی آزاد ہے ۔ اس کی حالت اور اس کے یہان مجلس شوری کا منعقد ہونا " پیراڈائز لاسٹ " کی دوسری کتاب کی نقل ہے ۔ تیسری کتاب مین اسی طرح جوپیٹر کا دربار دکھایا گیا ہے جیسے ملٹن کی نظم مین خدا کا کردار دکھایا جاتا ہے مگر اس نظم کو کیٹس مکمل نہ کرسکا ۔ اوّل تو قصّے کے واقعات اس طرف جا رہے تھے کہ موضوع ہی غلط ہوا جا رہا تھا مگر اس نظم کو مکمل نہ کرسکنے کی جو وجہ کیٹس نے اپنے خطوط مین بتائی ہے وہ یہ ہے کہ ملٹن کے طرز کی نقل کرنے مین اس نے جان کھپا دی مگر کامیاب نہ ہوسکا ۔ ملٹن کی نقل آسان کام نہ تھا مگر کیٹس نے اس مین جس حد تک کامیابی حاصل کی ہے وہ بھی داد کے

قابل ھے ۔ کمی یہ رہ جاتی ھے کہ ملٹن کے اثر سے وہ اس طرح اپنی الگ بلینک ورس نہیں پیدا کرسکا جیسی ورڈزورتھ اور شیلے نے کی ۔ اس نے اس نظم کو پھر سے اپنے خاص رنگ مین لکھ کر " ھائیپریئن ۔ اے وژن" (HYPERION: A VISION) کے نام سے چھاپا ۔ اس مین وہ دوبارہ مصوّری پر آگیا ھے جو اس کی مخصوص صنف ھے ۔ خامیون کے باوجود " ھائیپریئن" کیٹس کا کارنامہ ھے ۔ وہ نہ صرف شکوہ اور عظمت کے کچھ منظر پیش کرنے مین کامیاب ھے بلکہ اس کی تخیّلی قوتین یہان بڑی اعلی درجے پر نظر آتی ھین ۔ " اینڈیمین" اور " ھائیپریئن" کا موازنہ کرنے سے معلوم ھوتا ھے کہ کیٹس کی شاعری نے کتنی جلد کتنی اعلی ترقی کی تھی ۔

کل چار برس کی ادبی زندگی مین کیٹس اپنے فن کو بلوغ تک نہین پہنچا سکا مگر " ھائیپریئن" ، چند سانٹون ، ایک بیلڈ " لا بیل دَام ساں مَرسی" (LA BELLE DAME SANS MERCI) اور" اوڈز "(ODES) کے مجموعے کی بدولت وہ اوّل درجے کے شاعرون مین آجاتا ھے ۔ ایک سانٹ اس نے ھومر کا ترجمہ پڑھ کر لکھا تھا جو ابتدائی نظمون مین شامل ھے اور بہت اعلی پائے کا ھے ۔ اس کا رنگ بالکل شیکسپیر اور نشاۃ الثانیہ کے سانٹون کا سا ھے ۔ اس کی آخری نظم بھی ایک سانٹ ھے جو اس نے اپنی محبوبہ کی یاد مین ، عشق کے دوام پر لکھا ۔ اس طرح کے متعدد اور سانِٹ بھی اس کے غنائی جوش اور حِسّی رجحان کا نمونہ ھین ۔ " لا بیل دام ساں مرسی" ایک ناکام محبت کا قصّہ ھے اور بیلڈ کے رنگ اور رومانی فضا کے ساتھ ساتھ کیٹس کی مصوّری کا کمال ھے ۔" اوڈس" (ODES) مختلف قسم کی ھین ۔ کچھ چھوٹی بحرون کی بیتون مین پرانی رومانی فضا کو زندہ کرتی ھین مگر پانچ بڑی اوڈس جو نئے قسم کے بڑے اسٹنزون مین لکھی گئی ھین خاص توجہ کی مستحق ھین اور صنف " اوڈ" کو انگریزی ادب مین کمال پر پہنچاتی ھین ۔ " اوڈ ٹُو سائیکی" (ODE TO PSYCHE) اور" اوڈ اون مِلَنکلی" (ODE ON MELANCHOLY) مین کیٹس نے دنیا کو یونانی نظر سے دیکھا ھے مگر اس کا فن ابھی خام نظر آتا ھے ۔ البتہ

" اوڈ ٹو اے نائیٹنگل" (ODE TO A NIGHTINGALE) ، " اوڈ آون اے گریسین ارن" (ODE ON A GRECIAN URN) اور " اوڈ ٹو آوٹم " (ODE TO AUTUMN) معجزے هین۔ پہلی اوڈ مین بلبل کے گیت سے متاثر هوکر وہ اپنے غم کو بے انتہا خوشی مین تبدیل هوتے هوئے دیکھتا هے، چڑیا کے ساتھ جنگل مین گم هو جانے کی تمنّا کرتا هے، دنیا کی پریشانیون اور بے ثُباتی کا نقشہ کھینچتا هے، چڑیا کے ساتھ باغ کے تمام پھولون سے لطف اندوز هوتا هے اور مرنے کی خواهش کا اظہار کرتا هے ۔ یہ چڑیا قدرت کی نمائندہ هے ۔ آخری اسٹنزا اس نے بعد مین شامل کیا اور یہ بالکل الگ سا نظر آتا هے ۔ اس خامی کے باوجود یہ نظم رنگینی اور معنی آفرینی کا کمال هے ۔ حسی تاثّرات بڑے اختصار کے ساتھ جمع هوگئے هین اور ایک بہت اچھا زر بفت کا سا ٹکڑا بن گیا هے ۔ کیٹس کی شاعرانہ فطرت بلبل سے مناسبت رکھتی تھی ۔ بلبل کے گیت سے جو رنگینی اور مست راگ کا تصوّر همارے ذهن مین ابھرتا هے وہ اس نظم مین ملتا هے ۔ بلبل کے پرانی رومانی داستانون سے تعلق کا نقشہ رومانی شاعری کی کمال هے ۔

دوسرے اوڈ مین جو یونانی قدح سے معنون هے کیٹس کا یونانی زندگی کی طرف رجحان نمایان هے ۔ قدیم یونان کے ایک بڑے پیالے پر بنی هوئی تصویرون سے خطاب کرتے هوئے اور فن کے دائمی اثر کی اهمیت جتاتا هے ۔ اس نظم مین وہ اپنا مخصوص نظریہ ، کہ حسن و حق ایک هین، واضح کرتا هے ۔

آخری " اوڈ" مین وہ خزان کے موسم کو ایک صنم مین تبدیل کردیتا هے ۔ اس موسم کی پیداوار، اس کے مناظر اور اس کے راگ کے نقوش کے ساتھ سامنے لاتا هے ۔ اس اوڈ مین اس کی مصوّری اس کا مخصوص حسی رنگ اور اس کا دهیما ترنّم کمال کو پہنچتے هین ۔

یہ نظمین اس دور مین خالص شاعری کی بہترین مثال هین ۔ هر سچّے شاعر کی طرح کیٹس کائنات کے اس حسن مین محو هے جو همین حیات سے حاصل هوتا هے ۔ هر حسن مین محظوظ هونے کا سامان موجود هے ۔ کیٹس مادرِ گیتی کے حسن کا بہترین ترجمان

نظر آتا ھے ۔ قدرت کے تاثرات اور یونانی انداز نظر نے مل جل کر ایک عجیب خواب کی حسین دنیا بنائی ھے ۔ ھر لفظ حد سے زیادہ معنی آفرین ھے اور پوری نظموں میں فنکاری بڑی کیفیت کے ساتھ نمایاں ھوتی ھے ۔ کیٹس کا کلام پختہ ھوگیا ھے اور یہ کہنا پڑتا ھے کہ اگر وہ اتنی نوعُمری میں نہ مرتا تو اس دور کا سب سے بڑا شاعر ھوتا ۔

کیٹس کے خطوط کا مجموعہ بھی بڑے اعلی پائے کا ھے ۔ ان میں وہ خط دل چسپی کے حامل اور تنقید میں مفید اضافہ ھیں ، جن میں اس نے اپنی نظموں اور عام شاعری کے بارے اپنے بھائی یا اپنے دوستوں کو لکھا ھے ۔ وہ فن کو شعوری طور پر برتتا ھے اور خداداد قوت اس کی مدد کرتی ھے ۔ وہ اپنی خامیوں سے واقف ھے اور ان کو دور کرنے میں بڑی محنت کرتا ھے ۔ کیٹس کی شاعری کا سب سے اھم خاصہ حسی رحجان ھے ۔ شاعرانہ رنگ میں وہ اسپنسر اور شیکسپیر کے قریب آجاتا ھے اور یونان کے اس دور کا فرد نظر آتا ھے جب فلسفہ پیدا نہیں ھوا تھا اور انسان کو ھر طرف مادی چیزیں دیوتا اور دیویاں نظر آتی تھیں اور ھر سو حسن کا جلوہ تھا ۔ چار برس میں محض سستی خبری سے شروع کرکے محنت اور فطری قوت کی بنا پر اعلی ترین شاعری تک پہنچ جانا کیٹس کی خداداد صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ھے ۔

باب ہفتم

عہدِ وکٹوریہ کے رُجحانات

رومانیت ایک سیلاب تھا جو تیس برس تک چڑھا رہا اور جس نے الہامی جذب اور فطری قوت کے کچھ عجیب کرشمے دکھائے۔ مگر ایک قومی صفت بننے کے لئے اور قوم میں مقبول ہونے کے لئے ایک توازن قائم کرنا ضروری تھا ۔ لہذا ۱۸۳۲ء کے بعد ادیب رومانیت کو ایک توازن کے ساتھ برتتے نظر آئے ۔ ۱۸۲۲ء سے سیاسیات میں وہ اصلاحات ہوئیں جن کی بدولت ملکہ وکٹوریہ کا عہد ، زرّین عہد کہلایا ، ملکہ وکٹوریہ کو پانچ برّاعظموں اور سات سمندروں کی ملکہ کا خطاب ملا ، انگریز قوم سیاسی اور علمی ترقی کے بام عروج تک پہنچی اور سائنس اور علوم کی ترقی میں سب سے آگے نظر آئی اور دنیا بھر کے معاملوں میں اجارہ دار کی طرح شریک ہوئی ہے اسے اپنی تنظیم کا احساس ہوا اور سماجی زندگی کو اس طرح سے سنوارا گیا کہ فنون اور ادب بھی اس زندگی کا اہم حصّہ ہوگئے رومانی بے راہ روی اور ادب کے کلاسیکی اصولوں کا امتزاج ہوا ، عقل کی حکومت پھر سے قائم ہوئی ۔ ایک ایسی ملکہ تخت پر آئی جو نیکی اور اخلاق کا مجسّمہ تھی اور اس کے روحانی اثر سے پوری قوم میں اخلاق کا عجیب احساس پیدا ہوگیا ۔

یہ دور سائنس کی ترقی کا ہے ۔ مادّہ پر قابو پانے سے نئی نئی معلومات حاصل ہوئیں اور نئی نئی ایجادات ظہور میں آئیں ، مشینیں زندگی پر حاوی ہونے لگیں ، سائنس کی ایجادات نے تجارت میں سہولتیں پیدا کردیں اور انگریزوں کی تجارت اس قدر بڑھی کہ

وہ صنعتی اور تجارتی قوم کہلانے لگے ۔ سائنس انسان کی زندگی کے لئے بڑا اھم ٹھیرا اور اس کا علم ھر تعلیم یافتہ انسان کے لئے ضروری قرار پایا ۔ سائنس نے خیال کی ایک نئی دنیا کا پتہ دیا اور فلسفۂ سائنس پر کچھ ایسی تصانیف ظہور مین آئین جنھون نے نظریۂ کائنات اور نظریۂ حیات بدل ڈالا ۔ ڈارون (DARWIN) کی " اوریجن آف اسپیسیز" (ORIGIN OF SPECIES) نے ماضی حال اور مستقبل کا ایسا نظریہ پیش کیا جس نے ایک کھلبلی ڈال دی اس نے انسان اور جانورون کی زندگی کے مطالعے سے ارتقا کا نظریہ اخذ کیا ؛ ڈارون خود خدا کا قائل تھا مگر اس کے نظریے سے مذھبی لوگ چونکے اور اس کے خلاف ایک محاذ قائم ھوگیا جس کا موقف یہ تھا کہ ڈارون انجیل کے نظریہ کے خلاف ھے لہذا خدا کا منکر ھے ۔ نظریۂ ارتقا یہ بتاتا ھے کہ انسان جانورون سے ترقی کرکے وجود مین آیا لہذا آدم و حوّا کا قصّہ اور خدا کی مرضی کا سوال پیدا ھی نہین ھوتا ۔ چنان چہ مذھبی لوگ اور عوام سائنس کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ھوئے مگر ان کی زیادہ نہ چلی ۔ ھربرٹ اسپنسر (HERBERT SPENCER) نے نظریۂ ارتقا تمام علوم پر نافذ کیا اور اس کو مکمل فلسفے مین تبدیل کر دیا ۔ ٹامس ھنری ھکسلے (THOMAS HENRY HUXLEY ؛ ۱۸۲۵ء تا ۱۸۹۵ء) نے ارتقا کو عوام مین متعارف کرانے کی کوشش کی جو کامیاب رھی ۔ مذھب سے انکار عام ھونے لگا ۔ لوگون نے مشاھدات کے مقابلے مین عقائد کو ماننے سے انکار کیا ۔ اس فلسفے کا سماجی اور سیاسی فلسفون پر بھی اثر پڑا ۔ دنیاوی مفاد کو سب سے اھم مقصد حیات ٹھیرایا گیا ۔ " زیادہ سے زیادہ لوگون کا زیادہ سے زیادہ مفاد" جیمس اسٹوارٹ مل (JAMES STUART MILL) کے فلسفے کا نعرہ بن گیا ۔ اس کے بیٹے جون اسٹوارٹ مل (JOHN STUART MILL) نے منطق کی سائنسی بنیاد استوار کی ، اقتصادیات ، سیاسیات اور اخلاقیات کو مفاد طلبی کے فلسفے اور سائنسی مطالعے کے تحت نئی تشکیل دی ۔ انسان کو ایک جانور مانا گیا جو فائدے کے لئے سب کچھ کرتا ھے اور جو تجربے ھی سے

اپنے عقائد بناتا ھے ۔ یہ نظریہ اس مذھبی عینیت سے ٹکرایا جس کے مطابق انسان روحانی دنیا کا فرد ھے اور روحانیت حاصل کرنا ھی اس کا اھم فرض ھے ۔ مذھب پہلے تو اس نظریہ سے شدّت کے ساتھ برسرپیکار ھوا مگر پھر آزادئِ خیال کا حامی ھوگیا ۔ اینگلیکن چرچ (ANGLICAN CHURCH) نے کافی تبدیلیاں مان لیں ۔ آکسفورڈ تحریک (OXFORD MOVEMENT) اور کیتھولک احیا (CATHOLIC REVIVAL) نے مذھب کی تجدید کی ۔ ٹامس آرنلڈ (THOMAS ARNOLD ؛ ۱۷۹۵ء تا ۱۸۴۲ء) کے قسم کے لوگوں نے مذھب کو اخلاقیات پر مبنی کیا ۔ " براڈ چرچ" (BROAD CHURCH) نے تمام مذاھب کے درمیان رواداری کا پیام دیا ۔ ان تمام تحریکوں کا ادب پر یہ اثر ھوا کہ بیشتر ادیب سائنس سے منحرف ھوئے اور ایک مخصوص عینیت کو رائج کرنا ان کی شاعری یا نثر کا مقصد بن گیا ، البتہ کچھ شاعروں نے سائنس کو مذھب سے ملانے کی بھی کامیاب کوشش کی ۔

ادب میں 'رومانیت کا زور رھا مگر اس نے ایک خاص نوعیت اختیار کرلی ۔ رومانیت اصل میں کچھ خاص ھستیوں تک محدود رھی، جن کے ادبی کارناموں کو عوام نے زیادہ اھمیت نہیں دی ۔ جذبات کی حکومت اور روحانی کشمکش سے منحرف ھوکر لوگ توازن اور تنظیم کی طرف رجوع ھوئے ۔ زمانے کی رفتار بھی یہی چاھتی تھی ۔ سائنس کے اثرات بھی توازن اور عقل کی عملداری کے طرف دار ھوئے ۔ ادب واضح طور پر ایک ایسے نفسیاتی اثر میں آیا جس میں رومانیت کے ساتھ متوسط طبقے کی مفاد پرستی بھی شامل تھی ۔ اس وقت انگریز صحیح معنوں میں ایک قوم بن گئے ۔ عوام پر بھی تہذیب کا اثر پڑا ۔ زیادہ تر اخباروں ، رسالوں اور ناولوں کے ذریعے قوم ادب سے مانوس ھوئی، پھر مادی اور ذھنی ترقی سے انگریزوں کو یہ محسوس ھوا کہ ان کی مخصوص قومی صفات اب بالکل پختہ ھوگئی ھیں ۔ الزبتھ کا دور اس قوم کی جوانی تھی ۔ کلاسیکیت کا دور اپنے پر قابو رکھنے کا دور تھا ۔ رومانیت نے اس کے دور کو پھر سے زندگی دی تھی اور اب وہ زمانہ آیا کہ ان سب اثرات کے تحت ایک

بالغ نظری اور پختہ کرداری نمایاں ہوئی - بڑے شاعر اور نثر نگار رومانی ادیبوں کے پیرو تو ہوئے مگر ساتھ ہی ساتھ انھوں نے پوری قومی تاریخ کے بہترین اثرات کو بھی اپنایا - رومانیت اپنے سے پہلے دور کے سخت خلاف تھی - یہ مخالفت اب کم ہوگئی یا غائب ہوگئی - اس دور کے ادیب پہلے پہلے تو بڑے مطمئن نظر آئے؛ قومی روایات کا ذخیرہ ان کے پاس تھا اور مادی ترقی اور عام خوشحالی نے اس کو اعلی ترین حد پر پہنچانے کا عزم ان کو دے دیا تھا - اس لئے عہد وکٹوریہ ضرورت سے زیادہ اطمینان اور اصلاحات کا دور کہا جاتا ہے - مگر سائنس کی ترقی سے پیدا ہونے والے خیالات اور ان کی مذہب سے آویزش نے تمام ادیبوں کو یہ محسوس کرنے پر مجبور کیا کہ ان کی بنیادیں ہل گئی ہیں اور وہ اپنے فن کو اصلاح کے کام میں لانے لگے - چنان چہ ہر ادیب اپنے تئیں ایک پیغمبر سمجھنے لگا اور مذہب اور زندگی کے درمیان ذہنی کشمکش ہر ادیب کی تخلیقات میں اہم حصّہ لینے لگی - ٹینی سن (TENNYSON) ایسے شاعر نے بھی ایک ذہنی کشمکش کے بعد خدا پر عقیدے کا اعلان کردیا - کچھ ادیب سائنسی تبدیلیوں سے گریز چاہتے تھے اور کچھ انھیں اپنے فن کا جزو بناتے تھے، کچھ ایک قسم کی مصالحت میں پناہ لیتے تھے؛ مگر اس کشمکش کا احساس سب کو تھا - عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد وکٹوریہ لادینیت کے عروج کا دور تھا - زمانے کا رجحان اسی طرف تھا اور آخر کو قوم کا ہر عالم اسی طرف آکر رہا؛ مگر ادیب جو دوسرے عالموں سے زیادہ رجعت پسند تھے پرانے راگ گاتے رہے، اور اپنے عقائد میں مگن، نئی روشنی کی مخالفت کرتے رہے -

مجموعی طور پر یہ دور متعدد متضاد تحریکوں کا میدان نظر آتا ہے - جدید دور میں اس کو سکون و اطمینان کا دور کہہ کر اس کے بارے میں غلط تاثر دیا گیا ہے - اس میں شک نہیں کہ وہ تجسّس اور بے یقینی جو بیسویں صدی کے ادیبوں میں نظر آتی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے عہد وکٹوریہ سکون ہی کا دور ہے کیوں کہ ادیبوں کے عقائد میں کوئی فرق آتا دکھائی نہ دیا اور وہ اس قسم

کے شکوک سے نا آشنا رہے جو آج کل کے انسان کو پریشان کرتے ہین ۔ مگر اس دور مین بھی متضاد رجحانات کام کر رہے تھے ۔ رومانیت کو قابو مین لانے کے لئے توازن پیدا کیا جارہا تھا ۔ سیاسی زندگی اطمینان سے گزرتی رہی مگر ۱۸۲۰ء اور ۱۸۵۰ء کے درمیان اقتصادی حالات کے باعث ملک انقلاب کے قریب پہنچتا نظر آیا ۔ اس وقت مقصدی ناول اور تمام ادب اس انقلاب کے آئینہ دار ہوگئے اور ایک نئے قسم کی رومانیت وجود مین آئی جو انفرادی بغاوت پر نہین بلکہ تمام قوم کی بغاوت پر مبنی تھی ۔ حقیقت مین اس دور کے مختلف رجحانات کو سامنے رکھ کر سب کو ایک کلیے کے تحت لانا مشکل ہے ۔ اگر کوئی بات کامل یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے تو بس اتنی کہ یہ دور ایک پختگی اور توازن کی تلاش کا دور تھا ۔ قوم شعوری طور پر اپنے کو زندگی کے حالات سے ہم آہنگ کر رہی تھی ۔ سائنسی، سیاسی، فلسفی اور عملی تحریکین، ذہنی توازن کی طرف لئے جا رہی تھین ۔ قوم ہر دائرے مین کامیاب ہوتی چلی جا رہی تھی اور ہر فرد ایک اہم رجائیت سے معمور نظر آتا تھا ۔ رجعت پسند لوگ ترقی کی طاقتون سے لڑنے مین ناکام ہوکر قُنوطیت کی طرف جا رہے تھے ۔ کچھ لوگون کو زندگی محض بے معنی معلوم ہوتی تھی مگر ان مین سے بیشتر توازن حاصل کرکے پرانے عقائد پر جم جاتے تھے ۔ زندگی اب تک اتنی پیچیدہ نہین ہوئی تھی جتنی آج کل ہوگئی ہے، اس لئے اس مین زیادہ خوش حالی، زیادہ تنظیم اور زیادہ توازن نظر آتا ہے ۔ بہرحال ایک ایسا دور ہمارے سامنے ہے جو ہمارے دور سے مختلف ہے اور ہم اس کو ایک طرف مادی ترقی کے لحاظ سے اپنے دور سے پیچھے دیکھتے ہین اور دوسری طرف روحانی توازن کے اعتبار سے اس پر رشک کرتے ہین ۔

باب ہشتم

کارلائل اور نثر نگاری

۱۷۹۵ء تا ۱۸۸۱ء

ادب سائنس کے خلاف ایک مخصوص عینیت پیش کرتا ھے ۔ یہ آخری دور کی رومانیت کی ایک نئی صورت ھے اور اس کی مخصوص صفات کو ترقی دیتی ھے ۔ ٹامس کارلائل (THOMAS CARLYLE؛ ۱۷۹۵ء تا ۱۸۸۱ء) اس تحریک کا نمایاں ترین فرد ھے ۔ یہ عینیت فلسفہ ، اخلاق مذھب، فنون اور سوشل زندگی کا اھم حصّہ نظر آتی ھے اور بعض وجوہات کی بنا پر کارلائل کو اس کا پیغمبر مانا جاتا ھے وہ انگریزی نثر کو فصاحت اور بلاغت کے کمال پر پہنچاتا ھے ۔ نثر عینیت کو فروغ دینے کے لئے اھم آلہ بن گئی اور اس نے اتنی ترقی کی جتنی اسے کسی پہلے دور میں حاصل نہیں ھوئی تھی ۔ کارلائل ، میکالے*(MACAULAY) ، رسکن (JOHN RUSKIN ؛ ۱۸۱۹ء تا ۱۹۰۰ء) ، نیومن (JOHN HENRY NEWMAN ؛ ۱۸۰۱ء تا ۱۸۹۰ء) اور میتھیو آرنلڈ (MATTHEW ARNOLD ؛ ۱۸۲۲ء تا ۱۸۸۸ء) نثر نگاری کی دیوھیکل شخصیتیں کہلاتے ھیں ۔

---

* پورا نام THOMAS BABBINGON MACAULAY ، معروف بہ لارڈ میکالے ، ۱۸۰۰ء تا ۱۸۵۹ء ـــ مشہور مضمون نگار اور لبرل سیاست داں ۔

کارلائل

ٹامس کارلائل اسکاٹ لینڈ کے ایک معمار کا لڑکا تھا۔ ایڈنبرا یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کی ۔ جرمن ادب اور فلسفے سے اسے خاص دل چسپی پیدا ہوگئی تھی۔ گوئٹے کے کلام نے اس پر خاص اثر کیا تھا اور اس نے گوئٹے کی کچھ تصانیف کا انگریزی مین ترجمہ کیا اور گوئٹے سے خط و کتابت بھی کرتا رہا ۔ وہ ایک ذہنی بے اطمینان اور روحانی بدعقیدگی کے دور سے گزرا اورخود کشی کرنے والا تھا کہ ایک آسمانی روشنی نے اسے بچا لیا ۔ اس نے بہت سے مضامین مختلف ریویوون مین لکھے ۔ ۱۸۲۳ء سے ۱۸۳۲ء تک اس کی تصنیفات ایڈنبرا ریویو وغیرہ مین چھپتی رہین اور اس کی ایک مشہور تصنیف " سارٹر ریزارٹس " (SARTOR RESARTUS) " فریزرس میگزین" (FRASER'S MAGAZINE) مین شائع ہوئی۔ اس مین اس نے ایک جرمن فلسفی ولہلم مائسٹر※(WILHELM MEISTER) کی سوانح اور خیالات رقم کئے ہین۔ یہ فلسفی کارلائل کی اپنی ہستی کا شاعرانہ تصوّر یا علامت ہے۔ ۱۸۳۴ء مین وہ لندن آیا اور یہین بس گیا ۔ ۱۸۳۷ء مین اس کی شاہکار تاریخ " فرنچ ریولیوشن" (FRENCH REVOLUTION) چھپی اور وہ بہت ہی مشہور ہوگیا ۔ ۱۸۴۱ء مین اس نے " اون ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" (ON HEROES AND HERO-WORSHIP) کے موضوع پر لیکچر دئے جنھون نے اس کی شہرت کو دوام بخشا ۔ اس تصنیف مین اس نے اپنا فلسفۂ تاریخ اور فلسفۂ حیات مختلف زمانون کے پیغمبرون کی تاریخ کے ذریعے واضح کیا ۔ وہ نٹشے سے متاثر ہے اور اعلی ہستیون کو زندگی کی تعمیر اور تاریخ مین تبدیلی کا بانی مانتا ہے ۔ سماجی حالات اور فلسفۂ سائنس کی مخالفت ان تصانیف

※ یہ گوئٹے کی تصنیف WILHELM MEISTERS LEHRJAHRE کے آخری حصّے WANDERJAHRE کے ایک حصّے کا ترجمہ ہے۔

مین بھی نمایان ھے مگر ۱۸۳۹ء مین"چارٹزم " (CHARTISM) ،
۱۸۴۳ء مین " پاسٹ اینڈ پریزنٹ"(PAST AND PRESENT) اور
۱۸۵۰ء مین " لیٹر ڈے پمفلٹ" (LATTER-DAY PAMPHLETS)
مین اس نے اپنا مخصوص پیام پیش کیا جس کی بنا پر اسے"چیلسی
کا پیغمبر" (PROPHET OF CHELSEA) کہا جانے لگا - تاریخ
مین اس نے کرامویل (CROMWELL) اور جرمن شہنشاہ فریڈرک
اعظم (FREDRICK THE GREAT) پر اہم تصانیف لکھین
جو ان بڑی ہستیون پر نظر کو بالکل بدل دیتی ھین اور ہمیشہ
کے لئے اہم ھین -

کارلائل انگریزی ادب کی عجیب و غریب عظیم ہستیون مین سے ھے - سائنس اور جدید علوم کی گہری تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ ایک روحانی کشمکش کے دور سے گزرا جس سے نکلنے پر اپنے دور کے تمام رجحانات کا دشمن اور معرفت کا حامی ہوا - اس نے قوم کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ الہام اور خدا کے فرستادہ بندے ھی سب سے اہم ھین ، سائنس اور اسباب کا فلسفہ بالکل غلط ھے - اپنے بچپن کے ماحول سے اسے ایک قسم کی معرفت حاصل ہوچکی تھی - اس کا باپ نیک اور محنتی اور زُہد کا دلدادہ تھااور اس کی ہستی کارلائل کے لئے ہمیشہ اہم رہی - وہ فطری نیکی کا قائل اور بناوٹی تہذیب کا منکر ہوگیا - جرمن ادب سے شغف نے اس رجحان کو ترقی دی - اسے یہ محسوس ہوا کہ وہ ایک روحانی خدمت انجام دینے کے لئے پیدا کیا گیا ھے اور اس کا اہم کام یہ ہوا کہ ذہن اور عقل کے اثرات پر مبنی فلسفون کی سخت مخالفت کرکے یہ ثابت کرے کہ یہ انسانیت کو تباہی کی راہ پر لگا رہے ھین- جدید تہذیب کو اس نے اتنا مطعون کیا اور پرانے طریقون پر واپس جانے اور مذہبی عقائد کو قائم کرنے کے سلسلے مین خطابات اور تصانیف مین وہ زور دکھایا کہ لوگ اسے خدا کا فرستادہ سمجھنے لگے - اس کی تصانیف مین اب بھی ایک عظیم جوش وخروش پنہان نظر آتا ھے اور اس کی الہامی قوت اور اس کا عظیم خلوص ہمین اسے ولی اللہ ماننے پر مجبور کرتا ھے -

اس کی تصانیف زندگی کا ایک اہم نظریہ پیش کرتی ہین ۔ یہ نظریہ نیا نہین ہے ۔ یہ جرمن فلسفی اور ادیب ہرڈر[1] (HERDER) ، فختے[2] (FICHTE) ، شیلنگ[3] (SCHELLING) نووالس[4] (NOVALIS) ، رشتر[5] (RICHTER) اور گوئٹے[6] (GOETHE) کے خیالات کا مجموعہ ہے ۔ اس کی پہلی اور عجیب و غریب تصنیف " سارٹر ریسارٹس " (SARTOR RESARTUS) مین جرمن ماوَرائی (TRANSCENDENTAL) فلسفے کے تمام اثرات نمایان ہین اور ساتھ ہی ساتھ کارلائل کا پیامی جذب اپنا زور دکھاتا ہے ۔ ایک جرمن فلسفی ٹیوفلسڈ روخ (TEUFELSDROCH) کی سوانح کے پس منظر مین کارلائل نے خود اپنے صوفیانہ تجربات پیش کئے ۔ " کپڑون " کا فلسفہ ایک خاص اشاریت کے ساتھ پیش ہوا ہے ۔ کارلائل انکار کی دنیا سے عقائد کی دنیا مین آتا ہے ۔

---

۱ JOHN GOTTFRIED HERDER : ۱۷۴۴ء تا ۱۸۰۳ء
جرمن شاعر اور نقّاد ، رومانی احیا کا حامی ، ہیلینیت (HELLENISM) کا داعی اور جرمن لوک کہانیون سے شغف رکھنے والا ۔

۲ JOHANN GOTTLIEB FICHTE : ۱۷۶۲ء تا ۱۸۱۴ء ، فلسفی ، کانٹ کا شاگرد ، لیکن بعد مین اس کی ثنویت سے منحرف ہوا ۔ اس کا فلسفہ خالص عینیت ہے ۔

۳ FRIEDRICH WILHELM JOSEPH VON SCHELLING : ۱۷۷۵ء تا ۱۸۵۴ء ، فختے کا شاگرد مگر منحرف ہوا اور خودی کی جگہ فطرت کو حقیقت ماننے لگا ۔

۴ FRIEDRICH LEOPOLD VON HARDENBERG (۱۷۷۲ء تا ۱۸۰۱ء) کا قلمی نام ۔ رومانی شاعر اور ناول نگار ۔

۵ JOHANN PAUL FRIEDRICH RICHTER : ۱۷۸۳ء تا ۱۸۲۵ء ، جرمن رومانی ناول نگار ۔

۶ JOHANN WOLFGANG VON GOETHE : ۱۷۴۹ء تا ۱۸۳۲ء ، مشہور جرمن شاعر ، نثر نگار ۔

جدید زندگی اسے بیمار نظر آتی ھے ۔ تکلیف ، بے یقینی اور بے راہ روی سے نکل کر انسان کو روحانی عالم مین لاتی ھے اور خود فراموشی ، ایثار ، عرفان کے قسم کی روحانی قوتون پر زندگی کی بنیاد رکھتی ھے ۔ صحیح اور دائمی کامیابی ان اعلی قدرون پر چلنے ھی مین مضمر ھے ۔ تمام ادارون اور تمام جدید تحریکون کو مذھب کی دی ھوئی قدرون پر واپس جانا ھے ، ورنہ افراد ھی نہین بلکہ تمام بنی نوع انسان برباد ھو جائے گی ۔ اس فلسفے کا مثبت پہلو ایک آسمانی طاقت پر عقیدہ ھے جو کائنات کی ھر چیز مین موجود ھے ۔ یہ طاقت کچھ خاصان خدا مین نمایان ھوتی ھے ۔ ان ھستیون کو وہ " ھیرو " (HERO) کہتا ھے ۔ یہی تمام علم اور تمام عمل کا مبدا ھین ۔ ان کو اوتار ، پیغمبر ، شاعر ، ادیب ، بادشاہ وغیرہ کے خطاب وقت اور زمانے کے لحاظ سے دئے گئے ، مگر ان کی عام مشترک صفات ایک ھین ۔ یہ کائنات کے راز سے واقف ھوتے ھین اور ان کے عمل اور ان کے خیالات ھی انسان کو صحیح راہ پر لگاتے ھین ۔ اوتار اور پیغمبر پرانی دنیا کی چیزین ھوگئے ، جدید دور مین ان کا کام ادیب انجام دیتے ھین ۔ تمام لوگون کو انھین پہچاننا چاھئیے اور ان کو ماننا چاھئیے ۔ کارلائل اپنے دور مین " ھیرو " کی بہترین مثال گوئٹے کو قرار دیتا ھے ۔

یہی فلسفہ اس کی تاریخ کا بھی روح رواں ھے ۔ وہ تاریخ کو محض واقعات کا مجموعہ نہین سمجھتا بلکہ ایک اھم سبق آموز منظر کی طرح پیش کرتا ھے ۔ اس کی سب سے عمدہ تاریخ "فرنچ ریولیوشن" (FRENCH REVOLUTION) ایک ایسے معاشرے کے خاتمے کا نقشہ ھے جس کی روح فنا ھوچکی تھی ۔ لیکن بربادی کوئی نیا اصول سامنے نہ لائی ، کوئی ایسا ھیرو نہ نکلا جو بے انصافی کو برباد کرکے انصاف کی بنیادین پختہ کرتا ۔ فرانس بد انتظامی کی بدولت خلا مین معلق ھوگیا ، یہان تک کہ ایک نیم ھیرو نپولین (NAPOLEON) اسے بچانے کے لئے آیا ۔ نپولین ھیرو بھی تھا اور جابر بھی ۔ برخلاف اس کے ، کرامویل جدید مذھبی انقلاب کی پیداوار تھا اور فریڈرک ، جو جنگ کی پیداوار تھا ، تعمیری

صلاحیتون کی بنا پر زیادہ کامیاب ہوئے اور انسانی تنظیم کی اہم مثالین قائم کرگئے ۔ آسمانی ہدایت سے معمور لوگون کی بدی سے جنگ جاری ہے ۔ خدا کی کائنات کو برباد کرنے والے رجحانات ہر طرف زور پکڑ رہے ہین ۔ مشینی دنیا نے نئے مسائل پیدا کر دئے ہین ۔ صنعت عمدہ چیز ہے مگر بے مقصدیت کی بنا پر بربادی کی راہ پر جا رہی ہے ۔ اقتصادی نظریات خود غرضی پر مبنی ہین اور کچھ مالدار لوگون کو فائدہ اور غربا کو نقصان پہنچاتے ہین ۔

کارلائل کی " پاسٹ اینڈ پریزنٹ " (PAST AND PRESENT) اس کی سب سے اہم تصنیف ہے اس مین تاریخ کے فلسفے کو جدید اقتصادی حالات پر عائد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہان ایک روحانی اشتراکیت کے اصول سامنے آتے ہین ۔ یہ دکھایا جاتا ہے کہ محض پسپا علمیت کچھ نہین کرسکتی ، عوام کی پریشانی اور بغاوت کو محض بحثون سے نہین روکا جاسکتا ۔ اصل مین ایسے نظام کی ضرورت ہے جو ہر فرد کے روحانی حقوق کو مانے اور ان کا تحفظ کرے ۔ کارلائل کے لحاظ سے بہترین حکومت قابل لوگون کی ایک جماعت بنا کر ان کے ہاتھ مین سب کچھ دے دینے سے حاصل ہوسکتی ہے ۔ اس کی مثال اسے قرون وسطیٰ کے گرجون کی حکومت مین ملتی ہے ۔ ایبٹ سَیمسَن (ABBOT SAMSON) کو وہ مثالی کردار کی طرح پیش کرتا ہے ۔ کارلائل کے یہ تاریخی اور سماجی خیالات اثر انداز ضرور ہوئے مگر بنیادی طور پر اس کی محض ادبی اور شاعرانہ اہمیت ہے ۔

آج اس کا فلسفہ بالکل بے معنی ہوگیا ہے مگر اس کی ہستی، اس کا زور، اور اس کا طرز، دائمی اہمیت رکھتے ہین۔ اپنے دور مین وہ پیغمبر مانا جاتا تھا۔ اس کی تصانیف کی سب سے اہم صفت پیامی زور ہے ۔ وہ جھوٹ ، بزدلی ، خود غرضی ، جمہوریت، ترقی ، میکانیکیت کا دل ہلا دینے والے جوش سے ذکر کرتا ہے ۔ وہ حق کا پیغام ضرور عام کرتا ہے ۔ اس کا غصّہ، اس کے طنزیاتی جملے، اس کی ملامتین اپنے پیچھے ایسی طاقتون چھپائے ہوئے ہین کہ اس کی عظمت کا ہمین اعتراف کرنا پڑتا ہے ۔ اس نے کم از کم اتنا ضرور

کیا کہ ایک انحطاط پذیر معاشرے میں ایک نئی روح پھونک کر اسے جگایا ۔ اب بھی اس کی تصانیف سوئے ہوؤں کو جگانے کے لئے عظیم بانگ درا ہیں ۔ وہ اکثر اپنی ناکامی پر تاسف بھی کرتا ہے مگر پھر امید کی راہ پر آ جاتا ہے ، روحانی عالم کی تصویریں اسے امید کا راستہ دکھانے پر مجبور کر دیتی ہیں ۔ اس کی تصانیف زور دار وعظ ہیں جن میں عظیم شاعری ہے ۔ یہ شاعری ضد ، بے راہ روی اور اغلاط سے پر ہے مگر ہمارے دل پر اثر ضرور کرتی ہے ۔ کارلائل کا طرز حد سے زیادہ انفرادی ہے ۔ اپنے دل کی آگ کو پورے طور پر نمایاں کرنے کے لئے وہ قواعد کے تمام اصولوں کو توڑ ڈالتا ہے ۔ اس طرز کی بنیاد محض آسمانی الہام ہے۔ اس کا زور روحانی جذب ہے ۔ جرمن زبان، اسکاٹ لینڈ کی سادگی، انگریزی مصنّفین کے فقرے ، اکثر نظر آتے ہیں مگر الفاظ میں عجیب بلاغت، جملوں کی ساخت میں عجیب کیفیت ہے ۔ اس کے رنگ کو کوہ آتش فشاں کے پھٹنے سے تشبیہہ دی گئی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے ایک جوالا مکھی کے منہ سے لاوا نکل رہا ہے ۔ اس میں زمین کو ہلانے والا زور ہے ، آگ کے شعلے ہیں، ہر قسم کے پتھر اور معدنیات ملے ہوئے ہیں جو اپنی الگ الگ چمک رکھتے ہیں مگر جن کا مجموعی تاثر بے ترتیبی ہے ۔ یہ لاوا میدان میں آکر ٹھنڈا ہوتا ہے اور زمین کو زرخیز بناتا ہے ۔ کارلائل کا رنگ زور کلام کی بہترین مثال ہے، یہ آسمانی زور اکثر کم بھی ہو جاتا ہے اور پیغمبر شاعر کے درجے پر آکر خوب صورت تصوّرات اور دل کش خواب پیش کرتا ہے۔ کارلائل کی قوتِ تخیّل اعلیٰ ترین شاعروں کی ہے ۔ نظم کو ذریعۂ ادا نہیں بنایا ورنہ اس کا رنگ کامل شاعرانہ ہے ۔ یہ ایپک (EPIC) شاعری کا رنگ ہے جس کا کمال " فرنچ ریولیوشن" میں ملتا ہے ۔ وہ پرانی ہستیوں کا کردار نئے انداز سے روشن کرتا ہے ۔ ماضی اور حال کو اپنے رنگ میں رنگ کر عجیب انداز سے معنے خیز بناتا ہے ۔ کارلائل کی نثر وہی اثر رکھتی ہے جو یورپ کی عظیم ترین شاعری اور اس کا دوام ثبت ہے ۔

مورخین — میکالے

تاریخ نویسی کی طرف رجحان اس دور کی اہم خصوصیت ہے ۔ سائنس کے اثر سے ماضی کا صحیح اور غیر جانب دار اندازہ لگانا عالموں کا اہم فرض ہوگیا ۔ کارلائل بھی آخرکار ایک بڑے اہم مورخ ہی کی حیثیت سے آج زندہ ہے ، اگرچہ اس کی تاریخ نویسی مخصوص قسم کی ہے ۔ اس کے ہم عصروں میں ہنری ہیلم (HENRY HALLAM ؛ ۱۷۷۷ء تا ۱۸۵۹ء) ، لارڈ میکالے (LORD MACAULAY) اس کا شاگرد جیمس انٹونی فراوڈ (JAMES ANTHONY FROUDE ؛ ۱۸۱۸ء تا ۱۸۹۴ء) ، جان رچرڈ گرین (JOHN RICHARD GREENE ؛ ۱۸۳۷ء تا ۱۸۸۳ء) تاریخ نویسی میں اہم اضافے کرتے ہیں ۔ ان میں اہم ترین ٹامس بینبگٹن میکالے ہے ۔ یہ کارلائل کی ضد ہے ۔ نہ وہ فلسفی ہے، نہ مصلح ۔ وہ سیدھا سادا وِہگ (WHIG) پارٹی کا معبر ہے جو اپنی پارٹی کی طرف داری سے آگے نہیں بڑھتا ۔ اس پر مفاد پرست فلسفے کا اہم اثر ہوا تھا ۔ وہ عالم تھا ، اس میں خودداری تھی، وہ جدید دور کو ، سائنس کی ترقی کو مانتا تھا ، وہ تہذیب یافتہ اور ذہین تھا اور اس کی قوّتِ تخیّل نے انگریزی نثر کو ایک عجیب شاعرانہ نوعیت بخشی ہے ۔ میکالے درمیانہ طبقے کا فرد تھا ۔ کیمبرج میں تعلیم حاصل کرکے پارلیمنٹ کا رکن ہوا ۔ ہندوستان کی کونسل میں مقرر ہوکر ۱۸۳۴ء سے ۱۸۳۸ء تک اس ملک میں رہا اور یہاں کے قانون اور تعلیمی نظام کی تعمیر میں بڑا حصّہ لیا ۔ اگرچہ وہ پہلے ہی سے طویل تاریخی اور تنقیدی مضامین لکھتا رہا تھا مگر ۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۱ء تک تاریخ انگلستان کی تصنیف میں مصروف رہا جو اس کا شاہکار ہے ۔

میکالے تاریخ کا تصوّر، حق پرستی سے زیادہ شاعرانہ تصوّر کو اہمیت دیتا ہے ؛ وہ یہ مانتا ہے کہ تاریخ لکھنے والے کو صحیح حالات پیش کرنا چاہئیے اور درسِ اخلاق دینا چاہئیے ۔ مگر تاریخی

تصاویر کے نقوش بناتے وقت وہ اکثر غلط روایات کو بھی شامل کردیتا ہے جس کی وجہ سے اخلاق کا درس دیتا ہے وہ کوئی خاص اهمیت نہین رکھتا ۔ وہ کلیے قائم کرنے مین بڑی دل چسپی لیتا ہے مگر اس کے کلیے کم علمی پر مبنی ہونے کی وجہ سے بالکل بچکانے رہ جاتے ہین ۔ وہ اپنی ذات کو واقعات پر غالب آجانے دیتا ہے ۔ تاریخ لکھنے والے اس کو کوئی خاص اهمیت نہین دیتے مگر اس کی یہ خامی اس کی تاریخ کو ادبی لحاظ سے بہت اہم بنا دیتی ہے۔ تاریخی واقعات کی نہایت دل کش تصویرین اس کے یہان ملتی ہین۔ تاریخی واقعات کے بیانات اتنے دل چسپ ہین کہ ناول کا سا لطف دیتے ہین ۔ اصل مین اس کا فن تاریخ سے زیادہ تاریخی ناول نگار جیسا ہے ۔ وہ واقعات اور افراد کے حالات کی صحت کی طرف توجہ نہین دیتا ۔ وہ صوری اثرات اور ان کو ملا کر تصویرون کی تعمیر مین کمال دکھاتا ہے ۔ اس کی " ہسٹری آف انگلینڈ" (HISTORY OF ENGLAND) مین مختلف ادوار کی، فضا زندگی کے جزئیات، رسم و رواج کے جیتے جاگتے بیانات ، واقعات اور افراد کی سماجی عملی زندگی، کردار کے دل چسپ خاکے ، اس کے فن کو اسکاٹ (SCOTT) کے فن کے قریب لے آتے ہین ۔ کارلائل نے اس کی تاریخ کو " چمکتا اور بہتا ہوا دریا " کہا ۔ اس کی تاریخ ادبی اور رومانی اثرات کا شاہکار ہے تاریخ کا نہین ۔

اس کے تاریخی اور ادبی مضامین بھی اس کی " ہسٹری " ہی کی طرح کے ہین ۔ " کلائیو " (CLIVE) اور " وارن ہیسٹنگز" (WARREN HASTINGS) پر مضامین ہندوستان کی تاریخ کے عمدہ نقشے پیش کرتے ہین ۔ ہندوستان کے حالات کی صحت کے بجائے جنگون اور انگریزون کی کارگزاریون کے نقشے سامنے آتے ہین ۔ انگریزی تاریخ پر مضامین بھی جانب داری، عدم صحت اور سطحیت سے مملو ہین ۔ مگر بعض جگہ ان مین ایک خاص چمک اور خلوص نظر آتا ہے ۔ تنقیدی مضامین مین بھی تاریخی پہلوؤن کی تصویر پر بڑا زور ہے ۔ " ڈرائیڈن"، "گولڈ اسمتھ"، "ریسٹوریشن کمیڈی"، "ملٹن" پر مضامین اب بھی دل چسپی سے پڑھے جاسکتے

ہین مگر ان مین میکالے کا کلیہ سازی کی طرف رجحان بڑی ہی مضحک صورتین اختیار کر لیتا ہے ۔

جو چیز میکالے کے مضامین اور اس کی تاریخ کو اب بھی زندہ رکھے ہوئے ہے وہ اس کا طرز بیان ہے ۔ یہ رنگ جھنڈے اڑاتا اور باجے بجاتا ہوا ایک منظم فوج کی طرح سامنے سے نکلتا نظر آتا ہے اور اپنے حسن ، اپنی شان اور اپنے ترنّم سے دل کو موہ لیتا ہے ۔ میکالے تہذیب یافتہ ہے اور اس کی زبان کہین پستی پر نہین جاتی ۔ الفاظ کے انتخاب مین کوئی اس کے آگے نظر نہین آتا ہے ۔ اس رنگ مین کمال کی صفائی اور روانی ہے ۔ کہین بیانات مین جملے مختصر اور تیر کی طرح تیز ہو جاتے ہین ۔ کہین لمبے ہو کر طویل تصاویر کے مکمل نقوش قائم کرتے ہین ۔ ایک فنکاری اور عظمت کا اثر ہمیشہ قائم رہتا ہے ۔ مخصوص تاریخی بیانات مین اکثر جگہ یہ رنگ جادو کا اثر رکھتا ہے ۔ اپنے زمانے مین اسے بڑا مفکّر ، بڑا مورخ اور بڑا نقّاد مانا جاتا تھا ۔ اب اس کی ان سب سلسلون مین اہمیت بہت کم ہوگئی ہے مگر نثر نگار کی حیثیت سے وہ ہمیشہ اہم رہے گا اور اس کی نثر کا جادو اپنا اثر کرتا رہے گا ۔

فراوڈ کی تاریخین اور تاریخی مضامین کارلائل کے تتبّع مین ہین جس کی اس نے سوانح بھی لکھی ۔ گرین کی "دی ہسٹری آف دی انگلش پیپل" (THE HISTORY OF THE ENGLISH PEOPLE) پہلی تاریخ ہے جس مین عوام کے حالات ہین ۔ ہیگل کی تاریخ "ہسٹری آف سویلائزیشن" (HISTORY OF CIVILISATION) تاریخ اور فلسفے کا عمدہ امتزاج پیش کرتی ہے ۔ للی اخلاقیات وغیرہ کی تاریخ مین نمایان ہوتا ہے ۔ یہ سب لوگ تاریخ کو نئے زاویون سے پیش کرنے کے سلسلے مین اہم ہین ۔

رسکن

کارلائل کی سماجی اور پیامی تحریک کو زیادہ مہذّب اور فنکارانہ راہ پر لگانے والون مین سب سے اہم ہستی جون رسکن

(JOHN RUSKIN ؛ ۱۸۱۹ء تا ۱۹۰۰ء) کی ھے جو اس دور کے نثر نگاروں میں شاید سب سے بڑا فنکار ھے ۔ وہ شراب کے ایک امیر سوداگر کا بیٹا تھا ۔ اس کے باپ نے ملٹن کے باپ کی طرح جون رسکن میں اعلیٰ فنکارانہ صلاحیتیں دیکھ کر اسے ھر طرح اپنے کو بہترین تربیت دینے کی آزادی دی ۔ جون رسکن پہلے ایک اسکول میں اور پھر آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد فنون کے مطالعے اور ان پر نثر میں تنقید کرنے میں مصروف ھوگیا ۔ وہ بلیک (BLAKE) اور ورڈزورتھ (WORDSWORTH) سے بہت ھی زیادہ متاثر تھا ۔ اخلاقیات اور روحانیات سے اسے بڑی دل چسپی ھوگئی اور تعمیر ، مصوّری اور ادب میں اس نے حسن کو روحانیت کے ایک کرشمے کی طرح دیکھا ۔ اس کی تصانیف سے ایک خاص عینیت نمایاں ھے جس کی بنیاد حسن پر ھے ۔ بچپن ھی سے اس کے جذبات بہت گہرے تھے اور ایسے فن پارے جو روح پر اثر کرتے ھیں اس کی توجہ بڑی آسانی سے اپنی طرف کھینچ لیتے تھے ۔ فنون سے دل چسپی ایک روحانی عشق کے درجے کو پہنچی ھوئی تھی ۔ اسے اس حسن کو دنیا پر واضح کرنے کا شوق پیدا ھوا ۔ وہ گہرے طور پر مذھبی تھا ۔ بچپن ھی سے اسے انجیل میں بڑی دل چسپی تھی اور اس کے جملے اس کی زبان پر ھر وقت رواں رہتے تھے ۔ فنّی حسن میں اسے خدا کا جلوہ دکھائی دیتا تھا ۔ حسن اور اخلاق میں اسے اھم تعلق نظر آتا تھا ۔ اس نے دیکھا کہ اعلیٰ فنکاری کے ادوار وھی تھے جن میں اخلاقی زور زیادہ تھا اور اس فن کی طرف توجہ اسے ایک قسم کا مذھب نظر آیا ۔

فنون کی خوبیوں اور اخلاقی اھمیت پر اس کی بڑی دل چسپ تصانیف ھیں ۔ ان میں " ماڈرن پینٹرز" (MODERN PAINTERS) کی پانچ جلدیں شاہکار ھیں ۔ تعمیر اور مصوّری پر اس کی دوسری اس سے مختصر تصانیف بھی بڑی دل چسپ ھیں ۔ ان سب میں رسکن حسن کو خدا مان کر اس کا پیام ھمیں سناتا ھے ۔ فن تعمیر کی بہترین مثالوں سے یہ واضح کرتا ھے کہ یہ روحانی ھیں ۔ فنکار نے فطرت کو ایک اشارتی زبان میں بات کرتے سنا تھا اور اسی

زبان کی اس نے فن مین نقل کی ھے - فن کی تاریخ انسانی تہذیب اور انسانی اخلاق کی تاریخ ھے - وینس کی عمارات کی مثالین لے کر اس نے یہ واضح کیا ھے کہ کس طرح یہ قوم کی محنت اور عظمت کی علامتین ھین - اسی طرح مصوّرون کے فن پارون مین ان کے زمانے کے ظلم و جور اور اس دور کی اقدار رنگون کے ذریعے نمایان ھوتی ھین - رسکن فن کی پرستش سے ایک نیا مذھب تعمیر کرتا ھے -

مگر ۱۸۵۷ء کے بعد اس نے دیکھا کہ جدید دور کے سماجی حالات اور سوشل فلسفے کے اثر سے فنون کی بنیادین ھی ھلی جا رھی تھین - اس لئے وہ اپنے مرغوب مشغلے کو چھوڑ کر اقتصادیات کی طرف متوجہ ھوا - اس نے سیاسی مسائل پر قلم اٹھایا - ان تحریرون مین اھم ترین تعلیمات پر لیکچر " سسیم اینڈ لیلیز " (SESAME AND LILIES) اور اس کی اقتصادیات پر کتاب " انٹو دس لاسٹ " (UNTO THIS LAST) ھے- اوّل الذکر مین اس نے مردون کے لئے کتابین پڑھنے کے طریقے اور کتابون کے انتخاب پر بڑی عینی بحث کی ھے اور پھر عورتون کی عظمت جتاتے ھوئے ان کی تعلیم کے طریقے بتائے ھین - اس کے خیالات تمام تر جذباتی اور غیر عملی ھین اور اب لفّاظی معلوم ھوتے ھین- دوسری تصنیف اقتصادیات پر ھے اور جدید اقتصادیات کو روحانی نقطۂ نظر سے منظّم کرنے کے اصول بتاتی ھے - یہ سب غیر عملی ھین- وہ انجیل کے تصوّر انسانیت کے مطابق صنعت و حرفت کی تنظیم کرنا چاھتا ھے - بڑے کارخانون کی جگہ چھوٹی دکانون کو دینا چاھتا ھے اور اسی قسم کی تمام باتین پیش کرتا ھے جو غیر عملی ھین- اس کی اھمیت یہ ھے کہ کارلائل کی طرح اس نے بھی روحانیت اور ضمیر کی تعمیر مین قوم کی مدد کی اور مادّیت مین غرق ھوتی ھوئی قوم کو پار لگانے مین ان تھک کوشش کی -

رسکن کا رنگ فنّی نثر نگاری کی بہترین مثال ھے- وہ مکمل شاعر ھے اور اپنے تاثرات کو صنائع و بدائع کے ذریعے پیش کرتا ھے- اس کی نثر پر بنیادی اثر انجیل کا ھے جس کے جملے اور فقرے اس

کے ھر ٹکڑے مین نظر آتے ھین۔ اسے پوری انجیل حفظ تھی اور لکھتے وقت لاشعوری طور پر وہ اس کی زبان استعمال کر جاتا تھا ۔ مگر اس نے رومانی نثر نگارون اور خاص طور سے ڈی کوئنسی (DE QUINCEY) کی نثر کا بڑا اثر لیا ۔ اس کی قوت تخیل کسی بڑے شاعر کی قوت سے کم نہ تھی ۔ اس کی نثر ھر جگہ شاعرانہ ھے ۔ کارلائل کے مقابلے مین اس کا مذاق عالی اور اس کی نثر اعلی پائے کی معلوم ھوتی ھے ۔ ایک عجیب ادبی ذوق اور ایک کمال کا شوق اس نثر کے ساتھ بہائے لئے جاتا ھے ۔ ھر جگہ بڑے عمدہ پھول سطح پر نظر آتے ھین اور ایک عجیب راگ سنائی دیتا ھے ۔ تغزل ، غنائی شاعری کا رنگ اور ترنم اس نثر کی جان ھین۔ کارلائل کا زور ، میکالے کی روانی اور رسکن کی حسن کاری اس دور کی نثر کے معجزے ھین ۔

نیومن

نثر نگاری کا ایک اور کامل کارڈینل جون ھنری نیومن (CARDINAL JOHN HENRY NEWMAN ؛ ۱۸۰۱ء تا ۱۸۹۰ء) تھا ۔ وہ اس مذھبی تحریک سے وابستہ تھا جو " آکسفورڈ موومنٹ " (OXFORD MOVEMENT) کے نام سے چلی ۔ وہ بچپن ھی سے بہت زیادہ مذھبی تھا ، اس نے کلیسا کی ملازمت اختیار کی اور آکسفورڈ تحریک شروع ھوتے ھی اس مین شامل ھوگیا ۔ ۱۸۴۳ء مین اس نے اپنی ملازمت سے استعفے دے کر رومن کیتھولک مذھب قبول کر لیا ۔ اس کی تحریک مذھب کو قرون وسطی مین واپس لے جا کر پھر سے زندہ کرنا چاھتی تھی ۔ اس کی خود نوشتہ سوانح " اپولوجیا پرو ویٹا سوا" (APOLOGIA PRO VITA SUA) اس کے مذھبی رجحانات اور اس کے عقائد کی دل چسپ تصویر سامنے لاتی ھے۔ اگر کارلائل پیغمبر تھا تو نیومن سینٹ ھے ۔ ایک عجیب نیکی زھد تقوے اور عقیدے کا رنگ اس کی تحریر پر چھایا ھوا ھے ۔ اس نے کچھ نظمین بھی لکھین مگر یہ اعلی پائے کی نہین ھین ۔ ایک نظم

" لیڈ کائنڈل لائٹ " (LEAD KINDLY-LIGHT ") مذہبی شاعری میں بڑا اہم اضافہ ہے ۔ وہ اپنے دور کے اعلی ترین مفکرین میں سے تھا اور اس کے پروٹسٹنٹ مذہب کو چھوڑ کر رومن کیتھولک ہو جانے سے پوری قوم میں ایک سنسنی پھیل گئی ۔ مخالفت کے بجائے لوگوں نے رومن مذہب کو غور سے دیکھنا شروع کیا اور نیومن کی کتابیں جس میں اس نے مذہب کی روح کو واضح کیا ہے نہایت درجہ مقبول ہوئیں ۔

۲ اس کی تصانیف " آکسفورڈ موومنٹ " کے تمام رجحانات پیش کرتی ہیں مگر یہ ان کی تاریخی حیثیت ہے ۔ ان کی دائمی قیمت یہ ہے کہ وہ مذہبی افکار میں اضافہ کرتی ہیں ۔ مذہبی عقائد کی ان تصانیف میں بڑی اچھی تشریح ملتی ہے اور یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان عقائد کو عقل اور قوت فیصلہ سے کوئی سروکار نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں اس کی تصنیف " اے گرامر آف ایسینٹ " (A GRAMMAR OF ASSENT) بڑی اہم ہے ۔ اس میں بہت سے عقائد جمع کرکے ان کو منطق کے خلاف دکھایا گیا ہے اور منطق کو انسانی ہدایت کے سلسلے میں مطعون کیا گیا ہے ۔ اس طرح نیومن بھی اس تحریک کا ہیرو بن جاتا ہے جو عینیت کو سائنس پر ترجیح دیتی ہے ۔ وہ بھی رومانیت کا ایک نمائندہ ہے جو عرفان کے درجے پر پہنچا نظر آتا ہے ۔ وہ اہم ماہر نفسیات بھی ہے ۔ عقائد کی تشریح کے سلسلے میں وہ انسانی فطرت کی اتنی اچھی تحلیل پیش کرتا ہے کہ انسانی ذہن کے عمل کا بڑا سچّا نقشہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے ۔ خاص طور پر اس کی اپنی نفسیات بڑے دل چسپ طریقے پر واضح ہوتی ہے ۔ تاریخ کا اسے زبردست احساس ہے اور روایات کو وہ بڑی اہمیت دیتا ہے ۔ اپنے مذہبی عقائد میں روایات کی اہمیت کی بنا پر ہی اس نے رومن کیتھولک مذہب اختیار کیا ۔ اس کی سب سے اہم تصنیف " دی آئڈیا آف اے یونیورسٹی (THE IEA OF A UNIVERSITY) ہے ۔ اس میں بھی یونانی اور مذہبی روایات کو اہمیت دی گئی ہے ۔ ایک یونیورسٹی کے لئے عینی ماحول کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس نے ایتھنز کی یونیورسٹی کی

دل کش شاعرانہ تصویر کھینچی ھے - پھر وہ علم حاصل کرنے والون کے لئے سہولتون اور علم کے مختلف ذرائع کی تشریح کرتا ھے - یہ تصنیف ماھرین تعلیمات کے لئے اب بھی اھم ھے - یہ یونیورسٹی ایک ایسا مقام ھے جہان عالم ایک قسم کی جنّت مین گم ھو جاتے ھین -

نیومن کا طرز بھی اعلی ترین نثر کی مثال ھے - اس پر اس کے عرفان کا سایہ ایک معجزے کی طرح چھایا ھوا نظر آتا ھے- وہ کبھی طنز بھی استعمال کرتا ھے - زیادہ تر وہ بحث اور تشریح مین مصروف نظر آتا ھے - کہین کہین اس کے رنگ مین خطابت کے عناصر آجاتے ھین مگر بنیادی طور پر وہ ایک مذھبی شاعر ھے- اس کی زبان روحانی عظمت کی بنا پر پر شکوہ ھوگئی ھے؛ اس کے جملے ایک قدرتی اور جاندار رفتار کے ساتھ حرکت کرتے ھین؛ ان کی سطح پر لطیف استعارے اور دل کش ترکیبین قدرتی طور پر نمایان ھوتی ھین جن سے عجیب صفائی اور عجیب روحانی اثر پیدا ھوتا ھے ؛ مذھبی معاملات کو ایک شاعرانہ صورت دے دی جاتی ھے ؛ جملون کا ترنّم مذھبی موسیقی کے راگ کی طرح دل کو عالم بالا مین لے جاتا ھے - نیومن کی نثر مین الہامی کیف اسی طرح ھے جیسے رسکن کی نثر مین شاعرانہ کیف - اس نثر کے اثرات کو محسوس ھی کیا جاسکتا ھے ، اس کی تشریح مشکل ھے - یہ بہرحال مسلم ھے کہ رسکن کی نثر انگریزی نثر کے کمالات مین شامل ھے -

آرنلڈ - تنقید

میتھیو آرنلڈ (MATTHEW ARNOLD) فکری اعتبار سے ان سب مفکّرین سے دور ھے ؛ یہ کشمکش مین ھین مگر پھر بھی اپنے عقائد سے مطمئن ھین ، مگر میتھیو آرنلڈ کا ذھن مختلف روایات و عقائد کی آماج گاہ ھے - وہ اس عہد کے اس دور کا فرد ھے جب ذھنی اطمینان ختم ھوچکا تھا - وہ ھمارے دور سے زیادہ قریب ھے - وہ ایک اعلی تہذیب یافتہ اور تعلیم یافتہ گھرانے سے

تعلق رکھتا تھا ۔ اس کا باپ ٹامس آرنلڈ (THOMAS ARNOLD ؛ ۱۷۹۵ء تا ۱۸۴۲ء) اس دور کے اہم مفکرین اور ماہرین تعلیمات مین سے تھا جس نے رگبی (RUGBY) کا مشہور اسکول قائم کیا تھا جس مین میتھیو آرنلڈ نے بھی تعلیم پائی ۔ اس اسکول کا مقصد ایسے عیسائی پیدا کرنا تھا جن مین عیسائی مذہب اور یونانی تہذیب کا امتزاج نظر آئے ۔ اس اسکول سے نکل کر اس نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی اور یہان وہ جدید دور کی کشمکش سے متعارف ہوا ۔ اس کا اسکول کے انسپکٹر کی حیثیت سے تقرر ہوا اور وہ اس کام مین مصروف رہا ۔ بنیادی طور پر وہ شاعر تھا اور آکسفورڈ مین پروفیسر آف پوئٹری (PROFESSOR OF POETRY) مقرر ہوا مگر اس کے بعد اس نے نثر بھی لکھنا شروع کی ۔ اس کے باپ کے تعلیمی نظام کی بنیاد ایک غلط نظریے پر تھی ۔ یونانی تہذیب کی روح اور عیسائی مذہب کی روح ایک دوسرے کی متضاد تھین ۔ ڈاکٹر ٹامس آرنلڈ نے یہ نہ دیکھا ۔ اصل مین یہ تضاد نشاۃ الثانیہ سے چلا آ رہا تھا اور اس کو اب تک کسی نے واضح طور پر محسوس نہ کیا تھا ۔ میتھیو آرنلڈ کے ذہن مین اس کا شدید احساس پیدا ہوا اور اس کی ہستی ان دونون مین آہنگ پیدا کرنے کی آخر تک ناکام کوشش کرتی رہی ۔ آرنلڈ سائنسی رجحان کی پیداوار تھا لہذا اس کا ذہن ہر چیز کو تنقیدی نظر سے دیکھتا تھا ۔ شاعری کو بھی اس نے ایک نقّاد کی حیثیت سے برتا ۔ شاعری کو اس نے زندگی پر تنقید کہا اور یہ بتایا کہ اس تنقید کو شاعرانہ حقیقت اور شاعرانہ حسن کے تحت رکھنا شاعری کے لئے ضروری ہے ۔ اس کا سب سے اہم دائرہ ادبی تنقید ہے مگر کیون کہ ادب زندگی کی تنقید ہے اس لئے اسے زندگی کے ہر شعبے پر تنقید کرنا پڑی اور اس سلسلے مین اس نے اہم تصانیف چھوڑین ۔

اس کا اہم ترین موضوع تہذیب یا کلچر ہے ۔ کلچر کا ایک نظریہ قائم کرکے وہ انگریزی قوم کا جائزہ لیتا ہے ۔ اس سلسلے مین اس کی تصنیف " کلچر اینڈ انرکی" (CULTURE AND ANARCHY) بہت اہم ہے ۔ اس مین وہ انگریزی قوم کو تین طبقون مین تقسیم

کرتا ھے ۔ پہلا روٴسا کا طبقہ جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہین رکھتا ، دوسرا متوسط طبقہ جو صرف پیسے بنانا جانتا ھے اگرچہ مذھب اور اخلاقیات سے ایک ریاکارانہ رشتہ قائم رکھتا ھے ۔ تیسرے عوام کا طبقہ جس مین جوش و خروش تو ھے مگر جس کی روح اور دماغ کو محنت و مزدوری نے بری طرح مفلوج کردیا ھے ۔ یہ تینون روحانی قدرون سے ناواقف ھین ۔ انگریزون کے مزاج مین جو یونانیت اور عیسائیت مین جنگ چلی آ رھی ھے اس مین یہ سب لوگ عیسائیت کے طرف دار ھین اور روح کی نجات کے متلاشی ھین ، اس لئے ان مین کلچر مفقود ھے ۔ چنان چہ ضرورت اس بات کی ھے کہ اخلاقیات پر زور دے کر انگریزون مین صحیح طرز فکر ، جیسا قدیم یونانیون مین تھا ، پیدا کیا جائے ۔ اخلاق کی قدرون پر وہ کلچر کی قدرون کو ترجیح نہین دیتا مگر صحت مند طرز فکر پر زور دیتا ھے ، غیر جانب داری کو اھم ترین وصف بتاتا ھے ۔ اس سلسلے مین وہ گوئٹے سے متاثر ھے ۔ سوسائٹی پر تنقید سے قدرتی طور پر وہ مذھب پر پہنچ جاتا ھے ۔ وہ مذھب مین مسائل پر زور اور غلو کو برا سمجھتا ھے ۔ دینیات کی جگہ ایک فلسفے کو دینا چاھتا ھے ۔ خدا کو انسان کی طرح ماننے سے انکار کرتا ھے اور ایک قسم کے اخلاقی تصوّف کا اور مذھب کو ذھن کے قابو مین لے آنے کا حامی ھے ۔ " لٹریچر اینڈ ڈوگما " (LITERATURE AND DOGMA) اس سلسلے مین اس کی ایک اھم تصنیف ھے ۔ مذھب اور تہذیب کے درمیان آھنگ قائم کرنے مین وہ کامیاب نہین ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ اس کا فلسفہ قنوطیت مین پناہ لیتا ھے ۔ وہ بیشتر خود اعتمادی کے حدود سے گزر جاتا ھے اور عالمون کی خاص غلطی یعنی " ھم چو من دیگرے نیست " کا شکار ھو جاتا ھے ۔

نثر مین اس کی اھمیت تنقید نگار کی حیثیت سے ھے ۔ وہ ڈرائیڈن ، ڈاکٹر جونسن اور کولرج کے پائے کا نقّاد ھے اور کچھ معاملات مین ان سب سے آگے نکل جاتا ھے ۔ اس کا پہلا شاھکار اس کی ۱۸۵۸ء کی نظمون کا دیباچہ ھے ۔ اس مین وہ شاعری کے لئے اھم موضوع پر بحث کرتا ھے ۔ وہ یونان کے ادب کی مثال دیتا

ہے اور اس ادب سے سلیقہ سیکھنے کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ وہ نئی کلاسیکیت کو خام اور یک طرفہ سمجھتا ہے ۔ اس کے نزدیک رومانیت بے راہ روی ہے جس کا اثر شیکسپیر تک کے کلام کو خراب کر دیتا ہے اور جس کی مثال وہ کیٹس کی ایک نظم سے دیتا ہے۔ یونانیون کی مفکّرانہ سنجیدگی، ان کے موضوعات کی اہمیت اور ان کے طریقون کا توازن اعلی ادب کے لئے ضروری بتاتا ہے ۔ تنقید مین آرنلڈ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ رومانی اور کلاسیکی تنقید کو ایک کر دینا چاہتا ہے ۔ وہ رومانی نقّاد کی طرح الہام پر بھروسہ کرتا ہے مگر اصولون کا بھی قائل ہے اور تکے بندھے اصولون کی جگہ وہ اپنے اصول بناتا ہے ۔ "اسٹڈی آف پوئٹری" (STUDY OF POETRY) ، "دی فنکشن آف کریٹی سزم" (THE FUNCTION OF CRITICISM) ، "ورڈزورتھ" (WORDSWORTH) اور "بائرن" (BYRON) مین وہ اصول قائم کرتا ہے اور ان کے مطابق اعلی ترین ادیبون کو جانچتا ہے ۔ اس کے اصول ایک زمانے تک بڑے اہم رہے ۔ اس کی شاعری کی تعریف کہ شاعری زندگی پر تنقید ہے اب بھی اہم مانی جاتی ہے مگر اب اس کے تمام اصول موضوع بن گئے ہین اور ان مین سے زیادہ تر کو یک طرفہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے ۔ اس نے تمام انگریزی اور یورپی ادب کا جائزہ لیا ہے ۔ اس کا علم وسیع ہے اور نظر گہری بھی ہے آفاقی بھی۔ یورپ کے ادیبون کا انگریزی کے ادیبون سے تقابل سے ایک نیا باب کھلتا ہے ۔ اپنے اصولون پر زور اٹل رہنے کی بدولت وہ شیلے جیسے شاعرون کی اہمیت سمجھنے سے قاصر ہے مگر یونانی ادب کلٹک (CELTIC) ادب، جرمن شاعر گوئٹے ، فرانسیسی نقّاد سینٹ بیو (SAINTE BEAUVE) ، مختلف اطالوی شعرا اور روسی ناول نگاری پر اس کی آرا بڑی اہم ہین ۔ سماجی اور اخلاقی تصانیف مین وہ مبہم رہ جاتا ہے مگر تنقید مین وہ کتنا ہی بھٹکے راہ سے الگ نہین ہوتا ۔ اس کا مقام عظیم ترین نقّاد مین ہمیشہ کے لئے بن گیا ہے ۔

نثر نگاری مین بھی وہ کسی سے پیچھے نہین ہے ۔ تنقیدی

نثر اس کے مضامین مین کمال پر پہنچتی ہے ۔ اس کا بنیادی تاثر ایسا ہی ہے جیسے کسی واعظ یا لیکچرر کی تقریر کا ؛ اس مین تکرار ہے ۔ ایک ہی خیال کو دوسرے الفاظ مین دھرایا گیا ہے کیون کہ وضاحت کے لئے یہ دھراؤ ضروری ہے ۔ اس کا اہم کام سمجھانا ہے ۔ وہ فقرے گھڑتا ہے، تعریفین کرتا ہے اور پھر ان کو سمجھاتا ہے اور ان کی مثالین دیتا ہے ۔ وہ شاعر ہے اور اس کی نثر اس کی شاعری سے بہت زیادہ مختلف نہین ۔ دونون مین زور، مناسب رنگ اور جوش طبع موجود ہے ۔ مگر نثر مین رائے دینے اور نتائج نکالنے کا کام وہ معجز نما قوت کے ساتھ انجام دیتا ہے ۔ اس نے اپنا پہلا تنقیدی مضمون ۲۱ برس کے سن مین لکھا تھا اور وہ چھیاسٹھ برس تک لکھتا رہا ۔ رنگ مین ایک اہم زور یکسانیت اور مطالب کے ادا پر اعجازی قابو شروع سے آخر تک رہا ۔ اس کی نثر یونانی تہذیب، یونانی ذہن اور یونانی طرز کی اہم مثال ہے ۔ اس کے مرنے پر ایک شخص نے خوب کہا تھا " ہمارا آخری یونانی ختم ہوگیا "۔

باب نہم

ٹینی سن، براؤننگ، آرنلڈ اور دیگر شعرا

۱۸۳۲ تا ۱۸۸۰ء

ٹینی سن

عہد وکٹوریہ کی شاعری نثر سے کچھ کم اہم ہے ۔ اس دور کے نثر نگار تمام سابق نثر نگارون سے آگے نکل جاتے ہین اور اس کے شاعر عہد الزبتھ کے شاعرون اور رومانی شاعرون سے پیچھے رہ جاتے ہین ۔ پھر بھی شاعری اس دور کے ادب کا اہم حصّہ ہے۔ تین اوّل درجے کے شاعرون کے علاوہ کافی تعداد ایسے شاعرون کی نظر آتی ہے جو اوّل درجے سے کچھ ہی کم رہ جاتے ہین اور ممتاز ہستیون کے حامل ہین اور مخصوص رنگ قائم کرتے ہین ۔

اس دور کا سب سے زیادہ نمائندہ شاعر اور تمام ادیبون مین اس دور کا سب سے بڑا نمائندہ لارڈ الفریڈ ٹینی سن (LORD ALFRED TENNYSON ؛ ۱۸۰۹ء تا ۱۸۹۲ء) ہے ۔ کل تک اسے انگریزی کا سب سے بڑا شاعر مانا جاتا تھا مگر آج اس کی شاعری کو زیادہ غور سے دیکھا جاتا ہے اور اس کے کلام کے دائمی حصّون اور اس کی شاعری کے مخصوص اثر کو بہتر جانچا جاتا ہے۔ ٹینی سن ایک پادری کا بیٹا تھا اور بچپن سے ہی شاعری اور محض شاعری مین دل چسپی لیتا تھا ۔ رومانی شاعرون کا پیرو تھا ۔ کیمبرج مین تعلیم حاصل کرکے شاعری مین منہمک ہو گیا ۔ اس کی زندگی بالکل یکسانیت سے گزری ۔ پہلے اس نے غنائی نظمون کے

مجموعے چھاپے ۔ تیسرے مجموعے نے جو ۱۸۴۲ء مین چھپا اس کو مشہور کردیا اور وہ اوّل درجے کا شاعر مانا جانے لگا ۔ دنیا سے الگ تھلگ وہ کامل ادبی زندگی گزارتا رہا ۔ رومانیت کے ساتھ ساتھ اس کی شاعری مین فن کی طرف وہ توجہ ملتی ہے جو اس دور مین توازن کی مثال ھے ۔ زمانے کی رفتار سے وہ اس قدر دور نہ تھا جتنا سطحی نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ھے ۔ وہ کارلائل اور رسکن کا ساتھی تھا اور عینیت کا حامی تھا ۔ اس کا مذہب اور الہام پر عقیدہ تھا اور جب اس نے دیکھا کہ ان قدرون کو سائنس برباد کر رہا ھے تو وہ سائنس کا مخالف ہوگیا ۔ اس نے مصلح اور فلسفی ہونے کی کوشش بھی کی مگر وہ فطری طور پر خالص فنکار تھا اور اس کی شاعری مین ھمین صرف فن کا کمال ھی دکھائی دیتا ھے ۔

ٹینی سن کی اوائل عمر کی نظمین تمام تر غنائی ھین اور غنائی نظمین ھی وہ آخر وقت تک لکھتا رہا ۔ ان پر ورڈزورتھ ، کولرج ، شیلے اور کیٹس کا اثر نمایاں ھے مگر آگے بڑھ کر کیٹس کا اثر زیادہ نظر آتا ھے ۔ ٹینی سن کی فطرت کیٹس کی فطرت سے زیادہ مناسبت رکھتی ھے ۔ اس کا رجحان بھی مصوّری کی طرف ھے ۔ اس کی نظمون کے موضوعات قرون وسطی یا یونانی اصنام سے لئے گئے اور ہر نظم ایک بڑی اچھی تصویر ھے ۔ تراکیب اور استعارات کے استعمال مین بھی وہ مصوّرانہ شاعری کا ھی رنگ جماتا ھے ۔ اس کا اپنا الگ رنگ جلد ھی پختہ ھو جاتا ھے اور تصویرون کے ساتھ ساتھ طرز کی شعوری طور پر پیدا کی ہوئی سادگی اور عروض پر قابو سے ایک خاص قسم کا ترنّم پیدا ھو جاتا ھے ۔ شاعرانہ فنکاری کی اپنے دور مین وہ سب سے بہتر مثال ھے ۔ مختصر غنائی نظمون سے زیادہ اس کے انفرادی فن کی نمائندہ وہ اوسط لمبائی والی نظمین ھین جن مین پوری تصویرین کھینچی گئی ھین اور ساتھ ھی ساتھ غنائی رنگ بھی شامل ھے ۔ اس کی بہترین مثال "لیڈی آف شیلوٹ" (LADY OF SHALOTT) ھے ۔ اس مین ایک لڑکی کو ایک قلعے مین جادو کے آئینے کے سامنے بیٹھا ہوا ایک جال بنتے ہوئے

دکھایا گیا ہے ۔ اس کو دور واقع کیملوٹ (CAMELOT) کے شہر کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے ورنہ اس پر بڑی آفت آجائے گی ۔ اس کے آئینے میں فریب کی سڑک پر گزرنے والوں کی تصویریں کھنچی ہیں ۔ یہاں ٹینی سن کی شاعری کی مخصوص صفت کمال پر نظر آتی ہے ۔ ایک دن اس سڑک پر سر لینسلوٹ (SIR LAUNCELOT) بھی گزرتا ہے اور اس کی تصویر بھی آئینے میں دکھائی دیتی ہے لڑکی بیتاب ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگتی ہے اور اس کی نگاہ کیملوٹ کی طرف اٹھ جاتی ہے ۔ اس پر آفت آجاتی ہے ۔ وہ ایک کشتی میں آکر لیٹ جاتی ہے جو کیملوٹ کی طرف بہتی جاتی ہے اور لڑکی مر جاتی ہے ۔ اس میں چھوٹی بحر اور قافیہ پیمائی سے عجیب ترنّم پیدا ہوا ہے جو تصویروں کو دل کش بنانے میں مدد کرتا ہے ۔ اسی قسم کی نظمیں " لوٹس ایٹرز" (LOTUS EATERS) اور " اینون " (OENONE) ہیں ۔ یہ مصوّری اور موسیقی کے شاہکار ہیں ۔

اس کی مصوّری فنّی کمال پر ان نظموں میں پہنچتی ہے جن کو " آئڈلز " (IDYLLS) کہا جاتا ہے ۔ ان میں "اینوک آرڈن" (ENOCH ARDEN) ایک رومانی قصّہ ہے جس میں رومانی ماحول کو بڑے لطیف رنگوں کے ساتھ زندہ کیا گیا ہے ۔ مگر اس صنف میں اس کے " آئڈلز آف دی کنگ " (IDYLLS OF THE KING) خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ ٹینی سن نے ان میں وہ موضوع برتا ہے جو ملٹن نے عرصے تک سوچنے کے بعد ترک کر دیا تھا یعنی بادشاہ آرتھر کے حالات ؛ ٹینی سن کا مقصد ایک ایپک نظم لکھنا تھا ، مگر یہ الگ الگ آئڈل کوئی ایسی مکمل نظم نہیں بناتے جس میں اتحاد اور تسلسل ہو ۔ شاہ آرتھر کا کردار بھی مکمل طور پر نہیں بنتا ۔ سب سے بڑا عیب اس میں یہ ہے کہ یہ آرتھر کے زمانے کی تصویر ہی نہیں ہے ۔ ٹینی سن اپنے زمانے کے مسائل اور فضا اس میں داخل کردیتا ہے جو نظم میں تصنّع پیدا کر دیتا ہے ۔ ان قصّوں کو صدیوں سے جو معنے دئے جاتے تھے وہ غائب ہو جاتے ہیں اور اس کی جگہ عہد وکٹوریہ کا فلسفہ لے لیتا

ھے ۔ مگر پھر بھی آئڈل کی حیثیت سے یہ نظم کامیاب ھے ۔ اس میں قصّوں پر ایک روشنی ھے اور تصویر کشی کے بہترین نمونے نظر آتے ھین ۔ ٹینی سن کی عکس کشی اور موسیقی اعلیٰ ترین درجے پر پہنچتی ھین ۔ اس کی فطرت، آئڈلز ھی کے لئے موزون تھی ۔

آئڈلز کے علاوہ اس نے " ڈریمیٹک مونولوگ" (DRAMATIC MONOLOGUES) لکھے تھے ۔ یہ صنف اس نے اپنے ھم عصر براؤننگ (BROWNING) سے لی ۔ اس مین کوئی مشہور کردار ایک خاص وقت پر غور کرتا ھوا اور ایک نتیجے پر پہنچتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔ اس تصنیف مین نفسیاتی تحلیل کی بڑی گنجائش ھے اور براؤننگ اس مین بہت کامیاب ھوا تھا ۔ ٹینی سن کو نفسیات سے کم تعلق تھا اور جو کردار اس نے پیش کئے ھین ان کے نفسیات سے زیادہ ان کی حالت کی تصویر ھمارے سامنے آتی ھے ۔ " یولیسیس " (ULYSSES) اور "ٹیتھومُس " (TITHOMUS) اس صنف مین اس کی کامیابی کی بہترین مثالین ھین ۔ اوّل الذکر مین ھومر کی نظم "اوڈیسی " (ODYSSEY) کا مشہور ھیرو یولسیس تین برس گھر بیٹھنے کے بعد پھر سیاحت پر نکلنے کی سوچتا ھے ۔ وہ اس نے برسون سیاحت کی تھی اور اب سیاحت کا اسے چسکہ پڑ گیا تھا ۔ اس کے کردار کی یہ صفت ایک لطیف تصویر کی صورت مین سامنے آتی ھے ۔ تضاد کے طور پر وہ اپنے لڑکے کے کردار کا بھی جائزہ لیتا ھے اور اس کو گھر کا انتظام کرنے کے لئے موزون قرار دیتا ھے ۔ آخر مین وہ اپنے ساتھیون کو متوجہ کرتا ھوا سفر پر چلنے کے مصمّم ارادے کا پر جوش الفاظ مین اظہار کرتا ھے ۔ ٹینی سن کی طویل نظم " ماڈ " (MAUD) کو بھی اس دائرے مین رکھا جاتا ھے ۔ اس مین ایک عاشق معشوق کی محبت مین مختلف قسم کے گیت گاتا ھے ۔ ھر گیت ایک الگ تصویر سامنے لاتا ھے اور عروضی لحاظ سے مختلف ھے ۔ یہان ایک خراب دماغ کا مطالعہ ھے ۔ غنائی تاثرات محبت اور مناظر قدرت کو نہایت آھنگ کے ساتھ ملاتے ھین ۔ ٹینی سن یہان اپنے فن کے عروج پر دکھائی دیتا ھے ۔

اس کی طویل شاھکار نظم " ان میموریم" (IN MEMORIAM

ہے جو اس کے جگری دوست آرتھر ہَیلَم (ARTHUR HALLAM)
کی موت پر طویل مرثیہ ہے ۔ اس میں ٹینی سن کے بہترین خیالات جمع ہوگئے ہیں ۔ اس نے یہ نظم سترہ برس میں تکمیل کو پہنچائی۔ اپنے دوست کی موت کا ماتم کرتے ہوئے وہ ہر قسم کے مسائل پر غور کرتا ہے جو اس کے دور میں سامنے آئے ہیں ۔ خاص مسئلہ زندگی بعد از موت کا ہے ، اور خدا کے وجود اور مذہب کی اہمیت پر اہم نتائج نکالے گئے ہیں ۔ شکوک اور خوف کے عالم ، خواب اور حقیقت کی دنیا خواہشوں اور اطمینان کے درمیان کشمکش کے مدارج طے ہوتے دکھائے گئے ہیں ۔ شاعر کا غم بھی تبدیل ہوتا جاتا ہے، بے تاب کرنے والے درد سے رفتہ رفتہ راضی بہ رضا ، ہو جاتا ہے ۔ خدا پر عقیدے کا الہٰمی ثبوت بہم پہنچتا ہے اور شاعر کی رجائیت پختہ ہو جاتی ہے ۔ ۱۸۵۰ء سے ایک روحانی کشمکش کا دور شروع ہوتا ہے اور یہ نظم اس کی آئینہ دار ہے مگر اصل میں جس طرح اس کشمکش کو اس نظم میں نمایاں کیا گیا ہے وہ آفاقی ہے ۔ اکثر مقامات پر نظم کچھ بوجھل ہو جاتی ہے اور اس کی یکسانیت تکلیف دہ بھی ہو جاتی ہے مگر مجموعی حیثیت سے یہ نظم عظمت اور زور کا نمونہ ہے اور اس میں ایک دائمی ساحرانہ اثر ہے۔ یہ ٹینی سن ہی کی نہیں بلکہ اس دور کی عظیم ترین نظم ہے ۔

آخری عمر میں اس نے جو نظمیں لکھیں وہ بہت ہی سادہ ہیں ۔ بہت سی نظمیں اس نے " پوئٹ لوریٹ" (POET LAUREATTE) کی حیثیت سے وقتاً فوقتاً لکھیں ۔ کچھ نظمیں دیہاتی زبان میں بھی لکھیں مگر اس کی مخصوص شاعری وہی ہے جس میں فنکار کی حیثیت سے نمایاں ہوتا ہے ۔ وہ انیسویں صدی کا سب سے اچھا شاعر نہیں مگر سب سے اچھا فنکار ضرور ہے ۔ اس کی فطرت بالکل قومی ہے اور وہ اپنی قوم کے خیالات ، جذبات اور محرکات کو بہترین طریقے پر ادا کرتا ہے ۔ وہ اپنی روایات میں اس قدر گم ہے کہ وہ یورپ کے لوگوں کو یک طرفہ نظر آتا ہے اور آج کل کے آفاقی ذہن والے لوگ اس کو بہت ہی تنگ نظر پاتے ہیں ۔ شاعری کی بابت نظریے بدل جانے سے بھی اس کی شاعرانہ حیثیت محض ایک لکیر کے

فقیر جیسی نظر آتی ہے مگر اس مین شک نہین کہ اس کی بہترین نظمین فن شاعری کے اعلی نمونے ہین اور دائمی قیمت رکھتے ہین ۔

قبل ریفائلی دور

اس دور کی شاعری مین ایک خاص تحریک نے، جسے قبل ریفائلی تحریک یا " پری ریفائلاٹ موومنٹ" (PRE-RAPHAELITE MOVEMENT) کہا جاتا ہے، بڑی اہمیت اختیار کی ۔ یہ تحریک ایک مصوّر نے شروع کی تھی، جس کا نام ڈانٹے گبریل روزٹی (DANTE GABRIEL ROSSETTI ؛ ۱۸۲۸ء تا ۱۸۸۲ء) تھا اور جو شاعر کی حیثیت سے نمایاں ہوا ۔ اس کے ساتھ بہت سے اور شاعر ہوگئے اور ایک پورا مکتبۂ فکر بن گیا ۔ ان کا ایک خاص مقصد تھا اور یہ ایک خاص قسم کی شاعری وجود مین لانا چاہتے تھے ۔ مصوّری مین ریفل* (RAPHAEL) نے جدید فنکاری کی بنیاد رکھی ۔ اس سے پہلے کی مصوّری مین مذہبی اثرات تصویر کے جزویات کے ذریعے نمایاں کئے جاتے تھے ؛ روزٹی مصوّری مین اس دور پر واپس جانا چاہتا تھا اور وہ اس عمل مین کامیاب بھو ہوا ۔ شاعری مین بھی کیٹس کی مصوّری سے متاثر ہوکر اس نے الہامی اور عرفانی کیفیات کو تصاویر کے ذریعے جن مین جزویات پر بہت توجہ تھی نمایان کیا ۔ شاعری مین ایک خاص اشاریت پیدا ہوگئی اور فن کے لحاظ سے شاعری مصوّری سے اتنی قریب آگئی جتنی پہلے کبھی نہ آسکی تھی ۔

روزٹی ایک اطالوی خاندان کا ایک فرد تھا جو انگلستان مین آ بسا تھا مگر جس کے گھر کی زبان اطالوی ہی تھی ۔ اس کی سب سے پہلی کامیاب نظم " دی بلیسڈ ڈیموزل " (THE BLESSED DAMOSEL) ہے ۔ یہ بیلڈ کے رنگ اور عروض مین لکھی گئی ہے ۔ ایک خاتون آسمان پر اپنے شوہر کے

---

* اصل نام RAFFAELLO SANZIO ، اطالوی مصوّر اور ماہر تعمیرات ۔

انتظار مین کھڑی ھے ۔ آسمان کے تاثرات مادّی اور صوری ذرائع سے سامنے لائے گئے ھین ۔ پوری کائنات ، خدا کا مقام ، حضرت مریم اور دوسرے آسمانی لوگون کی تصویرین کھینچی گئی ھین ۔ اس طرح ھر مذھبی عقیدے کو ایک تصویر مین تبدیل کردیا گیا ۔ یہی " پری ریفائلائٹ " فن ھے ۔ ادبی لحاظ سے یہ بھی رومانیت کا ایک نیا پہلو ھے جسے روزٹی نے ایک نیا تجربہ اور نیا طرز دیا ھے ۔ جذبات کو عبادت کے درجے پر پہنچا دیا گیا ھےاور جزویات کے ذریعے وھی مذھبی اثر پیدا کیا گیا جو ریفائل سے پہلے کے مصوّرون کی خصوصیت تھا ۔ روزٹی کی بہترین نظم "دی ھاؤس آف لائف " (THE HOUSE OF LIFE) ھے ۔ اس مین عہد الزبتھ کے سانٹ سیکوئینس (SONNET SEQUENCE) کو محبت کی واردات اس طرح دکھانے کے لئے استعمال کیا ھے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا اشارہ ھو جاتا ھے ۔ روزٹی قرطاس پر بھی مصوّری کرتا تھا اور الفاظ کے ذریعے بھی ۔ اس کی کامیابی بڑی اعلی پائے کی ھے ۔

روزٹی کے ساتھیون مین سب سے بڑی ھستی ولیَم مَورِس (WILLIAM MORRIS) کی ھے ۔ یہ کیٹس سے زیادہ اسپنسر کا پیرو ھے ۔ اسے مصوّری سے زیادہ عینیت سے تعلق ھے اور وہ اپنے دور کی تمام تحریکون پر نظر رکھتا ھے ۔ اس کی شاعری تمام تر تصویری ھے ۔ رومانی رنگ بہت زیادہ غالب ھے ۔ اس کی طویل شاھکار نظم " دی آرتھلی پَیراڈائز"(THE EARTHLY PARADISE) ھے ۔ قرون وسطی کی چوبیس کہانیان جمع کی گئی ھین ۔ چوسر کا اتّباع نمایان ھے، مگر مورس بالکل مختلف فطرت کا شاعر ھے اور جدید " تاثراتی " اسکول کا پیشرو ھے ۔ اس نے قدیم جرمنی اور اسکینڈی نیویا کے پرانے قصّون کو زندہ کیا ۔ اس نے آخرالذکر ملک کے " ساگا " (SAGAS) یعنی طویل داستانون کو نظم کیا یا ان ھی کے قسم کی نظمین لکھین ۔ اس نے اپنے تئین ایک خالی زمانے کا بے مقصد گانے والا کہا ھے ۔ شاید یہ بڑی انکساری ھے ۔ وہ اپنے دور اور اپنی قوم کے مستقبل مین اپنے ساتھیون سے زیادہ

دل چسپی رکھتا تھا - اس نے نثر مین بھی کچھ تصانیف پیش کین جن مین سے " نیوز فرام نووھیر" (NEWS FROM NOWHERE) بڑی دل کش " یوٹوپیا" (UTOPIA) ھے جسے سوشلسٹ کلاسک مانا جاتا ھے - مورس جدید اشتراکیت کے پیشروون مین بڑی اھمیت رکھتا ھے -

روزٹی کی بہن کرسٹینا روزٹی (CHRISTINA ROSETTI) بھی اچھی شاعرہ تھی - وہ اپنے بھائی کی تحریک سے تو زیادہ متاثر نہین ھے مگر اس کی نظم "گوبلن مارکٹ" (GOBLIN MARKET) پریون کا قصہ ھے اور اس کے سانٹ اس کے دبے ھوئے عشق کو بڑے لطیف طریقے پر چھپاتے نظر آتے ھین - اس کی ھنسی نہایت دل چسپ ھے اور اس کی چند نظمین ھمیشہ زندہ رھین گی -

دیگر شعرا - آرنلڈ

اس زمانے مین اچھے شاعرون کی کثرت تھی جن مین کافی تعداد ایسے شاعرون کی تھی جن کی کچھ نظمین اب بھی بہترین نظمون کے انتخاب مین جگہ پاتی ھین - رومانیت کے اثرات کو دل کش طریقے پر قبول کرنے والون مین بیڈوز (T.L. BEDDOES)، ٹامس ھڈ (THOMAS HOOD ؛ ۱۷۹۹ء تا ۱۸۴۵ء) اور ایلیٹ (ELLIOTT) کے نام نمایان رھین گے - کوونٹری پیٹمور (COVENTRY PATMORE ؛ ۱۸۲۳ء تا ۱۸۹۶ء) نے ازدواجی زندگی مین محبت کے موضوع پر پر اثر غنائی نظمین لکھین - بیلی (BAILEY) اور آرتھر ھیو کلف (ARTHUR HUGH CLOUGH ؛ ۱۸۱۹ء تا ۱۸۶۱ء) کی فلسفیانہ نظمون مین کچھ ھمیشہ انتخابات مین جگہ پائین گی - ایڈورڈ فزجیرالڈ (EDWARD FITZGERALD ؛ ۱۸۰۹ء تا ۱۸۸۳ء) کا "رباعیاتِ عمر خیام" کا ترجمہ شاعرانہ ترجمے کی بہترین مثال ھے -

مگر فلسفی شاعری مین سب سے زیادہ نمایان ھستی میتھیو آرنلڈ (MATTHEW ARNOLD ؛ ۱۸۲۲ء تا ۱۸۸۸ء) کی رھے

گی ۔ اس کی شاعری کا مقصد یہ ہے کہ جذبات اور صاف فکر کا امتزاج پیش کرے ۔ میتھیو آرنلڈ یونانی ادب سے بہت گہرے طور پر متاثر تھا اور جدید دور میں گوئٹے اور ورڈ زورتھ کو استاد مانتا تھا ۔ شاعری اس کے لئے زندگی پر تنقید تھی ۔ رومانیت کی بے راہ روی کو وہ سوفو کلیس (SOPHOCLES)، ہومر (HOMER) اور اپکٹیٹس (APICTETUS) کے اثرات کے تحت نئی شکل دینا چاہتا تھا ۔ وہ شعوری فنکار کی بہترین مثالوں میں سے ہے ۔ وہ ہر جگہ کچھ خاص خیالات کو ایک خاص طریقے پر پیش کرتا ہے ۔ اس کی مختصر نظموں میں سے کچھ فلسفے میں دب جاتی ہیں مگر بیشتر نظموں میں وہ اخلاقی اور فلسفیانہ خیالات پیش کرنے میں کامیاب ہے ۔ " ڈوور بیچ " (DOVER BEACH) اس کے نظریۂ حیات اور اس کی قنوطیت کی بہترین مثال ہے ۔ وہ ورڈ زورتھ کی سادگی کو قائم رکھتے ہوئے یونانی اصنام کی طرف تلمیحات کو بڑے لطف سے لاتا ہے ۔ اس کی بہترین نظموں میں ایک روانی ہے اور ایک مخصوص اثر ہے ۔

میتھیو آرنلڈ کی درمیانہ لمبائی کی نظموں میں " سہراب اور رستم " بڑی اہم ہیں ۔ اس میں اس نے کامیابی کے ساتھ ایپک کے انداز کو برتا ہے ۔ سہراب اور رستم کے کردار اشاراتی معنے رکھتے ہیں اور مناظر قدرت کے بیانات بڑے پر اثر ہیں ۔ آرنلڈ کا مخصوص قنوطی فلسفہ اور اس کی ذہنی کشمکش کی اس نظم سے بہتر تصویر ملنا مشکل ہے ۔ مگر اس کی شاہکار اور ہمیشہ زندہ رہنے والی نظمیں " دی اِسکالر جِپسی " (THE SCHOLAR GIPSY) اور " تِھرسِس " (THYRSIS) ہیں ۔ دونوں نظمیں اس نے اپنے دوست اور ہم عصر " کلف " سے متاثر ہوکر کہی ہیں ۔ پہلی میں ایک عالم کا حال ہے جو جپسی قوم میں شامل ہوگیا تھا ۔ یہ عالم نشاۃ الثانیہ میں تھا مگر اس کی کلف سے مناسبت نظم کی دل چسپی کا خاص باعث ہے ۔ دوسری نظم پاسٹورل مرثیہ ہے جو " کلف " کی موت پر لکھا گیا اور ملٹن کی " لِسیڈس " (LYCIDAS) شیلے کی " اڈونیس " (ADONAS) کے پائے پر پہنچ جاتا ہے ۔

ان دونون نظمون مین ایک نیا بند استعمال ہوا ہے جو آرنلڈ کی ایجاد ہے - یہان اس کا مخصوص رنگ اپنی کمال کی پختگی پر نظر آتا ہے اور اس کا نظریۂ حیات اس کی ہستی اس کی قنوطیت اور پھر رجائیت عجیب طریقے پر نمایان ہوتی ہے - آرنلڈ اپنے مقصد مین ناکام ہوکر غم سے ہم آغوش ہوگیا تھا - ورڈ زورتھ کے فلسفۂ قدرت نے اسے تسکین دی مگر اس کی کشمکش ختم نہ ہوئی ان نظمون مین یہ تمام پہلو نمایان ہوتے ہین اور آرنلڈ کی ہستی اور اس کی فنکاری کے دائمی نقش بن جاتے ہین -

براؤننگ

رابرٹ براؤننگ (ROBERT BROWNING ؛ ۱۸۱۲ء تا ۱۸۸۹ء) اس دور کا دوسرا عظیم شاعر ہے - شاید یہ ٹینی سن سے زیادہ عظیم ہستی ہے - جدّت طبع مین اور ایک بالکل نئے فن کے موجد کی حیثیت سے وہ ٹینی سن سے زیادہ اہم ضرور ہے - اس کی تعلیم کسی منظم طریقے سے نہین ہوئی - اکیس برس کے سن مین اس کی نظمین چھپین جن کے ابہام نے تمام شاعرانہ دنیا کو ہلا دیا - الزبتھ بیرٹ (ELIZABETH BARRET) کی شاعری سے اسے خاص دل چسپی ہوئی اور اس شاعرہ سے اس نے ملاقات پیدا کی - دونون کو ایک دوسرے سے محبت ہوگئی - الزبتھ کا باپ پاگل تھا اور لڑکیون پر ظلم کا حامی تھا - اس سے چھپا کر ایک دن براؤننگ نے الزبتھ سے شادی کر لی اور پھر دونون انگلستان چھوڑ کر اٹلی چلے گئے - ان کی ازدواجی زندگی بڑی کامیاب رہی - براؤننگ نے اپنی بہترین نظمین اپنی بیوی ہی کے زیر اثر لکھین - مگر اس کی بیوی بیمار رہتی تھی اور ایک روز اس کا انتقال ہوگیا - براؤننگ وطن واپس آیا اور اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوگیا - وہ بہت ہی پر لطف انسان تھا - وہ صورت سے شاعر معلوم ہوتا تھا اور ہر قسم کے لوگون سے ملتا رہتا تھا ، ہمیشہ خوش اور مطمئن نظر آتا تھا ، ہمیشہ پر امید رہا اور دوسرون کے

دل مین امید روشن کرتا رہا ۔ ابتدا مین اس کی شاعری بڑی گنجلک اور مشکل نظر آئی اور عرصے تک وہ مقبول نہ ہوا مگر وہ اپنی راہ پر قائم رہا اور آخر کو اس کے فن کی اہمیت کا لوگون کو اعتراف کرنا ہی پڑا ۔

اس کی شاعری نفسیاتی تحلیل اور اخلاقی تنقید کی طرف رجحان کی آئینہ دار ہے ۔ وہ حق کا جویا ہے اور شاعری اس کے لئے حق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے ۔ وہ رومانیت سے گہرے طور پر متاثر ہے ۔ شیلے کو سب سے اہم شاعر مانتا ہے ۔ شیلے کو اس نے سورج پر چلنے والا کہا اور اس کی شاعری کی مخصوص صفت یہ بتائی کہ وہ روحانیات کی دنیا مین لے جاتی ہے ۔ اس نے خود بھی یہی راہ اختیار کی اور انسان کی زندگی کے وہ لمحے تلاش کئے جس مین وہ اس دنیا سے بالاتر ہوکر روحانی دنیا مین پہنچ جاتا ہے ۔ اس کی ابتدائی نظمون مین نفسیاتی تجربے اس طرح پیش کئے گئے ہین کہ پڑھنے والون کی سمجھ مین نہین آتا کہ ان نظمون کے کیا معنے ہین ۔ مگر ان نظمون ہی سے اس کا فن شروع ہوتا ہے ۔ براؤننگ بنیادی طور پر ڈرامائی شاعر ہے جیسے ٹینی سن صوّرانہ شاعر ہے ۔ اس کی نظمین نفسیاتی حالات کو ایک خاص وقت پر کردارون کے الفاظ اور جذبات کے ذریعے نمایان کرتی ہین ۔ اس عمل کو پورا کرنے کے لئے اسے زبان اور قواعد کے سب اصول توڑ کر، عروض کے نئے اصول بنانا پڑے ۔ اس پر اسے بہت برا بھلا کہا گیا، مگر اس نے منہ توڑ جواب دئے ۔ عموماً براؤننگ کو ٹینی سن سے مختلف ظاہر کرنے کے لئے اسے فلسفی کہا جاتا ہے اور ٹینی سن کو فنکار، اصل مین وہ ٹینی سن سے زیادہ جدّت پسند فنکار ہے ۔ اس نے ایک بالکل نیا فنّی طریقہ ایجاد کیا ۔ اس نے کچھ ڈرامے بھی لکھے جو اسٹیج پر آئے لیکن ناکام رہے ۔ ڈرامائی تعمیر سے اسے کوئی مس نہ تھا مگر ڈرامائی حالات اور مواقع دکھانے کے لئے وہ پیدا ہوا تھا ۔ اس کی ہر نظم مین ایک طریقہ ہے ۔ کوئی فرد کسی خاص موقع پر اپنے خیالات کا اظہار اس موقع کے لئے مناسب زبان اور عروض کے ساتھ کرتا نظر آتا ہے ۔ نظم کے کردار کا نقطۂ نظر، اس کے

سوچنے کا طریقہ ، اس کے طبقے ہی زبان اور انسانی ذہن کے کام کرنے کا صحیح انداز سامنے آتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ انسانی ذہن قدرتی طور پر نہ منطق کے اصول پر چلتا ہے اور نہ اس کے خیالات کی ترجمان زبانی قواعد پر مبنی ہوتی ہے ۔ اس طرح براؤننگ شاعری کو جہاں تک ممکن ہے قدرت کی ترجمانی سے قریب لاتا ہے ۔ نفسیات، اخلاقیات ، روحانیات کے بڑے زور دار نقشے سامنے آتے ہین جو شروع مین کچھ منتشر اشارون سے زیادہ نہین معلوم ہوتے مگر جب ہم ان سے مانوس ہو جاتے ہین تو ان کی گہرائی اور گیرائی ، زبان کا بے ڈھنگا پن ، اوزان اور صوتی اثرات کی کرختگی ایک نئے فن کے عناصر بن کر ایک نیا آہنگ دکھاتے ہین ۔

براؤننگ کی مختصر غنائی نظمین کسی ڈرامائی لمحے کو ایک چمک کی طرح نمایاں کرتی ہین ۔ ان کے موضوع بہت ہی متنوع ہین ۔ سپاہیون کی تیزی عام لوگون کے وقتی تاثرات اور ہزار قسم کے موضوعات لائے گئے ہین ، کچھ مین مناظر قدرت کے تاثرات ہین ، کچھ مین جذبۂ قومی ہے ۔ " براسپیکے "(PROSPICE) مین موت کے وقت کا تصوّر اور با ہمّت انسان کی اس پر فتح کے لمحے کی ایسی زور دار تصویر ہے کہ شاید یہ براؤننگ کی تمام غنائی نظمون مین سب سے بہتر کہی جاسکے ۔ زیادہ تر مختصر نظمون کا موضوع عشق ہے ۔ براؤننگ کے لئے عیش ایک مخصوص لمحے کا نام ہے جب کہ عاشق اور معشوق ایک ہو کر سب کچھ بھول جاتے ہین اور خدا سے منسلک ہو جاتے ہین ۔ ان لمحات کی نوعیت ہر جگہ مختلف ہے ۔ " لوُ اِمنگ دی رُوئنز"(LOVE AMONG THE RUINS اسی عشقیہ نظمون کی نمائندہ مانی جاسکتی ہے ۔ اس مین تمام تاریخ کے کارنامون کو روحانی محبت کے ایک لمحے پر قربان ہوتے ہوئے بڑے کیف کے ساتھ دکھایا ہے ۔ کچھ نظمین حد سے زیادہ مختصر ہین مگر وہ جگنو کی طرح چمک کر اپنی خوبی واضح کردیتی ہین ۔ عشقیہ نظمون مین طویل نظم " لاسٹ رائڈ ٹوگیدر "(LAST RIDE TOGETHER) سب سے زیادہ نمائندہ ہے ؛ عاشق اور معشوق آخری دفعہ گھوڑے پر سوار جا رہے ہین ان کے کیف کے سامنے

کائنات کی ہر چیز گرد ہو جاتی ہے اور ان کی زندگی کا یہ لمحہ دائمی اور آفاقی ہو جاتا ہے ؛ وہ ہمیشہ اسی طرح اور اسی حالت مین رہین گے ۔

مگر براؤننگ کے مزاج اور فن کے موافق اس کی خود ایجاد کردہ صنف " ڈریمیٹک مونولوگ " ہے ۔ ان کا طریقہ وہی ہے جو مختصر نظمون کا ہے مگر براؤننگ محض ایک چمک کے بجائے ایک مکمل تجزیہ پیش کرتا ہے ۔ براؤننگ کے بیان اور موضوعات کا تنوع اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی نظمون کو اقسام مین بانٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نے خود جو تقسیم کی ہے وہ کسی اصول کے تحت نہین ہے ، ہان یہ ضرور کہا جاسکتا ہے " مونولوگ " تین قسم کے ہین ، ایک رومانی جیسے " مائی لاسٹ ڈچس " (MY LAST DUCHESS) جس مین قرون وسطی کے ایک رئیس کو اپنی مری ہوئی بیوی کی تصویر دکھاتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کا پورا قصّہ بیان کر دیتے ہوئے دکھایا گیا ہے ۔ یہ ایک عجیب و غریب زمانے کے عجیب و غریب اخلاق کی تصویر سامنے لاتی ہے ۔ ڈیوک کی نفسیات سے زیادہ اس کے دور پر زور ہے ۔ دوسرے خالص ڈرامائی جس کی بہترین مثال "دی بشپ آرڈرز ہز ٹومب" (THE BISHOP ORDERS HIS TOMB) ہے ۔ اس مین ایک بشپ (BISHOP) کے مرتے وقت کی حالت سامنے آتی ہے ۔ وہ خدا کا نمائندہ تھا مگر اس کی زندگی ایک پوشیدہ محبت ایک رقابت کے سوا اور کچھ نہ تھی ۔ اس کے ناجائز بچّے سامنے ہین جو اس کے بھتیجون کے نام سے مشہور ہین ۔ وہ بڑی ریاست اور کثیر مال و متاع چھوڑے جا رہا ہے مگر اس کی بڑی اہم خواہش یہ ہے کہ اس کی قبر نہایت موزون جگہ ہو، نہایت عمدہ پتھر کی بنے اور کتبہ بہترین لاطینی مین لکھا ہو۔ اس قسم کی نظمین کمال کے ساتھ ایک نفسیاتی حالت کو چیر پھاڑ کر ہمارے سامنے رکھ دیتی ہین ۔ تیسرے مذہبی اور فلسفیانہ جیسے " ربائی بن ازرا" (RABBI BEN AZRA) جن مین کوئی مفکّر خدا اور مذہب اور دنیا کی بابت غور کرتا ہوا ایک نئے عقیدے اور نئے اخلاق پر پہنچتا ہے ۔ یہان ہمین براؤننگ کا فلسفۂ حیات ملتا ہے ۔

یہ وھی فلسفہ ھے جس کو اقبال نے " آب از خضر بگیریم و در ساغر افگنم " سے ادا کیا ھے ۔ براؤننگ کسی عظیم رھبر پر عقیدے کو بڑی اھمیت دیتا ھے اور اس کی مدد سے انسان کے کردار کی مکمل تشکیل کو جو بڑھاپے مین میسّر آتی ھے انسانیت کا کمال ٹھیراتا ھے ۔ خدا ایک برتن بنانے والا ھے ، دنیا اس کا چکر آوا ھے اور انسان مٹی کا پیالہ ھے جو خدا کے ھاتھ سے مگر آوے کے چکر کے اثر سے بن کر نکلتا ھے ۔ یہ پیالہ شراب معرفت کے لئے ھے، اسے مکمل ھو جانے پر چکر سے کام نہین بلکہ بنانے والے سے کام ھے۔ یہ آخری قسم کا مونولوگ انگریزی مین فلسفیانہ شاعری کا کمال ھے ۔ مذھب کے سلسلے مین براؤننگ کی آرا دائمی طور پر مشعل راہ ھین ۔

ھر بڑے شاعر کی طرح براؤننگ نے ایک طویل نظم لکھنے کا ارادہ کیا اور کامیاب ھوا ۔ اس کی طویل نظم " دی رِنگ اینڈ دی بُک " (THE RING AND THE BOOK) تمام نظمون سے مختلف اور عجیب و غریب ھے ۔ اس مین قصّہ نہایت معمولی ھے۔ نام بڑے عجیب اور کرخت ھین ۔ ایک شوھر اپنی بیوی کو زنا کا الزام لگا کر مار ڈالتا ھے ۔ اس واقعے کے گیارہ نظریات ایک کچھری مین پیش ھوتے ھین ۔ ھر نظریہ ایک الگ " مونولوگ " ھے ۔ ان مین سے کوئی حق تک نہین پہنچتا ۔ براؤننگ یہ دکھانا چاھتا ھے کہ دنیا کے کسی معاملے کی بابت ھر شخص کا نظریہ حقائق سے مختلف ھوتا ھے ، مگر خدا کی حقیقت تک ان کے ذریعے پہنچا جاسکتا ھے ۔ نظم کی ھیروئن پُومپیلیا (POMPELIA) کا قتل گیارہ حقیقتون کی صورت مین سامنے آتا ھے جو سب غلط ھین مگر دیکھنے والی نظر کی ان سب غلط حقیقتون سے بالکل صحیح حقیقت تک پہنچ ممکن ھے ۔ اس طرح اس زندگی مین خدا تک پہنچا جا سکتا ھے ۔ نظم کے مختلف کردارون کا بہت ھی گھرا تجزیہ پیش کیا گیا ھے ۔ اس معاملے مین براؤننگ شیکسپیر سے آگے نکل جاتا ھے ۔ اپنے فن کو اس نے سونے سے انگوٹھی بنانے والے سنار کے فن سے تشبیہ دی ھے ۔ نظم کے دیباچے مین وہ خود اپنے مواد اور اس کی تشکیل کے بابت غور کرتا ھوا نظر آتا ھے ۔ اس مین " لیرک لو "

(LYRIC LOVE) ایک ٹکڑا ہے جو عشقیہ شاعری کا کمال ہے۔ نظم بلینک ورس مین لکھی گئی ہے مگر اس کو براؤننگ نے ایک مخصوص انفرادی نوعیت دے دی ہے ۔ اگرچہ اس کو جدید دور کی عظیم ایپک کہا جاتا ہے، مگر ایپک کا نام کچھ موزون نہین بیٹھتا۔ براؤننگ نے ایک بڑی جدید اور بڑی عظیم نظم پیش کی ہے جو بالکل نئی صنف ہے ۔ اس مین آفاق اور جدید دور پر ایک نئی نظر ہے اور فنکاری کا وہ کمال ہے جس کو لوگ آہستہ آہستہ مان رہے ہین ۔

براؤننگ کی شاعری سائنس کے دور کی بہترین آئینہ دار ہے اور رومانیت کو انتہا پر پہنچاتی ہے ۔ اس مین سائنسی تجربات، تحلیلین اور تجزیے پیش ہوئے ہین اور شاعری اور سائنس کو ملانے کی جہت پوری ہو جاتی ہے ۔ اس مین شاعری اور فلسفہ ہم آہنگ ہو جاتے ہین اور شاعر ایک نئی نظر پیدا کرنے مین کامیاب ہوتا ہے ۔ فنّی جدّت جو رومانی شاعری کی مخصوص صفت تھی یہان تمام بندشون کو توڑ کر ایک بالکل نیا فن وجود مین لاتی ہے۔ یہ شاعری اکثر مبہم ہے، اکثر تکلیف دہ ہے، ظاہری طور پر اس مین ہر وہ صفت ہے جو روایتی طور پر حسن اور فن کاری کے منافی ہے۔ زبان بالکل صوتی اور بے ڈھنگی ہے ۔ عروض عجیب عجیب پلٹے کھاتا ہے مگر اس کا اہم مقصد ہر بدشکل چیز کے پیچھے چھپے ہوئے حسن کے نقش کو پیش کرنا ہے ۔ براؤننگ کے بابت یہ رائے دی گئی کہ وہ بد شکل چیزون کو پیش کرنے مین کمال دکھاتا ہے۔ اصل مین وہ دنیا کو جیسی ہی ویسی ہی پیش کرتا ہے ۔ دنیا تو ہے ہی کرخت اور بے ڈھنگی مگر اس مین حسن ازل کا جلوہ بھی ہے جو تمام ظاہری اور اخلاقی عیوب مین سے چمکتا ہے ۔ براؤننگ کے بے ڈھنگے نقوش مین توجہ اس جلوہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے اور اس لئے وہ عظیم ترین شاعرون مین اپنے لئے جگہ بنا لیتا ہے ۔ انگریزی فطرت کی دنیا پسندی، اس کی آزادی، اس کی جدّت طرازی اور اس کے عرفان کا وہ بہترین نمائندہ ہے ۔ ٹینی سن کی طرح وہ بھی قومی شاعر ہے اور جیسے ٹینی سن قومی روایات

کو کمال پر لے جاتا ہے ویسے وہ قومی آزادی اور جدّت پسندی کو حد تک پہنچاتا ہے ۔

ساقی ارباب ذوق
A Pdf Book Company

باب دہم

ناول نگاری ڈکنز تھیکرے اور جارج ایلیٹ

۱۸۲۲ تا ۱۸۸۰ء

ڈکنز

اس دور میں انگریزی نثر کی طرح انگریزی ناول بھی اپنے کمال پر پہنچ گیا ۔ اس وقت ناول ادب کی مقبول ترین صنف ہوگئی ۔ ڈرامہ بالکل ختم ہوچکا تھا ۔ شاعری اور نثرنگاری مخصوص لوگوں کی دل چسپی کا ذریعہ تھی، مگر ناول عوام تک پہنچ گیا اور اس دور کا کوئی ناول نگار ایسا نہیں تھا جس نے بڑی شہرت نہ حاصل کی ہو ۔ یہ رسالوں کے عُروج کا بھی زمانہ تھا، اور زیادہ تر ناولیں پہلے قسط وار رسالوں میں چھپتیں، اور پھر کتابی صورت میں آتیں ؛ اس طرح چھپنے نے ان کے فن پر خاص اثر کیا ۔ زیادہ تر ناولیں کرداری ہوگئیں یعنی ان میں ایک مخصوص کردار کو مختلف حالات اور مقامات میں دکھایا جاتا اور قصّے کے ڈرامائی عناصر یا ڈرامائی تشکیل کی کوئی اہمیت نہ ہوتی ۔ سائنس اور عَینیَت کی جنگ میں ناول نگاروں نے زیادہ تر عینیت کا ساتھ دیا، لہذا مقصدیت ناول کا اہم عنصر ہوگئی ؛ جو ناول نگار عینیت کے ساتھی نہ بنے انھوں نے بھی مقصد کو پیش کرنا اپنے فن کا اہم کام سمجھا ۔

اس دور کا سب سے زیادہ نمایاں ناول نگار چارلس ڈکنز (CHARLES DICKENS ؛ ۱۸۱۲ء تا ۱۸۷۰ء) ہوا ۔ زیادہ تر لوگوں کی رائے میں انگلستان کا سب سے بڑا ناول نگار ہے ۔ ڈکنز

نچلے درمیانہ طبقے سے تعلق رکھتا تھا ۔ اس کا باپ مقروض ہوکر قید کر لیا گیا اور اسے بڑی مشکلین جھیلنی پڑین ۔ قسم قسم کی ملازمتین کرتا ہوا آخر کو وہ ایک وکیل کا منشی بنا پھر مختلف اخبارون مین لکھتا رہا ۔ اس نے مزاحیہ خاکے لکھے اور ۳۷-۱۸۳۶ء تک پکوک پیپرز (PICKWICK PAPERS) چھپتے رہے، جن سے وہ مشہور ہوگیا ۔ کہا جاتا ہے ۱۸۳۷ء مین دو حکومتین شروع ہوئین ، ایک ملکہ وکٹوریہ کی اور دوسری مسٹر پکوک کی۔ اس کے بعد وہ ناولون پر ناولین لکھتا رہا اور شہرت کے ساتھ کثیرآمدنی بھی حاصل کرتا رہا ۔ اِس کی ناولین نچلے درمیانہ طبقے کی زندگی کی عکّاسی کرتی ہین ۔ اِس زندگی سے وہ خوب واقف تھا، کیون کہ وہ خود بھی اسی طبقے کا ایک فرد تھا ۔ وہ اس طبقے کے حالات مزاح کے ساتھ یا درد کے ساتھ دکھاتا ہے اور غربت کی تکلیفون کی عکّاسی کرتا ہے ۔ جوانی کے تکلیف دہ تجربات اس کی ہستی کا اہم حصّہ ہوگئے ہین ۔ وہ اپنے جیسے تکلیف مین مبتلا لوگون کو ہمدردی سے دیکھ رہا ہے ؛ اس کی عکس کشی ایک پیام ہوجاتی ہے ۔ اس نظر ہی کی بنا پر وہ کارلائل اور رسکن کی تحریک کا حامی بنا ۔ درمیانہ طبقہ سائنس اور ذہنی ترقی کو اچھی نگاہ سے نہین دیکھتا تھا ۔ ڈکنس نے بھی ان کا ساتھ دیا اور اس طرح وہ نہ صرف درمیانہ طبقے کا مصوّر رہا بلکہ ان کا قائد بھی ہوگیا ۔ اس کی زندگی لندن مین گزری تھی اور لندن ہی کا درمیانہ طبقہ اس کی نگاہ مین تھا ۔ اس مین جنوب کے زراعتی طبقے کے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہین ۔ نئے درمیانہ طبقے سے جو صنعت اور تجارت سے وجود مین آیا تھا وہ بالکل ناواقف تھا ۔ مشینری نے جو مزدور طبقہ پیدا کیا تھا، اس کو چھوڑ کر، وہ اس طبقے کی طرف متوجہ تھا جو ماضی سے تعلق رکھتا تھا ۔ جو دنیا اس نے تعمیر کی ہے اس مین ایک رُجعت پسند معاشرہ ہے جس نے جدید دور کے اثرات اب تک قبول نہین کئے ہین جو ریل کے بجائے اسٹیج کوچ (STAGE COACH) کی رفتار سے چل رہی ہے ۔ اس کی دنیا نے فوراً انگریزی قوم کا دل موہ لیا کیون کہ یہ دنیا واقعاتی

سے زیادہ اس حد تک عینی ہے، جتنی کہ قوم چاہتی ہے۔ ڈکنز کا لندن، اس کی سڑکیں، مکانات اور رہنے والے ایک عجیب و غریب مُضحک پرستان ہے جو فوراً توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو ہر خاص و عام کے تخیّل پر اپنے دائمی نقش جما دیتا ہے۔

ڈکنز کا کمال اس کی تخلیقی قوتوں میں پنہاں ہے ۔اس کی دنیا ہر طرف زندہ اور جیتے جاگتے لوگوں سے آباد ہے ۔کردار زیادہ تر ایک ہی طبقے کے ہیں مگر ان کی کثرت ہمارے ذہن پر سب سے پہلے اپنا نقش ثبت کرتی ہے ۔ یہ سب کردار ڈکنس کی ہستی اور اس کے نظریے کے مطابق تخلیق ہوئے ہیں ۔ یہ اگر لمبے ہیں تو بالکل بانس ہو رہے ہیں اگر موٹے ہیں تو ریاضی کا دائرہ ہیں ۔ ان کے اخلاق اور ان کی نفسیات بھی اسی طرح توڑی مروڑی ہوئی ہیں ۔ برے کردار مکمل اور اچھے مکمل اچھے ہیں ۔ ہر ناول میں دونوں قسم کے لوگ صاف الگ الگ نظر آتے ہیں۔ یہ کردار حقیقت کے مبالغہ آمیز نقشے تو ہیں مگر وہ حد سے زیادہ زندہ ہیں۔ وہ مضحک ہیں اور ہنساتے ہنساتے لٹا دیتے ہیں ۔ وہ سنجیدہ ہیں تو ان کے غم و الم کا عالم ہمارے دل کو ہلا دیتا ہے ۔ وہ ڈِکنز کی اپنی تخلیقات ہیں اور ہم انہیں ان کے خالق سے الگ نہیں کرسکتے ۔ وہ شیکسپیر کے کرداروں کے بالکل متضاد ہیں کیوں کہ نہ وہ اپنے خالق کی غیر جانب داری کا ثبوت دیتے ہیں اور نہ مکمل کردار ہیں ۔ مگر ان میں ایک عجیب دل کشی ہے ۔ وہ ایک عینی دنیا اور ایک خواب کی دنیا کے افراد ہیں، مگر وہ ہر طرح زندہ اور پُر اثر ہیں ۔ ان کی تخلیق میں بڑی خامیاں ہیں۔ سب کردار برابر کا اثر نہیں رکھتے ، کچھ زندگی سے بہت دور جاتے ہیں ، کچھ بناوٹی نظر آتے ہیں ، کچھ محض تخیّلی ہیں ۔ ڈکنز کا ڈرامائی ذہن بہت ابتدائی ہے اور تہذیب و تعلیم نے اس پر جلا نہیں کی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر کردار جلدی میں بگڑ کر رہ گئے ہیں ۔ اکثر مزاحیہ بنانے کی کوشش میں بالکل پست مذاق تک پہنچ گئے ہیں ۔ اکثر " میلو ڈرامہ "، اکثر " فارسی" کے کردار ہوگئے ہیں، مگر ان کو دیکھ کر تنقیدی قوتیں شل ہو جاتی ہیں ۔

پکوک (PICKWICK)، سام ویلر (SAM WELLER) ،الفریڈ جنگل (ALFRED JINGLE) ، مکابر (MICAWBER) ، ڈک سویلر (DICK SWILLER) ،ڈیوڈ کاپرفیلڈ(DAVID COPPERFIELD) اس کی چچی بیٹسی ٹراٹ وڈ (BETSY TROTWOOD)،جوگارگری (JOE GARGERY) اور لاتعداد دوسرے کردار پڑھنے والـون کے ذھن اپنی انفرادیت کا نقش ھمیشه کے لئے جما دیتے ھین۔ ان کی کثرت خاص اثر رکھتی ھے ۔ ان کا تنوّع بڑا اھم ھے۔ ان مین ایک عجیب جادو ھے ۔ عموماً ھیرو، ھیروئن ، ویلن ، جن کـی طرف ڈکنز نے خاص توجه دی ھے اتنے پر اثر نہین ھین جتنے غیر اھم کردار جو اس کے قلم سے بے ساختگی کے ساتھ ٹپک پڑے ھین۔ ڈیوڈ کاپرفیلڈ کی ماں اتنی دل چسپ نہین ھے جیسی که اس کی کھلائی پیگاٹی (PEGGOTTY) یا اس کا شوھر بارکس(BARKIS) ۔ غرض جتنے زندہ کردار ڈکنس کی ناولوں مین ملتے ھین اتنے کہین اور نہین نظر آتے ۔

ڈکنز کی ناولین زیادہ تر کرداری ھین ۔ ان مین قصّه، پلاٹ اور تعمیر کا سوال نہین اٹھتا ۔ یه صورت اس لئے بھـی لازمی ھوگئی تھی که ناولین رسالون مین قسط وار چھپی تھین ۔ پکوک پیپرز مین پہلے پکوک اور ان کے ساتھیون کو مختلـف مقامات پر اور مختلف حالات مین دکھایا جاتا ھے ۔ کافی دیر کے بعد کچھ کردارون کی حرکتون سے ایک پلاٹ بنتا ھے، ایک ڈرامائی کشمکش نمایاں ھوتی ھے،اور قصّه مرکز پر پہنچ کر دل چسپ ھوتا ھے،اور آخر مین ایک نتیجه نکلتا ھے ۔ مسٹر پکوک کا مسز بارڈل سے جھگڑا ، کچہری ، قید اور پھر رھائی ایک مرکزی پلاٹ ھے اور پھر جنگل اور دوسرے کردارون کے قصّے بھی کھڑے ھوتے ھیـن اور مناسب خاتمے تک پہنچتے ھین ۔ اسی طرح " ڈیوڈ کاپرفیلڈ " مین بھی قصّے کے مختلف دھارے بعد مین آتے ھین مگر اس کی کچھ ناولین ایسی ھین جو مکمل طور پر ڈرامائی ھین، مثلاً "بارنابی رَج" (BARNABY RUDGE)، " اے ٹیل آف ٹو سٹیز"(A TALE OF TWO CITIES) ، " ھارڈ ٹائمز"(HARD TIMES) مین شروع

ھی سے قصّہ دل چسپ ھو جاتا ھے ۔ کچھ واقعات اور کرداروں کے حالات میں پہلے ھی باب سے تجسّس پیدا ھو جاتا ھے اور آخر تک قصّے کی دل چسپی اور کرداروں کی کشمکش قائم رھتی ھے۔ مگر ڈکنس کی تعمیری صلاحیتیں کمزور ھی نظر آتی ھیں۔ بلاضرورت پلاٹ کردار اور واقعات قصّے کے مرکزی تاثر سےصاف الگ نظر آتے ھیں۔ صرف ایک ناول " گریٹ اسپکٹیشنز" (GREAT EXPECTATATIONS) میں وہ تعمیر اھم خامیوں کے باوجود اعلی پائے پر ھے ۔ اس کے ھیرو پِپ (PIP) کا قصّہ اور اس کے ایک ملزم سے پوشیدہ تعلق کا حال پہلے ھی منظر سے دل چسپ ھو جاتا ھے اور آخر تک توجہ کا مرکز رھتا ھے ۔ اس کا خاتمہ نہایت ھی عمدہ تھا مگر عوام کو خوش کرنے کے لئے ڈکنس نے اسے بدل دیا اور اس طرح اس کی سب سے بہتر تعمیر کی ھوئی ناول پر بھی ایک بڑا دھبّہ لگ جاتا ھے ۔ غرض ڈکنز میں قصّہ گوئی کی قوت ضرور تھی مگر کلچر کی کمی کی وجہ سے فنّی تاثرات سے زیادہ فطری زور اس کے یہاں اھم رھا ۔ اس کی ناولوں میں بیانات اور پس منظر کی عکس کشی کا بھی یہی عالم ھے ۔ اکثر اس کی ناولوں میں لمبے لمبے بیانات ملتے ھیں اور یہ بڑے دل کش نقشے سامنے لاتے ھیں ۔ ڈکنز کی شاعرانہ تخیّل کی طاقتیں نمایاں ھوتی ھیں ۔ کہیں کہیں رنگین ٹکڑے نظر آتے ھیں مگر زیادہ تر بہت ھی روانی سے لکھے ھوئے ایسے بیانات ھیں جن میں فضا کے تاثرات بڑی بے ساختگی سے قائم ھوتے چلے جاتے ھیں ۔ وہ مبالغہ آمیزی بھی کرتا ھے، اکثر تکرار سے بھی کام لیتا ھے اور اکثر تخیّل کے کھیل سے فضا کو مضحک یا الم ناک بنا دیتا ھے ۔ وہ مادّی اشیا میں بھی زندگی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ھے۔ " اے ٹیل آف ٹو سٹیز" (A TALE OF TWO CITIES) میں انقلاب فرانس کے واقعات کے بیان " برنابی رج (BARNABY RUDGE) میں مذھبی فسادات کے بیانات تاریخی ھیں مگر تاریخ کے عالم تاثر کو اس طرح پیش کردیا گیا ھے کہ ان ادوار اور ان کی ھیبت ناکی کا اثر پڑھنے والوں کے سامنے آ جاتا ھے۔ واقعیت کے ساتھ بیانات میں بھی ایک مخصوص انفرادیت دکھائی دیتی ھے۔

مصنّف کی ہستی نے ان کو بھی ایک ایسا رنگ دے دیا ہے جو لافانی ہے ۔

ڈکنز کی ناولون کا مخصوص اثر مزاح ہے اور وہ دنیا کے عظیم ترین مزاح نگارون مین سے ہے ۔ وہ دنیا کو عجیب مزاحیہ نظر سے دیکھتا ہے ۔ اس کے مجمعے تمام تر مضحک لوگون اور مضحک کردار سے پر نظر آتے ہین ۔ ہر جگہ مضحک واقعات ہنساتے ہین مگر خاص طور پر اس کا مزاح کردار کا مزاح ہے ۔ انسانون کو وہ کمال ہمدردی سے دیکھتا ہے مگر ان کے بے ڈھنگے پن پر ضرور ہنستا اور ہنساتا ہے ۔ اس کا مزاح لطیف نہین ۔ اکثر جملون سے بھی وہ ذکاوت کا اثر پیدا کرتا ہے مگر اس کا کمال مزاحیہ تخلیقون مین ہے ۔ کوئی ناول ایسی نہ ہوگی جس مین کچھ ایسے مزاحیہ کردار نہ ہون جن کا تصوّر اور جن کی باتین ہمیشہ ہمیشہ ہنساتی نہ رہین ۔ مسٹر پکوک (MR. PICKWICK) ، فالسٹاف (FALSTAFF) کے بعد انگریزی ادب کا سب سے زیادہ مزاحیہ کردار ہے ۔ اس کی شکل صورت ہی مضحک ہے مگر وہ بڑا عقلمند ہے اور دنیا کی خدمت کرنے اور دنیا کی اصلاح کرنے کے لئے اس نے ایک کلب بنایا ہے ۔ وہ اپنے مہمّات پر ایک عظیم ہیرو کی طرح روانہ ہوتا ہے ۔ اپنی عقلمندی اور کارگزاری سے ہر حالت کو مضحک بناتا ہے اور ہم کو ہنساتے ہنساتے لٹا لٹا دیتا ہے ۔ مسز بارڈل (MR. BARDELL) سے اس کی ہمدردی کا منظر، جس سے ایک پورا مقدمہ کھڑا ہو جاتا ہے، مزاح نگاری کا کمال ہے ۔ پکوک کا حق پر قائم رہنا اور ایثار کے جذبے مین جیل جانا اور قیدیون سے اس قدر ہمدردی دکھانا کہ مجرم لوگون کا اسے عینک والا فرشتہ کہنا مزاح کے تمام مدارج طے کرتا ہے اور ڈکنز کو مزاح نگاری کا معجز نما ثابت کر دیتا ہے ۔ اس کے مزاح مین اکثر طنز کا عنصر بھی آ جاتا ہے مگر یہ اس کا میدان نہین ہے ؛ اس کا مزاح کمال ہمدردی ہے اور اس لئے اکثر جگہ الم اور غم مین بھی تبدیل ہو جاتا ہے ۔ اکثر مزاحیہ کردار ایسی بے بسی کے عالم مین دکھائی دیتے ہین کہ ان پر ہمین بہت ہی افسوس ہوتا ہے ۔ ڈکنز

ہنسانا اور رلانا دونوں جانتا ہے ۔ مگر خاص طور پر وہ ہنسانے والا ہے ۔ تہذیب یافتہ لوگ اس کے یہاں لطیف مزاح کی کمی پاتے ہیں، مگر اس کے بے ساختہ ہنسانے والے مزاح میں بھی ایک لطافت ہے ۔ ایک پوشیدہ سنجیدگی اور فنکاری ہے جو ان کے دائمی اثر کی ذمے دار ہے ۔

ڈ کی ناولوں کی زندگی فنکاری سے زیادہ فطری اثر میں ہے ۔ وہ زود نویس تھا ۔ اس کی تربیت کسی اعلی اثر کے تحت نہیں ہوئی تھی ۔ اس نے اکثر پستی اور اکثر شعور کی کمی کا ثبوت دیا ۔ توازن کی کمی اس کے یہاں اکثر و بیشتر محسوس ہوتی ہے ۔ یکسانیت ، خواہ مخواہ کی تکرار ، بے جا باتوں کی نقل ، کچھ غلط عادتیں اس کے فن کو اعلی درجے سے گرا دیتی ہیں ۔ جذبات غم دکھانے میں وہ بہت سطحی ہو جاتا ہے ۔ مزاح میں وہ مذاق سلیم سے گر بھی جاتا ہے ۔ اس کے خیالات سطحی ہیں اس کی بحثیں تکلیف دہ ہیں ، اس کی زبان بناوٹی ہو جاتی ہے ۔ اس کا کوئی خاص طرز نہیں ۔ مگر یہ سب عیوب اس کی رومانیت میں چھپ جاتے ہیں ۔ اس کی فطرت بالکل رومانی ہے اور بالکل قدرتی زور پر چلتی ہے ۔ اس کی زبان بھی زیادہ تر عام بات چیت کی زبان ہے اور اس میں وہی قدرتی زور ہے جو عام لوگوں کی زبان میں نمایاں ہوتا ہے ۔ اس کے رنگ میں ایک عجیب قدرتی روانی ہے ۔ کہیں کہیں اس روانی میں کمی ضرور نظر آتی ہے، مگر زیادہ تر بیانات اور مکالموں میں یہ اپنی موزونیت اور خلوص کی بنا پر بڑی دل کش ہو جاتی ہے ۔ اس کے یہاں ہر چیز قدرت کی دی ہوئی ہے اور قدرت کے بے ڈھنگے پن کے ساتھ۔ ہر چیز میں ایک قدرتی زندگی ہے جو اسے اعلی فنکار منوا ہی لیتی ہے وہ پوری قوم میں مقبول ہوا اور ہمیشہ مقبول رہے گا ۔

اس دور میں اچھے ناول نگار بکثرت ابھرے ان کی تصانیف میں سے ایک یا ایک سے زیادہ ناول نگاری میں اہم اضافہ ہیں ۔ ایک گروہ ایسے ناول نگاروں کا ہے جو فطری جوش رومانی رجحان اور مقصدیت میں ڈکنز کے قریب آ جاتے ہیں ۔

دو ناول نگار جو اپنے اس دور مین سب سے زیادہ مقبول تھے بُلوَر لِٹّن* (BULWER LYTTON) اور بینجمن ڈزریلی (BENJAMIN DISRAELI) هین ۔ اوّل کو لارڈ کا خطاب ملا ،بیرن آف نبورتھ (BARON OF KNEBWORTH) هوا اور وکٹوریہ کا وزیر نو آبادیات رها ۔ اوّل الذکر نے اسکاٹ کی طرح تاریخی ناولین لکھین جن مین "ریٖنزی" (RIENZI)اور "دی لاسٹ ڈیز آف پومپی" (THE LAST DAYS OF POMPEI) اب بھی دل چسپی سے پڑھی جاتی هین ۔ ان مین فنّی یا فطری زور کوئی خاص اهمیت نهین رکھتا مگر دل چسپی کمال کی هے ۔ دوسرے کی ناولین سیاسی مقاصد پر هین ۔ ان مین "کوننگزبی" (CONINGSBY) اور " سیبل" (SYBIL) اس دور کے اقتصادی اور سیاسی مسائل کا تجزیہ پیش کرتی هین ۔ مقصدی ناولون مین دل چسپی رکھنے والے ان کو اب بھی پڑھتے هین ۔ ان کے ساتھ مسز گیسکل (MRS.ELIZABETH CLEGHORN GASKELL) بھی نمایان حیثیت رکھتی هے۔ اس کا خاکون کے مجموعہ "کریٖنفورڈ" (CRANFORD) انگریزی کردار کا اتنا اچھا نمونہ هے کہ اس کا اثر شاید کبھی کم نہ هوگا ۔ نفسیاتی واقعیت نگاری مین یہ تصنیف شاهکار هے ۔ اس زمانے مین "کرسچین سوشلسٹ" (CHRISTIAN SOCIALIST) نامی ایک گروہ قائم هوا ،جس مین چارلس کِنگسلے (CHARLES KINGSLEY ؛ ۱۸۱۹ء تا ۱۸۷۵ء) خاص طور پر نمایان هوا ۔ اس کی وہ ناولین " ویسٹ وَرڈ هو" (WEST WARD HO) اور " ایلٹن لوک " (ALTON LOCKE) اس کے مقصد کا پروپیگنڈہ کرتی هین اور دل چسپ هین ۔ اس کی تاریخی ناول "هیرورڈ دی ویک" (HEREWARD THE WAKE) اینگلو سیکسن دور پر مبنی نهایت دل چسپ تاریخی ناول هے ۔

ان سب کے ساتھ اور یقینی طور پر ان سب سے بڑی ناول

---

* پورا نام۔ EDWARD GEORGE EARLE LYTTON BULWER-LYTTON ؛ ۱۸۰۳ء تا ۱۸۷۳ء ۔ معروف بہ لارڈ لٹن ۔

نگار شارلٹ برانٹی (CHARLOTTE BRONTE ؛ ۱۸۱۶ء تا ۱۸۵۵ء)
ھے ۔ اس کے ناول رومانی جوش اور جذبات پر مبنی ھین ۔ اس کی ھستی بڑی زور دار تھی ۔ وہ ایک پادری کی بیٹی تھی، جو گھرے طور پر مذھبی تھی مگر جس کے دل مین جذبات کا بڑا زور تھا ۔ اپنی ناولون نے اس نے واردات محبت اور خود داری کے جوش کو ھیروئن کے کردار کے ذریعے نمایان کیا ھے ۔ جذبات کے انکشاف کے ساتھ ساتھ ایک اخلاقی زور بھی ان کو روکتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔ اس کی ناولین اس کی ھستی کو نمایان کرتی ھین ۔ اس کی ناول "جین ایر" (JANE EYRE) شاھکار ھے ۔ یہ ایک لڑکی کا قصّہ ھے، جو جذبات کے زور مین گھر چھوڑ کر، ایک رئیس کے یہان گوَرنِس ھو جاتی ھے ۔ اس رئیس کی بیوی پاگل ھے اور ایک کمرے مین بند ھے ۔ جین سے اس رئیس کی محبت کا قصّہ بڑے ھی دل چسپ طریقے پر بیان ھوا ھے ۔ رئیس جس کا نام رُوچسٹر (ROCHESTER) ھے نہایت عمدہ طریقے پر نمایان ھوا ھے، مگر مرکز توجہ جین خود ھے جس کی نفسیات کا جائزہ بہت ھی اھم ھے ۔ اس کی دوسری ناولین " شرلی" (SHIRLEY) اور " دی پروفیسر" (THE PROFESSOR) اور " وِیلِٹ " (VILLETTE) بھی بڑی زور دار ھین ۔ اس کا رنگ یہان بھی ان کی ھستی کا آئینہ دار ھے ۔ وہ حقیقت مین اعلی فطرت کی مالک ھے اور اس کی تینون ناولین دائمی زندگی رکھتی ھین ۔

اس کی بہن ایملی برانٹی (EMILY BRONTE ؛ ۱۸۱۸ء تا ۱۸۴۸ء) محض ایک ناول کی بنا پر اوّل درجے کے ناول نگارون مین شامل ھو جاتی ھے ۔ اس کی ناول " وَدرِنگ ھائِٹس" (WUTHERING HEIGHTS) مین ایک رومانی اور سنسنی خیز قصّہ ھے ۔ یہ ایک مکان سے وابستہ ھے جس مین آسیب اور ھِیتھ کلِف (HEATHCLIFF) کا کردار عجیب ھیبت کا اثر پیدا کرتے ھین ۔ قصّے کی ترتیب اور کردار کا زور بہت ھی زیادہ ھے ۔ یہ ناول سنسنی خیزی کو فن مین تبدیل کر دیتی ھے ۔ ایملی کی ھستی عجیب تھی اور اس کی یہ عجیب ناول **انگریزی کے عظیم ترین شاھکارون**

مین جگہ پاتی ھے -

تھیکرے

ناول کی بنیاد .واقعیت پر رکھی گئی تھی اور اس دور مین واقعیت کو کمال پر پہنچانے والا ولیم میک پیس تھیکرے (WILLIAM MAKEPEACE THACKERY ؛ ۱۸۱۱ء تا ۱۸۶۳ء) تھا - ڈکنس کی وہ اسی طرح ضد تھا، جیسے براؤننگ، ٹینی سن کا - وہ کلکتہ کے قریب پیدا ہوا اور چھ برس کے سن تک ہندوستان مین رہا - اس نے کیمبرج مین تعلیم پائی اور یورپ کا سفر کیا - پہلے وہ مختلف نامون سے کرداری خاکے لکھتا رہا - اس نے مزاحیہ اور تنقیدی کثرت سے مضامین لکھے - اس کی تصنیف "انگلش ہیومرسٹس" (ENGLISH HUMORISTS) تنقید مین اہم اضافہ ھے- اس کی پانچ تصانیف بڑی اعلی پائے کی ناولین ھین اور ان ھی مین سے دو فنکاری کے کمال ھین - وہ عالم تھا اور رومانیت کے خلاف تھا - اٹھارویں صدی سے اسے خاص دل چسپی تھی - اس دور کے تمام مصنّفین کا اس نے گہرا مطالعہ کیا تھا اور اُن کے فن سے متاثر تھا - فیلڈنگ کو اس نے اپنا استاد مانا اور عام رومانیت کے خلاف علم اٹھاتے ہوئے کلاسیکی واقعیت کو اپنی تصانیف کا موضوع بنایا - لِٹَن (LYTTON) اور ڈِزرائیلی (DISRAELI) کی ناولون کا پنچ (PUNCH) مین مذاق اڑایا - ان سے اسے قصّہ گوئی اور کردار نگاری کا فن آیا - فیلڈنگ کی طرح وہ ریاکاری کا دشمن تھا، اور اس کے دور مین مخصوص قسم کے لوگ، جو محض دکھاوے کی بناوٹی زندگی بسر کر رھے تھے اور ھر کام مین شامل تھے، اس کی طنز کا شکار ہوئے - اس کی "بُک آف اسنابز" (BOOK OF SNOBS) ھر پیشے کی ریاکارون کی تصویرین پیش کرتی ھے - تھیکرے انسان سے نفرت مین سگخوئی تک پہنچ جاتا ھے اور اپنے غصّے کا اظہار کرتا ھے - ھمین اس کے نظریے سے ھمدردی ضرور ھوتی ھے، کیون کہ اس کا خلوص بہت زور دار ھے - "پیرس اسکیچ بک "

(PARIS SKETCH BOOK BY MR. TITMARSH) اس کے تجربے اور کردار نگاری کی اہم مثالین پیش کرتی هے - ان سب تصانیف سے اس کا نظریۂ حیات پختہ هو جاتا هے اور کردار نگاری کے فن مین اسے کمال حاصل هو جاتا هے - وہ ناول نگاری کے میدان مین ڈکنس سے زیادہ کلچر اور فنکارانہ ضمیر لے کر داخل هوتا هے -

اس کی تین بڑی ناولین اس کی هستی اور اس کی واقعیت کو پورے طور پر نمایان کرتی هین - یہ ناولین " وینٹی فیر " (VANITY FAIR) ، " پینڈنس " (PENDENNIS) اور " دی نیو کمز " (THE NEWCOMES) هین - وہ اونچے درمیانہ طبقے کا اس طرح نقشہ کھینچتا هے جیسے ڈکنس نچلے درمیانہ طبقے کا - مگر اس کی دنیا بہت محدود هے - اس طبقے کے ایک یا دو گھرون سے وہ باهر نہین جاتا - ایک ادھ سن رسیدہ آدمی، ایک مخصوص آزاد طبع جوان اور دو لڑکیان جن مین سے ایک نہایت آزاد اور حسین دوسری معمولی اور نیک ، ان سے وابستہ ایک آدھ اور آدمی اس کی ناولون کی تمام کائنات هین - جوان لڑکا پہلے طرارہ سے دل لگاتا هے مگر آخر مین نیک لڑکی کی طرف واپس آکر اس سے شادی کر لیتا هے - " پینڈنس" (PENDENNIS) کو اس کی ناول نگاری کی مثال مان لینا چاهئیے - اس مین آرتھر پینڈنس (ARTHUR PENDENNIS) جوان هیرو هے جو ایک ایکٹرس " فوتھرنگے" (FOTHERINGAY) پر عاشق هو کر اپنی غلطی مانتا هے اور پھر اپنی عزیزہ سے شادی کر لیتا هے - کردار سب نہایت خوبی سے دکھائے گئے هین اور فنکاری مین اپنی مثال نہین رکھتے - نیو کمز مین کرنل نیوکمز (COL. NEWCOMES) ایک شریف انگریز کی اچھائیون اور برائیون کا بڑا دل کش مجسّمہ هے - اس کا کردار انگریزی پبلک کے لئے بہت هی دل ثابت هوا اور ویسے بھی لطیف مزاح کی بہترین مثالون مین سے هے - مگر تھیکرے کا شاهکار اور انگریزی ناول نگاری مین واقعیت کا کمال " وینٹی فیر" هے -

" وینٹی فیر " (VANITY FAIR) دنیا کی عظیم ترین ناولوں میں سے ہے ۔ اس کا عنوان بنیان کی تمثیل " دی پلگرمز پروگریس " (THE PILGRIM'S PROGRESS) سے لی گئی ہے اور تھیکرے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے تجربے کی دنیا کو خود پسندی کے ایک میلے کی طرح نمایاں کرے ۔ اس کو تھیکرے نے 'بغیر ہیرو کی ناول' کہا اور اس میں کوئی مرد کردار ایسا نہیں ہے جو وقعت کے قابل ہو ۔ ناول ایک اسکول سے شروع ہوتی ہے جہاں سے دو لڑکیاں اسکول کی تعلیم ختم کرنے والی ہیں ۔ ایک " امیلیہ سڈلے " (AMELIA SEDLEY) اور دوسری " ربیکا شارپ " (REBECCA (BECKY) SHARP) ؛ پہلی حد سے زیادہ نیک لڑکی ہے اور دوسری بڑی تیز ۔ ان کے ہی سلسلے میں تین گھروں کے نقشے ہمارے سامنے آتے ہیں ۔ ایک بگڑتے ہوئے زمیندار سَر پِٹ کراولے " (SIR PITT CRAWLEY) کا گھر جس میں روڈن کراولی (RAWDON CRAWLEY) کو ربیکا پھانس لیتی ہے ۔ دوسرا سِڈنی کا گھر، جو اوسط طبقے کے ملازم پیشہ لوگ ہیں اور تیسرے اوسبورن (OSBORNE) کا گھرانہ، جس نے تجارت سے ترقی کی ہے ۔ امیلیہ کی شادی کیپٹن اوسبورن سے ہو جاتی ہے ۔ یہ جنگ میں مارا جاتا ہے اور امیلیہ بیوہ ہو جاتی ہے ۔ اس کا ظالم خسر اس کو الگ کر دیتا ہے ۔ اس سلسلے میں ایک شخص ڈوبن (DOBBIN) نظر آتا ہے جو اوسبورن کی بڑی عزّت کرتا تھا اور امیلیہ کو بہت چاہتا ہے ۔ آخر میں امیلیہ اس سے شادی کر لیتی ہے ۔ ناول کا زیادہ حصّہ ربیکا یا بیکی کے کارناموں سے بھرا ہوا ہے ۔ وہ دنیا کی اعلیٰ ترین ادبی تخلیقات میں سے ہے ۔ اس کی فطری چالبازی ، اس کا قدرتی دوغلہ پن ، اس کی مردوں پر فتح پانے کی جہت ، اس کی ناکامیابیوں میں ہمّت اور اس کی کامیابیوں میں بے اطمینانی جس کمال کے ساتھ دکھائی گئی ہیں وہ معجزے سے کم نہیں ہے ۔ وہ پیرس میں تمام مردوں کو اپنے اور اپنے شوہر کی بسر اوقات ذریعہ بناتی ہے ۔ شوہر سے الگ ہو کر امیلیہ کے بھائی کے پیچھے لگتی ہے، جو آئی۔سی۔ایس۔ ہے اور اس

کو خوب خوب بناتی اور لوٹتی ھے ۔ وہ مر جاتا ھے اور اس کے بیمہ کا معاوضہ بیکی کو مل جاتا ھے ۔ شاید وہ ھی اسے مار ڈالتی ھے ۔ غرض وہ اس مخصوص قسم کی عورت کی بے مثل تصویر ھے جسے رنڈی کہا جاتا ھے ۔ آخر مین وہ اپنے کو مصیبت زدہ کہلا کر سب کی ھمدردی حاصل کرتی رھتی ھے ۔ اس ناول مین اگر کوئی مرد کا کردار قابل قدر ھے تو وہ ڈوبن ھے مگر یہ بھی اپنی نیکی کو ایک کتّے کی طرح نا اھل پر برباد کر دیتا ھے ۔ امیلیہ نیکی کا مجسّمہ ھے مگر اس کی نیکی اتنی سخت حماقت ھو جاتی ھے کہ مصنّف اس پر غصّے کا اظہار کرتا ھے ۔ اس ناول کا مجموعی اثر عجیب و غریب ھے ۔ یہ زندگی سے ایک اھم سوال تو کرتی ھے مگر اس کا جواب نہین دیتی ۔ اسی مین اس کی واقعیت ھے اس کی عظمت ھے اور اس کا فنّی کمال ھے ۔

اصل مین تھیکرے کی ھستی عجیب و غریب ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ اس کی دو ھستیان ھین ۔ ایک رومانی ھے اور دوسری رومانیت کو دباتی ھے ۔ وہ واقعاتی نظر لے کر پیدا ھوا ھے ، وہ زندگی کو بالکل غیر جانب دار ھو کر دیکھتا ھے اور حق کی تلاش کرتا ھے ، وہ انسانی نفسیات کی تحلیل کرتا ھے اور ریاکاری اور جھوٹ پر اسے غصّہ آتا ھے، وہ خود فریبی کا قائل نہین ،وہ بزدلی سے نفرت کرتا ھے،اس کے اندر ایک رومانی فطرت بھی ھے جو غم اور برائی مین دل چسپی رکھتی ھے، وہ ھر بات کو بالکل خلوص اور صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاھتا ھے۔" وینٹی فیر"(VANITY FAIR) مین وہ خود غرضی کی چالون اور شیطانی گھاتون کا بڑا ھی اھم نقشہ پیش کرتا ھے ۔ طنز اس کا مخصوص آلہ اور لطیف مزاح اس کا کمال ھے ۔ انسان کو وہ کسی حالت مین بھی ھمدردی کے قابل نہین پاتا ۔ بیکی کو برائی کا مجسّمہ بنا کر پیش کرتا ھے مگر ساتھ ھی ساتھ اس کی تیزی اور اس کی کارگزاری کے باعث ھمین اس کا ھمدرد بھی بنا دیتا ھے ۔ تھیکرے زندگی کی گہرائیون مین جاتا ھے مگر کسی نتیجے پر نہین پہنچتا ۔ اصل مین وہ مختلف رجحانات کی بدولت ایک کشمکش مین ھے ۔ وہ نیکی اور رحم کی

ضرورت محسوس کرتا ھے مگر ان قدرون کو دنیا مین نہ پا کر ایک مخصوص قسم کے تعطل کا شکار ھو گیا ھے جسے کبھی لوگ تنگ خوئی کہتے ھین، کبھی محض شیطنت کا نام دیتے ھین ۔ آخر مین اس کی واقعیت نگاری کا ھمین قائل ھونا پڑتا ھے اور اس امر کی پرواہ نہین رھتی کہ وہ کوئی خاص فلسفۂ حیات ھمارے سامنے لاتا ھے یا نہین ۔

اس نے ایک تاریخی ناول " ھنری اسمنڈ " (HENRY ESMOND) بھی لکھی جس کو وہ اپنی سب سے اچھی ناول کہا کرتا تھا اور جو تاریخی ناول نگاری کے فن کو اسکاٹ (SCOTT) سے کہین آگے لے جاتی ھے ۔ اس مین ایک ھیرو ھے جو اپنے اور اپنے خاندان کے حالات بیان کرتا ھے ۔ کاسل وڈ (CASTLEWOOD) کے تاریخی واقعات سامنے آتے ھین ۔ اس ناول کا زمانہ اٹھاروین صدی کا ھے اور یہ تھیکرے کا سب سے پسندیدہ دور ھے ۔ اس دور کے نقوش وہ بڑی فنکاری کے ساتھ ابھارتا ھے ۔ خاص قصّہ ھنری اسمنڈ (HENRY ESMOND) کی بیٹرکس سے محبت کا ھے ۔ بیٹرکس سے زیادہ خوب صورت اور لالچی عورت شاید ھی کسی کے قلم سے نکلی ھو ۔ یہ کردار بیکی سے کہین زیادہ دل چسپ ھے ۔ بیٹرکس (BEATRIX) کی ماں بھی ساتھ ساتھ ھے اور بیوہ ھوجانے پر اسمنڈ (ESMOND) کی لاشعوری توجہ مین ھے ۔ آخر مین بیٹرکس بہت سے رئیسون کو پھانسنے مین ناکام ھوکر غائب ھو جاتی ھے اور اسمنڈ اس کی ماں سے شادی کر لیتا ھے ۔ اس خاتمے پر لوگون نے اعتراض کیا تو تھیکرے نے یہ جواب دیا کہ وہ کیا جانے جن لوگون نے یہ حرکت کی ان سے پوچھا جائے ۔ لارڈ کاسل وڈ (LORD CASTLEWOOD) کے یہان رھنے سے اور ادب مین مخصوص دل چسپی سے اسمنڈ کی اس دور کے ادیبون سے ملاقات ھوئی اور اسٹیل (STEELE) ، ایڈیسن (ADDISON) ، سوفٹ (SWIFT) وغیرہ اس ناول مین زندہ ھو جاتے ھین ۔ اسکاٹ کے برخلاف، تھیکرے تاریخ کے ساتھ زیادتیان نہین کرتا ۔ وہ اسکاٹ سے ایک قدم آگے یون بڑھ جاتا ھے،کہ یہ ناول تمام تر اٹھاروین صدی

کی زبان مین لکھی ہوئی ھے ۔ نہ صرف ملکہ این (ANNE)
کے زمانے کے طریقے اور اس زمانے کی فضا زندہ ہوتی ھے،بلکہ اس زمانے
کی زبان بھی پھر سے قارئین کے سامنے وجود مین آ جاتی ھے ۔
اسمنڈ ایک جگہ بیٹرکس کے لئے ایڈیسن کی طرز مین ایک مضمون
لکھ کر اس تک پہنچاتا ھے ۔ ھم بھی تھیکرے کی نقّالی کے کمال کا
لوھا مانتے ھین ۔ اسکاٹ کی تاریخی ناولین محض زور طبع پر مبنی
تھین،لیکن یہ زور طبع کے ساتھ فنکاری کا بھی شاہکار ھے ۔

تھیکرے،ڈکنز سے کہین بہتر فنکار ھے ۔ " ھنری اسمنڈ "کے
پلاٹ کی تعمیر بہت ھی اچھی ھے ۔ " وینٹی فیر " مین اکثر
مقامات پر حادثات وغیرہ کی وجہ سے پلاٹ ڈھیلا ہوگیا ھےمگر پھر
بھی اس طویل ناول کا تاثر ایک ھے ۔ " پینڈنس " اور " نیو کمز"
کرداری ناولون کی طرح ھین اور ان مین تعمیر کا زیادہ سوال ھی
نہین اٹھتا ۔ اصل مین تھیکرے کا فن کردار نگاری مین نمایان ہوتا
ھے ۔ اس کے کردارون کی تعداد زیادہ نہین مگر سب کردار بہت
اچھی طرح تعمیر کئے ہوئے، پہلو دار اور بڑے پر اثر ھین۔ مجموعی
طور پر اس کے کردارون مین وہ جان نہین ھے جو ھمین ڈکنز کے
کردارون مین نظر آتی ھے مگر عورتون کے کردار دکھانے مین وہ ڈکنز
ھی نہین بلکہ تمام انگریزی ناول نگارون سے آگے ھے ۔ بیٹرکس اور
بیکی شارپ ، لیڈی کاسل وڈ (CASTLEWOOD)اور امیلیہ سڈلے
(AMELIA SEDLEY) عظیم شاہکار ھین، جن تک ڈکنز
نہین پہنچ سکتا ۔ کرنل نیوکمز کا ڈکنز کے مزاحیہ کردارون سے
تقابل کرنے پر دونون ناول نگارون کی فطرت اور فن کا فرق نمایان
ھو جاتا ھے ۔ ڈکنز طبع پر اعتماد کرکے ایک نو آموز کی طرح رنگ
بھرتا جاتا ھے ۔ تھیکرے کہنہ مشق مصوّر کی طرح نوک پلک درست
کرتا ھے ۔ ڈکنز کے مزاحیہ کردار ھنساتے ھین، تھیکرے کے مسکراھٹ
پیدا کرتے ھین ۔ جوزف سڈلے (JOSEPH SEDLEY) کا بے ڈھنگا
پن بڑا متوازن اور لطیف مزاح کی مثال ھے ۔ ڈکنز کا مزاح کمال
ھمدردی پر مبنی ھے ۔ تھیکرے بہت جلد طنز پر پہنچتا ھے اور
حماقتون پر غصّہ کرنے لگتا ھے ۔ ڈکنز انسان سے ھر حالت مین

محبت کرتا ھے جب کہ تھیکرے زبردست نقّاد ھے اور اس کی تنقید سخت ھے ۔ تھیکرے زیادہ تہذیب یافتہ لوگوں کا ناول نگار ھے ، اس کا طرز بھی انگریزی نثر مین اھم اضافہ ھے ۔ وہ اپنے دور کے بڑے نثر نگارون کا ھم پلّہ ھے ۔ الفاظ اور جملون مین مزاح کی آمیزش بڑے معجزے کے ساتھ کی گئی ھے ۔ اس کے مزاحیہ طرز کا ایک خاص تیور ھے اور اس کی نثر پڑھنے مین ایک خاص اثر ھر جگہ دل کو متاثر کرتا رھتا ھے ۔ تھیکرے کی فنکارانہ صلاحیتین بڑی اھم ھین، البتہ کمی جو واحد کمی محسوس ھوتی ھے وہ یہ کہ وہ اپنے فن کو استعمال کرنے مین پورا زور نہین دکھاتا ؛ وہ اپنی فطرت کو پورے طور پر جما نہ سکا ۔ اس پر بعض جگہ سطحیت اور بعض جگہ سگخوئی کا الزام لگایا جاتا ھے ۔ اصل مین وہ پبلک کے مزاج کا خیال کرتے ھوئے زیادہ گھری نظر ڈالنے سے پرھیز کرتا ھے ۔ معلم اخلاق کا سا جوش اس کی ناولون مین متعدد مقامات پر ایک خاص طریقے پر نمایان ھوتا ھے ۔ وہ قصّہ بیان کرتے کرتے وعظ کرنے لگ جاتا ھے۔ یہ وعظ دل مین نہین اترتے کیون کہ اصل مین واعظ کی نظر دونون طرف ھے ؛ اس کی ھمدردی نہین تو توجہ ضرور برائی کی طرف بھی اسی قدر ھے جس قدر اچھائی کی طرف ؛ اچھائی بھی اکثر اسے پریشان کر دیتی ھے ۔ اس کا نظریہ غیر جانب دارانہ نہین ھے مگر پھر بھی کسی مخصوص رخ پر نہین آتا ۔ وہ واقعیت نگار ھے ۔ اپنے تئین لطف کے ساتھ کٹھ پتلیون کے تماشے دکھانے والون سے مقابلہ کرتا ھے ۔ ھر جگہ وہ یہ کہتا ھے کہ اب وہ اپنی کٹھ پتلیون کو بکس مین بند کرکے تماشہ ختم کرتا ھے ۔ تھیکرے مین ایک عظیم ترین مبصّر حیات راستہ بھولا ھوا اور ایک عظیم ترین فنکار فن کو بے یقینی کی وجہ سے بے زور چھوڑتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔ بہرحال " وینٹی فیر " اور " ھنری اسمنڈ " ناول نگاری کی دنیا مین بڑے ھی اھم اضافے ھین ۔

متفرق

اس دور کے ناول نگارون کا ایک اور گروہ نظر آتا ھے، جو

تھیکرے کی واقعیت نگاری سے زیادہ قریب ھین ۔ اس مین انتھونی ٹرولوپ (ANTHONY TROLLOPE ؛ ۱۸۱۵ء تا ۱۸۸۲ء) جو تھیکرے کا سوانح نگار اور ھمدرد نقاد تھا سب سے زیادہ نمایان ھے ۔ اس نے سماجی حالات پر تنقید کو اپنایا اور اس کی ناول " بارچسٹر ٹاورز" (BARCHESTER TOWERS) شاھکار ھے ۔ چارلس ریڈ (CHARLES READE ؛ ۱۸۱۴ء تا ۱۸۸۴ء) بھی اسی طرز کا ناول نگار ھے مگر اس کی تاریخی ناول "دی کلوائسٹر اینڈ دی ھارتھ" (THE CLOISTER AND THE HEARTH) قرونِ وسطی کے یورپ کی بہت ھی عمدہ تصویر ھے ۔ یہ ناول جس مین ایک معمولی لڑکے اور لڑکی کی محبت کا قصّہ ھے، جن کو دھوکا دیا جاتا ھے، جو آخر مین کسی نہ کسی طرح پر مذھب کے خلاف مل کر رھنے ھی لگتے ھین ۔ یہ قصّہ اس دور مین تہذیب اور مذھبی لوگون کے اثرات کو سامنے لاتا ھے ۔ اس کے ھیرو " جیرارڈ " (GERARD) کے یورپ مین سفر کے ذریعے یورپ ھماری نگاھون کے سامنے پھر جاتا ھے ۔ تھیکرے کی " ھنری اسمنڈ" اور ریڈ کی " کلوائسٹر اینڈ دی ھارتھ" تاریخی ناول نگاری کے عظیم شاھکارون مین سے ھے ۔ ان لوگون کے ساتھ ولیَم ولکی کولنز (WILLIAM WILKIE COLLINS ؛ ۱۸۲۴ء تا ۱۸۸۹ء) بھی قابل ذکر ھے ۔ اس کا ناول " دی مُونسٹون" (THE MOONSTONE) سنسنی خیزی اور جاسوسی ناول نگاری کو فن کی حد تک پہنچاتی ھے ۔

جارج ایلیٹ

اس دور کی تیسری اھم ناول نگار جارج ایلیٹ※ (GEORGE ELLIOT) ھے ۔ وہ اپنے دور سے آگے ھے اور جدید ناول نگارون کی پیش رَو ھے، کیون کہ اس نے ناول کو ذھنی اعتبار سے بلند کیا

※ یہ MARY ANN CROSS NEÉ EVANS (۱۸۱۹ء تا ۱۸۸۰ء) نامی خاتون کا مردانہ قلمی نام ھے ۔

ہے اور اس مین کامیابی کے ساتھ، فن کے ساتھ آمیزش کی ہے۔ اس کا اصلی نام میری این ایوانز تھا ۔ وہ ایک پادری کی بیٹی تھی اور اسے علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا ۔ وہ اس دور کے عالمون سے بہت متاثر ہوئی ۔ خاص طور پر وہ ہربرٹ اسپنسر (HERBERT SPENCER) کے فلسفۂ ارتقا کی قائل ہے اور اس کو اپنے فن کا ایک حصّہ بناتی ہے ۔ مذہب سے آزاد زندگی اس کا اہم خواب تھا ۔ اس کا جارج ہنری لیوس (GEORGE HENRY LEWES) کے ساتھ نکاح کے بغیر زندگی گزارنا ایک ایسا واقعہ ہے جس کو مذہبی لوگ برداشت نہ کرسکے ۔ اس کے زور دار فلسفیانہ خیالات کو بھی زیادہ تر پسند کیا گیا مگر نقّاد اس کی نثر اور ناول مین فلسفے کی آمیزش سے بدظن ہوگئے ۔ اس کے مداح بھی اس کے ناولون مین ایک بھاری پن محسوس کرتے ہین مگر جدید مفکّرین کے لئے اس کی ہستی اہم ہے ۔ وہ ایک معمولی دیہاتی لڑکی سے بڑھ کر ایک بڑی مفکّر بن گئی ۔ ایک پادری کے دیہاتی گھر کے اثرات کو چھوڑ کر اسپنسر اور کونٹ* (COMTE) کے ذہنی درجے پر آگئی ، آزادیِ خیال کی حامی ہوئی ، فکر اور بحث اس کی زندگی کا اہم حصّہ ہوگئے ۔ وہ بڑی بحث محنت کے ساتھ فن کو فلسفے کے ہمدوش چلانے مین مصروف نظر آئی ۔ اس کا فنّی نظریہ زیادہ قابل اعتماد نہین مگر اس کی جرأت ، اس کا خلوص اور اس کی ایمان داری بہت ہی اہم ہین ۔ اس نے واقعیت کو شعوری طور پر برتا ، ذہنی تہذیب اور سائنس کے اثرات کو اپنایا ، تاریخ سے استفادہ کیا ، مفاد پرست فلسفے کا گہرا مطالعہ کیا اور اپنے ذہن کو ایک خاص تربیت دے کر ناول لکھے جن مین تحلیل اور صاف طور پر اس کی سائنسی نظر کا پتہ دیتی ہین ۔ واقعیت اس کے لئے ایک اہم جذبہ اور ایک خاص مذہب ہوگئی ۔ اس نے نہایت عمدہ وضاحت کے ساتھ اپنے نظریون کی تشریح کی ۔ اس کو تمام بنی نوعِ

---

* AUGUSTE COMTE (۱۷۹۸ء تا ۱۸۵۷ء) ، فرانسیسی ایجابی (POSITIVIST) فلسفی ۔

انسان سے همدردی هے اور معمولی انسانون کے خیالات اور حرکات محبت کے اثر مین آ کر اس کے ناولون مین عجیب اثر دکھاتے هین ۔ ایک آفاقی بھائی چارے کی تبلیغ هر جگه هوتی هے ۔ جو کام اس نے اپنے سر لیا تھا وہ بہت هی مشکل تھا ۔ اس کے نتیجے مین اس کی ناولین متعدد مقامات پر غیر دل چسپ اور بناوٹی هوگئی هین ۔ خیالات بیشتر فن کو بالکل دبا دیتے هین مگر جن مقامات پر وہ کامیاب هے وهان وہ نفسیات ، اخلاقیات اور تاریخ کی بہترین تشکیل پیش کرتی هے ۔

اس کی بہترین ناولین وہ هین جن مین وہ دیہات کے متوسط طبقے کی زندگی پیش کرتی هے ۔ ایک نئی دنیا همارے سامنے آتی هے اور بڑی اهم تخلیقات هماری توجه منعطف کرتی هین ۔ اس کی اپنی هستی هر چیز پر چھائی هوئی هے اور ایک مخصوص خود پسندی کا اثر هر جگه طاری هے ۔ مگر اس خود پسندی اور خودی کی آمیزش سے " ایڈم بیڈ " (ADAM BEDE) کی هیروئن " ڈینا مورس " (DINAH MORRIS) اور " مڈل مارچ " (MIDDLEMARCH) کی هیروئن " ڈوروتھی بروکس " (DOROTHEA BROOKS) عجیب کیف کی حامل هین ۔ مردون مین اموس بارٹن (AMOS BARTON) سائلس مارنر (SILAS MARNER) اور " فلپ ولکم " (PHILIP WELCOME) کے کردار بہت اهم هو جاتے هین ۔ کردار نگاری مین اس کا شاهکار مَیگی ٹلیور (MAGGIE TULLIVER) هے جس مین معصومیت ایک خاص فلسفیانه اهمیت اختیار کرلیتی هے ۔ اس کا مزاح بھی مخصوص قسم کا هے ۔ " دی مِل اون دی فلاس " (THE MILL ON THE FLOSS) مین ڈوڈسنز (DODSONS) اور " ایڈم بیڈ " مین " مسز پوائزر " (MRS. POYSER) اس کی اهم مثالین هین ۔ خالص هنسانے والا مزاح طنز مین تبدیل هوجاتا هے اور عجیب کیفیت پیدا کرتا هے ۔ دیہاتی زندگی کو مزاحیه لطف کے ساتھ واضح کرنے مین اسے کمال حاصل هے ۔ اس سلسلے مین " دی مل اون دی فلاس " (THE MILL ON THE FLOSS) شاهکار هے ۔ ان مین بڑے دل کش سبق هین ۔ عام رسوم اور رواج

کے دل چسپ حالات ھین اور یہ سب بڑے زور دار طرز کے ذریعے ایک فنّی تاثر قائم کرتے ھین ۔ " ایڈم بیڈ " بھی دیہاتی واقعیت کی بہترین مثالون مین سے ھے ۔

جارج ایلیٹ کی ناولین ایک مخصوص فلسفیانہ طرز کی حامل ھین ۔ ھر ایک کا کوئی نہ کوئی فلسفیانہ اور اخلاقی مقصد ھے ۔ " ایڈم بیڈ " مین مذھبی اور اخلاقی آزادی کو ھر فرد کا حق بتایا گیا ھے ۔ " دی مل اون دی فلاس " مین کردار اور حالات کے مقاصد پر اثر کی وضاحت کی گئی ھے ۔ " فلکس ھولٹ دی ریڈکل" (FELIX HOLT THE RADICAL) مین تہذیب اورافراد کی تعمیر مین تعلیم کا حصّہ دکھایا گیا ھے ۔ اس نے ایک تاریخی ناول " رمولا " (ROMOLA) بھی لکھی جس مین نشاۃ الثانیہ کی اٹلی کو زندہ کیا ، مگر اس ناول کا مقصد بھی انسان کی سماجی زندگی مین کچھ اھم واقعات کے اثرات اور اخلاق کی قدرون کو واضح کرنا ھے ۔ " ڈینئیل ڈیرونڈا "(DANIEL DERONDA) فن کے دائرے سے نکل کر تمام تر وعظ یا فلسفی کے مقالے کی شکل اختیار کرلیتا ھے ۔ اس کا فلسفہ بیشتر فن سے ھم آھنگ نہین ھوتا ، مگر جہان یہ ھم آھنگی ھو جاتی ھے وھان اس کے فن مین ایک خاص جوش اور الہامی قوت نمایان ھوتی ھے ۔ اس کے تمام مسائل قصّون کا حصّہ ھو جاتے ھین ۔ انسانون سے مخصوص قسم کی ھمدردی ، روحانی زندگی کی گہرائیان ، ھمّت اور عزم کے مظاھرے ، شاعرانہ قوت اور الہامی کیفیت اختیار کر لیتے ھین ۔ اس سلسلے مین اس کی ناول " مڈل مارچ " عظیم شاھکار ھے ۔ اس مین ایک لڑکی ڈوروتھیا (DOROTHEA) کا قصّہ ھے جو جارج ایلیٹ کی طرح علم مین دل چسپی رکھتی ھے اور ایک عالم کیسوبون (CASAUBON) سے جو اس سے عمر مین بہت زیادہ بڑا ھے شادی کر لیتی ھے ۔ شادی کے بعد ھی اسے محسوس ھوتا ھے کہ یہ عالم کچھ نہین ھے اور اس نے بڑی غلطی کی ھے ۔ وہ ایک جوان سے دل لگاتی ھے اور آخر مین اس سے شادی کرلیتی ھے۔اس خاص پلاٹ کے ساتھ اس کی بہن کی عام زندگی اور شرفا کے کردار بھی

تضاد کے لئے متوازی چلتے ھین ۔ اس کی ناولین دو دائرون مین رکھی جا سکتی ھین ۔ ایک سیدھی سادی ناولین جو ۱۸۶۶ء تک اس نے لکھین اور جن مین " ایڈم بیڈ" بہترین ھے اور دوسری جو " مڈل مارچ" سے شروع ھوتی ھین جن مین پیچیدہ زندگی کو اس کی پوری پیچیدگی کے ساتھ واضح کیا گیا ھے اور جو جدید روسی ناول نگارون کے شاھکارون کا پہلا نقش پیش کرتی ھین ۔ چھوٹے قصبون کی زندگی مین نفسیاتی اور روحانی پیچیدگیان ، ذھنی اور اخلاقی کشمکش کو صاف اور شاعرانہ طریقے پر واضح کرنے مین وہ ٹولسٹوئے[1] (TOLSTOY) اور دوستویفسکی[2] (DOSTOEVSKY) کی پیش رو ھے ۔

فنکار کی حیثیت سے جارج ایلیٹ یورپ کی عظیم ترین ناول نگاری کی راہ متعین کرتی ھے ۔ وہ اس جدید ناول نگاری کی موجد ھے جس کا کمال پروست[3] (PROUST) ٹولسٹوئے اور دوستویفسکی کے یہان ملتا ھے ۔ موجد کی تمام خامیان اس مین موجود ھین ۔ جو راہ وہ قائم کرنا چاھتی ھے وہ بڑی دشوار ھے ۔ اس کے سامنے

---

۱ LEO NIKOLAEVICH TOLSTOY (۱۸۲۸ء تا ۱۹۱۰ء) ، مشہور عالم روسی ناول نگار ۔ رئیس خاندان کا فرد تھا ، لیکن تمام جائیداد سے دستبردار ھوگیا ۔ برائی کے خلاف عدم مزاحمت ، حکومتون اور قومیتون کا انسداد ، کلیساؤن اور نظریون کی بیخ کنی ، لیکن خدا پر عقیدہ اور انسانون سے محبت اس کے فلسفۂ حیات کے اھم اجزا ھین ۔

۲ FEODOR MICHAELOVITCH DOSTOEVSKY (۱۸۲۱ء تا ۱۸۸۱ء) ، مشہور روسی ناول نگار ، انقلابی نظریات کے باعث سزایاب ھوا ۔ اس کے ناولون مین روحِ انسانی کے تاریک گوشون کو منّور کیا اور ذھن ، ارادے اور جذبے کو نامون ، لباسون اور پتون کے پس منظر سے نکال کر ان کو ایک مجرّد ھیئت بخشی اور انھین ھستی کی خالص لاجسمی حالتون کے طور پر پیش کیا ۔

۳ MARCEL PROUST (۱۸۷۱ء تا ۱۹۲۲ء) ، فرانسیسی ناول نگار ۔

کوئی مثال نہین - وہ بھٹکتی ہے، مگر اس کا عزم داد کے قابل ہے - رفتہ رفتہ وہ مسائل کو چھوڑ کر حق اور حقیقت کے اہم فلسفیانہ مظاہر پر آتی ہے - " مڈل مارچ " اس کا شاہکار ہے، کیون کہ اس مین اس کے تمام ذہنی نظریات کامل طور پر منظرون کردار اور واقعات مین کھپ کر ایک اہم فنّی حقیقت ہو جاتے ہین، صرف ایک عظیم قدرتی طاقت کی کسر رہ جاتی ہے ورنہ وہ عظیم ترین ناول نگارون مین ہوتی - اس کے طرز پر ذہنی عناصر غالب ہین اور وہ تھیکرے اور ڈکنس کے فطری زور تک نہین پہنچتی - اپنے دور مین اس کو سمجھنے والے بہت کم تھے - اب اس کی طرف زیادہ توجہ دی جا رہی ہے - پہلے " ایڈم بیڈ " کو اس کا شاہکار مانا جاتا تھا اب " مِڈل مارچ " کو بہت سراہا جاتا ہے - وہ ایجاد کی علم بردار ہے اور آگے آنے والون کے لئے مشعل راہ ہے -

باب یازدہم

رومانیت کے آخری اثرات

۱۸۷۸ تا ۱۹۰۰ء

انیسوین صدی کے آخری بیس یا پچیس سال انگریز معاشرے اور انگریزی ادب مین ایک اہم تبدیلی کا زمانہ ھین - ۱۸۵۰ء سے ۱۸۷۵ء تک قوم بڑے اطمینان اور خوش حالی مین رھی۔ انگریز کی تجارت دنیا کو اپنے ھاتھ مین لئے رھی ، وکٹوریہ کی حکومت مین رعایا خوش اور مطمئن رھی مگر ۱۸۷۵ء کے قریب دوسری قومین دنیا کی تجارت مین حصّہ بٹانے آگئین ، ملک کی آمدنی کم ھوئی ، صنعت گاھون مین مزدورون نے ھڑتالین کرنا شروع کین ، سیاسیات مین انگریزی حکومت دنیا پر قائم رھی مگر اس کی قوت مین رخنے پڑنے لگے - سلطنت کے مختلف حصّون مین یا تو جنگین ھوئین اور یا آزادی کی تحریکین نمایان ھوئین - وہ تمام ممالک جو انگریزون کے ماتحت تھے قومیت سے متاثر ھوکر ایک غیر قوم کی حکومت کو بری نگاہ سے دیکھنے لگے - ادیبون کی پر اطمینان زندگی مین خلل آیا اور ادب مین ایک نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی - رومانیت توانن کی تلاش مین مردہ ھوتی ھوئی نظر آئی اور اس کو پھر سے زندہ کرنے کی جہت عام ھوئی - کارلائل وغیرہ نے سائنس کو ادب کا دشمن ٹھیرایا تھا اور میکانیکی زندگی کو انسانیت کی موت کہا تھا۔ مگر زمانے نے ان خیالات کو دبا دیا تھا اور سائنس ادب پر بھی حاوی ھوکر اسے کمزور کر رھا تھا ؛ اس لئے اب نئے ادیبون نے میکانیکیت کی پر زور مخالفت کی ، عقل اور دانش کی عملداری سے پھر انکار

کیا گیا - تخیّل کو پھر آزاد کیا گیا ، جذبات کی باگ پھر چھوڑ دی گئی، واقعیت کی جگہ پھر ماضی اور دور از قیاس مہمّات نے لے لی - یہ نئی رومانیت ۱۷۸۹ء والی رومانیت سے بہت قریب آئی پھر بھی یہ اس سے مختلف رہی - ادیبوں نے انفرادیت کو حد تک پہنچایا - ایک ادیب اور دوسرے کے درمیان کوئی مشترک رجحانات نہ نظر آئے ، عقائد نے ہر فرد میں نئی صورت اختیار کی - سوئنبرن (SWIN BURNE ؛ ۱۸۳۷ء تا ۱۹۰۹ء) کی غنائی شاعری اور الفاظ پرستی فرانسس ٹامسن (FRANCIS THOMPSON) کا عرفان' جیمس ٹامسن (JAMES THOMSON) کی قنوطیّت ،سیموئل بٹلر (SAMUEL BUTLER) کا طنز ، جارج میرڈتھ (GEORGE MEREDITH ؛ ۱۸۲۸ء تا ۱۹۰۹ء) کی خیال پرستی ، هارڈی (HARDY) کی انکاری اور یونانیّت پرستی ، اسٹیونسن (STEVENSON ؛ ۱۸۵۰ء تا ۱۸۹۴ء) کی ماضی اور دور دراز ممالک کے مہمّات میں دل چسپی فن برائے فن کی تحریک اور اس میں آسکر وائلڈ (OSCAR WILDE ؛ ۱۸۵۴ء تا ۱۹۰۰ء) کی تخلیقیت اور والٹر پیٹر (WALTER PATER ؛ ۱۸۳۹ء تا ۱۸۹۴ء) کی تنقیدیں سب ایک دوسرے سے بالکل الگ نظر آئیں - انفرادیت اپنی انتہا کو پہنچی - سیلٹک (CELTIC) تجدید کی تحریک شروع ہوئی اور آئرلینڈ کے مصنّفین نے اپنا ایک الگ رنگ جمایا - اسی زمانے کے ادیب ایک دور کو ختم کرتے اور دوسرے دور کو شروع کرتے ہیں - ان میں سے کچھ جیسے هارڈی اور ییٹس(YEATS) بیسویں صدی تک جاتے ہیں اور ان کی آخری تصانیف اوّل دور کی تصانیف سے مختلف رنگ اختیار کرتی ہیں - شاعری کی روایات دھیمی ہو جاتی ہیں اور شاعر بہت زیادہ یک طرفہ نظر آتے ہیں - ناول نگاری سارے ادب پر حاوی نظر آتی ہے اور ایک نئی نوعیت اختیار کرتی ہے -

سیموئل بٹلر

اس دور کا سب سے پہلا نمایاں فرد سیموئل بٹلر

(SAMUEL BUTLER؛ ۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۲ء) ہے - یہ مذہبی ماحول میں پلا اور مذہبی ملازمت کے لئے تیار کیا گیا، مگر مذہبی نظام کی زیادتیوں نے اسے مذہب سے متنفّر کر دیا - اس نے چارلس ڈارون* (CHARLES DARWIN) کا مطالعہ کیا اور مزاحیہ مضامین لکھنے لگا - وہ جوانی میں عہدِ وکٹوریہ کے اثرات سے ہمکنار ہوا مگر ان کا کھوکھلا پن اسے نہ بھایا ، اس نے بغاوت کی ، اخلاقی آزادی کا علم اٹھایا اور اپنے دور پر تنقید کرنے لگا - مذہب ، اخلاقیات ، جذباتیّت ، بے معنے روایات، سب کو اس نے مطعون کیا اور سب کی بابت اپنا الگ نظریہ پیش کیا - عقل ، محرکات اور الہام کی وہ حد بندیاں کرتا ہے - اس کا فلسفہ زندگی کے معمّے کی گہرائیوں میں جاتا ہے اور اس کا حل میکانیکی طریقوں سے نہیں بلکہ عینی نقطۂ نظر سے پیش کرتا ہے - وہ بڑی پیچیدگیوں میں پڑتا ہے - وہ سب سے الگ نظر آتا ہے - وہ فلسفے اور سائنس کے اثرات کو روایات اور انسانی نفسیات کے رجحانات سے ملا کر ایک عجیب چیز پیش کرتا ہے جو اس کی پیچیدہ ہستی کا نمائندہ ہو جاتی ہے - وہ ایک نئے مذہب کی تلاش میں ہے - پہلے وہ اپنے روایتی مذہب کی تحلیل کرتا ہے - وہ عیسی کی بابت معجزات سے انکار کرکے عقلی فیصلوں پر پہنچتا ہے - عیسیٰؑ صلیب پر مر کر پھر زندہ نہیں ہوئے - وہ الگ تھے اور انسانی صورت میں اپنے شاگردوں کے سامنے آئے - مذہب ، اس کے مسائل ، کلیسا ، پادریوں اور عوامی عقائد کے اس نے پردے چاک کئے - اس نے یہ دیکھا کہ مذہب غلطی پر مبنی تھا اور اس بنا پر وہ سُگھُوئی، خوش عقیدگی ، بزدلی اور خود غرضی کے سوا اور کچھ نہ رہ گیا تھا - اس منفی تنقید کے بعد وہ مثبت نتائج پر پہنچتا ہے اور ایک نیا فلسفہ حیات پیش کرتا ہے - خدا کی قوت کا ایک نیا تصوّر قائم کرکے وہ زندگی کو پر امید دیکھتا ہے اور آپس میں اطمینان کی زندگی بسر کرنے کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے - اس کی نظر بہت وسیع ہے - وہ

---

* نظریۂ اِرتقا کا بانی -

مسئلۂ ارتقا کو ایک نئی صورت دیتا ہے ۔ ڈارون کے نظریے کے ساتھ وہ بوفون[1] ، لیمارک[2] ڈارون[3] کے نظریات شامل کر لیتا ہے۔ ارتقا میکانیکی ترقی کے بجائے تخلیقی اور نفسیانی ہو جاتا ہے اور ایک اہم طاقت اس کی بانی ہے ۔ مادّے کے ساتھ حافظہ بھی شامل ہو جاتا ہے ۔ انسانی قوت ارادہ بھی اہمیت اختیار کر لیتی ہے اور اس " تخلیقی ارتقا " کی بنیاد پڑتی ہے جیسے جدید دور مین برگسان (BERGSON) نے واضح کیا ۔

اس کی تصانیف اور اس کا فلسفہ، سماجی مسائل اور اخلاقیات کی گتھیان حل کرتا ہے ۔ اس کا آلہ طنز ہے اور اس کا طریقہ قصہ گوئی ۔ وہ سوئفٹ کا شاگرد ہے اور اسی کے طریقے پر جدید دور کے حالات کو عجیب تصوّرات مین تبدیل کرتا ہے ۔" ایروھون ریویزیٹڈ " (EREWHON REVISITED) اس کی زبردست طنز ہے جو سوئفٹ کے طنزیات کے برابر آ جاتی ہے ۔ اس کا نام " نووھیر " (NOWHERE) کے حروف الٹ کر بنا ہے ۔ یہ ہمین ایک ایسے ملک مین لے جاتی ہے جہان "کالجز آف ریزن" (COLLEGES OF REASON) ہین ،جہان بیمارون کو بیمار ہو جانے پر سزا دی جاتی ہے اور جہان کی سب سے دل چسپ چیز " میوزیکل بینکس" (MUSICAL BANKS) ہین ۔ ان بینکون مین موسیقی کے ذریے بانٹے جاتے ہین ۔ یہ گرجے پر سخت طنز ہے ۔ مذہب کو سوئفٹ نے چھوڑ دیا تھا مگر بٹلر اسی پر خاص حملہ کرتا ہے۔ ہر طرح اس کی پول کھولتا ہے اور اس کی ہر حرکت سے نا امیدی ظاہر کرتا ہے ۔ وہ اصولون کو رد کرکے محرکات پر انسانی زندگی

---

۱ GEORGES LOUIS LECLERC BUFFON (۱۷۰۷ء تا ۱۸۸۸ء) ، فرانسیسی سائنس دان ،۳۶ جلدون مین HISTOIRE NATURELLE کا مصنّف ۔

۲ LAMARCK

۳ ERASMUS DARWIN (۱۷۳۱ء تا ۱۸۰۲ء) ،ماہر بناتیات، نظریۂ ارتقا کا موید ۔

کی بنیاد رکھتا ہے ۔ اس کی دوسری اہم طنز " دی وے آف آل فلیش " (THE WAY OF ALL FLESH) خاندان اور اخلاقیات پر تنقید ہے ۔ ایک لڑکے ارنسٹ پونٹی فکس(ERNEST PONTIFAX) کی زندگی کے حالات بچپن سے بلوغ تک بیان ہوئے ہین ۔ طرز کردار ی ناول کا ہے مگر ارنسٹ کی گھر پر مذہبی تربیت اس کی اسکول مین مذہبی نقطۂ نظر سے درگت پھر دنیا مین اس کی مختلف لوگون سے ملاقاتین اور آخر مین اس کی ایک کم درجہ قدرتی طریقے پر پلی ہوئی لڑکی سے شادی تمام مذہبی تربیت کے پرزے اڑاتی ہین ۔ ارنسٹ قدرتی زندگی اور ہیرو ازم (HEROISM) کا قائل ہے اور اس پر پہنچ جاتا ہے ۔ یہ تصنیف " ایروہون" سے کمزور ہے مگر زیادہ تعمیری ہے ۔ اوّل الذکر مین شاعرانہ تصوّرات کے ذریعے زبردست طنز کو وجود مین لانا کمال ہے مگر مکمل اثر ایک قسم کی قنوطیّت ہے ۔ آخرالذکر مین رجائیّت بہت زیادہ ہے اور ارنسٹ کی مثال تعمیری راہ پر لگاتی ہے بٹلر کی اور تصانیف بھی ہین جن مین وہ طنز کو چھوڑ کر خالص تخیّلی طرز برتتا ہے مگر وہ خاص طور پر طنز نگار ہے اور اس سلسلے مین وہ جدید طنز نگارون مین سب سے آگے ہے ۔

بٹلر اوّل درجے کا فنکار ہے ۔ اس کی تصانیف خاص طور پر " ایروہون" اور " دی وے آف آل فلش " بڑی عمدہ ناولین ہین ان مین زندگی کی واقعاتی تصاویر نفسیات کے اہم جائزے اور زندگی پر ایک مخصوص نظر اور ایک خاص قسم کا مزاح ہے ۔ بٹلر انوکھا مصنّف ہے اور اس کی اُپج بڑی نمایان ہے ۔ اس کے طرز مین تخیّلی اور ڈرامائی خوبیان ہین مگر زیادہ تر وہ بالکل سیدھے اور صاف انداز مین لکھتا ہے ۔ خیالات کو ادا کرنے کے لئے جتنے الفاظ کی ضرورت ہے ان سے زیادہ نہین لاتا ۔ قوت قصّہ گوئی اس مین کمال کی ہے ۔ اس کا مزاح سائنسی ہے ۔ وہ اس پر پورا قابو رکھتا ہے اور اس کو پوشیدہ رکھ کر نہایت سیدھے انداز مین موقعے سے نمایان کرتا ہے ۔ طنز زبان کا ایک اہم حصّہ ہے ۔ زبان رنگین بالکل نہین ہے،مگر اس کے سیدھے پن مین ایک زور پنہان ہے جو

اسے بڑے اعلی درجے پر پہنچاتا ھے - بٹلر کی اھمیت بیسوین صدی مین مانی گئی اور اصل مین وہ اسی صدی کا پیشرو ھے -

جارج میرڈتھ

دوسری نمایان ھستی جارج میرڈتھ کی ھے جو فلسفی شاعر، ناول نگار اور نئی رومانیت کا اھم نمائندہ ھے - وہ ایک مہذب خاندان کا فرد تھا - جوانی مین اس نے پہلے رومانیت کے اثرات قبول کئے پھر عہد وکٹوریہ کی سائنسی رجحانات کے زیر اثر آیا - عقل اور دانش اس کے لئے ایک قسم کی روحانی روشنی ھے - وہ خود اعتمادی ھمّت اور خوش دلی کا حامی ھے اور میکانیکیت کا دشمن ھے ، وہ انسان کی فطرت مین مخصوص دل چسپی رکھتا ھے،انسان کی تحلیل کے ساتھ ساتھ وہ الہامی قوت اور تخیّلی تصورات سے بھی کام لیتا ھے، ذھنی ترقی اور صاف طریقے پر سوچنےکا وہ شدّت کے ساتھ حامی ھے ، وہ مفاد پرست (UTILITARIAN) فلسفیون کا ساتھی ھے اور ان کی طرح عقلی نتائج کواھمیت دیتا ھے مگر وہ الہامی مفکّرین کو بھی مانتا ھے اور کارلائل سے بہت متاثر ھے - وہ جرمن عِرفانِیات سے اور فرانسیسی توازن سے برابر کی دل چسپی رکھتا ھے - وہ آزادئ طبع کا طرف دار ھےمگر تربیت کی اھمیت بھی جتاتا ھے - اس کے یہان ایک مخصوص رجائیت ملتی ھے جو مادّیت اور ذھن کے مخصوص اشاراتی تصوّر پر مبنی ھے - مادر گیتی اھم ترین دیوی ھے اور ارتقا ایک آفاقی قانون ھے- قدرت ایک طاقت ھے جو زمین سے وابستہ ھے اور تندرستی اور عقلمندی کا ذریعہ ھے - اس کا فلسفہ مادّیت سے شروع ھوتا ھے اور عرفان پر ختم ھوتا ھے - انسان،خون اور محرّکات کا آمیزہ ھے - انسان کا دماغ،مادّی تعصّبات کا طابع ھے مگر اس مین محرّکات کو دبا کر ذھنی اور اخلاقی اِلہامی قوت پیدا کرنے کی بھی صلاحیت ھے- مادر گیتی اسے ذھن اور عزم دیتی ھے اور وہ عظیم کام کرتا ھے - ناول نگاری مین وہ کسی کا پیرو نہین ھے - اس کی ناولون

کی تعداد بہت ھے اور ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ھے ـ ھر ناول مین ایک خاص موضوع ھے ، ایک تعمیر کردہ پلاٹ ھے اور ایک سماجی یا تاریخی ماحول کے اثرات جمتے ھین ـ توجہ کردار کی طرف ھے حالان کہ بیشتر ناولین ایپک (EPIC) کی طرح ھو جاتی ھین اور ان مین آزادی کے لئے کشمکش کی ایک اھم تصویر سامنے آتی ھے ـ ایک خاص فضا قائم ھوتی ھے، ایک شاعرانہ دنیا اور اس کے حسین خواب سامنے آتے ھین، کلاسیکی ٹریجیڈی کی ھیئت کا احساس ھوتا ھے،مگر ان سب خصوصیات سے زیادہ اھم کردار نگاری ھے ـ میرِڈِتھ نے کثرت سے تنوّع اور اھم کردار تخلیق کئے ـ یہ کردار رئیس خاندانون سے تعلق رکھتے ھین اور مطمئن زندگی بسر کرتے ھوئے نظر آتے ھین ـ ھر کردار نمایان انفرادیت رکھتا ھے ـ لارڈ اورمنٹ (LORD ORMONT)، رچرڈ فیورل (RICHARD FEVEREL)، بوشان (BEAUCHAMP) سب سے زیادہ زور دار ھین ـ عورتون کے کردار خاص طور پر اھم ھین ـ میرڈتھ نسائیّت سے گہری واقفیت رکھتا ھے اور اس کی سب ھیروئنین تازگی، عفّت ، ھمّت اور ذھانت سے معمور ھین ـ لوسی (LUCY)، وٹوریہ (VITTORIA) ، کلارا (CLARA)،ڈائنا (DIANA)، اور امنٹا (AMINTA) شیکسپیر کی ھیروئنون کے قریب آجاتی ھین ـ اس کی شاھکار ناول " دی اگوئسٹ " (THE EGOIST) ھے ـ اس مین ایک نفسیاتی مسئلے کا مطالعہ ھے ـ خود پسندی اور اس کے اثرات کو بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ھے ـ میرڈتھ کے ذھن مین مزاح کا ایک خاص تصوّر تھا ـ وہ ایک مزاحیہ روح مین عقیدہ کرتا تھا جو ذھانت کا مجسّمہ تھی اور جو اپنے کھیل سے کمیڈی کا اثر قائم کرتی تھی ـ اس کی ناولین اس روح کے کھیل ھین ـ وہ انسانون پر ذھانت کی روشنی ڈالتا ھے اور ان کا بے ڈھنگا پن ایک لطیف مسکراھٹ پیدا کرتا ھے ـ فرانسیسی کردار اس کے یہان خاص طور پر مزاحیہ ھین مگر کچھ نہ کچھ مزاح کا رنگ ھر کردار مین ملتا ھے ـ وہ عمدہ فنکار ھے اور اس کا خاص طریقہ الہامی تاثرات اور اشاریت کے ساتھ تاثرات کو قائم کرتا ھے ـ اس کا

رنگ بیان بھی بالکل انفرادی ھے ۔ اس مین لاطینیت کے ساتھ ایک ایسا فن شامل ھے کہ عام قاری اس سے دل چسپی لینے سے گریز کرتا ھے ۔ میرڈتھ تہذیب یافتہ لوگون ھی کے لئے دل چسپ ھے ۔

اس کی شاعری بھی ناول نگاری کی طرح فنکارانہ ھے ۔ اس کی غنائی قوتین اھم ھین ۔ اس کا فلسفہ ناولون سے زیادہ نظمون مین نمایان ھوتا ھے ۔ وہ روزیٹی سے بھی متاثر ھے مگر اس کی شاعری بالکل انفرادی ھے ۔ اس مین عروضی جدّتین اور جوش ھے مگر زیادہ تر یہ مخصوص لوگون ھی کی دل چسپی کی چیز ھے ۔ اس نے بہت ھی زور دار چیزین چھوڑی ھین مگر ان کی ناولون یا نظمون کا اثر محدود ھی ھے ۔

جیمس ٹامس ۔ قنوطیت

اس دور مین ایک بڑا شاعر جیمس ٹامسن (JAMES THOMPSON ؛ ۱۸۳۴ء تا ۱۸۸۲ء) نظر آتا ھے ۔ وہ ایک ملاح کا لڑکا تھا اور اس کی زندگی بڑی مشکل مین گزری ، وہ خیرات خانے مین پلا ۔ اسکول ماسٹر ھو کر آئرلینڈ گیا ، جہان اسے ایک لڑکی سے عشق ھوا ، وہ مر گئی اور اس کے دل کو بڑا دھکا لگا ۔ وہ مالیخولیہ کا شکار ھوا اور اسپتال مین مر گیا ۔ وہ پیدائشی شاعر تھا ۔ اس کا مذاق سخن اعلی نہ ھوسکا مگر اس کی الہامی قوّت اور فطری جوش نے شاعری کے اعلی کرشمے دکھائے ۔ وہ خوش رہنے کے لئے پیدا ھوا تھا اور اس نے خوشی کے گیت گائے ، مگر تکالیف نے اس کی شاعری کو غمزدہ کر دیا اور قنوطیت اس کے تصوّرات کا اھم حصّہ ھوگئی ۔ اس نے مختلف قسم کی نظمین لکھین مگر اس کی زبردست نظم " دی سٹی آف ڈریڈفل نائٹ " (THE CITY OF DREADFUL NIGHT) ھے جو اسے بڑے شاعرون مین جگہ دیتی ھے ۔ اس نے نثر اور تنقید بھی لکھی اور اس کی تنقید نئے شاعرون کی اھمیت جتانے مین کامیاب ھے ۔ اس کا نثر مین رنگ

بھی قابل وقعت ہے ۔

مگر اس کی دائمی قیمت " دی سٹی آف ڈرڈفل نائٹ" کی بنا پر ہے ۔ اس نظم مین ایک تاریک شہر کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس مین ایسے لوگ آباد ہین جن کے دلون مین امید کی کوئی کرن نہین اترتی ۔ یہان کا دن بھی تاریک ہی ہے، اور اس مین بھی خواب ہی دکھائی دیتے ہین ۔ اس کی سڑکون پر اندھیارا چھایا ہوا ہے اور ان پر بھوت چل رہے ہین جو زندہ لوگون سے ملتے ہین ۔ اس کے دریا کے کنارون پر خودکشی کرنے والے ہین ۔ اس کی عبادت گاہون مین موت کے سبق دئے جاتے ہین ۔ شہر کے رہنے والے پاگلون کی طرح موت کو تلاش کرتے ہین اور آپس مین غم کی باتین کرتے ہین ۔ خواب و خیال مین خوشی کے منظر بھی کھینچے گئے ہین مگر یہ پورے شہر کو ایک ڈراونے خواب مین تبدیل کر دیتے ہین ۔ یہ نظم مختلف قسم کے اسٹنزون مین لکھی گئی ہے۔ ٹامسن کی اپنی ہستی کا اثر پوری طرح نمایان ہے ۔ خیالات اور ترنّم کا آہنگ اعلی ترین درجے کا ہے ۔ ٹامسن کو بڑا شاعر کہنا ہی پڑتا ہے ۔

قنوطیّت مین اس کا ساتھی، ایک نثر نگار، جارج رابرٹ گِسنگ (GEORGE ROBERT GISSING ؛ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۰۳ء) بھی تھا ۔ اس نے مشکل کی زندگی گزارنے کے بعد ڈکنز کی طرح ناولون سے شہرت حاصل کی ۔ لندن کے غریبون کی زندگی وہ خاص طور پر نمایان کرتا ہے ۔ اس کی ناولین اب زیادہ تر تاریخی حیثیت رکھتی ہین ۔ ایک ناول کی سی چیز " پرائیویٹ پیپرز آف ہنری رائیکروفٹ " (PRIVATE PAPERS OF HENRY RYECROFT) اس کی سب تصانیف سے زیادہ زندہ ہے ۔ اس کا رنگِ بیان زوردار ہے ۔ مگر وہ زندگی سے فرار ڈھونڈھتا ہے اور قنوطیّت مین پناہ لیتا ہے ۔

ٹامس ہارڈی

اس دور کی سب سے زبردست ہستی ٹامس ہارڈی

(THOMAS HARDY : ۱۸۴۰ء تا ۱۹۲۸ء) کی ہے، جو انیسوین صدی مین ناول نگاری کرتا رہا، اور بیسوین صدی مین شاعر کی حیثیت سے نمایان ہوا ۔ وہ اس دور کا مخصوص ترین فرد ہے ۔ وہ دیہات مین پیدا ہوا، اور دیہاتی زندگی نے اس پر گہرا اثر کیا ۔ وہ فنِ تعمیر مین تعلیم حاصل کرکے اس کام مین لگا مگر اسے چھوڑ کر مصنّف ہوگیا ۔ وہ اپنے دور کی مادّیت سے متاثر ہے ۔ سائنس کی اہمیت کا پہلے قائل ہوکر پھر اس کے خلاف ہو جاتا ہے ۔ ورڈزورتھ کی طرح وہ اس دیہات کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جہان وہ پیدا ہوا تھا ۔ وہ جدید دنیا کو یک قلم خارج کر دیتا ہے، اور اپنے دیہات کی پہاڑیون اور میدانون ہی مین محو ہو جاتا ہے ۔ اس ماحول مین اسے کائنات اور انسان کا تعلق نظر آتا ہے ۔ ورڈ زورتھ کی طرح وہ بھی اکیلا ہے اور اپنے الگ نظریات رکھتا ہے، مگر ورڈ زورتھ کی سی امید اس مین نہین ہے ۔ وہ یونانی ڈرامہ نگارون اور جرمن فلسفی شوپن هاور (SCHOPENHAUER) سے متاثر ہے۔ کائنات مین اسے ایک زبردست طاقت نظر آتی ہے جو انسان کی بربادی پر تلی ہوئی ہے ۔ یہ طاقت قدر مین مضمر ہے ، اتفاقات سے نمایان ہوتی ہے اور انسان کی فطرت مین غلطیون کا باعث ہوتی ہے ۔ یہ ضرورت سے تعلق رکھتی ہے اور زبردست قوت ارادہ والے انسانون کی خاص طور پر دشمن ہے ۔ اس فلسفے کا نتیجہ یہ ہے کہ هارڈی کی ناولون مین برباد کرنے والے اتفاقات کی فراوانی ہے ۔ دیہات کے لوگ اس طاقت سے، جو ایک قسم کی بد قسمتی ہے، لڑ کر برباد ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہین ۔ وہ یونانی المیہ نگارون کی طرح ہے، اور اس کا فلسفہ ایک عجیب قنوطیت کی فضا قائم کرتا ہے، جو زمانے کے ساتھ زیادہ تکلیف دہ ہوتی گئی ۔ یہان تک کہ قارئین اس کی آخری ناولون کی قنوطیت کو نہ برداشت کرسکے اور اس نے ناول نگاری ترک کردی ۔ وہ بنیادی طور پر رومانی ہے، جو جدید تہذیب کے خلاف علم اٹھاتا ہے ۔ اس کا دل زخمی ہے اور اسے پرانے ماحول مین، جہان جدید تہذیب کا کوئی اثر نہین ہے، پناہ ملتی ہے ۔ قنوطیت، جو اس کی هستی کا اہم ترین حصّہ ہے، اس کی ناولون مین

ہر جگہ نمایاں ہے ۔

اس نے بہت سی ناولیں لکھیں مگر ان میں سے چھ شاہکار ہیں ۔ پہلی ناول " فار فرام دی میڈنگ کراوڈ" (FAR FROM THE MADDING CROWD) دیہاتی زندگی کی خوشیوں اور تکالیف کی تصویر کھینچتی ہے ۔ اس میں خوشی کا عنصر غالب ہے اور اس کا خاتمہ طربیہ ہے قصے کا مرکز ایک لڑکی باتھ شیبا ایورڈین (BATHSHEBA EVERDENE.) ہے جس کے کردار کا ارتقا دکھایا گیا ہے ۔ اس کا پہلے ناکام اور بعد میں کامیاب عاشق گیبریل اوک (GABRIEL OAK) ہارڈی کے ہیرووں کا پہلا نقشہ ہے ۔ ایک لاأبالی شخص سرجنٹ ٹرائے (SERGEANT TROY) جدید تہذیب کا نمائندہ باتھ شیبا کو پھسلا کر اس سے شادی کرتا ہے مگر ایک اور عورت جینی رائس (JENNY RICE) سے بھی اٹکا ہوا ہے ۔ اس لئے جھگڑے ہوتے ہیں ، پریشانیاں آتی ہیں ۔ آخر میں باتھ شیبا پر یہ روشن ہو جاتا ہے کہ بدشکل مگر محنتی اوک ہی اس کا شوہر ہونے کا اہل ہے ۔ یہ ناول ہارڈی کی ناول نگاری کا نقش اوّل ہے ۔ دوسری ناول " رٹرن آف دی نیٹو" (RETURN OF THE NATIVE) میں غم و اندوہ کا عالم ناول پر چھایا ہوا نظر آتا ہے ۔ ایگڈن ہیتھ (EGDON HEATH) کا میدان پریشان کرنے والی قدرت کا اشارہ ہے ،اور دو لڑکیاں ، ایک بڑے زبردست قوت ارادہ اور حوصلہ رکھنے والی یوسٹیشیا وائی (EUSTACIA VYE) ، اور دوسری معصوم ٹوماسن (THOMASIN) پریشانیوں میں نظر آتی ہیں ۔ یوٹیشیا اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ رہی ہے کہ آندھی میں پھنس کر ایک جھیل میں گر جاتی ہے اور پھر اس کی نعش بھی نہیں ملتی ۔ ناول کا حُزنیہ اثر بہت زبردست ہے ۔ تیسری " میئر آف کیسٹربرج (MAYOR OF CASTERBRIDGE) میں ایک شخص ہنچارڈ (HENCHARD)کی زندگی کی تبدیلیاں اور مصائب اور آخر میں موت بڑے پُر اثر انداز سے دکھائی گئی ہے ۔ چوتھی " دی وڈ لینڈرز" (THE WOODLANDERS) بھی ایک لڑکی کی زندگی کا بڑا المیہ ہے ۔ اس کی بہترین ناول

" ٹیس آف دی ڈربرول" (TESS OF THE D'URBERVILLES)
ھے ۔ اس مین ایک معصوم، مگر زبردست قوت ارادی رکھنے والی غریب خاندان کی حسین لڑکی کا قصہ ھے ۔ اتفاق سے وہ گاون کے رئیس آیلک (ALEC) کے پھندے مین پھنس جاتی ھے جو اسے خراب کر دیتا ھے ۔ ایک پادری کا بیٹا اینجل کلیر (ANGEL CLARE) اس سے محبت کرتا ھے اور شادی کر لیتا ھے، مگر جب وہ اسے اپنی عصمت دری کا قصہ سناتی ھے، تو اسے چھوڑ کر امریکہ چلا جاتا ھے ۔ بیچاری ٹیس بڑی مصیبت سے دن کاٹتی ھے ۔ اس کا پہلا عاشق ایلک اس کی طرف توجہ کرتا ھے اور اسے گھر بیٹھا لیتا ھے ۔ اب اس کا شوھر واپس آتا ھے اور اس تک پہنچتا ھے ۔ شوھر کی محبت مین وہ ایلک کو مار کر اینجل کے ساتھ ھو لیتی ھے، مگر گرفتار ھو جاتی ھے اور اسے پھانسی دے دی جاتی ھے ۔ یہ قصہ عجیب اثر رکھتا ھے ۔ ھیروئن کا کردار بڑی عظیم تخلیق ھے ۔ حُزنیہ فضا کمال ھے ۔ ھارڈی کی آخری ناول " جُوڈ دی آبسکیور " (JUDE THE OBSCURE) اس قدر تکلیف دہ حد تک غم زدہ ھے، کہ اسے پڑھنا مشکل ھو جاتا ھے ۔

یہ تمام ناولین دیہاتیون کی زندگی پر مبنی ھین ۔ یہ دیہات وہ علاقہ ھے جو پرانے زمانے مین ویسکس (WESSEX) کہلاتا تھا اور ھارڈی اس کا اسی نام سے ذکر کرتا ھے ۔ ان ناولون کے پلاٹ پیچیدہ ھین اور واقعات اتفاق پر بہت زیادہ مبنی ھین ۔ گاون کی فضا قائم ھوتی ھے اور اس کے پس منظر مین برباد کرنے والی طاقت ھے ۔ کردار بڑے زور دار ھین ۔ اوک (OAK)، کلم (CLYM)، ھنچارڈ (HENCHARD)؛ جوڈ (JUDE)، باتھشیبا (BATHSHEBA)، یُوسٹسیا (EUSTACIA)، ٹیس (TESS) بڑے زبردست قوت ارادی کے مالک مرد اور عورتین ھین اور گہرے تاثرات چھوڑتے ھین ۔ دیہاتیون کی ایک بڑی تعداد بھی ناولون مین سامنے آتی ھے اور ان کی گفتار اور حرکات عجیب مزاحیہ اثر قائم کرتی ھین ۔ کردار یکطرفہ ھین اور ان مین تبدیلیان غیر فطری ھین، پھر بھی ان کا اثر کم نہین ھوتا ۔ اصل مین ھارڈی ایک

زبردست شاعر ہے جو ناول کو شاعری کی ایک صنف میں تبدیل کر دیتا ہے ۔ اس کے بیانات بڑے پر اثر ہیں۔ قدرت کے حزنیہ پہلوؤں کو وہ بڑی قوت سے نمایاں کرتا ہے ۔ ہر بیان فلسفے سے بھرا ہوا ہے، اور تکالیف کی زندگی کے بیانات دل میں اتر جاتے ہیں ۔ اس کا رنگِ بیان لاطینی الفاظ سے بھاری ہے ۔ اس کے جملے بھدّے ہیں اور ان کی تراکیب بناوٹی ہیں مگر پھر بھی جہاں وہ جوش میں آتا ہے وہ شاعری کے دریا بہاتا ہے اور ناول نگاری کو عظیم درجے تک پہنچاتا ہے ۔

۱۸۹۸ء سے اس نے نظمیں چھپوانا شروع کیں ۔ وہ شاعر ہمیشہ سے تھا ۔ اس کی ناولوں میں بھی اکثر جگہ نظمیں آگئی ہیں ۔ اس کی ناولوں کا مخصوص اثر شاعرانہ ہے مگر اب سے وہ صرف شاعر ہی کی حیثیت سے نمایاں ہوا ۔ اس کی نظموں میں وہی فلسفہ ہے جو اس کی ناولوں میں نظر آتا ہے ۔غم و درد کے جذبات کے ساتھ اذکار ہیں ، مگر یہاں اس کا رنگ مختلف ہے۔ قدرتی مناظر کی اتنی گہری تصویریں کہیں اور نہیں ملتیں۔ ایک الہامی قوت اور زور دار فطرت ان مختصر نظموں میں بالکل انوکھا رنگ دکھاتی ہے ۔ ہارڈی کی زبان میں ایک لوچ اور ایک خاص نرمی آگئی ہے ۔ جنگلوں ، موسموں ، وادیوں ، میدانوں ، پہاڑیوں ، کھیتوں اور سب سے زیادہ اس عظیم گھاس اور جھاڑی کے میدان کی تصویر کھینچی ہے، جو ایک تکلیف دہ قسمت کی طرح ہے اور جس میں انسان غائب ہو جاتے ہیں ۔ ہارڈی کی زبان میں کفایت اور فقروں کی چمک نمایاں ہے ۔ نظموں میں قنوطیّت زیادہ نمایاں ہوتی ہے ۔ ان سب عناصر کو ملا کر ہارڈی کی ہستی اور اس کے فلسفے کا پورا اندازہ ہوتا ہے ۔

ہارڈی ۱۹۲۸ء تک زندہ رہا ۔ اس کی طویل نظم " دی ڈائناسٹس " (THE DYNASTS) بیسویں صدی سے تعلق رکھتی ہے مگر وہ اس صدی سے بھی اتنا ہی دور ہے جتنا کہ انیسویں صدی سے تھا ۔ یہ نظم ایک عظیم ایپک ڈرامہ ہے جس میں نپولین کی جنگوں کے بڑے مؤثر مناظر پیش کئے گئے ہیں ۔ یہ آفاقی ڈرامہ ہے

اور آسمانی دنیا سے شروع ہوتا ہے - ہارڈی نے اپنے اصنام بنائے ہیں جو کائنات کو چلانے میں مصروف نظر آتے ہیں اور مختلف اوقات پر ڈرامے میں آ کر حالات کی تشریح کرتے ہیں - تین حصّوں میں اور تقریباً ایک سو تینتیس مناظر میں انگلستان کی نپولین سے کشمکش کے شاندار مناظر پیش کئے گئے ہیں - کونسلوں اور لڑائیوں کے نقوش عظمت کے ساتھ جمتے ہیں - اکثر مناظر نثر میں ہیں اور ہر منظر کچھ نثری بیانات سے شروع ہوتا ہے - آسمانی دنیا، سیاست دانوں کی دنیا، سپاہیوں کی دنیا اور عام دیہاتیوں کی دنیا کا عجیب و غریب امتزاج پیش ہوا ہے - بلینک ورس ایپک شاعری کی روایات پر مبنی ہے، مگر ہارڈی نے اسے بالکل اپنا لیا ہے اور اس میں ایک پختگی اور عظمت پیدا کر لی ہے - یہ اس دور کی عظیم ترین نظم ہے - دیکھنا ہے کہ یہ انگریزی شاعری کی عظیم نظموں میں جگہ پاتی ہے یا نہیں -

سوئنبرن

خالص غنائی شاعری میں الگرنن چارلس سوئنبرن (ALGERNON CHARLES SWINBURNE ؛ ۱۸۳۷ء تا ۱۹۰۹ء) ہارڈی سے بہتر ہے - یہ اعلی تعلیم یافتہ تھا - اس نے پہلے شیکسپیر کی نقل میں ڈرامے تھے - ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد الزبتھ کا اس پر کتنا اثر ہے؛ پھر اس نے یونانی زندگی کی بابت یونانی طرز میں ڈرامے لکھے - ان میں " اٹیلانٹا ان کیلیڈان " (ATALANTA IN CALYDON) یونانی المیے کی، ملٹن کے " سیمسن " (SAMSON) کی طرح، عمدہ مثال ہے - اس کا مزاج یونانی ہے - وہ عیسائیت سے زیادہ اصنامی مذہب میں دل چسپی رکھتا ہے - کلاسیکیت سے وہ بہت دور ہے - یونان میں اس کی دل چسپی کیٹس (KEATS) کی سی ہے - بائرن ، شیلے ، کیٹس اور لینڈر کا وہ بہت دلدادہ ہے - فرانسیسی مصنّفین سے بھی وہ متاثر ہے - وکٹر ماری ہیوگو (VICTOR MARIE HUGO ؛ ۱۸۰۲ء تا ۱۸۸۵ء)

چارلس بودلیر (CHARLES BAUDELAIRE ؛ ۱۸۲۱ء تا ۱۸۶۷ء)
اور تھیوفل گوتیئر (THEOPHILE GAUTIER ؛ ۱۸۱۱ء تا ۱۸۷۲ء)
کی غِنائی شاعری کے اثرات اس کے یہان موجود ہین ۔ اپنے دور مین وہ قبل رَیفائیلی تحریک مین شامل ہوا، اور رضیٹی کی طرح پر رقم طراز ہوا ۔ اس کی فطرت مین جدّت بہت کم ہے ۔ وہ ان سب کے اثرات کو جمع کرکے ایک نیا فن ایجاد کرتا ہے ۔ نئی رومانیت کا وہ سب سے زیادہ زور دار نمائندہ ہے ۔ فرانسیسیون سے اس نے اشاریت سیکھی اور اس کی شاعری مین ہر جگہ ظاہر تصوّرات اور گہرے معنے دینے کی کوشش نمایان ہے جس سے اس کی نظمون مین خاص معنے خیزی آگئی ۔ تاثراتی رجحان بھی اس کی شاعری کا اہم جزو ہوگیا ۔

اس نے طویل نظمین بھی لکھین، مگر اس کی شاعری غنائی ہے اور اس کا کمال مختصر نظمون مین ہے ۔ وہ شیلے کا خاص شاگرد ہے اور شعوری طور پر ترنّم پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ الفاظ سے اسے خاص طور پر دل چسپی ہے ۔ وہ الفاظ کو ان کی چمک اور صَوتی اثرات کی بنا پر چُنتا ہے ۔ الفاظ اس کے تخیّل مین پہلے آتے ہین اور پھر ان کو ملا کر معنے پیدا ہوتے ہین ۔ ہر نظم مین کوئی خاص موسیقی کا اثر پیدا کرنے کی کوشش ہے ۔ الفاظ کا صوت ، پھر " الیٹریشن" (ALLITERATION) ، پھر قافیہ اور اوزان ان سب کو ملا جلا کر ایک خاص عالم پیدا کیا جاتا ہے ۔ کچھ نظمون مین ہنسی کی لَے پیدا کی گئی ہے کچھ مین دوسرے راگون کی نقل کی گئی ہے ۔ زیادہ تر نظمون مین بڑے اسٹنزے بنائے گئے ہین جو " آرکسٹرا" (ORCHESTRA) کی سی موسیقی پیدا کرتے ہین ۔ یہ فنکاری بہت جگہ خیالات سے ہم آہنگ ہوکر، بہت ہی عمدہ غنائی اثر پیدا کرتی ہے ۔ مگر یہ فنکاری ہے بہت مخدوش اور بیشتر جگہ موسیقی مین معنے غائب ہوجاتے ہین اور شاعری محض دکھاوا رہ جاتی ہے اور وہ تخریبی فنکار نظر آتا ہے، مگر کچھ نظمین ایسی ہین جن مین قدرتی جذبے کے تحت موسیقی، جذبات اور خیالات معجزے کی حد تک ہم آہنگ ہو جاتے ہین ۔ ان حالات مین لکھی ہوئی مختصر نظمین شاہکار ہین اور ان کی

بنا پر سوئنبرن انگریزی کے بہترین غنائی شاعرون میں شامل ہوجاتا ہے -

اس نے تنقیدی مضامین کی بھی کافی تعداد چھوڑی ہے - وہ رومانی نقّاد ہے اور اپنے مذاق کے حساب سے شاعرون کو جانچتا ہے - اس کے مضامین شیکسپیر ، بن جانسن ، چیپمین ، بلیک، لینڈر، برانٹی اور ڈکنز پر ایک نئی روشنی ڈالتے ہین - اس کی نثر زور دار ہے اور اس کے جملے ذہن پر ثبت ہو جاتے ہین -

اسٹیونسن

روبرٹ لُوئی اسٹیونسن (ROBERT LOUIS STEVENSON؛ ۱۸۵۰ء تا ۱۸۹۴ء) کی ہستی اس دور مین بڑی دل کش ہے - وہ اسکاٹ لینڈ کے ایک انجینئر کا بیٹا تھا، اور اسے انجینئرنگ کے لئے تعلیم دی گئی مگر اس کا اس مین دل نہ لگا - وہ بری صحبت مین بھی پھنسا مگر سنبھل گیا - ادب مین دل چسپی لی اور اکثر نثر نگارون کا تتبّع کیا - اس کی شادی کا قصّہ بھی بڑا رومانی ہے ، مگر دل کش بات اس مین یہ ہے کہ اس کے مزاج کی شیرینی ، اس کی ہمّت اور اس کا خلوص، ہر دل کو موہ لیتا ہے - وہ دائمُ المرض تھا اور ہر وقت بیمار رہتا تھا مگر اس کی خوش دلی اور ہمّت کسی وقت کم نہ ہوئی اور اس کی تصانیف مین یہ صفات اس طرح نمایان ہین، کہ ہم کو اس سے ہمیشہ کے لئے محبت ہوجاتی ہے - اس کی فطرت بالکل رومانی ہے - وہ ذہنی ترقی سے انکار کرکے بالکل پرانے دَور کی طرف جاتا ہے، اور انسان بالکل قدرتی چیز دیکھتا ہے - ساتھ ہی ساتھ ایک مذہبی گھرانے کے اثر سے اسے اخلاقیات مین خاص دل چسپی پیدا ہوگئی ہے اور وہ قدرون کا بڑا خیال رکھتا ہے - سائنس کی غلط حوصلہ افزائی سے تنگ ہے- بالکل قُدرتی آدمی کی طرح اسے واقعات اور مُہمّات مین دل چسپی ہے- وہ خیالات اور جذبات کو بھی نئے انداز سے پیش کرتا ہے- اس کی اسکاچ فطرت اس کے دم کو کم نہین ہونے دیتی - فرانسیسی ادیبون

سے اس نے تہذیب سیکھی اور اس کا اثر اس کی تصانیف پر ایک خاص سادگی اور صفائی کی صورت مین نمایان ہوتا ہے ـ اسکاچ مزاج اور فرانسیسی توازن اس کی ایسی تصانیف پر نمایان ہے جیسے " اِنلَینڈ وائج " (INLAND VOYAGE) اور " ٹربولز وِتھ اے ڈنکی ان دی سیوِنیس "(TRAVELS WITH A DONKEY IN THE CEVENNES) ـ دوسری تصنیف ایک مخصوص قسم کا شاہکار ہے۔ اس مین وہ اپنے فرانس کے ایک حصّے مین ایک گدھے پر سامان رکھ کر پیدل سفر کا ذکر کرتا ہے ـ اس کی شخصیت کا انکشاف اور متعدد مقامات کے بیانات عجیب کیفیت رکھتے ہین ـ طرزِ ادا کا بھی یہان بڑا اچھا معیار ہے ـ

شادی کے بعد، اپنی بیوی کی رائے پر، اس نے ناول نگاری کی طرف خاص طور پر توجہ دی ـ ۱۸۸۳ء مین اس نے " دی ٹریژر آئیلینڈ " (THE TREASURE ISLAND) لکھی، جو ایک خزانے کی تلاش کے سنسنی خیز قصّے کو فن کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔ قصّہ ایک لڑکے جِم ہاکنز (JIM HAWKINS) نے بیان کیا ہے، اور اس کی نفسیات سے تمام واقعات مین ایک خاص اثر پیدا ہوگیا ہے ـ اس مین لُونگ جُون سِلوَر (LONG JOHN SILVER) کا کردار لافانی ہے۔ پھر اس نے اسکاٹ کی طرح اسکاٹ لینڈ کی زندگی پر ناولین لکھین جن مین " کِڈنَیپڈ " (KIDNAPPED) اور " کیٹریونا " (CATRIONA) شاہکار ہین ـ کچھ اور بھی عمدہ ناولین اس سلسلے مین بہت دل چسپ ہین ـ ان سب مین اسکاٹ لینڈ کی سَرسبزی ، وہان کے رہنے والون کے رسوم اور وہان کے مخصوص کردار بڑے لطف سے زندہ ہوئے ہین ـ ناولون سے زیادہ اس کے مختصر افسانے بہت اہم ہین ـ ان مین " مارکھیم "(MARKHEIM) کی طرح کے کئی افسانے اس فن کے شاہکار ہین ـ افسانہ نگاری مین اس نے ایک بڑی جدید چیز " ڈاکٹر جیکل اینڈ مسٹر ہائڈ " (DR. JEKYLL AND MR. HYDE) بھی لکھی ـ اس کہانی مین ایک ڈاکٹر، جیکل، کچھ دواؤن کے ذریعے، اپنے کو ایک بڑے بے رحم ڈاکو مسٹر ہائڈ مین تبدیل کر لیا کرتا ہے اور رات کو ہر جگہ لوگون کو

پریشان کرتا پھرتا ھے ۔ رفتہ رفتہ دوا کا اثر یہ ھوتا ھے کہ وہ آخر مین مسٹر ھائڈ ھی ھو کر رہ جاتا ھے اور خود کشی کرلیتا ھے۔ قصہ بڑی فنکاری کے ساتھ بیان ھوا ھے اور اگر آخری دو باب بھی کسی طرح پہلے ابواب کی طرح فن کو چھپائے رہتے تو یہ عظیم شاھکار ھوتی ۔ پھر بھی ناولٹ کے فن مین یہ اھم اضافہ ھے اور سائنس کو رومانی قصے کے لئے استعمال کرنے کی بڑی اھم مثال ھے ۔

اسٹیونسن شاعر بھی تھا، مگر اس صنف مین اس کو زیادہ کامیابی نہین حاصل ھوئی ۔ داخلی مضمون نگاری مین وہ ھیزلیٹ کی شاگردی سے ایک نیا انداز حاصل کر لیتا ھے ۔ اس کے کچھ مضمون اس صنف مین اھم اضافہ ھین ۔ " اپولوجی فار آئڈلز " (APOLOGY FOR IDOLS) مین وہ اپنی ھستی کو بڑے لطف سے ظاھر کرتا ھے ۔ " الڈوریوڈو " (ELDORADO) مین انسانی ترقی کے راز کو بڑے پر اثر رنگ مین نمایان کرتا ھے ۔ اس کے تمام مضمون کوئی نہ کوئی خوبی ضرور رکھتے ھین ۔ لیمب اور ھیزلٹ کے بعد اس صنف مین اسی کا نام آتا ھے ۔ طرزِ ادا کی طرف اس نے خاص توجہ دی ۔ وہ محض فطرت پر ھی بھروسہ نہین کرتا، بلکہ بڑی محنت اور کاوش سے مخصوص اثرات پیدا کرتا ھے ۔ اس کی کامیابی تعجب انگیز ھے ۔ ھر قسم کے رنگ اس کے مضامین مین بڑے دل کش ھین ۔ فقرے اور جملے لافانی ھین ۔ طرز کے لحاظ سے وہ اعلیٰ ترین کامیابی تک اپنی ناول " ویئر آف ھرمسٹن " (WEIR OF HERMISTON) مین پہنچتا ھے مگر اس کو وہ مکمل نہ کرسکا، اور مرگیا ۔ اس کی بے وقت موت بھی ادب کے لئے ایک بڑا نقصان ھوئی ۔

فرانسس ٹامسن

ایک اور اھم شاعر جو اس زمانے مین نمایان ھوا وہ فرانسس ٹامسن (FRANCIS THOMPSON ؛ ۱۸۵۹ تا ۱۹۰۷) تھا ۔ وہ بڑی گہری مذھبی فطرت رکھتا تھا اور الہام اور عرفان کا دلدادہ تھا ۔ وہ ڈون (DONNE) کے میٹافزیکل اسکول

(METAPHYSICAL SCHOOL) سے بہت متاثر ہوا ۔ ملٹن کا خاص دلدادہ رہا،اور " بی رُیفلائنز" سے بھی متاثر ہوا ۔ اس کا عقیدہ بڑا ہی زور دار ہے اور روحانیت مین اسے خاص دل چسپی ہے ۔ اس کا رنگ بناوٹی ہے مگر وہ اس سے شکوہ کا اثر قائم کرنے مین کامیاب ہوتا ہے ۔ اس نے ایک بڑی ہی عظیم نظم لکھی جو مذہبی شاعری کو اعلی ادب مین داخل کر دیتی ہے ۔ یہ نظم " دی ھاوَنڈ آف ہیون" (THE HOUND OF HEAVEN) ہے ۔ اس مین آسمان کی ایک طاقت اس کا پیچھا کر رہی ہے اور وہ بھاگ رہا ہے ۔ دنیا کی ہر چیز مین اطمینان ڈھونڈھتا ہے ۔ فلسفہ، قدرت ، بچپن ہر چیز مین پناہ لیتا ہے مگر آسمانی طاقب عجیب رفتار سے اس کے پیچھے ہے ۔ آخر مین اس طاقت کے رحم کا ہاتھ پکڑ کر وہ نجات حاصل کر لیتا ہے ۔ اس نظم کے الفاظ اور مصرعون کا ترنّم بڑے عجیب طریقے پر مذہبی عِرفان کا اثر قائم کرتے ہیں ۔ یہ نظم انگریزی شاعری کے معجزون مین سے ہے ۔ ٹامسن نے شیلے پر ایک شاہکار تنقیدی مضمون بھی چھوڑا ہے ۔ ایک نظم اور ایک مضمون سے اس نے بقاءِ دوام حاصل کر لیا ۔

اس وقت ایک اور بڑا شاعر گمنامی کے عالم مین نظمین لکھ رہا تھا اور اس کا کلام ۱۹۱۸ء مین دریافت ہوا ۔ یہ جیرارڈ مَینلی ہاپکنز (GERARD MANLEY HOPKINS؛ ۱۸۴۴ء تا ۱۸۸۹ء) تھا ۔ اس کے خیالات کی پرواز اور اس کی عروض کی جدّتون نے جدید شاعری پر گہرا اثر ڈالا ۔

ادب برائے ادب — جمالیات

اس وقت ایک خاص تحریک نمایان ہوئی جو اس دور سے اہم تعلق رکھتی ہے اور اس صدی کے ختم ہوتے ہوتے ہی ختم ہوگئی ۔ یہ ادب برائے ادب کی تحریک تھی ۔ ادب کو اس نے اپنی جگہ پر ایک الگ قدر مانا اور اخلاقیات سے بالاتر بتایا ۔ انگلستان مین جَمالیاتی تحریک دو بڑے مصنّفین کی بنا پر اہم ہوئی ۔

اس تحریک کا لیڈر والٹر ھوریشیو پیٹر (WALTER HORATIO PATER ؛ ۱۸۳۹ء تا ۱۸۹۴ء) تھا ۔ وہ بہت بڑا عالم تھا اور آکسفورڈ مین سب سے الگ تھلگ رھتا تھا ۔ اس نے جمال کی اھمیت بڑے خاص طریقے سے واضح کی ۔ اس کی پہلی تصنیف "اِسٹڈِیز ان دِی ھِسٹری آف دی ریناسان" (STUDIES، IN THE HISTORY OF THE RENAISSANCE) کا اختتامیہ ھر سماجی اور اخلاقی عنصر کو ادب سے الگ کر دیتا ھے ۔ ایک عقلمند شخص کی جمال مین دل چسپی ھی سب کچھ ھو جاتی ھے۔ انسان کا مقصد حیات یہ ھو جاتا ھے کہ جمال کو جہان بھی دیکھے،اس سے پوری طرح لطف اندوز ھو ۔ بیکار کی اخلاقی قدرون کا خیال کرنا بالکل غلط ھے ، لطف حاصل کرنا ھی زندگی کا فرض ھے ۔ پھر وہ جمالیات کی تشریح کرتا ھے اور اس کی مخصوص صورتون کو بتاتا ھے ۔ یہ ھمین اس کی ناول " مارِیَس دی اِپیکیُورِیَنْ " (MARIUS THE EPICUREAN) مین ملتی ھے جس مین لطف کی تلاش ایک روحانی عمل ھو جاتی ھے اور اس کو ایثار سے حاصل کرنا پڑتا ھے ۔ اس طرح جمالیات عرفان کی حد کو پہنچ جاتی ھے۔ سب سے زیادہ پر لطف مشغلہ ماضی کے حالات جاننا اور ان مین انسانی روح کا حسن تلاش کرنا ھے ۔ اسی لئے اس نے نشاۃُ الثانیہ اور عیسائیت کی ابتدائی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا ۔ اس کا مرکزِ توجہ انسان ھی ھے ۔ تاریخ بھی اسی کے مطالعے کا مواد دیتی ھے اور ادب بھی ۔ ادب کی حیثیت زیادہ اھم ھے اس لئےجمالیات کے ماننے والے کو ادب کا نقّاد ھونا ضروری ھے ۔

پیٹر نقّاد کی حیثیت سے مشہور ھوتا ھے ۔ وہ ھیزلٹ اور لیمب کی پیروی کرتے ھوئے ادبی جمال تک پہنچنے کا ایک نیا طریقہ نکالتا ھے ۔ الہام اس کے لئے اھم ھے،کیون کہ اسی کے ذریعے وہ شاعرون کی روح تک پہنچتا ھے اور ان کی تصانیف کے حسن کو سمجھتا ھے ۔ اس سلسلے مین اس کی تصنیف " آیپریسِیئیشَنز " (APPRECIATIONS) بڑی اھم ھے ۔ وہ مکمل اور صحیح نقوش نھین قائم کرنے کوشش کرتا وہ مصنّفین کی پوشیدہ انفرادیت تک

جاتا ہے اور ان سے ان کی تصانیف کو وابستہ کرتا ہے ۔ تنقید بھی عرفان کا ایک حصّہ ہو جاتی ہے ۔"ایسے آون اِسٹائل " (ESSAY ON STYLE) میں بھی وہ یہی طریقہ استعمال کرتا ہے ۔ حالانکہ یہاں اصولوں سے سروکار ہے انفرادیت سے نہیں ۔ وہ سب سے زیادہ اہمیت موزوں الفاظ کی تلاش کو دیتا ہے ۔ وہ الہامی نقّاد ہے اور شاعر کی روح بھی اس کے اندر موجود نظر آتی ہے ۔ اس کی زبان میں سینکڑوں رنگ ہیں ۔ وہ اوّل درجے کا طرّار ہے ۔ مطالب کو کمال کے اختصار کے ساتھ ادا کرنے ، جُزویات کو مربوط کرنے اور ان کو ایک نفاست بخشنے میں وہ کامل ہے ۔ اس طرز میں رومانیت کے تمام اثرات پوشیدہ ہیں اور تخیّل کے تمام رنگ چمکتے ہیں ۔ اس میں ایک عجیب راگ بھی موجود ہے جو لطیف بھی ہے اور صاف بھی اور جس کا کانوں پر اثر بڑا اہم ہے ۔

پیٹر کے شاگردوں میں آسکروائلڈ (OSCAR FINGAL O'FLAHERTIE WILLS WILDE ؛ ۱۸۵۴ء تا ۱۹۰۰ء) سب سے زیادہ نمایاں ہوا ۔ اس میں ایک خداداد ذکاوت اور طنز کی طرف رجحان تھا جو اسے عمدہ مصنّفین میں جگہ دیتا ہے ۔ اس نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ؛ پہلے نظمیں لکھیں جو کوئی خاص اثر نہیں رکھتیں پھر مضامین لکھے، یہ بھی معمولی ہیں ۔ مگر "اِنٹینشنز" (INTENTIONS) سے اس کا زور بندھتا ہے ۔ اس تصنیف میں زندگی اور ادب پر تنقید جمالیات کو اہم درجے پر پہنچاتی ہے ، اس کی طنز ایک خاص زور اختیار کرتی ہے اور اس کی کمال ذہانت کا سکّہ جمتا ہے ۔

آسکروائلڈ کی بڑی اہمیت اس امر میں ہے کہ ڈرامہ نگاری میں اس نے نئی زندگی پیدا کردی ۔ تقریباً ایک صدی سے کوئی کامیاب ڈرامہ نہیں لکھا گیا تھا ۔ وائِلڈ نے کانگریو (CONGREVE) اور شیریڈن (SHERIDAN) کی کمیڈی کو پھر زندہ کیا اور اپنی بے پناہ ذکاوت سے اس میں نئی جان ڈال دی ۔ اس نے چھ کمیڈیاں لکھیں جن میں تین شاہکار ہیں ۔ لیڈی وِنڈرمیئرز فین "

(LADY WINDERMERE'S FAN) مین هنسی کے ساتھ ساتھ
فطری زندگی گزارنے والون کی نیکی بھی دکھائی گئی هے۔ سلومی
(SALOME) مین جذبات کو واقعاتی طور پر پیش کیا گیا هے۔
شاید اس کی سب سے اهم کمیڈی " دی امپورٹنس آف بیئنگ ارنسٹ"
(THE IMPORTANCE OF BEING EARNEST) هے۔ اس مین
تمام تر ذکاوت کا کھیل هے ۔ پورا پلاٹ ارنسٹ (EARNEST) کے
نام بنتا هے ۔ یہ لفظ ذومعنی طرز سے استعمال هوا هے۔ اس نام
سے هیروئن کو محبت هے اور هیرو بھی اپنا یهی نام رکھ لیتا هے
اور کامیاب هوتا هے ۔ وائلڈ کی کمیڈیون کو سطحی کہا گیا هے۔
حقیقت مین وہ گہری نہین هین مگر ان کے زور مین کوئی شک نہین
هے ۔

آسکر وائلڈ کا شاهکار اس کی ناول " دی پکچر آف ڈورئین
گرے " (THE PICTURE OF DORIAN GRAY) هے۔ اس مین
دو مردون لارڈ هنری (LORD HENRY) اور ڈورئین گرے
(DORIAN GRAY) کے تعلق کا قصہ هے ۔ دونون کے بڑے عمدہ
نفسیاتی جائزے لئے گئے هین اور ان جائزون مین خود مصنف کی
دوهری فطرت نمایان هو جاتی هے ۔ جمالیات کا یهان هر پهلو
نمایان هوتا هے ۔ لطف کی تلاش مین روحانی طاقت کی بربادی کا
بھی نقشہ عجیب طریقے پر سامنے آتا هے ۔ ناول کی تعمیر بہت
اچھی هے اور طرز بیان بڑا زور دار هے مگر اس کا مجموعی اثر بہت
هی غیر صحت مند هے ۔ آسکر وائلڈ پبلک کو برا بھلا کہتا رهااور
اس کی قدرون کو ٹھکراتا رها اور آخرکار پبلک نے اسے قید هی کرا
کر چھوڑا ۔ اس وقت اس نے ایک بڑی زور دار نظم "بَیلَڈ آف دی
ریڈنگ گول"(BALLAD OF THE READING GOAL) جیل مین
لکھی ۔ اس کی آخری تصنیف جو اس نے جیل مین لکھی "ڈی پُرُفَنڈِس"
(DE PROFUNDIS) هے ۔ یہ اقوال اور طنزیہ جملون سے لے
کر مختصر مضامین کا مجموعہ هے ۔ اس مین اس کا درد بھرا دل
اپنی تکالیف پر غم کا اظہار کرتا هے اور آخرکار صبر مین اپنے
خیالات ادا کرنے کا اهم ذریعہ پاتا هے ۔ اخلاق سے بالکل الگ

ہو کر اس نے اپنی اور اپنی تصانیف کی اہمیت کھو دی۔ ورنہ وہ بڑی اعلیٰ ذہانت کا مالک تھا اور اس کی تصانیف اوّل درجے کی ہوتیں -

سلٹک تجدید

اس وقت ایک اور تحریک نے بھی زور پکڑا جو انیسوین صدی کو بیسوین صدی سے ملا دیتی ہے اور جو آئرلینڈ کی قوم سے گہرا تعلق رکھتی ہے - یہ بھی ایک رومانی تحریک تھی اور نئی رومانیت سے اہم طریقے پر تعلق رکھتی تھی۔ - اس کو " سلٹک ریوائیول" (CELTIC REVIVAL) نام دیا گیا - یہ تحریک اس ادب کی تجدید کرنا چاہتی تھی جو سلٹک قوم کا تھا - یہ قوم اسکاٹ لینڈ ، ویلز اور آئرلینڈ مین آباد ہے - ادب کی طرف اس قوم کی توجہ ۱۷۹۰ء ھی مین ہو چکی تھی اور رومانی رجحان نے اس کو انگلستان ھی مین نہین بلکہ پورے یورپ کے ممالک مین بھی مشہور کردیا تھا مگر ۱۸۸۵ء مین اس ادب کے آئرلینڈ کے لوگون سے مخصوص تعلق پر زور دیا گیا اور اس ملک کی قومی آزادی کی تحریک نے اسے اپنایا - لہٰذا آج کل اس سے آئرش (IRISH) ادب معنے لئے جاتے ھین - اس کے ساتھ آئرش تھیٹر کی تحریک بھی شامل ہوگئی اور آئرلینڈ کے تمام مصنّفین نے جو انگریزی مین لکھتے آئے تھے اپنی زبان بھی مختلف کر لی، اور اپنے قومی ادب کو بھی ایک نئی صورت دی اور نئی روایات سے وابستہ کیا - اس تحریک مین تین بڑے مصنّف نمایان ہوئے ایک بڑا شاعر، ایک بڑا ڈرامہ نگار اور ایک بڑا ناول نگار -

ولیم بٹلر ییٹس (WILLIAM BUTLER YEATS : ۱۸۶۵ء تا ۱۹۳۹ء) بچپن ھی سے اپنے ملک کی مخصوص شاعری مین دل چسپی رکھتا تھا - اس کا پہلا کام یہ ٹھیرا کہ وہ اپنے ملک کے شاعرون اور افسانہ نگارون کے کلام کے مجموعے چھاپے - اس نے وہ عِرفان بھی حاصل کر لیا، جو اس کے ملک کی روایات مین مضمر تھا اور سلٹک تجدید کی روح کہلاتا تھا - اس مین مغرب کے تصوّف کا

بھی کچھ حصّہ شامل ہوا اور فرانسیسی اشاریت پسندون نے بھی کچھ اثر کیا ۔ ییٹس نے شاعری مین الفاظ کے ذریعے عجیب و غریب فضا قائم کرنے کی کوشش کی ۔ مادّی اشیا کو اس طرح پیش کیا کہ وہ ایک خواب کا حصّہ ہو کر روحانی نظر آنے لگی ۔ تصوّرات کو ملا کر ایسا رنگ قائم کیا کہ شاعری میناکاری ہوگئی ۔ شروع شروع مین اس کی شاعری محض خوابون کا مجموعہ نظر آئی ، مگر بعد مین اس نے ان ہوائی قلعون مین معنے بتانا شروع کئے ۔ اس کی نظمون مین ایک روحانی حسن ہے ۔ ان کی فضا ایک پرانے دور کے خواب کی طرح ہے جس کے پس منظر مین جدید سائنس چھپا ہوا ہے ۔ "دی وانڈرنگز آف اوئِسِن" (THE WANDERINGS OF OISIN) اس کی سب سے زیادہ نمائندہ نظم ہے ۔ ییٹس غنائی شاعری کے راز سے واقف ہے اور اس کا اثر بڑے لطف سے قائم کرتا ہے ۔ الفاظ کے ترنّم سے صور تاثرات کو اہم بنانے مین اسے ید طولا حاصل ہے ۔

ییٹس نے شاعرانہ ڈرامے کی روایات کو بھی پھر سے زندہ کیا ۔ اس سلسلے مین وہ لیڈی گریگری (LADY GREGORY) اور "آئرش تھیٹر" (IRISH THEATRE) کی تحریک کا ساتھی ہوا ۔ اس کے دو ڈرامے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہین ۔ "دی لَینڈ آف ہارٹس ڈیزائر" (THE LAND OF HEART'S DESIRE) اور "کیتھلین نی ہُولیہَان" (CATHLEEN NI HOULIHAN) ؛ ان کی مخصوص صنف اشاریت ہے ۔ ان مین تکالیف کے مناظر اور عزم و ہمّت کی تصاویر بہت شدید اثر رکھتی ہین ۔ آئرلینڈ ایک اخلاقی اشارے کی صورت مین سامنے آتا ہے ۔ خواب کی دنیا مین پہنچنے کی خواہش اور تمثیل سے یہ ڈرامے مالا مال ہین اور حب الوطنی کا جذبہ بھی ان مین اہم ہے ۔

ییٹس کی شاعری کی اہم خصوصیت حقیقت پسندی ہے اور الہام کے ذریعے سے وہ حقائق کی تہ تک پہنچتا ہے ۔ وہ بڑا زبردست فطری شاعر ہے اور عہدِ الزبتھ کے شاعرون سے مناسبت رکھتا ہے ۔ مشہور تو وہ انیسوین صدی کے آخر مین ہوا ، مگر اس کو بیسوین صدی کا سب سے اہم شاعر مان لیا گیا ہے ۔

ڈرامہ نگارون مین جون ملنگٹن سنج (JOHN MILLINGTON SYNGE ؛ ۱۸۷۱ء تا ۱۹۰۹ء) نے بڑا زور دکھایا ۔ وہ بھی آئرش تخیّل کا نمائندہ ہے ۔ اسے بھی عرفان حاصل ہے اور اپنے ملک کی زندگی کے حُزنیہ اور طربیہ پہلوؤن کو وہ واقعاتی نظر سے دیکھ کر خوابون مین تبدیل کرتا ہے ۔ اس کی کمیڈیان اپنے ملک کے مخصوص مزاج کو نمایان کرتی ہین اور اس کی ٹریجیڈیان غم اور عزم کے عجیب تاثرات قائم کرتی ہین ۔ وہ فرانس سے بھی متاثر ہوا اور یہان سے اس نے طنز اور طرز کا اختصار سیکھا ۔ روس اور اسکنیڈینیویا کے ادب سے اس نے جذبات کو متحرک طریقے پر دکھانا سیکھا ۔ ناروے کے ڈرامہ نگار ہنرک ابسن (HENRIK IBSEN ؛ ۱۸۲۸ء تا ۱۹۰۶ء) سے وہ خاص طور پر متاثر ہے ۔

اس کا بہترین ڈرامہ " دی پلے بوائے آف دی ویسٹرن ورلڈ " (THE PLAYBOY OF THE WESTERN WORLD) ہے ۔ اس مین آئرلینڈ کی اس زندگی کا طربیہ نقشہ کھینچتا ہے، جو اخلاقیات سے بالاتر ہے ۔ اس کا ایک ایکٹ کا ڈرامہ " رائیڈرز ٹو دی سی" (RIDERS TO THE SEA) سے بہتر ٹریجیڈی اس دور مین نہین لکھی گئی ۔ اس مین ایک بوڑھی عورت اپنے متعدد بچون کے ملاحی کے سلسلے مین سمندر مین یکے بعد دیگرے ڈوب جانے کا حال بتاتی ہے ۔ قسمت کی ظالمانہ حرکات اور تکلیف کی وضاحت مین یہ ڈرامہ یونانی ڈرامون سے ٹکر لیتا ہے ۔ سنج (SYNGE) کے ڈرامے تہذیب یافتہ لوگون پر بہت اثر کرتے ہین ۔ ان کی تکنیک بہت اعلی ہے ۔ ان کی زبان بالکل نئے قسم کی ہے ۔ یہ آئرلینڈ کے عوام کی انگریزی ہے، جس کو اس نے ایک فنکارانہ عظمت دے دی ہے پہلے پہلے یہ زبان نامانوس معلوم ہوتی ہے مگر کچھ ہی دیر بعد اس کے مخصوص اثرات پوری طرح نمایان ہوتے ہین ۔ اس کے اتّباع مین آئرش ڈرامہ نگارون کی کثیر تعداد پیدا ہوئی ۔

ناول نگارون مین جورج مور (GEORGE MOORE ؛ ۱۸۵۲ء تا ۱۹۳۳ء) سب سے زیادہ اہم ہے ۔ وہ سلٹک تحریک مین شریک ہوا اور اس کی قلم سے بڑی حمایت کی مگر اس کی انفرادیت بہت

زبردست هے اور وہ کسی خاص جماعت یا تحریک کا نمائندہ نہیں هوسکتا ۔ اس نے اپنے ذاتی حالات بیان کرنے کے سلسلے مین اس تحریک کی بڑی واقعاتی تصویر کھینچی هے ۔ اس تحریک کے سلسلے کی جو تصنیفات اس نے پیش کی هین وہ بناوٹی هین ۔ اس کی هستی عجیب و غریب هے اور اس کے رجحانات کو الفاظ مین ادا کرنا مشکل هے ۔ فرانس کے ناول نگارون کا اس پر گہرا اثر هے ۔ خاص طور سے " نیچرلسٹ " (NATURALIST) اسکول کا وہ هیرو هے۔ ۱۸۹۴ء مین اس کے ناول " استھر واٹرس" (ESTHER WATERS) چھپی جو ایک لڑکی کی زندگی کے حالات کی نہایت واقعاتی تصویر پیش کرتا هے ۔ یہ لڑکی جذبات سے مغلوب هوکر ایک مرد سے تعلق پیدا کرتی هے، جو اسے چھوڑ کر چلا جاتا هے ۔ یہ متعدد ملازمتین کرتی هے اور آخر مین مذهب کے اثر سے نیکی کی زندگی پر آجاتی هے ۔ یہ لڑکی جس کا نام " استھر واٹرس " هے آج کل کی عورتون کی نمائندہ کہی جاسکتی هے ۔ مور واقفیت سے تمثیلیت اور جمالیاتی رجحان کی طرف آیا ۔ ۱۹۱۶ء مین اس کی ناول " دی بروک کیرتھ" (THE BROOK KERITH) چھپی جو پرانے دور کی نہایت هی حسین تصویر کھینچتی هے ۔ مور کی تصنیفات بدلتے هوئے رجحانات کی آئینہ دار هین ۔ ان کی پہلی ناول " نیچرلزم " (NATURALISM) کی مثال هے اور آخری جمالیاتی رجحان کو سلٹک تحریک سے ملاتی هے ۔ اس نے نظمین بھی لکھین اور مضامین بھی ۔ مگر وہ اصل مین ناول نگار هی هے اور اس کی هستی بڑی دل چسپ هے ۔

حصّہ پنجم

دورِ تجسس

باب اول	خصوصیات اور رجحانات : پہلا دور	صفحہ ۵۲۵
باب دوم	کپلنگ اور چیسٹرٹن	۵۴۰
باب سوم	برنارڈ شا اور ڈراما نگاری	۵۴۵
باب چہارم	ویلز اور ناول نگاری	۵۵۰
باب پنجم	شاعری اور متفرق نثر	۵۵۸
باب ششم	پہلی جنگ عظیم اور دوسرا دور	۵۶۳
باب ہفتم	نئی شاعری اور نثر	۵۶۶
باب ہشتم	نئی ناول اور افسانہ ۔ دوسری جنگ عظیم	۵۷۲

باب اوّل
خصوصیات اور رجحانات: پہلا دور
۱۹۰۰ تا ۱۹۱۷ء

بیسوین صدی کا ابتدائی دور انیسوین صدی کے آخری بیس سال سے وابستہ ہے ـ عہد وکٹوریہ ۱۹۰۲ء مین ختم ہوتا ہے مگر ادبی لحاظ سے جن رجحانات کو اس دور سے مخصوص کیا جاتا ہے وہ ۱۸۸۰ء تک چلے ـ اس سے قبل بھی کچھ مصنّفین نے عقائد اور تخیّلات کے اطمینان کی دنیا سے نکل کر بے یقینی اور تجسّس کی دنیا مین پناہ لی تھی اور خیالات کی دنیا مین ایک نئی تشکیل پیش کرنے کی کوشش کی تھی؛ میتھو آرنلڈ اس کی اہم مثال ہے مگر عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۸۸۰ء تک ادب پر ایک خاص قسم کا توازن، پختگی اور اطمینان کی فضا چھائی رہی ـ اس کے بعد ایک نئے رجحان کی تلاش ہوئی، مگر رائج قدرون کو تنقیدی نظر سے نہین دیکھا گیا ـ صرف یہ محسوس کیا گیا کہ رومانیت کا جو زور کم ہوگیا تھا اس کی تجدید کی جائے چنانچہ مصنّفین نے رومانیت کا رنگ زیادہ گہرا کیا، مگر ساتھ ہی ساتھ کچھ نئے مصنّفین اینسے بھی پیدا ہوئے، جنھون نے تمام قدرون کو برباد کرنے کا عزم کیا اور اپنے انفرادی طریقے پر ادب کو بدلنا چاہا ـ یہ لوگ ۱۹۰۰ء تک تیاری کرتے رہے ـ یہ مشہور بھی ہوئے مگر شروع مین ان کا رنگ اس لئے نہین جما کہ پرانے لوگون کی حکومت مستحکم تھی ـ مگر بیسوین صدی کے شروع ہوتے ہی پرانے لوگ یا تو انتقال کرگئے یا پس پشت چلے گئے اور یہ نئے لوگ ہی میدان مین

نمایاں نظر آئے ۔ ان کا اہم کام یہ تھا کہ ان سب مسائل کو ، جن کی بابت ان سے قبل کے لوگ مطمئن تھے اور سب مسائل ، جن کی بابت ان کے قبل کے لوگ تجسّس میں تھے، یکجا کرکے غور کریں ایک نیا راستہ نکالیں ۔ ان سے پہلے رومانیت اور سائنس یا علمیت میں کشمکش تھی ۔ انھوں نے دونوں کو تنقیدی نظر سے دیکھا اور دونوں میں سے وہ باتیں اخذ کیں جو ادب کو ایک تعطل اور انحطاط کی طرف لئے جا رہی تھیں ۔ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان عناصر کو، جو ترقی اور حوصلہ افزائی کے حامی تھے، لے کر آگے بڑھے ۔

اس وقت سماجی اور سیاسی حالات نے بھی انگریز قوم کو اپنا جائزہ لینے پر مجبور کیا ۔ عرصے سے وہ دنیا کے بڑے حصّے پر حاکم تھے اور اپنے خاص مقصد کو بھول رہے تھے ۔ خوش حالی نے اس قوم کو آرام طلب اور رجعت پسند بنا دیا تھا ۔ اس کی ایک تہذیب بن گئی تھی، جو ایک جمود میں مبتلا ہوگئی تھی ۔ مگر جنوبی افریقہ کی جنگ بوئر نے قوم کو جگایا اسے اپنی کمزوریوں اور دشمنوں کی طاقت کا احساس ہوا اور یہ بھی احساس ہوا کہ اسے اطمینان سے بیٹھنا نہیں چاہئیے ۔ قوم میں جو جمالیاتی رجحان ، بے راہ روی اور قنوطیّت پیدا ہوگئی تھی ، اس سے نجات ضروری تھی ، ذہنی پریشانی کی جگہ صحیح راستہ تلاش کرنا اور ایک نئے عزم اور حوصلے سے کام لینا تھا ۔ چناں چہ انیسویں صدی کے مرد میدان عمل کا ایک نیا پیغام لے کر آئے مگر خرابی یہ ہوئی کہ ہر فرد کا اپنا الگ پیغام تھا ، اس طرح قوم کے سامنے ایک خاص راہ عمل متعین ہونے کے بجائے مختلف اور متضاد راہیں آئیں ۔ عام انسان عجیب تجسّس کا شکار ہوا ۔ روز میکالے (ROSE MACAULAY) کے ناول " ٹولڈ بائی این ایڈیٹ"(TOLD BY AN IDIOT) میں اس دور کے عالم تجسّس کا بڑا اہم نقشہ ملتا ہے ۔ یہ شروع یوں ہوتی ہے ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آتی ہے اور اپنی ماں سے کہتی ہے کہ والد اپنا مذہب پھر کھو بیٹھے ۔ ماں کو اپنے شوہر کے بار بار مذہب بدلنے سے بڑی پریشانیوں میں پڑنا پڑتا ہے اس لئے اس کے لئے یہ

بات عظیم سانحہ ہے ۔ اسے اپنی پوری زندگی کو نئی شکل دینا پڑ گئی ۔ روز میکالے نے اپنی ناول کی سرخی شیکسپئر کے ڈرامے " میکبتھ " مین میکبتھ کی اسی مشہور تقریر سے لی ہے جس مین وہ ہر طرف حالات سے پریشان ہوکر دنیا کو ایک احمق کا بیان کردہ قصّہ سمجھتا ہے ۔ میکبتھ کا یہ ذہنی عالم اسی دور کے ذہن کا عالم ہے ۔ جدید ذہنیت کو شیکسپئر کے ہیملٹ کے ذہن سے تشبیہ دی جاتی ہے اور تمام زمانہ ہیملٹ کی طرح ہونے اور نہ ہونے کے درمیان سرگردان نظر آتا ہے ۔

مصنّفین بھی اسی عالم مین ہین مگر وہ اسی عالم سے نکلنے کے انفرادی راستے نکالتے ہین ۔ چار افراد نمایان ہوتے ہین مگر اپنا اپنا الگ راستہ رکھتے ہین ۔ ایک رڈیارڈ کپلنگ (RUDYARD KIPLING) ، جو پوری سلطنت برطانیہ کا ادیب ہے اور شہنشاہیت کا حامی ہے، دوسرا جی ۔ کے ۔ چیسٹرٹن (G.K.CHESTERTON)، جو رجعت پسند ہے اور روایات کو مستحکم کرنا چاہتا ہے، تیسرا برنارڈ شا ، جو اشتراکیت کو قائم کرنا چاہتا ہے ، اور چوتھا ایچ ۔ جی ۔ ویلز (H.G. WELLS)، جو ایک قسم کی بین الاقوامیت کا قائل ہے اور سوسائٹی کو اشتراکیت پر لاکر تمام قومون کو ایک کرنا چاہتا ہے ۔ یہ سب زندگی کے سخت گیر نقّاد ہین ۔ ان کی تصانیف پہلے شکوک پیدا کرتی ہین، پھر ایک راہ دکھاتی ہین جس کو پورے طور پر مان لینا مشکل ہے ۔ اس لئے عام انسان شکوک ہی کی دنیا مین رہ جاتا ہے ۔ کچھ مصنّفین ان کا ساتھ دیتے ہین مگر زیادہ تر آزاد ہین اور ہر ایک اپنی الگ راہ رکھتا ہے ۔ انفرادیّت اس دور کی اہم صفت ہوجاتی ہے۔ شاید ہی کسی اور دور مین اتنی کثرت سے اچھے ادیب ہوئے ہون۔ اس کی دو وجوہ ہین، ایک تو تعلیم حاصل کرنے کی آسانیون نے ادیبون کو اچھے معیار پر پہنچنے مین مدد دی دوسرے تعلیم نے پڑھنے والون کی تعداد مین کثیر اضافہ کیا ۔ ادبی کتابین پڑھنا بھی قوم کا ایک مشغلہ ہوگیا اور ادب عالمون اور صاحبان ذوق تک ہی نہین محدود رہا بلکہ بازار مین آگیا ۔ تجارت پیشہ لوگون نے

اس رجحان سے فائدہ اٹھانے کے لئے چھاپے خانے قائم کئے - پھر انگریزی زبان انگلستان تک محدود نہ رہی بلکہ دنیا بھر کی زبان هوگئی اور پوری دنیا مین انگریزی تصانیف بکنے اور پڑھی جانے لگین۔ معمولی صلاحیت کے لوگ کچھ هی مشق کے بعد کسی مشتہر سے وابستہ هوئے اپنی انفرادیت سے اپنے پڑھنے والون کا ایک دائرہ بنانے لگے - اس طرح لکھنے والون کی کثرت تو هوئی مگر ان کے درمیان کوئی مشترکہ رجحان نہ نظر آیا - کسی مصنّف کو لے لیجئے وہ اپنا الگ راگ گاتا نظر آئے گا -

اصناف ادب کو دیکھا جائے تو اس دور کی مقبول ترین صنف ناول نظر آتی هے - یہ اندازہ لگایا گیا هے کہ شائع شدہ مطبوعات کا تقریباً دو تہائی حصّہ ناولون پر مشتمل هے- اس صنف مین سب سے پہلے هربرٹ جورج ویلز (HERBERT GEORGE WELLS) نمایان هوا - مگر اسے نہ نظر کے لحاظ سے نہ فن هی کے لحاظ سے ناول نگاری کا قائد کہا جاسکتا هے - ناول نگارون کی وہ کثرت هے کہ اچھے اور برے کی تمیز مشکل هوگئی مگر تین ناول نگار هین جو اعلی ترین درجے پر پہنچے: جون گالزوردی (JOHN GALSWORTHY) ، آرنلڈ بینٹ (ARNOLD BENNET) اور جوزف کونریڈ (JOSEPH CONRAD) انھون نے اپنی اپنی الگ راہ بنائی هے - ان کو صرف اس بنا پر ایک ساتھ رکھا جاسکتا هے کہ یہ سب ایک هی صنف کی روایات مین اضافہ کرتے هین - ناول کے بعد ڈرامہ ایک نئے زور اور نئے انداز سے نمایان هوتا هے اور ڈرامہ نگارون مین برنارڈ شا سب سے اهم هے مگر وہ بھی مختلف ڈرامہ نگارون اور مختلف ڈرامائی تحریکون سے الگ هے ؛ اس کے ڈرامے بھی اس قدر انفرادی نوعیت کے هین کہ ان کو پرانے ڈرامہ نگارون کی تحریرون سے کوئی تعلق نہین - "کورٹ تھیٹر" (COURT THEATRE)، "ریپرٹری تھیٹر" (REPERTORY THEATRE) ، "آئرش تھیٹر" (IRISH THEATRE)، "پیپلز تھیٹر" (PEOPLE'S THEATRE) اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتے هین اور ان کے سلسلے مین جو لوگ نمایان هوتے هین وہ

سب اپنی اپنی انفرادیت رکھتے ھین - اپنی شاعری پر انگریز کو ھمیشہ سے ناز رھا اور اسی صدی کے شروع مین پہلے تو پچھلے دور کے لوگ ھی نمایان رھے، مثلاً هارڈی (HARDY) ، ڈیویز (DAVIES) ، بریجز (BRIDGES) ، ییٹس (YEATS) کو تمام تر اھمیت حاصل رھی یہ سب بھی اپنے نظریات مین ایک دوسرے سے الگ تھے - ۱۹۱۰ء سے نئے شاعرون کا ایک گروہ نمایان ھوا ، جس کو "دی جارجین اسکول" (THE GEORGIAN SCHOOL) اس لئے کہا گیا کہ یہ جارج پنجم کے دور سے تعلق رکھتا تھا ، ورنہ اس کا ھر فرد اپنا الگ انداز لے کر آیا تھا - جنگ عظیم کے دوران مین کچھ شاعرون نے حبّ الوطنی کے جذبے کو موضوع بنایا اور ان کو جنگ کے شاعر (WAR POETS) کہا گیا - ساتھ ھی ساتھ فن اور تکنیک مین تجربے کرنے والون کی کثیر تعداد نظر آئی ، جن مین سے ھر ایک کوئی نیا تجربہ کرتا تھا - ۱۹۱۷ء مین ٹی-ایس-ایلیٹ (T.S.ELIOT) ایک بالکل نئی شاعری لے کر زور و شور کے ساتھ سامنے آیا اور شاعری کا ایک نیا دور شروع کیا - اس کے بعد سے ھر صنف مین نئے تجربے ھوئے اور نئی راھین نکلین - چنان چہ یہ کہا جاسکتا ھے کہ جنگ عظیم اوّل کے بعد انگریزی ادب کا ایک نیا دور شروع ھوتا ھے - بیسوین صدی کو دو ادوار مین تقسیم کیا جاسکتا ھے، ایک دور ۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۶ء تک کا اور دوسرا ۱۹۱۶ء سے ۱۹۳۹ء تک کا - دونون دور بالکل الگ الگ ھین؛ پہلے دور کے لوگ دوسرے دور مین قائم ھین اور اپنی پرانی راہ پر چل رھے ھین مگر دونون ادوار مین حاوی صفات مختلف ھین - اس لئے ان کو الگ الگ کرکے ان کا مطالعہ کیا جاسکتا ھے - دوسری جنگ عظیم نے ادب کو بالکل پس پشت ڈال دیا - وزیراعظم ونسٹن چرچل کی تقاریر ھی کو اس دور کا اھم اضافہ کہا جاسکتا ھے، ورنہ جنگ کے حالات نے مصنّفین اور طباعت دونون کو ختم ھی سا کردیا - جنگ کو ختم ھوئے بارہ برس گزر گئے ھین ، پرانے لوگون پر جمود طاری ھے اور نئے ابھی تک نمایان نہین ھوسکے ھین -

باب دوم

کپلنگ اور چیسٹرٹن

۱۸۸۰ تا ۱۹۱۷ء

اس دور کو دیکھا جائے تو سب سے پہلے نظر دو افراد پر پڑتی ہے جو سب سے الگ ہین ۔ پرانی روایات سے وابستہ تو ہین مگر ان کو ایک نئی صورت بھی دینا چاہتے ہین اور تقریباً ہر صنف مین طبع آزما نظر آتے ہین ۔

ان مین رڈیارڈ کپلنگ (RUDYARD KIPLING ؛ ۱۸۶۵ء تا ۱۹۳۶ء) انگریز قوم کے سیاسی ذہن اور شہنشاہیّت کا نمائندہ ہے۔ وہ بمبئی مین پیدا ہوا اور اوائل عمر مین اس نے الہ آباد کے اخبار " دی پائینئر"(THE PIONEER) اور لاہور کے اخبار" سول اینڈ ملٹری گزٹ"(CIVIL AND MILITARY GAZETTE) کی ادارت کی ۔ ہندوستان کی زندگی کو اس نے انگریزی شہنشاہیّت کی نظر سے دیکھا اور اپنی نظمون ، افسانون اور ناولون مین اس کی ترجمانی کی وہ انگریزی قومیّت کا اہم نمائندہ ہے اور اس نے قوم کے سلطنت کے احساس کو ایک مستقل حیثیت دی ۔ اس کی تصانیف سے قوم مین یہ احساس ہوا کہ وہ ایسی سلطنت کی مالک ہے جس پر سورج نہین ڈوبتا ۔ کپلنگ ہندوستان کی زندگی کے رسمی اور رومانی اثرات کو قبول کئے ہوئے ہے مگر اسے اپنی قوم کی عظمت کا احساس ہے ۔ ہندوستان کی دنیا پر وہ ایک مالک کی نظر ڈالتا ہے۔ ہندوستان پر انگریزون کی حکومت اس کا موضوع ہے ۔ انگریز کو ہندوستان کے ماحول مین کام کرتا دکھایا جاتا ہے ۔ کبھی وہ سرکاری افسر کی

حیثیت سے قحط دفع کرنے مین انتظامی صلاحیّت دکھاتا ہے، کبھی وہ انجینئر کی حیثیت سے سیلاب پر قابو پاتا ہے ۔ ہر حالت مین وہ مہم جو، جرّی اور ایک پر عظمت قوم کا فرد نظر آتا ہے۔ انگریز خدا کی مخصوص قوم ہے اور وہ دنیا کو تہذیب یافتہ بنانے مین مصروف ہے ۔ کپلنگ کی تصانیف مین شہنشاہیّت ایک مذہبی عنصر کی حیثیت سے نمایان ہے؛ سلطنت خدا کی دین ہے اور انگریز کو خدا کی طرف سے سونپی ہوئی اہم ذمّہ داری ہے۔ انجیل مین جس مخصوص قوم کا ذکر ہے انگریز اسی کی طرح ہے ۔ اس پر خدا کا خاص فضل اور برکت ہے ۔

مصنّف کی حیثیت سے کپلنگ مین فطری جوش اور قومی رجحان موجود ہے ۔ وہ انگریزی زبان کی خاصیّت سے واقف ہے اور اسے فطری انداز سے استعمال کرتا ہے ۔ انگریزی مین اس نے بہت سے ہندوستانی الفاظ اور ہر صنف کی اصطلاحین بھی شامل کرلی ہین ۔ اس کی زبان نئی معلوم ہوتی ہے مگر وہ اس کو اس طرح استعمال کرتا ہے کہ نامانوس الفاظ مین نئی زندگی پیدا ہوجاتی ہے ۔ افسانوی ادب اس کا خاص میدان ہے ۔ ہندوستانی زندگی پر اس نے لاتعداد مختصر افسانے لکھے ہین جو کمال کے ہین کیونکہ کپلنگ کا فطری رجحان اسی صنف کی طرف ہے ۔ ان مین ہر قسم کے افسانے موجود ہین، ہندوستان مین انگریزون کے کارنامے، ہندوستانیون کے رسم و رواج اور ان کی زندگی کے اہم واقعات ان افسانون کے موضوع ہین ۔ آخری زمانے مین اس نے انگریزی زندگی کے بھی افسانے لکھے جن مین فنّی خوبیان تو ہین مگر وہ دل چسپی نہین جو اس کے ہندوستانی افسانون مین ہے ۔ اس نے بالکل تخیّلی افسانے بھی لکھے جن کے کردار انگریزی روایات کی پریان اور ارواح ہین ۔ یہ خالص انگریزی افسانون سے زیادہ کامیاب ہین ۔ کپلنگ نے طویل قصّے یا ناولین بھی لکھی ہین جن مین "کم" (KIM) اور " دی جنگل بک " (THE JUNGLE BOOK) نمایان ہین۔ اوّل الذکر مین ایک لڑکا پورے ہندوستان کا سفر کرتا ہے، یہان کی زندگی سے واقفیت حاصل کرکے یہان کی روحانیّت مین پناہ لیتا ہے۔

دوسری مین موگلی (MOWGLI) نامی ایک هندوستانی لڑکا جنگل مین زندگی گزارتا هے ۔ جنگل کے مختلف جانورون پر هندوستان کی مختلف قومون اور فرقون کا شبه هوتا هے ۔ کنگ کوبرا (KING COBRA) انگریزی شہنشاهیّت کا نمائندہ آتا هے اور سب جانور ڈر کر اس کے طابع هوجاتے هین ۔ کپلنگ کی قصّه گوئی کی قوّت قیامت کی هے، واقعات کا تسلسل اور ترتیب دهیان کو ذرا بھی هٹنے نہین دیتی ۔ کردار جیتے جاگتے هین اور " کم " اور" موگلی " وغیرہ اهم تخلیقات هین ۔

کپلنگ کی شاعری اس کی نثر سے مختلف نہین هے اور یہی اس کا کمال هے ۔ اس اعتبار سے وہ جدید دور کا رهبر هے۔ اس کا رنگ پرانے بیلڈون (BALLADS) کا هے ۔ زبان بالکل عوامی هے اور شاعرانه نفاست کا بالکل خیال نہین رکھا گیا هے، مگر غور کرنے پر اس مین ایک نیا زور اور نیا ترنّم ملتا هے ۔ عوامی اور کھردرے رنگ مین ایک نئی لطافت نمایان هوتی هے ۔ عام روزمرّہ کی زندگی عجیب خواب مین تبدیل هو جاتی هے ۔ طنز، مزاح، غم، عظمت، جوش هر قسم کے اثرات اور جذبات اس بظاهر بے ڈھنگے اور بے اصول رنگ سے پیدا هوتے هین ۔ کپلنگ کے پیدائشی شاعر هی نہین بلکه بڑا شاعر هونے مین کوئی شک نہین رہ جاتا ۔

چیسٹرٹن

گلبرٹ کیتھ چیسٹرٹن(GILBERT KIETH CHESTERTON: ۱۸۷۴ء تا ۱۹۳۶ء) انگلستان سے باهر نہین جاتا اور اس ملک کی پرانی روایات مین بالکل گڑ کر رہ جاتا هے ۔ وہ مذهبی پابندی کا حامی هے ، مذهب دل کی تقویت هے ۔ وہ سب سے قدیم عیسائیّت یعنی رومن کیتھولک مذهب کا پیرو هے اور اس کی روایات سے سرمو انحراف نہین کرنا چاهتا ۔ وہ جدید دور کی لادینیت سے پیدا هونے والی تمام غلطیون کا مذاق اڑاتا هے ،

تجسّس ، قنوطیّت ، سائنس ، فلسفہ سب کو غلط ثابت کرتا ہے ۔ اس کے نزدیک پرانی روایات میں زندہ رہنے کے اصول ہیں اور زندگی سے محبت انسان کا اہم فرض ہے ۔ وہ قرون وسطی کو واپس لے آنا چاہتا ہے ۔ چیسٹرٹن بہت عقل مند انسان ہے اور انتہا پسندی کے خلاف ہے ۔

چیسٹرٹن سب سے پہلے وہ تنقید نگار کی حیثیت سے نمایان ہوا ۔ براؤننگ ، ڈکنز ، برنارڈ شا اور اسٹیونسن پر اس کی تصانیف تنقید میں اہم اضافے ہیں ۔ اس کی تصنیف " دی وکٹورین ایج ان لٹریچر" (THE VICTORIAN AGE IN LITERATURE) ایک ادبی دوز پر نئی روشنی ڈالتی ہے ۔ پھر تنقید کے بعد چیسٹرٹن ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوا اور تقریباً آدھے درجن ناولین لکھین جن مین جدید دور کی تمثیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ مگر چیسٹرٹن کی طبیعت مضمون نگاری کی طرف فطری رجحان رکھتی ہے۔ مختصر افسانون اور ناولون مین بھی افسانہ نگار سے زیادہ مضمون نگار کی فطرت نظر آتی ہے ۔ داخلی مضمون نگاری کو اس نے نئی زندگی دی ۔ معمولی موضوعات پر وہ لطیف خیالات کو اپنے منفرد انداز مین ادا کرتا ہے ۔ بنیادی طور پر وہ مزاح نگار ہے ، ذکاوت اس کی فطرت کا بہت ہی اہم عنصر ہے اور اسی کے زور پر اس کا ہر مضمون ایک نئی زندگی سے مملو نظر آتا ہے ۔ وہ فہم عمومی کا طرف دار ہے اور ہر چیز کو عام سطح پر لاکر پرکھتا ہے ۔ وہ پرانے حقائق کو اپنے شگفتہ رنگ سے نئی زندگی بخشتا ہے ۔ عام عقائد کو اہم مقام دیتا ہے اس کے طرز کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ بعیدالعقل باتین کرتا ہے مگر ان مین حقیقت نمایان ہوتی ہے۔ اس کا یہ رنگ ہر جگہ موجود ہے ۔ اس کے کچھ مضامین دائمی وقعت رکھتے ہین ۔

چیسٹرٹن کی طرح دوسرے روایات پرستون مین ہیلیئر بیلاک (HILAIRE BELLOC) ، مورس ہیوایٹ ( ) ، ایڈورڈ ٹامس (EDWARD THOMAS) اور مسز ھمفرے وارڈ (MRS. HUMPHREY WARD) کے نام آتے ہین ۔ آخرالذکر کی

ناول " روبرٹ ایلسمیر " (ROBERT ELSMERE) لافانی شاہکار ہے - دوسرے مصنّفین پہلے مضمون نگار ہیں پھر دوسری اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں - ان سب کی تحریریں نثر کے اچھے نمونے ہیں -

باب سوم

برنارڈ شا اور ڈرامہ نگاری

۱۹۰۰ء تا ۱۹۳۰ء

برنارڈ شا

اس صدی کی سب سے زوردار ہستی جارج برنارڈ شا (GEORGE BERNARD SHAW) ہے اور اس کی اہمیت ہی کی وجہ سے ڈرامے کی صنف اس دور میں سب سے زیادہ اہم ہوگئی ۔ وہ آئرلینڈ کے ایک معمولی طبقے کا فرد تھا ، معمولی تعلیم کے بعد وہ ایک تار گھر میں ملازم ہوگیا ، پہلے اس نے ڈرامہ اور موسیقی پر تنقیدیں لکھیں پھر ناولیں لکھتا رہا ۔ سر آرتھر پینرو (SIR ARTHUR PINERO ؛ ۱۸۵۵ء تا ۱۹۲۴ء) سے ملاقات کے بعد وہ ڈرامہ نگاری کی طرف آگیا اور اسی صنف میں اسے فوری کامیابی حاصل ہوئی اور زندگی بھر کامیابی پر کامیابی حاصل کرتا گیا ۔ وہ مفکّر تھا اور اپنے آپ کو مفکّر ہی کہلا کر خوش ہوتا تھا ۔ اس کے افکار کی تعمیر میں جرمن فلسفی نٹشے (NIETZCHE) ، ناروے کے ڈرامہ نگار ابسن (IBSEN) ، ویبر اور کارل مارکس (CARL MARX) کا بڑا اہم حصّہ ہے ۔ شا انگریزی مفکّرین میں شیلی اور سموئیل بٹلر کا خاص طور پر دلدادہ ہے مگر اس کا ایک مخصوص انفرادی نقطۂ نظر بھی ہے ۔ وہ ہر چیز کی خرابی کی تہ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر اس پر بڑی جرأت سے تنقید کرتا ہے ۔ مزاح ، ذکاوت اور جدّت اس کی ہستی کے اہم

عناصر ھین اور وہ خیالات سے ھر قسم کا کام لینا جانتا ھے۔ اھم اور سنجیدہ خیالات کو وہ مزاح یا ذکاوت کا رنگ دے کر جلا دیتا ھے۔ اس کا ایمان یہ ھے کہ اصلاح کا بہترین طریقہ مزاح ھے۔ اس لئے وہ مصلح کی حیثیت سے کمیڈی کو اپنا آلۂ کار بناتا ھے۔ وہ تفریح کا سامان تو مہیّا کرتا ھے مگر اس کا مقصد اعلی ھے۔ سماجی مسائل کو سمجھنے کے لئے اس کا ذھن بہت ھی صاف ھے۔ وہ ھر مسئلے کی تہ تک پہنچ کر، اس کے تمام پہلو واضح کرتا ھے اور اس کا حل بتاتا ھے۔ اس کا خاص فلسفہ ایک نئے قسم کی مارکسیت ھے۔ وہ جس معاشرے کا فرد تھا اس کے افراد کی خود غرضی کی وجہ سے وہ اس معاشرے سے الگ ھوگیا۔ اس کے اندر ایک بت شکن کا سا جوش اور عزم ھے۔ وہ اپنے دور کی بے حسی سے بیزار ھے اور شیلی کی طرح اس کو جھنجھوڑ دینا چاھتا ھے۔

اس کے تمام ڈرامے کسی نہ کسی مسئلے سے متعلق ھین اور اس کا حل پیش کرتے ھین۔ "وڈوورز ھاؤسز" (WIDOWER'S HOUSES) مین وہ سرمایہ داری کی پول کھولتا ھے، "مسز وارنز پروفیشن" (MRS. WARREN'S PROFESSION) مین اقتصادی مجبوریون کے تحت عورتون کی عصمت فروشی کا حال واضح کرتا ھے، "آرمز اینڈ دی مین" (ARMS AND THE MAN) مین سپاھیون کو بزدل ثابت کرتا ھے، "کینڈیڈا" (CANDIDA) مین ازدواجی زندگی مین محبت کو موضوع بناتا ھے، "یو نیور کین ٹیل" (YOU NEVER CAN TELL) مین یہ ثابت کرتا ھے کہ والدین کا اولاد پر زور کوئی اھمیت نہین رکھتا، "مین اینڈ سوپر مین" (MAN AND SUPER MAN) مین بتاتا ھے کہ عورتین مردون کو کس طرح اپنے جال مین پھانستی ھین، "جون بلز ادر آئیلینڈ" (JOHN BULL'S OTHER ISLAND) مین آئرلینڈ کے قومی مسئلے کو حل کرتا ھے، "میجر باربرا" (MAJOR BARBARA) مین غربت کو ھر برائی کی جڑ ثابت کرتا ھے، "ڈاکٹرز ڈائیلیما" (DOCTORS' DILEMMA) مین طبی معالجون کو جلّاد ثابت کرتا ھے، "گیٹنگ میریڈ" (GETTING MARRIED) مین شادی کے مختلف پہلوؤں پر رائے زنی کرتا ھے۔ اس طرح خاندان، سرمایہ،

مذہب ، سائنس غرض زندگی کے تمام پہلو شا کی بے پناہ طنز اور ذکاوت کا شکار ہو جاتے ہیں ۔

شا نے اپنے پانچ حصّوں پر مشتمل ڈرامے "بیک ٹو میتھو سیلا " (BACK TO METHUSELAH) میں معاشرے کی تشکیل کا ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے ۔ اس کا عقیدہ تخلیقی و ارتقائی ہےاور وہ ایک دائمی قوّت حیات (LIFE FORCE) کا قائل ہے۔ شا کی رائے میں انسان کی عمر کم از کم ایک سو برس ہونی چاہئیے، تاکہ وہ دنیا کو سمجھ کر اس کا صحیح انتظام کرسکے اور موت سے ہمیشہ کے لئے نجات پا لے ۔

برنارڈ شا ایک نئی صنف کا موجد ہے، جس کو خیالات کا ڈرامہ کہا جاتا ہے ۔ اس میں واقعات اور کردار کوئی اہمیت نہیں رکھتے، تمام تر زور مسائل کے حل پر ہوتا ہے بحث اور مکالمے میں سب کچھ ہو جاتا ہے، اور مزاح ، طنز اور ذکاوت کی بدولت غیر دل چسپ ہونے سے محفوظ رہتا ہے ۔ لہذا شا کے ڈراموں میں ہمیں کوئی خاص کردار نہیں ملتا ۔ صرف " کینڈیڈا " کی ہیروئن مکمل جیتی جاگتی عورت معلوم ہوتی ہے اور یہی ڈرامہ اس کا شاہکار ہے ۔ شا کے تمام کردار اس کی اپنی شخصیت کا حصّہ ہیں اور بیشتر تو محض اشارے ہوکر رہ گئے ہیں مگر اس کی ہیروئنیں بہت زور دار ہیں ۔ سب سے اہم اس کا مزاح ہے ۔ وہ ہمارے زندگی کے نظریوں کو بدل کر رکھ دیتا ہے ۔ انسان کی کمزوریوں پر بھی ہنساتا ہے ۔ ہم روایات کی بنا پر جن دھوکوں میں مبتلا ہیں ان کی حقیقت کھول کر رکھ دیتا ہے ۔ اس کا ڈرامہ شروع کرتے ہی ذہانت کی روشنی سے ذہن منوّر ہونے لگتا ہے۔ ہم ہنستے ہیں اور سوچتے ہیں، حقائق تک پہنچتے ہیں اور اپنی کم فہمی پر تعجب کرتے ہیں؛ لطیف تصوّرات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ زوردار اقوال ہمارے حافظے پر ثبت ہو جاتے ہیں ۔ برنارڈ شا کی نثر میں کمال کا زور ہے ؛ مکالمے کے علاوہ اس کے دیباچے وضاحت اور شاعرانہ اثر کا کمال پیش کرتے ہیں ۔ وہ ذہن اور تخیّل کو ایک نئی زندگی دے دیتا ہے اور پڑھنے والے کو جگا دیتا ہے ۔ اس کے

ڈراموں میں ایک دائمی قوّت ہے -

بیری اور گالزورد ی

برنارڈ شا کے ساتھ ساتھ دو اور ڈرامہ نگار نمایاں ہوئے جو فطری قوّت اور فن میں اس سے کسی طرح کم نہ تھے حالاں کہ ان کو اتنی مقبولیت حاصل نہ ہوئی -

ایک سر جیمس بیری (SIR JAMES BARRIE؛ ۱۸۶۰ء تا ۱۹۳۷ء) ہے - اس کے ڈرامے بڑے ہی شاعرانہ اور دل کش ہیں اور ان میں جذبات ، خواب کی دنیا اور مزاح عجیب انداز سے سموئے ہوئے ہیں اور ہمیں خواب کی دنیا میں لے جاتے ہیں - اس کا سب سے مشہور ڈرامہ " پیٹر پین"(PETER PAN) ہے، جو ایک عجیب و غریب بچّے کے حال پر مبنی ہے - اس میں بچوں کی نفسیات، نرم جذبات اور لطیف مزاح کا کمال ملتا ہے - بیری نے واقعاتی ڈرامے بھی لکھے ہیں " وہاٹ ایوری ومن نوز " (WHAT EVERY WOMAN KNOWS) میں عورت کی نفسیات کا بڑا واقعاتی انکشاف ہے - اس کے ڈراموں کا خلوص اور بے ساختگی قیامت ہے - " میری روز"(MARY ROSE) میں وہ شا کی طرح ایک اہم مسئلے سے بحث کرتا ہے، مگر یہ اس کا میدان نہیں - یہ ڈرامہ بھی نرم جذبات اور لطیف مزاح کی وجہ سے شاہکا ہے - اس کے ڈراموں کے واقعات اور کردار ذہن پر مثبت تو نہیں ہوتے مگر پوری فضا ایک لطیف خواب کی طرح زندہ رہتی ہے -

دوسرا ڈرامہ نگار جون گالزوردی(JOHN GALSWORTHY؛ ۱۸۶۷ء تا ۱۹۳۳ء) ہے - جون گالزوردی کے ڈرامے شا کے ڈراموں کی طرح خیالات اور مسائل پر مبنی ہوتے ہیں -" دی سلور بوکس" (THE SILVER BOX) میں ایک رئیس چور کے بدلے ایک غریب آدمی کو قید ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے - "اسٹرائف"(STRIFE) میں کارخانہ داری اور ہڑتالوں کے مسئلے کو موضوع بنایا گیا ہے - اس کا بہترین ڈرامہ " جسٹس " (JUSTICE) ہے- اس میں

ایک کلرک فارڈل(FARDELL) ایک غریب عورت کی مدد کرنے کے لئے ایک چیک بدل دیتا ہے، پکڑا جاتا ہے، قید مین رہتا ہے، مستقل مجرم ہو جاتا ہے اور آخر مین مر جاتا ہے ۔ اس مین جدید طریقۂ انصاف کی غلطیون کو نمایان کیا گیا ہے ۔ جیل کے حالات پر سخت تنقید ہے ۔ گالزوردی رحم کا حامی ہے اور یہ یقین رکھتا ہے اگر رحم کو انصاف پر ترجیح دی جائے تو انسانیت قائم رہنے کی اور جرائم کم ہوجانے کی بڑی گنجائش ہے ۔ اس کے سب ڈرامے فنّی اعتبار سے شا کے ڈرامون سے بہتر ہین، کردارون کی اٹھان زور دار ہے اور تمام کردار پہلو دار ہین، مکالمون مین نثر نگاری کا کمال ہے ۔ گالزوردی کو بھی شا کے برابر اہمیت دینا ضروری ہے ۔

ڈرامے کے سلسلے مین سر آرتھر پنرو، مڈگائنو، گرینول پارکر (GRENVILLE PARKER) ، سامرسٹ ماہم (SOMERSET MAUGHAM) اور اسٹیفنز فلپ (STEPHENS PHILIP) نے بھی نمایان کامیابی حاصل کی ۔ تھیٹرون کے قیام اور ان مین کامیابی سے بہت سے لوگون کی توجہ ڈرامہ نگاری کی طرف گئی اور کثیر تعداد مین عمدہ ڈرامے وجود مین آئے ۔ ساتھ ہی ساتھ ایک ایکٹ کے ڈرامون کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی سلسلے مین بہت سے لکھنے والے پیدا ہوئے ۔ ایک ایکٹ کے منتخب ڈرامون کے مجموعے بھی شائع ہوئے جو اہم ہین ۔

باب چہارم

ویلز اور ناول نگاری

۱۹۰۰ تا ۱۹۳۰ء

ویلز

اگر اس دور کے کوئی دو شاعر مصنفین کو ایک ساتھ رکھا جاسکتا ہے تو وہ ہربرٹ جورج ویلز (HERBERT GEORGE WELLS ؛ ۱۸۶۶ء تا ۱۹۳۲ء) اور جورج برنارڈ شا (GEORGE BERNARD SHAW؛ ۱۸۵۶ء تا ۱۹۵۰ء) ہیں ۔ دونوں اشتراکی ہیں اور دونوں کا نظریۂ فن ایک ہے ۔ شا نے ڈرامے کے لئے جو کچھ کیا وہ ہی ویلز نے ناول کے لئے کیا ؛ وہ سماجی حالات کا مبصّر اور پریشان حال انسانوں کا معالج نظر آتا ہے ۔ وہ کارلائل اور رسکن سے متاثر ہے مگر اس نے سائنسی تعلیم حاصل کی ہے اور وہ جمہوریت پر عقیدہ رکھتا ہے ۔ اس کا ذہن انقلابی ہے اور وہ ڈکنز (DICKENS) کی طرح نچلے متوسط طبقے سے دل چسپی رکھتا ہے ۔ وہ اس طبقے کے مردہ روایات سے بدظن ہے اور اس کو سدھارنا چاہتا ہے ۔ شا کی طرح وہ تنقید کا قائل ہے اور اس کا تجربہ زیادہ وسیع ہے ۔ وہ مسائل کو بڑے جذبے کے ساتھ اٹھاتا ہے ۔ سماج کا زیادہ گہرا تجزیہ کرتا ہے اور برائیوں کے علاج کا بہتر سامان کرتا ہے ۔ ناولوں کے علاوہ اس نے ہر مسئلے پر کتابیں اور مقالے لکھے اور ان میں اپنے نئے نظریات واضح کئے ۔ وہ ہر علم سے معقول واقفیت رکھتا تھا اور عام لوگوں کے لئے اس نے دنیا کی تاریخ ، سائنس، سیاسیات، اقتصادیات

وغیرہ پر کتابیں لکھیں ۔

ویلز " سماجی ناول " کا موجد ہے اور اس صنف کو وہ اس طرح استعمال کرتا ہے جیسے برنارڈشا ڈرامے کو ۔ شروع میں اس نے سائنس کے مسائل کو عجائب بنا کر رومانی ناولیں لکھیں۔ ان میں " ٹائم مشین" (TIME MACHINE) ، جو ہر زمانے کے حالات بتانے والی مشین کے بارے میں ہے، بہت اہم ہے ۔ مگر وہ جلد مقصدی ناول پر آگیا ۔ اس سلسلے میں اس کی تصانیف بکثرت ہیں مگر بیشتر میں مقصد نے فن کو بالکل بگاڑ کر رکھ دیا ہے ۔ چار ناولیں اس کے مخصوص فن کو کمال پر پہنچاتی ہیں ۔"لو اینڈ مسٹر لیویشم" (LOVE AND MR. LEWISHAM) میں ایک جوان کے عشق کا قصّہ ہے اور جدید دور میں عشق اور ازدواجی زندگی پر اہم تنقید ہے ۔ لیویشم کا کردار بڑا دل چسپ ہے ۔ کپس (KIPPS) ایک معمولی طبقے کے انسان کے ترقی کے خواب کا نقشہ ہے جو آخر میں ایک دوکاندار ہو جاتا ہے ۔ یہ جدید دور میں حوصلے کا مطالعہ ہے اور اس میں کپس اور اس کے چچا کے کردار بہت ہی زندہ ہیں ۔ شاید ویلز کی شاہکار ناول " ٹونو بنگے" (TONO-BUNGAY) ہے ۔ اس میں پہلے اس دیہات کے دل کش مناظر ہیں جن میں ویلز نے اپنی ابتدائی زندگی گزاری تھی ، پھر ہیرو کے چچا پونڈوریو کے ایک دوا ایجاد کرنے کا قصّہ ہے،جو جدید تجارتی پروپیگنڈا اور اس کے نتائج واضح کرتا ہے ۔ ہیرو کا بیٹرس (BEATRICE) سے عشق بھی جدید دور پر تنقید ہے ۔ بیٹرس خود کو بیوی کا اہل نہیں سمجھتی ،کیوں کہ جدید تعلیم نے اسے بالکل بیکار کر دیا ہے ۔ اس سے زیادہ وسیع تصویر ویلز نے کبھی نہیں کھینچی ۔ وہ جدید دور میں ہر چیز کی بربادی پر زور دیتا ہے اور صنعتی زندگی کو تبدیل کرکے ایک نئی اشتراکیت لانا چاہتا ہے ۔ کچھ لوگ " دی ہسٹری آف مسٹر پولی" (THE HISTORY OF MR. POLLY) کو اس کا شاہکار مانتے ہیں ۔ اس ناول میں ایک سن رسیدہ انسان مسٹر پولی (MR. POLLY) گھر سے الگ ہوکر،ایک گاؤں میں نئی زندگی

بنانا ہے - یہ ازدواجی زندگی پر زبردست تنقید ہے۔ اس کے کردار سب بہت واضح ہوئے ہیں اور اس میں ویلز کا طنز سب سے زیادہ اچھا ہے -

ویلز (WELLS) بہت ہی زود نویس تھا، اور اس کی تصانیف کی انتہا نہیں ہے - مختصر افسانے میں شاید وہ ناول نگاری سے زیادہ کامیاب ہے - زیادہ تر افسانے سائنسی تجربات کو عجائبات بنا کر پیش کرتے ہیں، مگر اس کا افسانہ " دی کنٹری آف دی بلائنڈ " (THE COUNTRY OF THE BLIND) افسانہ نگاری کا کمال ہے - اس میں ایک شخص اندھوں کے ملک میں جاتا ہے اور وہاں ایک لڑکی پر عاشق ہو جاتا ہے - اس لڑکی سے اس کی شادی اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھیں پھوڑوا دے، اس کے دل میں کشمکش ہوتی ہے اور وہ بھاگ آتا ہے - اس افسانے کی معنی خیزی کمال ہے - ویلز بہت اچھا نثر نگار ہے - اس کی نثر کا زور خیالات کی قوت پر مبنی ہے - خلوص کے زور پر وہ ہر قسم کا رنگ پیدا کر لیتا ہے - وہ مزاح نگار ہے اور ڈکنس کی طرح ہنساتا ہے - وہ بہت مقبول ہوا مگر اب یہ غور کیا جا رہا ہے اس کی تصانیف میں کون سی زندہ رہیں گی -

گالزوردی

ناول نگاری میں ویلز سے بہتر فنکار جون گالزوردی (JOHN GALSWORTHY ؛ ۱۸۶۷ء تا ۱۹۳۳ء) ہے - وہ رئیس خاندان سے تعلق رکھتا تھا - اس کا نظریۂ حیات بہت غیر جانبدار ہے۔ اپنے ایک مضمون " ناولسٹس الیگری" (NOVELIST'S ALLEGORY) میں اس نے ایک اندھے کی تمثیل پیش کی ہے جو لالٹین لئے ہوئے سڑک پر پھر رہا ہے اور راستے کو آنے والوں کے لئے روشن کرتا ہے - اس کا اپنا بھی یہی عالم ہے - وہ بھی معاشرے کی برائیوں پر نظر ڈالتا ہے، مگر ان کو دور کرنے میں وہ اس زور سے کام نہیں لینا چاہتا جو زور ویلز اور شا دکھاتے ہیں - اس کے دل میں

بہت درد ہے اور وہ انسان کی بربادی کے بڑے پر اثر نقشے کھینچتا ہے ۔ اس نے مختصر افسانے بھی لکھے، جن مین بہت سے کامیاب ہین مگر اس کی خاص تصانیف وہ نو ناولین ہین، جن مین متوسط طبقے کے ایک گھرانے کے حالات بیان کئے گئے ہین ۔ ہر ناول اپنی جگہ پر مکمل ہے، مگر ہر ایک دوسری سے اس لئے متعلق ہے کہ کچھ کردار سب مین مشترک ہین ۔ پہلی ناول " دی مین آف پراپرٹی " (THE MAN OF PROPERTY) سب کی مثال ہے ۔ اس مین ایک شخص سومس فورسائیٹ (SOAMES FORSYTE) سامنے آتا ہے جو جدید تجارت کے باعث رئیس ہوگیا ہے اور ایک حسینہ کو بھی سرمایہ کی طرح حاصل کرتا ہے اور اس پر اس طرح قابض رہنا چاھتا ہے جیسے اپنی جائیداد پر ۔ پہلی چھ ناولین ایک پورا " ساگا" (SAGA) بناتی ہین اور آخری مین سومس کی موت اسے عظیم بنا دیتی ہے ۔ ان ناولون مین گالزوردی نے محدود مگر بڑی دل کش دنیا تخلیق کی ہے۔

جدید ناول نگارون مین گالزوردی سب سے اعلی فنکار ہے ۔ اس کے قصّون کی نہایت عمدہ تعمیر ہے ۔ ہر ایک کی ابتدا بہت اچھی ہے اور ارتقا اور اختتام نہایت قدرتی ہین ، کہین کوئی غیر ضروری واقعہ نہین ہے ۔ کردار نگاری مین بھی وہ بڑے احتیاط سے کام لیتا ہے اور اس کے تمام کردار زندہ ہین ۔ اس رنگ بیان بڑا شاعرانہ ہے ، ہر موقع پر نیا رنگ ہے ۔ زبان کی صفائی اور اختصار قیامت ہے ۔ شاعرانہ تصوّرات نہایت باعمل اور پر اثر ہین ۔

بینٹ

تیسرا اہم ناول نگار آرنلڈ بینٹ (ARNOLD BENNET؛ ۱۸۶۷ء تا ۱۹۳۱ء) ہے ۔ اس نے پانچ قصّون کی زندگی کو موضوع بنا کر ان ہی کے قصّے بیان کئے ہین ۔ گھریلو زندگی اس کا مطمح نظر ہے اور اس کا معاشرے پر تنقید کا طریقہ نہایت متوازن ہے۔ وہ ڈکنس اور جورج ایلیٹ سے متاثر ہے۔ اس کا ناول" دی اولڈ وائوز ٹیل"

(THE OLD WIVES' TALE) عظیم شاہکار ہے ۔ اس مین ایک دوکاندار کا گھرانہ ہے، جس کی دو بیٹیون کونسٹنس (CONSTANCE) اور سوفیا (SOPHIA) کی زندگی کا حال بیان ہوا ہے ۔ پہلی لڑکی بالکل گھریلو ہے اور دوسری آزاد طبع ۔ دوسری کی زندگی مین مشکلات اور پہلی کی معمولی زندگی کا تضاد ہر قدم پر سامنے آتا ہے ۔ اس سے جدید دور کی بابت جو سبق چاہے نکال لیا جائے ۔ تین ملی جلی ناولین " کلے ہینگر" (CLAYHANGER) ، " ہلڈا لسویز" (HILD LESSWAYS) اور " دیز ٹوین" (THESE TWAIN) بھی بڑی پر اثر ہین ۔ ان مین ہلڈا کا کردار بہت ہی بڑی تخلیق ہے ۔

فنکاری مین وہ گالزوردی سے پیچھے ہے ، مگر اس کا ایک طریقہ ہے ۔ وہ تجزیہ نہین کرتا مگر اس کی تخلیقی قوتین اہم ہین ۔ انفرادی کردار کے علاوہ وہ پورے طبقے اور ایک خاص ماحول کے نقوش مزاج ، ڈرامائی اثرات اور عزم و ہمّت کی تصویرین دکھانے مین وہ بہت کامیاب ہے ۔ اس کا طرز نہایت سادہ ہے مگر ہر موقع پر وہ اس کو بدل کر موضوع کے موافق بناتا ہے ۔

کونریڈ

صاحب ذوق اس دور کے ناول نگارون مین جوزف کونریڈ (JOSEPH CONRAD ؛ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۲۴ء)کو بہت اہمیت دیتے ہین ۔ وہ پولینڈ (POLAND) کا رہنے والا اور ایک زمیندار گھرانے کا لڑکا تھا ۔ تیئیس برس کی عمر مین جب وہ انگلستان پہنچا، تو اسے انگریز زبان سے کوئی واقفیت نہین تھی ۔ آخری عمر تک وہ انگریزی مین مشکل سے گفتگو کرسکتا تھا ۔ اس نے انگلستان کی تجارتی بحریہ مین نوکری کرلی اور جہاز کے کپتان کے درجے تک ترقی کی ۔ اس کے زیادہ تر ناول اور افسانے ملّاحون ، جہازون کے افسرون یا ایسے کردارون سے تعلق رکھتے ہین جو بحری سفر مین ملتے ہین ۔

اس کا پہلا ناول " المیئرز فولی" (ALMAYER'S FOLLY) ۱۸۹۵ء میں شائع ہوا، جس نے مقبولیت حاصل کی ۔ " المیئرز فولی" ایک ایسے یورپین کے بارے میں ہے، جس کے کردار میں مشرق کی رہائش نے انحطاط پیدا کر دیا ہے ۔ اس کے ناولوں اور مختصر طویل افسانوں کے زیادہ تر مرکزی کردار ایسے ہیں جو اخلاقی اور روحانی طور پر بالکل تنہا ہیں ۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ انگلستان میں کونریڈ کی خود اختیاری جلاوطنی کی زندگی بھی تقریباً ہی تھی۔ اس کا طویل مختصر افسانہ "دی ہارٹ آف ڈارکنس" (THE HEART OF DARKNESS)، جو ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا، انگریزی زبان کے بہترین افسانوں میں ہے ۔ اس کا مرکزی کردار کرٹز (KURTZ) افریقہ میں کونگو کے جنگلوں میں رہ کر، اپنی تعلیم اور یورپین تہذیب کے اونچے اقدار کھو کر، بربریت کی طرف مائل ہو جاتا ہے ۔ گرچہ کرٹز کو احساس ہے کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے،لیکن بربریت اس کو اپنی طرف اس طرح کھینچتی ہے کہ وہ مہذّب زندگی کی طرف واپس نہیں جا سکتا ۔ کونریڈ کے طرز بیان سے اس کہانی میں بڑی گہرائی پیدا ہو جاتی ہے اور کہانی یورپین سامراجیت کی درندگی اور اخلاق سوز عمل کی علامت بن جاتی ہے ۔

۱۹۰۴ء میں کونریڈ نے اپنا شاہکار ناول ناسٹرومو (NASTROMO) شائع کیا ۔ اس کہانی کی سرزمین جنوبی امریکہ کا ایک ملک ہے ۔ اس میں جتنے کردار ہیں وہ سامراجی مادّہ پرست ذہنیت کا شکار ہیں ۔ کہانی میں چاندی ایک مرکزی علامت ہے، جس سے کہانی کا ہر کردار کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتا ہے ۔ کونریڈ کی زندگی میں یہ ناول مقبول نہ ہوسکا ؛ مگر جب اس ناول کو ہم آج پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس دنیا میں ہم آج رہتے ہیں یہ اس کی کہانی ہے ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم سے پہلے ہی کونریڈ سامراجیت کی حقیقت کو پا گیا تھا ۔

سیاسی موضوعات پر کونریڈ کی دو اور ناولیں بھی ہیں ، ۱۹۰۷ء میں شائع ہونے والی "دی سیکرٹ ایجنٹ (THE SECRET

AGENT)، اور ۱۹۱۱ء مین منظر عام پر آنے والی "انڈر ویسٹرن آئیز"(UNDER WESTERN EYES) -" دی سیکریٹ ایجنٹ" انقلابیون کے بارے مین ہے، جو ناول مین محض تخریب کارون کی حیثیت رکھتے ہین - کونریڈ قدامت پرست تھا اور انقلابیون کو ناپسند کرتا تھا! ایک جاسوسی ناول کی حیثیت سے اس ناول نے بیسوین صدی کے جاسوسی ناولون پر گہرا اثر ڈالا ہے۔" انڈر ویسٹرن آئیز" روس اور اس کے انقلابیون کے بارے مین ہے - پولش قوم کے ایک فرد کی حیثیت سے کونریڈ روسیون کو بھی ناپسند کرتا تھا - مگر اس ناول مین روس یا روسیون سے نفرت کا اظہار نہین - البتہ انقلابی ناپسندیدہ نظر آتے ہین - اس ناول کا مرکزی کردار رازوموف (RAZOMOV) ایک روسی نوجوان ہے، جو یونیورسٹی مین پڑھتا ہے - وہ سیاست سے الگ رہ کر تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے مگر قدرت کی ستم ظریفی سے وہ انقلابی سیاست مین الجھا دیا جاتا ہے اور آخرکار اسے روسی حکومت کا جاسوس بن کر سوئٹزرلینڈ کے ایک شہر مین رہنا پڑتا ہے۔ وہان وہ انقلابی بنا ہوا ہوتا ہے اور انقلابیون مین رہتا ہے اور انھین پر جاسوسی کرتا ہے - کونریڈ کی کوئی ناول ایسی نہین جس کا ہیرو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے رازوموف جتنا تنہا ہو - کونریڈ شدید قنوطی تھا اور غالباً یہ سمجھتا تھا کہ اس دنیا مین ہر انسان تنہا ہے، اور کوئی اس کا راز پورے طور پر سمجھ یا جان نہین سکتا ہے - یہ بات قابل غور ہے کہ، گرچہ کونریڈ قدامت پرست تھا ، سیاست پر اس کی نظر گہری تھی - غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پولینڈ جیسے ملک کا رہنے والا تھا جو ہمیشہ روس کے زور و ظلم کا شکار رہا ہے -

کونریڈ نے بہت سے اور ناول اور افسانے لکھے ہین ، جن مین "لارڈ جم" (LORD JIM) ، " دی سیکریٹ شیئرر" (THE SECRET SHARER) ، " دی اینڈ آف دی ٹیدر"(THE END OF THE TETHER) نے بڑی شہرت پائی - ہمارے دور مین بین الاقوامی سیاست اور سامراجیت نے ایسی شکلین اختیار کرلی ہین کہ کونریڈ ہمارے لئے انگریزی کے دوسرے ناول نگارون سے زیادہ

اھمیت رکھتا ھے ۔

وہ بڑا اچھا فنکار ھے ۔ نفسیاتی جائزے بڑی غیر جانب داری سے پیش کرتا ھے ۔ وہ مفکّر بھی ھے اور شاعر بھی ۔ اس کے ناولوں مین مزاح بھی ھے اور غم بھی ، قسمت کا وجود اوز بھید بھی سامنے آتا ھے، مگر اس کے ناولون پر زیادہ تر قنوطیت طاری ھے ۔ الھامی قوت سے اس کی تصویرین ھم کو زندگی اور کائنات کے رازون تک لے جاتی ھین ۔ وہ مقبول عام نھین ھے مگر اس کی ھستی کا زور ھم پر ضرور اثر کرتا ھے ۔

بیری

گالزوردی کی طرح سر جیمس میتھیو بیری (SIR JAMES MATTHEW BARRIE ؛ ۱۸۶۰ء تا ۱۹۳۷ء) بھی ڈرامہ نگار اور ناول نگار دونون ھے ۔ اس کی ناولین واقعیت کی مزاح اور جذبات کے ساتھ آمیزش مین کمال دکھاتی ھین ۔ وہ ڈکنس اور میئرڈتھ کا ھیرو ھے، مگر اس کی اپنی ھستی علیحدہ ھے۔ انسانون کی تکالیف سے اسے بڑی ھمدردی ھے ۔ " سنٹی مینٹل ٹامی " (SENTIMENTAL TOMMY) اور " ٹامی اینڈ گریزل "(TOMMY AND GRIZEL) نفسیات کے بڑے اچھے جائزے ھین ۔ " پیٹر پین" (PETER PAN) پھلا ناول تھا مگر اس کو اس نے ڈرامے مین تبدیل کر دیا ۔ یہ ناول ھے تو ایک بچّے کے کردار پر منحصر مگر ھر عمر کے لوگون کے لئے دل چسپ ھے ۔ بیری پیٹر پین کے خالق کی حیثیت سے ھمیشہ یاد کیا جائے گا ۔

ان ناول نگارون کے ساتھ ناول نگارون کا بھت بڑا گروہ ھے جن کی کم از کم ایک ناول ضرور وقعت کے قابل ھے ۔ ان کے نام اور تصانیف کی فھرست بڑی لمبی ھو جاتی ھے ، مگر واضح یہ کرنا ھے کہ جدید دور مین ناول سے زیادہ مقبولیت کسی صنف کو حاصل نہ ھوئی ۔ مختصر افسانے بھی بھت مقبول ھوئے مگر زیادہ تر مختصر افسانہ نگار ناول نگار پھلے تھے ۔

باب پنجم

شاعری اور متفرق نثر

۱۹۰۰ تا ۱۹۱۷ء

شاعری

انگریزوں کو اپنی شاعری پر ہمیشہ ناز رہا مگر انیسویں صدی کے شروع میں ان کی شاعری دوسرے اصناف ادب سے پیچھے ہوگئی ۔ اس صدی کے شروع پر پرانے شاعر نمایاں تھے، مگر ان میں سے سب اپنا مخصوص کام ختم کرچکے تھے ۔ ھارڈی کی طویل نظم ابھی نہیں آئی تھی مگر وہ پورے طور پر گزرے ہوئے زمانے کا فرد تھا ۔

جن شاعروں کے دل میں شاعری کو تبدیل کرنے کا خیال ھوا وہ کم تھے ۔ رابرٹ بریجز (ROBERT BRIDGES؛ ۱۸۴۴ء تا ۱۹۳۰ء) کی نظم " نائٹنگیلز" (NIGHTINGALES) اس وقت کا بہت اچھا نقشہ ھے ۔ وہ بلبلوں سے سوال کرتا ھے کہ جہاں سے وہ آ رہی ھیں وہ بڑی خوب صورت دنیا ھوگی ۔ بلبلیں جواب دیتی ھیں کہ اس دنیا کی خوب صورتی ختم ھوگئی اور ان کے گیت اب غم کے گیت ھیں ، خوشی کے نہیں ؛ وہ الگ ھوکر گا رہی ھیں اور گاتی ھیں گی جب تک صبح کے گانے والی چڑیاں اپنے گیت نہ شروع کریں ۔ بریجز بھی گزرتے ہوئے دور کا شاعر تھا، حالانکہ اس نے شاعری میں یہ جدّت کی تھی کہ اس کے طرز میں ایک لطیف کلاسیکیت کا اضافہ کر دیا تھا ۔ اس کے ساتھ سر ولیم واٹسن (SIR WILLIAM WATSON ؛ ۱۸۵۸ء تا ۱۹۳۵ء)، سر ایڈمنڈ

گوس (SIR EDMUND GOSSE ، ۱۸۴۹ء تا ۱۹۲۸ء) ، ویٹس ڈنٹن (WATTS-DUNTON) بھی ھی کچھ کر رہے تھے۔ بعض نے مثلاً اے ای ھوسمن (A.E.HOUSMAN ؛ ۱۸۵۹ء تا ۱۹۳۶ء) ، ھربرٹ ٹرنچ (HERBERT TRENCH) ،اور چارلس مونٹیگ ڈاٹی (CHARLES MONTAGU DOUGHTY) اور مارگریٹ وڈس ، (MARGARET WOODS) نے جدّتین کی تھین مگر یہ مقبول نہ ھوسکے - الفریڈ نوائس (ALFRED NOYES) عوام مین مقبول تھا مگر مہذّب لوگ اسے نہ مانتے تھے -

۱۹۱۲ء مین کچھ شاعر نمایان ھوئے جن کو " بادشاہ جارج پنجم کی مناسبت سے " جورجین پوئٹس" (GEORGIAN POETS) کہا گیا - یہ سب ایک دوسرے سے مختلف تھے، مگر سب رومانیت کو پھر سے زندہ کرنا چاھتے تھے - اسٹرج مور (STURGE MOORE) اپنی شاعری مین تو پرانے اثرات کو جدید خیالات سے ھم آھنگ کرتا تھا ، لیسلس ایبرکرامبی (LASCELLES ABERCROMBIE ؛ ۱۸۸۱ء تا ۱۹۳۸ء) فلسفیانہ شاعری کو ایک شان دیتا تھا ، جیمس الرائے فلیکر (JAMES ELROY FLECKER ؛ ۱۸۸۴ء تا ۱۹۱۵ء) مغرب کے تصوّرات سے ایک نئی رومانیت پیدا کرتا تھا ، لارنس بینین (LAURENCE BINYON) اور جون ڈرنکواٹر (JOHN DRINKWATER ؛ ۱۸۸۲ء تا ۱۹۳۷ء) پرانے اثرات مین ایک نیا زور لاتے تھے - کچھ اور شاعر ان سے زیادہ جدّت پسند بھی نظر آئے - ربوپرٹ بروک (RUPERT BROOK ؛ ۱۸۱۷ء تا ۱۹۱۵ء) نے قومیت کے جذبے کو خاص انداز مین ابھارا اور جنگ عظیم مین مارے جانے کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ مقبول ھوا - ولیم ھنری ڈیویز (WILLIAM HENRY DAVIES) ان سب سے زیادہ زور دار اور آزاد فطرت کا شاعر نکلا - وہ انسانی تکالیف سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور اس نے بڑے لطیف انداز مین قدرتی حقائق کو نمایان کیا - والٹر دی لامیر (WALTER DE LA MARE ؛ ۱۸۷۲ء تا) اپنی رومانی تخیّل کی وجہ سے سب زیادہ مقبول ھوا - اس کے ھیرو بلیک اور کولرج تھے اور اس مین حقائق کو

خواب کی دنیا مین پہنچا دینے کا خاص ملکہ تھا - اس کی شاعری مین لطیف اشاریت تھی جو دلون کو بہت بھائی - ولفرڈ گبسن (WILFRID GIBSON) نے عام زبان مین آزاد نظمین لکھین اور غریب طبقے کو بڑے کیف کے ساتھ پیش کیا - ڈیوڈ ہربرٹ لارنس (DAVID HERBERT LAWRENCE ؛ ۱۸۸۵ء تا ۱۹۳۰ء) نے موضوعات اور طرز دونون مین ایک خاص انفرادیت نمایان کی - ان تمام شاعرون مین مرکزی ہستی جون میسفیلڈ (JOHN MASEFIELD ؛ ۱۸۷۸ء تا) کی ہے جو بریجز کے مرنے کے بعد "پوئٹ لارئیٹ" (POET LAUREATE) ہوا - اس کی زندگی سمندر پر گذری، اور اس کی زندگی سے وابستہ نظمین بڑی پر اثر معلوم ہوئین - ہیرالڈ منرو (HAROLD MUNRO) نے شیلے کے ترنم اور کیٹس کے اصنامی رجحان کی کامیاب نقل کی -

جنگ عظیم شروع ہونے پر جو شاعر اس مین شریک ہوئے وہ " وار پوئٹس " (WAR POETS) کہلائے - ریوپرٹ بروک کے ایک سانٹ نے اس کو ان سب کا لیڈر قرار دیا - رابرٹ گریوز (ROBERT GRAVES) ، رابرٹ نکلس (ROBERT NICHOLAS)، ولفرڈ گوین (WILFRID GWEN) ، سیگفریڈ سیسون (SIEGFRIED SASSOON) ، چارلس ہملٹن سورلی (CHARLED HAMILTON SORLEY) کے نام خاص طور پر نمایان ہین - ان مین سے کچھ جنگ مین کام آئے اور کچھ بچ گئے - مگر سب کی شاعری مین قومی جذبات ، جنگ کے ہیبت ناک حالات اور ایک مخصوص امید نہایت عمدہ طریقے پر ظاہر ہوتی ہے -

جنگ کے بعد ہی ایک تحریک شروع ہوئی جس کو "امیجسٹ موومنٹ" (IMAGIST MOVEMENT) کہتے ہین - انھون نے اس بات پر زور دیا کہ نظم مین امیج بہت واضح ہون اور ان کے خدو خال مین کوئی ابہام نہ ہو - اس تحریک کا بانی کیمبرج کا فلسفی ٹی - ای - ہیوم (T.E. HULME) تھا - ان مین نمایان شاعر رچارڈ الڈنگٹن (RICHARD ALDINGTON) ، مسز الڈنگٹن (MRS. ALDINGTON) ، اے - ایس - فلنٹ (A.S.FLINT)

ہوئی - یہ تحریک کچھ زیادہ چلی نہین -

ان تمام شاعرون کی کچھ نظمین بہت ہی اعلی پائے کی ہین مگر ان مین سے کوئی اپنا انفرادی رنگ نہین جما پاتا اور اعلی درجے پر نہین پہنچتا -

مضمون ، تنقید

نثر مین مضمون نگاری اور تنقید کو خاص طور پر ترقی ہوئی۔ اسٹیونسن (STEVENSON) کے اثر سے جی-کے - چسٹرٹن (G.K.CHESTERTON) نے اس صنف کو نئی زندگی دی تھی - مضمون نگاری مین آرتھر کلاٹن براک(ARTHUR CLUTTON-BROCKE)، مسز مینل (MRS. MAYNELL)،میکس بیربوم(MAX BEERBOHM) نے اپنی انفرادیت نمایان کی - سب سے زیادہ اہم ایڈورڈ ویرال لوکس (E.V. LUCAS) ہوا جس نے چارلس لیمب کا مطالعہ کیا ، اس پر تنقید لکھی اور اس کے تتبّع مین مضمون نگاری کی - لوکس کے مضامین مین خاص انفرادیت ہے - ان مین کسی خاص حالت کو بالکل مضحک بنادیا جاتا ہے - کردار سے ہمدردی خاص صفت، اور طرز ادا نہایت سادی اور دل کش ہے۔ لوکس کے مضامین لیمب کے رنگ مین ضرور جدّت پیدا کرتے ہین۔اس کے بعد روبرٹ لنڈ (R. LYND) نے اس صفت کو اپنی انفرادیت سے ایک نوعیت دی ؛ اس کے مضامین مین داخلیت زیادہ ہے اور اس کا رنگ زیادہ ادبی ہے - ان کے علاوہ اگسٹن بیرل (AUGUSTAN BIRRELL)، ہیولاک ایلس (HAVELOCK ELLIS) ، سر جیمس فریزر (SIR JAMES FRASER) ، انڈریو لینگ(ANDREW LANG) ، ورنن لی (VERNON LEE) اور مڈلٹن مرے(MIDDLETON MURRAY نے بھی کچھ بڑے عمدہ مضامین لکھے - ان کے بہترین مضامین انتخابات مین ہمیشہ جگہ پائین گے -

تنقید مین بہت ہی زیادہ اضافہ ہوا - تقریباً ہر مصنّف نے کچھ نہ کچھ تنقیدی مضامین ضرور لکھے - رابرٹ بریجز

(ROBERT BRIDGES) کے مضامین بڑی اچھی مثال ھین۔تنقیدی شعور اس دور مین بڑے اعلی درجے پر پہنچا۔ یونیورسٹی کے پروفیسرون کی تنقید نے اس فن مین ایک نیا باب کھولا ۔ پروفیسر سینٹسبری (SAINTSBURY) کی کتابون اور مضامین نے تمام شاعرون اور ادیبون پر نئی روشنی ڈالی ۔ پروفیسر والٹر ریلے (WALTER RALEIGH) کی شیکسپیر ، ملٹن ، ورڈزورتھ پر کتابون اور مختلف ادیبون پر مضامین نے نیا زور دکھایا ۔ پروفیسر کیر (W.P.KER) اور پروفیسر گریرسن (GRIERSON) نے پرانے شاعرون کی اھمیت کو جتایا ۔ کیر نے کلاسیکی شعرا کو پھر سے اھمیت دی اور گریرسن نے مابعدالطبیمیاتی شاعرون کی خصوصیات واضح کین ۔ ان کی تنقید کے اثر سے ایک نیا دور شروع ھوا ۔ مضمون نگارون مین تقریباً سب ھی نے کچھ نہ کچھ تنقیدین لکھین،جن مین ذاتی آرا سے پرانے مصنفین پر نئی روشنی پڑتی ھے ۔ ان سب نے تنقید کا معیار بلند کیا اور اس کو بھی ادب کا ایک اھم شعبہ منوالیا ۔

باب ششم

پہلی جنگِ عظیم اور دوسرا دور

۱۹۱۷ تا ۱۹۳۹ء

۱۹۱۷ء مین ٹی ایس ایلیٹ کی نظم "دی لو سونگ آف الفریڈ پروفروک" (THE LOVE SONG OF ALFRED PRUFROCK) شائع ہوئی ۔ اس سے ادب کا ایک نیا دور اسی طرح شروع ہوا جیسے ورڈزورتھ کے لریکل بیلڈز (LYRICAL BALLADS) سے رومانیت کا نیا دور شروع ہوا تھا ۔ پرانے ادیب اس وقت بھی زندہ تھے اور اپنی راہ پر لگے ہوئے تھے ۔ برنارڈ شا (BERNARD SHAW) کے آخری ڈرامے نہین لکھے گئے تھے اور عہد وکٹوریہ کے خاصے ادیبون پر نئی تحریک کا کوئی اثر نہین ہوا تھا ۔ مگر جنگ کے بعد زندگی نے ایک نئی صورت اختیار کی ۔ جنگ کے دوران مین قومی زندگی مین بہت خلل پڑا تھا اور جنگ کے بعد زندگی کی سب اعلی قدرین برباد نظر آتی تھین ؛ جنگ سے واپس آنے والون کو زندگی بے معنی نظر آتی تھی ؛ عمل کی طاقت جاتی رہی تھی اور امید منقطع ہوگئی تھی۔ اس عالم کے لئے ایک نئے ادب کی ضرورت تھی ۔ ایسے ادیب سامنے آئے جنھون نے اس زندگی کے نقشے کھینچے اور ایک بالکل نیا ادب پیدا کیا ۔

یہ ادب پرانی روایات سے بالکل الگ نظر آیا ۔ ناول اور شاعری مین خاص طور پر ایسی تصانیف سامنے آئین جن کو پرانا مذاق قبول نہ کرسکا اور جن کو سمجھنے مین بڑی دقت ہوئی، مگر اصل مین یہ ادب اتنا بے ڈھنگا اور بے معنی نہ تھا جتنا نظر آیا ۔ یہ پرانی

روایات سے بڑے گہرے طور پر وابستہ تھا ؛ یہ کلاسیکیت کی طرف واپس جاتا تھا ، یونانی اور لاطینی ادیبوں کے علاوہ اٹھارویں صدی کی نئی کلاسیکیت سے اسے خاص اُنس تھا ، مگر یہ لکیر کا فقیر نہیں ہونا چاہتا تھا ۔ کلاسیکیت سے اس نے دو باتیں لینا چاہی تھیں ، ایک شہری زندگی کی طرف رجحان اور دوسرے ہیئت پر زور ۔ شہری زندگی میں ، کلاسیکیت کے برخلاف ، یہ عوام کے حالات پر زور دیتا تھا ، اور ہیئت کے سلسلے میں کسی بنی بنائی ہیئت یا کسی روایتی اصول کا قائل نہ تھا ، بلکہ ایک نئی ہیئت کا متلاشی تھا جو زمانے کے تاثرات کو ادا کرنے کے لئے قرار واقعی موزوں ہو ۔ رومانیت کی بے راہ روی کا سخت مخالف تھا اور ادب میں ایک تنظیم اور توازن کا قائل تھا ۔ کلاسیکیت کی روح کو قومی ادب میں داخل کرنے کی کوشش میتھیو آرنلڈ نے بھی کی تھی ، مگر وہ موضوعات پر زیادہ زور دیتا رہا اور خیالات کو شاعری کے ساتھ ملانے میں کامیابی کی راہیں تلاش کرتا رہا تھا ، مگر اب تمام تر زور ہیئت پر دیا گیا ۔ ادیبوں نے اپنے ہر تجربے کے لئے ایک نئی ہیئت تلاش کی ، اور اس کو برتنے میں شعوری طور پر عقل سے کام لیا اور کلاسیکی ہیئت کا اثر قائم کیا ۔

پھر نئے ادیبوں کو یہ بھی محسوس ہوا کہ رومانیت زندگی کے ایک ہی پہلو کی ترجمان تھی ، اور زندگی کی پیچیدگیوں کو نمایاں نہیں کرتی تھی ۔ اس کا فن بالکل سادہ یعنی زندگی سے صرف ایک قسم کا اثر لیتا تھا ۔ انھوں نے زندگی کو اس طرح پیش کرنا چاہا ، کہ اس سے ایک ہی وقت میں مختلف اثرات پیدا ہوں ۔ مثال کے طور پر انھوں نے مابعدالطبیعیاتی شاعروں کو لیا ، جن کی نظم میں مزاح ، ذکاوت ، سنجیدگی اور جذبات سب کچھ اس طرح ملے جلے تھے کہ ان کو مختلف زاویوں سے دیکھا جاسکتا تھا ؛ جو نظمیں یا ناولیں پیش کی گئیں وہ زندگی کے مکمل تاثرات کو اس طرح سے پیش کرتی تھیں کہ ان میں مختلف سطحوں کے تجربات ایک ساتھ ملے ہوئے دکھائی دیتے تھے ۔ نیا ادب جو اس نظریے کے تحت ظہور میں آیا ، وہ اگرچہ ابہام پیدا کرتا تھا ، مگر غور کرنے پر اس ابہام سے بہت سے معنی پیدا ہوتے تھے ۔ مثال کے طور پر ٹی ۔ ایس ۔ ایلیٹ

(THOMAS STEARNS ELLIOT) کی شاعری لوگون کی سمجھ مین نہین آئی، تو اس سے معنی سمجھانے کو کہا گیا ۔ اس نے کہا کہ "معنی اس کی شاعری مین ھین ۔ اس سے جو کچھ اور جتنا کچھ سمجھ لیا جائے وھی ٹھیک ھے ۔ ھر فرد کو اپنی طرح سمجھنے کا اختیار ھے "۔ اس سے مطلب یہ نکلا کہ ادیب ایسی چیزین پیش کرتا تھا، جس سے قاری اپنے مطلب نکالے، نہ کہ ایسی چیزین جن مین اس نے اپنے مطلب کو اس طرح رکھا تھا، کہ اس کے مطلب کے سوا اور کسی طرف دھیان ھی نہ جائے ۔ غرض فن کا مقصد ھی بدل گیا اورمعنے خیزی کا ایک نیا مفہوم پیدا ھوگیا ۔

یہ ادب اب تک تجرباتی ھی سمجھا جاتا ھے اور پورے طور پر مقبول نہین ھوا ھے ۔ اس کے معنے سمجھانے کے لئے اور اس کی ھیئت کو واضح کرنے کے لئے اس پر بہت تفسیرین لکھی گئی ھین مگر ھر مفسّر کی تفسیر الگ ھے اور متعدد لوگون کے خیالات کو یکجا کرنے سے ابہام ختم نہین ھوتا ۔ ھر فرد اسے اپنی نظر سے دیکھتا ھے اور اس کا اپنی طرح پر اثر لیتا ھے ۔ ظاھر ھے اس ادب کا ایک اثر ضرور ھوا ۔ اس ادب کو بڑی محنت سے وجود مین لایا گیا ھے اور اس کے تخلیق کرنے والے اھم لوگ ھین مگر اس سے متاثر ھونے کے لئے پہلے اس پر غور کرنا پڑتا ھے،اور غور کرنے کے لئے بہت کم لوگ تیار ھوتے ھین ۔ اس لئے یہ ادب پورے طور پر قدم نہین جما سکا ۔ کچھ نئے ادیبون نے اس کے خلاف پرانی روایتون ھی کوجاری رکھا اور یہی مقبول ھوئے ۔ اس وقت اس نئے ادب کے ھیرو سامنے نہین ھین اور یہ محسوس ھوتا ھے کہ اس کا زور وقتی تھا ؛مگر ساتھ ھی ساتھ اس کے سمجھنے والون کی تعداد بڑھ گئی ھےاور یہ امید ھوتی ھے کہ یہ کسی طرح ابھرے گا ضرور ۔

باب ہفتم
نئی شاعری اور نثر
۱۹۱۷ تا ۱۹۵۹ء

ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ

شاعر ۱۸۸۰ء ہی سے نئے طریقوں کی تلاش میں تھے۔ اس سلسلے میں بڑے اہم تجربات ہوتے رہے، مگر زیادہ تر تجربات پوشیدہ ہی رہے مگر ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی شاعری میں یہ ایک مرکز پر آگئے اور اس کی فطرت نے ان کو قبول کر لیا اور ان کے امتزاج سے ایک نئی صورت پیدا کردی۔ وہ اس دور کا سب سے بڑا شاعر اور نقاد ہے۔ ٹامس اسٹیرنس ایلیٹ (THOMAS STEARNS ELLIOT، ۱۸۸۸ء تا ۱۹۶۵ء) امریکہ کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوا۔ سنجیدگی اور فکر اسے ورثے میں ملی۔ ہارورڈ، سوربون اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں اس نے تعلیم حاصل کی اور ہر طرح کے جدید اور قدیم علوم سے ممکنہ حد تک واقفیت حاصل کی۔ اس نے اپنا ملک چھوڑ کر انگلستان میں سکونت اختیار کی اور ایک اعلیٰ ادبی رسالہ جاری کیا، جس کا نام "کرائیٹیرین" (CRITERION) تھا۔ یہ رسالہ زیادہ نہ چلا۔ پھر ایلیٹ متعدد ملازمتوں پر رہا اور ۱۹۱۷ء میں اس نے ایک بالکل نئے قسم کی نظم لکھی جس نے ادبی دنیا کو چونکا دیا۔ اس کے بعد اس کی متعدد اور نظمیں شائع ہوئیں، جن میں نیا انداز، اور نئی حیثیت تھی۔ ۱۹۲۲ء میں اس کی سب سے بڑی نظم "دی ویسٹ لینڈ" (THE WASTELAND)

چھپی، جس کو سمجھنے کے لئے بہت سے عالمون اور نقّادون نے کوشش کی - پھر ایک نظمون کا مجموعہ ۱۹۲۶ء مین شائع ہوا، جس مین پرانی نظمون کے ساتھ نئی نظمین بھی تھین - ۱۹۳۶ء مین فور کوارٹٹس (FOUR QUARTETS) کا پہلا حصّہ برنٹ نورٹن (BURNT NORTON) چھپا - چار حصّون پر مشتمل اس نظم کی تکمیل ۱۹۴۳ء مین ہوئی اور یہ اِسی سال شائع ہوئی یہ چارون حصّے باہم مربوط بھی ہین اور الگ بھی - ایلیٹ کو اس دور کا سب سے بڑا شاعر مان لیا گیا ہے - ساتھ ہی ساتھ اس کے تنقیدی مضامین اور لیکچر بھی چھپتے رہے جن کی نظم اور نثر مین بڑی جدّت ہے اور وہ اعلی ترین نقّاد بھی مان لیا گیا ہے - اسے ۱۹۴۸ء مین ادب کا نوبل انعام بھی ملا -

ایلیٹ کی شاعری بالکل نئی ضرور ہے مگر وہ روایات کا دلدادہ ہے، اور غور سے دیکھنے پر اس مین سارے یورپ کی شاعری کی بہترین روایات ملتی ہین - وہ دانتے (DANTE) سے بہت زیادہ متاثر ہے اور اس پر بڑا اہم مضمون بھی لکھ چکا ہے - جرمن اور فرانسیسی شاعری کے اثرات بھی اس نے قبول کئے ہین اور ان ممالک کے شعرا سے اقتباسات اس کی نظمون مین موجود ہین - انگریزی شاعرون مین وہ شیکسپیر اور الزبتھ کے دور کے ڈرامہ نگارون سے بہت متاثر ہے - ڈن (DONNE) اور مابعدالطبیعیاتی شاعرون کے رنگ کی نقل کرتا ہے - اس نے ڈرائیڈن پر بھی مضمون لکھا اور پوپ کو بڑا شاعر مانا - رومانی شاعرون سے اسے نفرت ہے - ملٹن کو پہلے اس نے مطعون کیا مگر اب ملٹن کی بلینک ورس کا بہت قائل ہے - اس کا مضمون " ٹریڈیشن اینڈ انڈیویجوئل ٹیلنٹ (- TRADITION AND INDIVIDUAL TALENT) تنقید مین اہم اضافہ ہے اور اس کے فن اور اس کی شخصیت کو بڑی اچھی طرح نمایان کرتا ہے - وہ روایات کو بڑی اہمیت دیتا ہے ؛ اس کے نزدیک فرد کی اہمیت اور عظمت اس بات مین ہے کہ وہ کس حد تک روایات کا حامل ہوسکتا ہے، اور وہ اپنی روایات کا کتنا حصّہ گھیرتا ہے - اس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے فن کو روایات کے امتزاج کی حیثیت سے دیکھنا

چاهئیے ؛ روایات کو یکجا کرکے هی وہ جدّت پر پهنچتا هے ۔
اس کی فطرت ڈرامه نگار کی هے اور وہ اپنے داخلی تجربے کو خارجی بنا کر پیش کرتا هے ۔ وہ دنیا کو دیکھتا هے اور اس مین سے ایک نمائندہ فرد چھانٹ کر اس کی حالت کو نئی زندگی کا اشارہ بنا کر اس کے خیالات ، حرکات اور باتون کو رقم کر دیتا هے ۔ اسی پہلی نظم " لو سانگ آف الفریڈ پروفراک" (LOVE SONG OF ALFRED PRUFROCK) عشقیه نظم هے ۔ ایک عاشق جو اب ادهیڑ هوگیا هے، اپنی محبوبه کے ساتھ کافی هاؤس جاتا هے۔ماحول کے اثرات کو بڑے جدید مابعدالطبیعیاتی رنگون سے جمایا گیا هے ۔ یه عاشق اتنا بزدل هے که اب تک وہ اپنے دل کا حال هی محبوبه سے بیان نهین کرسکا هے ؛ اس کا ذهن شکوک سے ماؤف،اور اس کا کردار عزم کی کمی سے بالکل بیکار هوگیا هے ۔ نظم بلینک ورس مین هے یا آزاد هو جاتی هے ۔ اس کے مصرعے عجیب اثر پیدا کرتے هین ؛ مزاح ، غم ، سنجیدگی، دبے جذبات سب کچھ ایک فقرے یا مصرعے سے نمایان هوتے هین ۔ دوسری نظم "پورٹریٹ آف اے لیڈی " (PORTRAIT OF A LADY) مین ایک عورت کی ایسی هی حالت دکھائی گئی هے ۔ تمام نظمون مین جدید دور کے انسان ایسے هی ابھرتے هین ۔ " دی ویسٹ لینڈ "(THE WASTE-LAND) پوری زندگی کی مکمل تصویر هے ۔ اس کے پانچ حصّے ڈرامے کے پانچ ایکٹون کی طرح کے هین، اور اس مین زندگی کے قریب قریب هر پہلو کو لے لیا گیا هے ۔ ایک مخصوص کردار پوری نظم مین نمایان هے اور عورتون اور مردون کے بهت سے کردار دو دو مصرعون سے مکمل هوکر سامنے سے گزر جاتے هین ۔ پوری نظم ایک ٹوٹے هوئے مکان کے ڈهیر کا تاثر پیدا کرتی هے ۔ اس نے مختصر بیانیه اور غنائی نظمین بهی لکھین، جن مین طرز تو یهی هے مگر غنائی جوش پیدا هوگیا هے ۔ کچھ نظمین اسی طرح مذهبی تاثرات پیدا کرتی هین ۔ آخر کی چار طویل نظمین اس کے سارے تجربے کا نچوڑ هین ۔ اس کے علاوہ اس نے منظوم ڈرامے بھی لکھے جن مین " مرڈر ان دی کیتھیڈرل"(MURDER IN THE CATHEDRAL) بڑی عظیم

ٹریجیڈی ہے اور" دی کاک ٹیل پارٹی" (THE COCKTAIL PARTY) بہت ہی اہم کامیڈی ہے ۔ ایلیٹ بہت گھرے مذہبی جذبات رکھتا ہے ۔ وہ بقول خود " ادب میں کلاسیکی، سیاست میں شاہ پسند، اور مذہب میں اینگلو کیتھولک (ANGLOCATHOLIC) ہے" ۔ اس کی نظمیں آفاقی تاثرات پیدا کرتی ہیں اور خدا اور دنیا کے تعلق پر خیالات ظاہر کرتی ہیں ۔

اس کا طرز اور عروض بہت ہی عجیب ہے ۔ اس نظموں میں ہر زبان کے مصرعے ہیں ۔ انگریزی مصرعوں کے ساتھ لاطینی، فرانسیسی، جرمن اور سنسکرت کے الفاظ اور مصرعے ملتے ہیں اور سب کو ملا جلا کر اور تلمیحات کا پورا خیال رکھ کر مکمل تاثر پیدا ہوتا ہے۔ نظم بالکل آزاد ہوتی ہے ، قافیے آتے بھی ہیں اور نہیں بھی آتے ، اکثر غلط قافیے بھی استعمال ہوتے ہیں، اوزان بھی بدلتے ہیں ، مصرعے چھوٹے بڑے بھی ہوتے ہیں ، مگر ایک خاص ہیئت اور ایک خاص ترنّم کا اثر ہر جگہ قائم رہتا ہے ۔ عروض موسیقی پر مبنی ہے اور ہر ٹکڑہ ایک موسیقی کی موومنٹ (MOVEMENT) ہے ۔اس کو سمجھنے کے لئے بڑے مطالعے اور بڑی فکر کی ضرورت ہے اور اس کی نظموں کا اثر بار بار پڑھنے پر ہی نمایاں ہوتا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی شاعری میں عجیب کیف ہے ۔ یورپ کی تمام روایات اس میں مل جل گئی ہیں، اور ایک بڑے انفرادی مزاج نے اس میں اپنی روح پھونک دی ہے ۔

ٹی ۔ ایس ۔ ایلیٹ کے تنقیدی مضامین بڑی پر کیف نثر میں ہیں ۔ یہ ہر قسم کے اصولوں پر بحث کرتے ہیں ۔ ہر بڑے شاعر پر رائے دیتے ہیں اور ایک نیا مذاق پیدا کرتے ہیں ۔ وہ ڈرائیڈن، جونسن ، کولرج اور میتھیو آرنلڈ کے پائے کا نقّاد ہے ۔

اس کی شاعری نے جدید دور پر بڑا اثر کیا ۔ اس کے اثر سے دو اور بڑے شاعر نمایاں ہوئے، جو انفرادی طور پر اس کی پیروی کرتے ہیں ۔ ایک اوڈن (WYSTAN HUGH AUDEN ؛ ۱۹۰۷ء تا ۱۹۷۳ء) ہے جو انگلستان چھوڑ کر امریکہ میں جا بسا تھا ۔ اس کی آزاد شاعری میں ترنّم بہتر اور تاثرات زیادہ صاف ہیں ۔ دوسرا

لوئی میکنیس (LOUIS MACNIECE ؛ ۱۹۰۷ء تا ۱۹۶۳ء) ہے۔ یہ بھی مابعدالطبیعیاتی شاعری اور آزاد نظم مین نمایان شہرت حاصل کرچکا ہے ۔

اسٹریچی

کلاسیکیت نے نثر پر بھی اثر ڈالا ۔ ۱۹۱۸ء مین ایک اوّل درجے کا نثرنگار جائلس لٹن اسٹریچی (GILES LYTTON STRACHEY؛ ۱۸۸۰ء تا ۱۹۳۲ء) ہوا ۔ وہ فرانسیسی ادب سے بہت زیادہ متاثر تھا ۔ اس ادب کی اس نے ایک مختصر مگر سیر حاصل تاریخ بھی لکھی، مگر اس کا مخصوص میدان سوانح نگاری تھا۔ ۱۹۱۸ء مین " امینینٹ وکٹورینز" (EMINENT VICTORIANS) نے اسے اس فن کے عمدہ عاملون مین جگہ دے دی ۔ اس کتاب مین عہد وکٹوریہ کے چار اہم افراد کی زندگی کے حالات ہین ۔ ان چار کے حالات مین اس دور کی پوری تاریخ آجاتی ہے ۔ ۱۹۲۱ء مین اس کی شاہکار سوانح " کوئن وکٹوریہ " (QUEEN VICTORIA) چھپی۔ اس مین اس نے ملکہ وکٹوریہ اور اس کے وزیرون کے کردار کو جس طرح زندہ کیا ہے وہ اسی کا حق ہے ۔ ترتیب اور طرز مین بھی یہ انگریزی کی دوسری تمام سوانحات سے آگے نکل جاتی ہے ۔ پھر " بکس اینڈ کریٹکٹرس " (BOOKS AND CRITICS) مین اس نے مختصر سوانح کا مجموعہ پیش کیا ۔ اختصار کے ساتھ کردار کو واضح کرنے کا ملکہ اسے ہمیشہ سے تھا ، یہان یہ خصوصیت ترقی یافتہ شکل مین نمایان ہوئی ۔ ۱۹۲۸ء مین " الزبتھ اینڈ اسیکس "(ELIZABETH AND ESSEX) شائع ہوئی جو ملکہ الزبتھ اوّل اور لارڈ اسیکس کے رومانی تعلق کا ایک ناول کی طرح نقشہ کھینچتی ہے ۔

لٹن اسٹریچی کمال کا فنکار ہے ۔ اس نے سوانح مین حقیقت اور صحت کا خیال رکھا ہے ۔ واقعات اور بیانات کو کلاسیکی صفائی، قابو اور کاٹ چھانٹ کے بعد پیش کیا گیا ہے ۔ کردار نگاری اور قصّہ گوئی کی اعلی قابلیت ملتی ہے ۔ سب سے اہم بات جس

کی وجہ سے اسٹریچی کی سوانح نگاری اب تک کی عام سوانح نگاری سے آگے نکل جاتی ہے یہ ہے کہ اس کی ایک مخصوص ہیئت ہے ۔ پہلے جو سوانحات لکھی گئیں ان میں طوالت اور تکرار اور فاضل مواد بہت ہوتا تھا ؛ اسٹریچی نے اسے کلاسیکی صورت دے دی ۔

طرز نگاری میں بھی وہ اس دور کے تمام نثر نگاروں سے آگے ہے ۔ اس کا رنگ کلاسیکی ہے ۔ الفاظ تراکیب جملے نہایت غور کے بعد رکھے گئے ہیں جس سے ایک خاص سجاوٹ ظاہر ہوتی ہے ۔ اس کی طرز کا خاص رجحان طنز ہے ۔ حالات کو وہ اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ طنزیاتی اثر پیدا ہو ؛ جملوں اور الفاظ سے طنز ٹپکتا ہے ؛ اس نثر میں عجیب کیف ہے جو اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا ۔

اسٹریچی کے ساتھ آلڈس ھکسلے (ALDOUS HUXLEY ؛ ۱۸۹۴ء تا ۱۹۶۳ء) کا ذکر بھی ضروری ہے، کیوں کہ وہ بھی فرانسیسی کلاسیکیت سے متاثر ہے ۔ اس نے نظمیں، ناول، افسانے، تنقیدی مضامین اور داخلی مضامین سب کچھ لکھے ۔ اس کی طبیعت کا رجحان بھی طنز کی طرف ہے اور اس کا رنگ بھی دائمی اثر رکھتا ہے ۔

باب ہشتم

نئی ناول اور افسانہ۔ دوسری جنگ عظیم

۱۹۱۷ تا ۱۹۵۹ء

ناول

شاعری کی طرح ناول مین بھی ایک اهم مخصوص جدّت پیدا کی گئی ۔ یہ کام بھی ایک امریکی نے کیا جو انگلستان مین آکربس گیا تھا ۔ ھنری جیمس (HENRY JAMES؛ ۱۸۴۳ء تا ۱۹۱۶ء) مشہور فلسفي اور ماھر نفسیات ولیم جیمس (WILLIAM JAMES) کا بھائی تھا ۔ اسے احساس ھوا کہ ناول کی کوئی ھیئت ھی نہ تھی ، یہ فن نہایت سطحی اور عوامی درجے پرچلا آیا تھا ؛ معمولی فنّی خصوصیات جو بہترین ناولون مین ملتی تھین وہ کچھ نہین تھین ۔ اس کو خیال آیا کہ قصّون کو یون بیان کیا جائے کہ ایک نقطۂ نظر اور ایک اتحاد تاثر قائم رھے ۔ ھنری جیمس کی شاھکار ناول " دی امبیسیڈرز" (THE AMBASSADORS) مین ایک خاص ھیئت ھے ۔ بڑے احتیاط اور بڑی محنت سے قصّے کو تعمیر کیا گیا ھے ۔ قصّے کو سمجھنا مشکل ھو جاتا ھے اور ناول دل چسپ کے بجائے تکلیف دہ ھے مگر فنکاری کا عظیم ترجمہ ضرور ھے ۔ شاید اس کا فن سب سے زیادہ کامیاب ایک مختصر ناولٹ " ٹرن آف دی اسکریو" (TURN OF THE SCREW) مین ھے ۔ اس مین دو بچون پر مافوق البشر کا اثر بڑے ھی اتحاد تاثر کے ساتھ دکھایا گیا ھے ۔ کتاب کا نام بہت معنے خیز ھے ۔ قصّہ ایک پیچ ھوتا

ہے اور فنکار اسے گھما کر مختلف فنّی اثرات پیدا کرسکتا ہے ۔ یہ گھمانا ہی ہنری جیمس کے فن کا مخصوص اصول ہے ۔ اس کا فن بہت بناوٹی ہو جاتا ہے، مگر اس کی اہمیت یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے ناول نگاری کو فن بنانے کی کوشش کی ۔

۱۹۲۸ء میں ڈیوڈ ہربرٹ لارنس (DAVID HERBERT LAWRENCE ؛ ۱۸۸۵ء تا ۱۹۳۰ء) کی ناول " لیڈی چیٹرلیز لور" (LADY CHATTERLEY'S LOVER) چھپی۔ اس میں جنگ میں جنسی اعتبار سے بیکار ہو جانے والے ایک لارڈ کی بیوی کو اپنے باغبان سے رفتہ رفتہ جنسی تعلقات بڑھاتے دکھایا گیا ہے ۔ لیڈی چیٹرلے کے میاں کے نیچے کا جسم جنگ میں برباد ہوگیا تھا اور میاں کے ساتھ اس کی زندگی یہ تھی کہ وہ اسے اپاھجوں کی گاڑی میں بٹھا کر باغ کی سیر کرایا کرتی تھی ۔ باغبان کو میاں سے مختلف دیکھنے سے لے کر اس سے محبت تک کے تمام تعلقات چار سو صفحوں میں بیان ہوئے ہیں ۔ لیڈی کا رفتہ رفتہ جنس سے مانوس ہونا عریاں نگاری کی حد تک پہنچ گیا ہے ۔ اس کتاب کے خلاف عوام نے شور مچایا اور وہ ممنوع قرار دے دی گئی ۔ اسی کتاب سے ڈی۔ ایچ ۔ لارنس کی طرف لوگوں کی توجہ گئی ۔ وہ عجیب انسان تھا؛ جو نئی تہذیب کو بالکل ترک کرکے بالکل جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے کا حامی تھا ۔ ۱۹۱۱ء سے وہ ایسی ناولیں لکھتا آ رہا تھا جس میں جنسی نفسیات کو قصّے میں کھپایا گیا تھا ۔ اس کی شاہکار ناول " سنز اینڈ لورز" (SONS AND LOVERS) تھی جس میں ایک لڑکے پال مورل (PAUL MOREL) کی اپنی ماں سے محبت کو لاشعور میں اس طرح موجود دکھایا گیا تھا،کہ اسے پھر کسی عورت سے محبت نہ ہوسکی ۔ نفسیاتی مسائل کو قصّے میں حل کرنے کی اس نے پہلی مثال پیش کی ۔ فن پر اس کا یہ اثر ہوا کہ کردار لاشعور کے ماتحت پاگلوں یا بھوتوں کی طرح کام کرتے دکھائی دئے ۔ ڈی ۔ ایچ ۔ لارنس کو عظیم فنکار مانا گیا مگر ہیئت میں اس نے کوئی جدّت نہیں کی تھی، اس کی جدّت مواد ہی کے سلسلے میں تھی ۔

مگر جیمس جوائس (JAMES JOYCE ؛ ۱۸۸۲ء تا ۱۹۴۱ء) نے ایک بہت اہم تجربہ کیا ۔ وہ آئرلینڈ کا رہنے والا رومن کیتھولک تھا ۔ اس نے طبابت کی ، پھر زبانوں کا ماہر بنا اور پھر اپنا سارا وقت ادب کو دے کر پیرس میں رہنے لگا ۔ پہلے اس نے نظمیں لکھیں پھر " دی ڈبلنرز" (THE DUBLINERS) کے نام سے افسانوں کا ایک مجموعہ شائع کیا ۔ پھر ایک ناول " پورٹریٹ آف دی آرٹسٹ "(PORTRAIT OF THE ARTIST) لکھی جو خود نوشتہ سوانح ہے ۔ مگر اس کی جدّت اس کی عظیم ناول " یولسس" (ULYSSES) سے نمایاں ہوتی ہے ۔ انیسویں صدی کے آخر میں میرڈتھ (MEREDITH) کے نفسیاتی تحلیل کو بڑی اہمیت دی گئی تھی ۔ ہنری جیمس نے ہیئت کے سلسلے میں نفسیات کو نئے طریقے پر برتنے کی مثال قائم کی ۔ فرانس میں پروست (PROUST) نے اپنے عظیم شاہکار میں شعور کے حرکات کی عکس کشی کی تھی ۔ جیمس جوائس ان سب سے متاثر ہے ۔ ان سب جدّتوں کو ملا کر جوائس ایک بالکل نئی چیز پیش کرتا ہے ۔ ایک فنکار لیوپلڈ بلوم (LEOPOLD BLOOM) آج کل کی دنیا میں دکھایا گیا ہے ۔ اسے ہومر کے ہیرو یولیسس سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ وہ جدید ماحول میں یوں ہی گزر رہا ہے جیسے یولیسس مختلف مقامات پر پھرتا رہا اور عجیب عجیب قسم کی مخلوقات دیکھتا رہا ۔ اس کا تجربہ بہت ہی مبہم ہے ،کیوں کہ جدید دنیا بڑی مبہم ہے ۔ اس کے شعور کے سامنے عجیب عجیب واقعات اور کردار آتے ہیں ،جو یولیسس کے مہمات کی طرح ہیں ۔ یہ مختلف واقعات کسی منطقی ربط میں مربوط نہیں ہیں بلکہ ایک پریشان کر دینے والا مختلف رنگوں کا ڈھیر بناتے ہیں ۔ بلوم کے دل کی باتیں ابل کر ایسے نقش بناتی ہیں جو انسانیت کی ہر قدر کے خلاف ہیں ،اور ڈی ایچ لارنس کی جنسی نفسیات کی طرح قابل اعتراض ہیں ۔ عام قاری کی سمجھ میں یہ ناول نہیں آتی ۔ یہ عجیب و غریب تجربہ ہے اور وقت ہی طے کرے گا کہ یہ کامیاب ہے کہ نہیں ۔ جیمس جوائس اپنے کو ناول نگار نہیں کہتا ۔ اسے زبان میں دل چسپی ہے اور وہ ایک

اپنی ذاتی زبان بناتا ہے جو اس کی تصانیف سے مانوس ہونے پر سمجھ مین آنے لگتی ہے - آگے چل کر اس نے ایک ناول " فنیگنس ویک " (FINNEGAN'S WAKE) لکھی جس کی زبان بالکل نئی ہے- اس کے تجربے کا اہم اثر ہوا - کافی تعداد مین ناول نگارون نے اس کی پیروی کی - رچرڈ ایڈلنگٹن (RICHARD ADLINGTON)، جو شاعر تھا، ونڈھام لوس (WYNDHAM LEWIS)، اور سب سے زیادہ ڈوروتھی رچرڈسن (DOROTHY RICHARDSON) نے اس کے اثر سے لاشعور کی دھارا کو نمایان کرنے کا فن اختیار کیا - مگر اس سلسلے مین سب سے زیادہ نمایان کامیابی ورجینیا ولف (VIRGINIA WOOLF ; ۱۸۸۲ء تا ۱۹۴۱ء) نے حاصل کی - مسز ولف بڑی اعلی فطرت کی مالک تھی اور کلاسیکی رجحان اس مین بڑے قدرتی زور کے ساتھ موجود تھا - اس نے اس نئے فن کو ایک خاص توازن بخشا - اس نے سات ناولین لکھین جن مین " مسز ڈیلووے " (MRS. DALLOWAY) اور " ٹو دی لائٹ ہاؤس " (TO THE LIGHTHOUSE) فنکاری کے شاہکار ہین - ان مین لاشعوری تاثرات کو بڑے توازن اور بڑی زور دار زبان مین برتا گیا ہے - وہ ایک مختصر وقت مین ایک مخصوص ذہن مین آتے ہوئے تمام خیالات نہایت تحلیلی طریقے پر پیش کرتی ہے - مثلاً " ٹو دی لائٹ ہاؤس " ایک عورت کے گھر سے لائٹ ہاوس تک جانے کا قصّہ ہے - پلاٹ کچھ بھی نہین، مگر اس دوران مین عورت کے دماغ مین پرانی اور نئی زندگی کے جتنے بھی نقوش آتے ہین، وہ سب جوائس (JOYCE) کی طرح رقم کر دئے گئے ہین - واقعات کی اہمیت ان کے مخصوص کردار کے لاشعور پر اثر سے ہے، ورنہ واقعات کچھ بھی نہین ہین - کردار مین کوئی انفرادیت نہین ؛ عام تجربات مین انفرادیت بالکل غائب ہو جاتی ہے ، انسانی ذہن پورے آفاق مین گم نظر آتا ہے اور آفاقی کیفیات کے تاثرات الہامی طور پر ظاہر ہوتے ہین - لاشعوری نفسیات کے لئے ایک آزاد طرز ادا بھی استعمال ہوئی ہے - زبان کے عام اصول غائب ہوگئے ہین جس طرح ایک عام ذہن مین فقرے الگ الگ یا خلط ملط نظر آتے ہین ویسے

ھی رکھ دئے گئے ھین - مسز ولف کی ھوشیاری کمال ھے۔اس کی ناولین بڑا ھی زور رکھتی ھین وہ جلد ھی مر گئی، ورنہ جوائس کے فن کو کمال پر پہنچا دیتی -

ان تجربے کرنے والون کی مقبولیت مفکرین ھی مین رھی زیادہ تر ناول نگار پرانے راستے ہی پر چلتے رھے - ان مین سب سے زیادہ نمایان سومرسٹ ماھم (SOMERSET MAUGHAM) تھا جو بہت ھی دل کش قصہ گو تھا - اس کی ناول " دی مون اینڈ دی سکس پنس " (THE MOON AND THE SIX PENCE) قصہ گوئی کا کمال ھے - " آف ھیومن بونڈیج " (OF HUMAN BONDAGE) طویل شاھکار ھے، جس مین ایک لڑکے کی زندگی کے ذریعے خود مصنف کی ھستی اور اس کے عجیب تجربات نمایان ھوئے ھین - اس کی بہترین ناول شاید " کیکس اینڈ ایل " (CAKES AND ALE) ھے جس مین ایک آزاد عورت روزی (ROSIE) کے کردار کا بہت ھی اچھا نقشہ ھے - اس نے فلسفے برتنے کی بھی کوشش " دی ریزرس ایج " (THE RAZOR'S EDGE) مین کی مگر یہ اس کا دائرہ نہین ھے - وہ مختصر افسانے مین بھی بہت کامیاب ھوا اور " رین " (RAIN) اس دور کے بہترین مختصر افسانون مین سے ھے - وہ عہد وکٹوریہ سے لے کر حال تک لکھتا رھا - نقاد اس کی سطحیت کی طرف اشارہ کرتے ھین مگر اس کی فطرت کا زور بڑا اھم ھے -

اس کے ساتھیون مین نارمن ڈگلس (NORMAN DOUGLAS) بھی ھے جو طنزیہ اثرات کو دور از قیاس قصون سے قائم کرتا ھے - ای- ایم - فارسٹر (E.M. FORSTER) دوسرے ناول نگارون سے زیادہ نمایان ھو جاتا ھے - وہ بہت تہذیب یافتہ شخص ھے اور اس کا فن بہت متوازن ھے - اس کی گھریلو زندگی کی ناول " ھووارڈز اینڈ " (HOWARDS END) شاھکار ھے - " اے پیسیج ٹو انڈیا " (A PASSAGE TO INDIA) مین اس نے ھندوستان مین انگریزون کی عملداری کا بڑا سچا اور غیر جانب دارانہ نقشہ کھینچا ھے - اس کی یہ ناول بہت ھی مقبول ھے - وہ منکر بھی

ہے اور نقاد بھی، اور اس کا فن تہذیب و کلچر کی مثال ہے ـ
بڑی تعداد پرانے قسم کے ناول نگاروں کی ہے جن کی کوئی نہ کوئی ناول بڑی دل کش ضرور ہے ـ ہیو والپول (HUGH WALPOLE ؛ ۱۸۸۴ء تا ۱۹۲۱ء) کی "دی کتھیڈرل (THE CATHEDRAL) چارلس مارگن (CHARLES MORGAN) کی "دی فاؤنٹین" (THE FOUNTAIN) اور روز میکالے (ROSE MACAULAY) کی " ٹولڈ بائی این ایڈیٹ" (TOLD BY AN IDIOT) اور " پوٹرزم " (POTTERISM) ،"کومپٹن مکنزی" (COMPTON MACKENZIE) کی "سنسٹر اسٹریٹ" (SINISTER STREET) بہت ہی دل چسپ ہیں ـ جدید ناول نگاروں اور ان کے شاہکاروں کی ایک بڑی فہرست بنائی جاسکتی ہے ـ ناول عام طور پر اس درجے پر پہنچ گیا ہے، کہ اس میں وہ فنّی خامیاں، جو انیسویں صدی کے ناول نگاروں میں تکلیف دہ تھیں، بالکل غائب ہوگئی ہیں، مگر بیشتر ناولوں کو پڑھ کر فنّی زور کا تاثر یا فطرت کا وہ گہرا اثر نہیں پیدا ہوتا جو ہمیں پرانے ناول نگاروں میں ملتا ہے ـ

افسانہ

قریب قریب ہر ناول نگار نے کچھ نہ کچھ مختصر افسانے بھی لکھے، مگر اس فن کو مخصوص طور پر برتنے والی کیتھرین مینسفیلڈ (KATHREEN MANSFIELD) ہے ـ وہ نیوزی لینڈ میں پیدا ہوئی اور مشہور مضمون نگار اور نقّاد مڈلٹن مرے (MIDDLETON MURRAY) سے شادی کی ـ ۱۹۲۳ء میں وہ مر گئی ـ اس کے افسانے فن کے عظیم شاہکار ہیں ـ وہ روسی افسانہ نگار اینٹن چیخوف (ANTON CHEKHOV) سے خاص طور پر متاثر ہے، مگر اپنے فن میں وہ کسی کی شاگرد نہیں ہے ـ اس کا زندگی کا تجربہ نہایت صاف اور الہامی ہے ـ اس کا فن شعوری بھی ہے اور قدرتی بھی ـ اس کے افسانے اہم اوقات کی تصاویر ہیں ـ ایک اہم لمحہ

مرکز ھے اور اس لمحے مین کردار ، معنے اور جذبات بڑی ھم آھنگی کے ساتھ ایسے روشن ھو جاتے ھین کہ جیسے ان پر ایک تیز روشنی پڑ گئی ۔ پس منظر تاثراتی طریقے پر زندہ ھوتا ھے ۔ اس کا طرز بھی بہت ھی اعلی ھے ۔ الفاظ اور فقرون کی موزونیت کمال ھے ۔ تخیّل اور ذکاوت کے کھیل ھر جگہ دکھائی دیتے ھین ۔ چڑیون، جانورون اور بچّون پر افسانے بہت لطیف جذبات سے بھرے ھین ۔ مختصر افسانہ نگاری کو وہ کمال پر پہنچاتی ھے ۔

چرچل

دوسری جنگ عظیم نے ادب کو بڑا دھکا پہنچایا ۔ ۱۹۳۹ ء سے ۱۹۴۶ء تک اگر کوئی اھم ادبی چیزین اوّل درجے پر آئین تو وہ چرچل (CHURCHILL) کی تقاریر ھین ۔ چرچل عرصے سے نثر مین ایک خاص طرز کا مالک تھا ۔ پارلیمنٹ کے ممبر کی حیثیت سے اس نے بہت سی تقریرین کین تھین اور تقریر کے فن مین بھی وہ کامل ھو چکا تھا ۔ وزیراعظم ھونے کے بعد اور قوم کی قسمت کا ذمّے دار بننے کے بعد اس کی تقاریر مین بڑا جوش ، بڑی عظمت آگئی ، خطیبانہ نثر اپنے کمال پر پہنچی ۔ برک (BURKE) اب تک اس فن مین مثال سمجھا جاتا تھا ، مگر چرچل کی تقاریر اس کو مات کر دیتی ھین ۔ اس نثر مین جدید دور کی تمام خوبیان ھین ۔ صاف معنے ، آسان الفاظ ، چھوٹے جملے ، مگر ان معمولی ذرائع سے جو کمال کا تخیّلی اور جذباتی اثر ھوتا ھے وہ معجزے سے کم نہین ھے ۔ مسٹر چرچل انگریزی کے اس دور کے شاید سب سے بڑے نثر نگار ھین ۔

دوسری جنگ عظیم نے انگریز قوم کو تھکا دیا تھا ۔ جیت کر بھی وہ اپنا تمام اقتدار کھو بیٹھی ۔ اوّل درجے کی طاقت سے اتر کر وہ اب امریکہ اور روس سے نیچے آگئی ھے ۔ دنیا کی ٹھیکیداری مین اب اس کا حصّہ محض اتنا ھے کہ امریکہ کو رائے دے دے ۔ مسائل دل شکن ھوگئے ھین پھر سے تعمیر کی کوششین ھو رھی ھین ۔

تجسّس کا دور اس حد کو پہنچا ہے کہ جمود طاری ہوگیا ہے ۔

تحریک

۱۹۵۲ء سے ایک خاص رجحان نمایاں ہو رہا ہے جس کے رہبروں نے اسے " تحریک " (THE MOVEMENT) کا نام دیا ہے ۔ اس کے سلسلے مین شاعری اور ناول نگاری ایک نیا چولا بدلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاعرون مین کنگسلے ایمس (KINGSLEY AMIS)، میکڈائرمڈ (MACDIARMID) اور کچھ لوگ نمایاں حیثیت حاصل کر رہے ہین ۔ ناول نگار زیادہ نمایاں ہین ۔ ایمس ناول نگار بھی ہے اور اس کی مزاحیہ ناول "لکی جم" (LUCKY JIM) انگریزی ناول نگاری کا ایک نیا موڑ سامنے لاتی ہے ۔ اس کے علاوہ جون وین (JOHN WAINE.)، جون برین (JOHN BRAINE) اور آئرس مرڈاک (IRIS MURDOCH) بھی ناول نگاری مین بہت کامیاب ہوئے ہین ۔ ان سب نے اور ان کے ساتھی ناول نگارون نے اس تجرباتی طریقے کو ترک کر دیا، جو پہلی جنگ عظیم کی ناول نگاری کا طرۂ امتیاز تھا اور پھر پرانے طریقے پر واپس آگئے ہین ۔ اب تک کوئی شاعر یا ناول نگار ایسا نہیں ابھرا ہے،جس کو اوّل درجے کا کہا جاسکے ۔ بہرحال دوسری جنگ عظیم کی تھکن اور اسے جیت کر بھی اپنا تمام اقتدار کھو بیٹھنے کا افسوس،جس نے کچھ عرصے کے لئے جمود طاری کر دیا تھا، اب ختم ہو رہا ہے۔ انگریزی ادب تجسّس کے دور سے نکل رہا ہے اور آگے کچھ نئے شگوفے کھلا کر ہی رہے گا ۔

تتمہ

انگریزی ادب دوسری جنگِ عظیم کے بعد

از

پروفیسر ڈاکٹر کلیم الرحمن
صدر شعبہ انگریزی ، کراچی یونیورسٹی

باب اوّل	دوسری جنگ عظیم کے بعد	۵۸۲
باب دوم	ناول	۵۹۰
باب سوم	ڈرامہ	۶۰۳
باب چہارم	تنقید	۶۰۹

باب اول

دوسری جنگ عظیم کے بعد

دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریزون کے طرز فکر مین ایک نمایان تبدیلی آئی ۔ انگریزون کو اب صاف طور پر یہ نظر آنے لگا کہ انگلستان ایک چھوٹا ملک ہے اور ایک چھوٹے ملک کی حیثیت سے یہ دور دراز علاقون مین اپنی نوآبادیان قائم نہین رکھ سکتا ۔ ویسے تو انگریز قوم نے اپنے ملک کو کبھی بھی براعظم یورپ کے اصل خطّے (MAINLAND) کا حصّہ نہین سمجھا ہے مگر جنگ عظیم کے بعد ان کے اندر اپنے ملک کو مختلف اور علیحدہ سمجھنے کا احساس شدّت پکڑ گیا ۔ ذہنی طور پر انگریز اب اپنے آپ مین سمٹنے کی کوشش کرنے لگا ۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان یورپی مشترکہ منڈی (EUROPEAN COMMON MARKET) مین داخل ہونے سے کافی عرصے تک گریز کرتا رہا ۔ جنگ عظیم مین جو پورے یورپ مین تباہی اور غارت گری ہوئی اور بیسوین صدی کی جنگ کی ہولناکیان سامنے آئین تو لوگون اور خصوصاً نئی نسل کے نوجوانون کا روایتی قدرون پر ایمان متزلزل ہوگیا ۔ اس زمانے کے ادب اور شاعرون مین یہی دونون عناصر ملتے ہین، یعنی انگلستان کے چھوٹے ہو جانے کا احساس ، اور ایک ذہنی بے راہ روی، جس مین اقدار کی تلاش تو ہے مگر تلاش ناکام ثابت ہوتی ہے، یا کوئی چھوٹی سی قدر کہین مل جاتی ہے اور اسی پر اکتفا کرلیا جاتا ہے ۔

شاعری

اس دور کے شاعرون مین سب سے نمایان مقام فلپ لارکن (PHILIP LARKIN ، پ ۱۹۲۲ء) کو حاصل ھے ۔ وہ کوونٹری مین ۱۹۲۲ء مین پیدا ھوا اور آکسفورڈ یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کی ۔ اس کی شاعری ایک جدید ذھن کی پیداوار ھے ۔ خدا یا مذھب پر اس کا ایمان نہین ۔ اس کی طرز فکر مین ایک طنزیہ رنگ ، اور زبان مین ایک معنی خیز کم گوئی ھے ۔ تجربے اور خیالات مین گھرائی ھے مگر وہ انھین بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے ھمیشہ گریز کرتا ھے ۔ اس کی مشھور نظمون مین " دی وھٹ سن ویڈنگز " (THE WHITSUN WEDDINGS) ، " چرچ گوئنگ" (CHURCH GOING) ، " ڈیسپشنز"(DECEPTIONS) اور کئی اور نظمین ھین ۔ " وھٹ سن ویڈنگز" مین شاعر ریل سے لندن جا رھا ھوتا ھے، اور اسے ھر اسٹیشن پر نئے شادی شدہ جوڑے ٹرین پر سوار ھوتے نظر آتے ھین ان جوڑون کو دیکھ کر اس کو صرف اس بات کا احساس ھوتا ھے کہ یہ جوڑے ماضی سے لاتعلق ھوگئے ھین ۔ یاد رھے کہ لارکن ابھی تک کنوارا ھے ۔

" ڈیسپشنز" اس کی بھترین نظمون مین ھے جو وکٹورین عھد کی ایک غریب نادار لڑکی کے اغوا اور عصمت دری کے قصے سے متاثر ھوکر لکھی گئی ھے ۔ عصمت دری کے دوسرے دن، جب وہ اس نشہ آور دوا کا اثر ، جو اس کو پلا دی گئی ھے ، زائل ھونے کے بعد اٹھتی ھے اور گرد و پیش کا جائزہ لیتی ھے، اور اس کو اپنے دکھ اور بربادی کا احساس ھوتا ھے، اس کی عکاسی مندرجہ ذیل لائنون مین بھترین طور پر ھوتی ھے :

AND LIGHT ANSWERABLE AND TALL AND WIDE
FORBIDS THE SCAR TO HEAL, AND DRIVES
SHAME OUT OF HIDING. ALL THE UNHURRIED DAY
YOUR MIND LAY OPEN LIKE A DRAWER OF KNIVES

اور ان ھی لائنوں میں شاعر کے دکھ کی شدّت کا بھی اظہار ہوتا ھے ۔ لارکن کی زبان نہایت سادہ ھے ۔ اتنی سادہ کہ پڑھنے والا اکثر دھوکہ کھا جاتا ھے اور سمجھتا ھے کہ شاید خیالات میں گہرائی نہیں ھے ۔

ٹڈ ھیوز

ٹڈ ھیوز ۱۹۳۰ء میں یورک شائر میں پیدا ھوا اور کیمبرج میں تعلیم حاصل کی ۔ اس نے امریکا کی مشہور شاعرہ سلویا پلاٹ (SYLVIA PLATH) سے شادی کی، جس نے ۱۹۶۳ء میں خودکشی کرلی ۔ اس کی نظموں کا پہلا مجموعہ "ھاک ان دی رین" (HAWK IN THE RAIN) ۱۹۵۷ء میں شائع ھوا ، جو لوگوں میں بہت مقبول ھوا اور ھیوز کو خوب شہرت ملی ۔ اس کی بیشتر نظمیں جانوروں اور پرندوں سے متعلق ھیں ؛ ھیوز کو ان میں دل چسپی بھی بہت ھے ، وہ ان کو بغور دیکھتا ھے اور ان کی چھوٹی سی بات اور حرکت بھی اس کے ذھن پر نقش ھو جاتی ھے ۔ اس کی ایک بہت مشہور نظم "دی تھوٹ فوکس" (THE THOUGHT FOX) ھے جس کا اصل موضوع تخلیق کا عمل ھے ۔ اس میں تخلیق کے وقت شاعر کے ذھن کی تشبیہہ جنگل میں رات کے وقت لومڑی کی خاموش اور بے آواز حرکت سے دی جاتی ھے ۔ رات کے اندھیرے جنگل میں لومڑی کی حرکت کو وہ کس طرح بیان کرتا ھے ، ملاحظہ کریں :

COLD DELICATELY, AS THE DARK SNOW
A FOX'S NOSE TOUCHES TWIG, LEAF;
TWO EYES SERVE A MOMENT, THAT NOW
AND AGAIN NOW, AND NOW AND NOW
SETS NEAT PRINTS INTO THE SNOW
BETWEEN TRIES-------

اس بیان سے ظاھر ھے کہ ھیوز نے لومڑیوں کی حرکات و سکنات کا کتنی گہرائی میں مطالعہ کیا ھے ۔ یہی کیفیت اس کی اور نظموں

مین بھی ملتی ھے ۔ اس کی ایک اور بہت مشہور نظم " پائک " (PIKE) ھے ۔ پائک ایک خونخوار مچھلی ھوتی ھے جس کی لمبائی چھ فیٹ تک ھوسکتی ھے ۔ اس نظم مین بھی پائک مچھلی کا ویسا ھی گہرا مطالعہ ھے ۔ نظم کے آخر تک پہنچتے پہنچتے پڑھنے والے کو اس بات کا احساس ھونے لگتا ھے کہ پائک دراصل اس شر کی ایک علامت ھے جو فطرت مین پوشیدہ ھے ۔

اپنی لمبی نظمون مثلاً کرو (CROW) اور گوڈٹ (GAUDETTE) مین ھیوز دیومالاؤن کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ھے ۔ یہ نظمین بہت کامیاب نہین ھین ۔ ان مین بے رحمی کا ایک عنصر ھے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ھے کہ ھیوز اپنے آپ کو شر اور خیر کے امتیاز سے بالاتر سمجھتا ھے ۔ وہ فطرت مین جو طاقت یا توانائی ھے صرف اسی کا پرستار ھے ۔

ھیوز کا اسلوب روایتی ھے ، مگر انگریزی زبان مین جو توانائی ھے اس کا فائدہ اٹھانا وہ خوب جانتا ھے ۔ اس طرح اس کی نسبت شیکسپیئر اور ڈن (DONNE) سے ھو جاتی ھے ۔

ٹام گن

ٹام گن ۱۹۲۲ء مین پیدا ھوا ۔ انگلستان مین کیمبرج اور ریاستہائے متحدہ امریکا مین اسٹینفرڈ (STANFORD) کی یونیورسٹیون مین تعلیم پائی ۔ اب تک اس کی کتابون کے کئی مجموعے شائع ھوچکے ھین ۔ ٹام گن ان شاعرون مین ھے جو اس دور کی تیز زندگی، تیز رفتاری اور اقدار کے مفقود ھو جانے سے پریشان یا نالان نہین ۔ اس کی ایک مشہور نظم " آن دی موو " (ON THE MOVE) ھے ۔ یہ نظم نوجوانون کے ایک ایسے گروہ کے بارے مین ھے جو ھر وقت موٹر سائیکل پر سوار رھتے ھین ، اسے بڑی تیز رفتاری سے چلاتے ھین اور کہین بھی تھوڑی دیر سے زیادہ نہین ٹھہرتے ۔ اس نظم کی آخری لائنین قابل غور ھین

AT WORST, ONE IS IN MOTION, AND AT BEST
REACHING NO ABSOLUTE, IN WHICH TO REST
ONE IS ALWAYS NEARER BY NOT KEEPING STILL

گویا کسی قسم کی قدر پر ایمان نہ رکھنا بھی روحانیت کا ایک اونچا درجہ ھے ۔ اس قسم کا فلسفہ ان ھی کو گوارا ھوسکتا ھے جو موجودہ دور کے حالات سے بالکل ھم آھنگ ھون ۔ یہ بات بھی اھم ھے کہ اب ٹام گن مستقل طور پر امریکا مین قیام پذیر ھے ۔ تیز رفتاری کا جو فلسفہ اوپر کی تین لائنون مین ملتا ھے وہ امریکی زندگی کے زیادہ قریب ھے ۔ زبان و لہجے کے اعتبار سے ان کی شاعری مین کوئی خاص بات نہین ۔

جوفرے ھل (GEOFFREY HILL)

جوفرے ھل ۱۹۳۲ء مین پیدا ھوا اور آکسفورڈ یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کی ۔ ۱۹۵۴ء سے وہ لیڈز (LEEDS) یونیورسٹی مین انگریزی کے استاد ھین ۔ ان کی شاعری مین بڑا ابہام ھے ،اور اس کو سمجھنا آسان نہین ۔ ان کے جذبات سیدھی لکیر کی طرح ایک سمت مین نہین بہتے بلکہ ان مین کافی تضاد ھوتا ھے ، یا یہ کہئیے ان کے جذبات بیک وقت مختلف سمتون مین روان ھوتے ھین ۔ ان کی شاعری مین ایک قسم کا مذھبی رنگ بھی ھے ، اگرچہ عیسائی مذھب سے بھی ان کا رشتہ کوئی سیدھا سادہ نہین ۔ جوفرے ھل ان شاعرون مین ھین جو سمجھتے ھین کہ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی شاعری کے بعد شاعری مین سیدھی سادی زبان استعمال کرنے کا سوال ھی پیدا نہین ھوتا ۔

چارلس ٹوملنسن (CHARLES TOMLINSON)

سن پیدائش ۱۹۲۷ء ھے ۔ کیمبرج اور لندن یونیورسٹی مین زیر تعلیم رھے ۔ ۱۹۵۶ء سے برسٹل یونیورسٹی مین تدریس کے

فرائض انجام دے رہے ہین - ٹوملنسن کی شاعری نسبتاً دیر سے مقبول ہوئی - موضوع اور فنّی مہارت دونون کے اعتبار سے ان کی شاعری پڑھے لکھے لوگون کے لئے ہے ؛ وہ اپنی نظر فنّی واقعیّت پر سختی سے قائم رکھتے ہین، تاکہ ان کی شاعری غیر ضروری طور پر جذباتی نہ بن جائے - غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ پاؤنڈ اور ٹی - ایس - ایلیٹ کے بہت قائل ہین -

فطرت ان کا خاص موضوع ہے - فطرت مین ہمیشہ اسے ایک قسم کا تضاد نظر آتا ہے لیکن یہ تضاد آخر مین ہم آہنگی اختیار کرلیتا ہے - اس قسم کی ایک اچھی نظم ونٹر انکاو نٹرز (WINTER ENCOUNTER) ہے - ورڈز ورتھ کی شاعری کا بھی خاص موضوع انسان اور قدرت مین ہم آہنگی ہے - ان کی ایک اور مشہور نظم ہل واک (HILL WALK) ہے جو "ونٹر انکاونٹرز" ہی کی طرح ورڈز ورتھ کی طرز پر ہے - ٹوملنسن کی شاعری کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اس مین تصویر کشی بہت زیادہ ملتی ہے - ان کی بیشتر نظمین محنت سے بنائی ہوئی تصویرین معلوم ہوتی ہین - ٹوملنسن چون کہ ادب برائے ادب کے قائل ہین اس لئے تصویر کشی مین ان کی دل چسپی کوئی غیر معمولی بات نہین -

سیامس ہینی (SEAMUS HEANEY)

سیامس ہینی آئرلینڈ کا باشندہ ہے - وہ ۱۹۳۹ء مین پیدا ہوا - بلفاسٹ کے کوئنس کالج مین تعلیم حاصل کی - اس نے موجودہ دور کے انگریز شاعرون مین اپنا مقام پیدا کرلیا ہے -

سیامس ہینی شمالی آئرلینڈ یعنی برطانیہ کے زیرنگین پروٹسٹنٹ آئرلینڈ کا رہنے والا ہے، مگر عقیدتاً رومن کیتھولک ہے - اس طرح اس کی میراث مین بڑی پیچیدگی آگئی ہے - اس سلسلے مین اہم بات یہ ہے کہ اس نے انگریز شاعرون کا اثر قبول نہین کیا، جو عموماً پروٹسٹنٹ اور متوسط طبقے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ایک خاص قسم کی زبان استعمال کرتے ہین، جسے ہم تعلیم یافتہ

طبقے کی زبان کہتے ہین ۔ اس کی شاعری پر سب سے گہرا اثر ٹڈ ہیوز کی شاعری کا ہے جس کی زبان کسی طبقے کی زبان نہین بلکہ پرانی انگریزی یعنی شیکسپیر کی زبان معلوم ہوتی ہے ۔

ہینی کی شاعری مین پانچون حواس یکسان طور پر متحرک نظر آتے ہین ۔ اس کی شاعری بڑی حسّی (SENSUOUS) ہے، ٹڈ ہیوز کی شاعری سے بھی زیادہ حسّی ہے اور کیٹس کی یاد دلاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شاعری مین مقامی رنگ بھی بہت زیادہ ملتا ہے ؛ موجودہ دور کے کسی شاعر مین مقام کا احساس اتنی شدّت سے موجود نہین جتنا ہینی کی شاعری مین ملتا ہے ۔

ان شاعرون کے علاوہ موجودہ دور مین کئی اور اچھے شاعر بھی ہین جن کا یہان تفصیل سے ذکر ممکن نہین ۔ ان مین چند قابل ذکر نام ڈی۔ جے۔ انرائٹ (D.J.ENRIGHT)، ڈونلڈ ڈیوی (DONALD DAVIE)، جون ہولووے (JOHN HOLLOWAY) اور آر۔ ایس۔ ٹومس (R.S.THOMAS) کے ہین ۔

باب دوم

ناول

جہان انگریزی ادب کا ذکر ہوتا ہے وہان اکثر یہ بات سننے مین آتی ہے کہ ناول ادب کی ایک صنف کی حیثیت سے ختم ہوچکی ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ ناولین اب پہلے سے زیادہ لکھی جاتی ہین اور پہلے سے زیادہ پڑھی بھی جاتی ہین ۔ یہ اور بات ہے کہ ڈی ۔ ایچ ۔ لارنس کے بعد انگلستان مین کوئی بڑا ناول نگار پیدا نہین ہوا ۔ انگریزی ناول مین ۱۹۵۰ء کے بعد کوئی جدّت طرازی یا کوئی قابل ذکر نئی تکنیک کا استعمال نہین ملتا ۔ امریکا کے ناول نگار نئی تکنیک مین خوب خوب تجربے کرتے ہین اور بڑے جدّت طراز ہین ۔ اسی لئے اکثر یہ بھی سنا جاتا ہے کہ جہان تک انگلستان کا تعلق ہے ناول کی صنف اپنی موت مر چکی ہے ۔ مگر یہ محض کہنے کی بات ہے ۔ آج کے انگریزی ناول کا انداز ابھی تک اس لحاظ سے روایتی ضرور ہے،کہ اس مین وہی روایتی حقیقت نگاری اور روایتی کردار نگاری ملتی ہے،جو انیسوین صدی کے ناولون کی خصوصیت ہے ۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ روایتی انداز امریکا کی مٹّی مین کبھی مکمل طور پر جڑین نہین پکڑ سکتا ۔ اس کے علاوہ چون کہ انگلستان مین،چھوٹا ملک ہونے کی وجہ سے،اور یورپ سے علیحدہ وجود کے احساس کی بنا پر ثقافتی یکسانیت بہت زیادہ ہے،اس لئے یہان کے ناولون مین فرد اور سماجی زندگی کی اہمیت موجودہ دور کے حالات کے باوجود اس طرح کبھی ختم نہین ہوئی جس کا عکس یورپ اور امریکا کے

ناولون مین نظر آتا ھے ۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد انگلستان مین جو ناول نگار ابھرے ان مین کئی قابل ذکر ھین مثلاً اینگس ولسن (ANGUS WILSON) ، کنگسلے ایمس (KINGSLEY AMIS) ، آئیرس مرڈوک (IRIS MURDOCH) ، انتھونی پاوول (ANTHONY POWELL) ، ولیم گولڈنگ (WILLIAM GOLDING) اور ڈورس لیسنگ (DORIS LESSING) ۔

اَینگس وِلسَن

۱۹۱۳ء مین پیدا ھوا ، اوائل عمر جنوبی افریقہ مین گزارنے کے بعد ویسٹ منسٹر اسکول اور آکسفورڈ یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کی ؛ شروع مین افسانے لکھے جس کے دو مجموعے دی رونگ سیٹ (THE WRONG SET) اور سچ ڈارلنگ ڈوڈوز (SUCH DARLING DODOS) شائع ھوئے ۔ اس کا پہلا ناول ھیملوک اینڈ آفٹر (HEMLOCK AND AFTER) ۱۹۵۳ء مین شائع ھوا ۔ اس کی پہلی کامیاب ناول اینگلوسیکسن ایٹی ٹوڈس (ANGLO-SAXON ATTITUDES) ھے جو ۱۹۵٦ء مین شائع ھوئی ۔ اس ناول کا مرکزی کردار ایک تاریخ نگار ھے جس کا نام جیرلڈ مڈلٹن (GERALD MIDDLETON) ھے ۔ اس کی عمر ساٹھ سے تجاوز کرچکی ھے ۔ وہ اپنی گزری ھوئی زندگی پر جب نظر ڈالتا ھے تو اس کو محسوس ھوتا ھے کہ اس کی زندگی ناکام رھی ھے ۔ وہ امیر ھے، صحت مند ھے، خوب صورت ھے، مگر جب وہ اپنی پوری زندگی کا جائزہ لیتا ھے تو اسے یہ احساس ھوتا ھے کہ اس نے کس طرح ایک خوب صورت مگر بیوقوف عورت سے شادی کرکے ،اپنی جذباتی اور پیشہ ورانہ زندگی کو تباہ کرلیا ھے ۔ پوری ناول اس کے اپنے ماضی کی زندگی کا جائزہ ھے ۔ اس طرح ولسن اپنے اس مرکزی کردار کو المیے کی حیثیت سے پیش کرتا ھے۔ اس کا ایک اور ناول " دی مڈل ایج آف مسز ایلیٹ" (THE MIDDLE

(AGE OF MRS. ELIOT) بھی بہت کامیاب ہے ۔ مگ ایلیٹ (MEG ELIOT) کہانی کا مرکزی کردار ہے ۔ یہ ایک ایسی عورت کی کہانی ہے جس کی شادی بہت کامیاب ہے ۔ مگر اس کا شوہر ایک حادثے میں مارا جاتا ہے ۔ وہ کس طرح اپنی بیوگی کی زندگی حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے گزارتی ہے۔یہی ناول کا موضوع ہے ۔ مگ ایلیٹ کا کردار جس خوب صورتی سے ابھرتا ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت کے کردار کی تخلیق میں ولسن بہت کامیاب ہے ۔ " دی اولڈ مین اینڈ دی زو"(THE OLD MEN AND THE ZOO) ایک فرضی کہانی (FABLE) ہے جس میں ولسن اپنے اس فلسفے کا اظہار کرتا ہے کہ قدرت اور انسانی زندگی میں ایک گہرا رابطہ ضروری ہے ۔ اس فلسفے کا اظہار" لیٹ کال " (LATE CALL) میں بھی ملتا ہے ۔ " نو لافنگ میٹر " (NO LAUGHING MATTER) میں ولسن میتھوز (WILSON MATTHEWS) کے خاندان کا قصّہ پہلی جنگ عظیم سے شروع کرکے اسی صدی کے چھٹی دھائی تک لے جاتا ہے ۔ میتھیوزخاندان کی کہانی کے ذریعے ولسن انگلستان کے بالائی متوسط طبقے کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ مجموعی اعتبار سے یہ ناول " اینگلوسیکسن ایٹی ٹیوڈس" سے بہتر نہیں ۔

اینتھونی پوول

اینتھونی پوول کی پیدائش ۱۹۰۵ء کی ہے ۔ ۱۹۵۰ء سے پہلے پانچ ناول لکھے ۔ ۱۹۵۱ء سے اس نے بارہ ناولوں کا ایک مربوط سلسلہ لکھا ہے، جو مجموعی طور پر " اے میوزک ٹو دی ڈانس آف ٹائم " (A MUSIC TO THE DANCE OF TIME) کے عنوان کے تحت آتے ہیں ۔ اس سلسلے کا پہلا ناول " اے کوئسچن آف اپ برنگنگ"(A QUESTION OF UPBRINGING) ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ۔

اس سلسلے کے ناولوں میں بے شمار کردار ملتے ہیں۔ ان میں

تقریباً آدھے درجن ایسے ھین جو اھم کردار کہے جاسکتےھین۔ لیکن ان مین کوئی کردار اپنی شخصیت کی گہرائیون کے ساتھ ھمارے سامنے نہین آتا ، یہان تک کہ ان ساری کہانیون کے راوی نکولس جنکنس (NICHOLAS JENKING) کے بارے مین بھی ھمین اس سے زیادہ معلوم نہین ھوتا کہ وہ شادی شدہ ھے اور انسانی رشتون مین گہری دل چسپی لیتا ھے ۔ ان ناولون کا موضوع کامیاب اور ناکام شادیان ، طلاق اور گھریلو زندگی ھے ۔ پورے سلسلے کے عنوان سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ اس سلسلے مین زمانے یا وقت کو ھی اصل اھمیت دی گئی ھے ۔ مگر " وقت " ان ناولون مین کوئی اھم کردار ادا کرتا نظر نہین آتا ۔ تاریخی واقعات کا چلتے چلاتے ذکر تو ھو جاتا ھے، مگر پلاٹ مین ان کو کوئی اھمیت نہین دی جاتی ۔ وقت یا زمانے کی اس سلسلے مین اگر کوئی اھمیت ھے تو بس اتنی کہ اس " وقت " مین لوگ شادیان کرتے ھین، بچے پیدا کرتے ھین ، مر جاتے ھین اور زندگی اپنی رفتار سے اپنے ڈھنگ سے آگے بڑھتی جاتی ھے ۔ پوول نے پورے سلسلے کا عنوان " اے میوزک ٹو دی ڈانس آف ٹائم " غالباً اس لئے رکھا ھے کہ فرانسیسی ناول نگار پروست (PROUST) سے نسبت قائم ھو جائے مگر پوول کا مقابلہ پروست سے نہین کیا جاسکتا ۔ پوول کے ناولون کا طرز بیان اور ڈھانچہ بالکل روایتی ناولون کا ھے ۔

کنگسلے ایمس

سن پیدائش ۱۹۲۲ء ھے ۔ اس کی پہلی ناول " لکی جم " (LUCKY JIM) اس صدی کے پانچوین دھائی کی سب سے مقبول ناول ھے ۔ اس ناول مین انگلستان کی ایک چھوٹی یونیورسٹی کے استادون کے بڑے بول اور بناوٹی طور طریقے کا مذاق اڑایا گیا ھے ۔ اسے پڑھنے سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ ایمس روایت اور مدنی کلچر دونون سے نفرت کرتا ھے ۔ ماضی پر اس کو اعتبار نہین اور امریکا اور یورپ کے بڑے ادیبون کا نام سننا بھی اس کو گوارا نہین ۔ وہ

اس چھوٹے انگلینڈ (LITTLE ENGLAND) کی نفسیات کا ترجمان ہے جو ، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے، دوسری جنگ عظیم کے بعد وجود مین آیا ۔ اس طرح انگریزی ادب مین ایمس اینگری ینگ مین (ANGRY YOUNG MEN) کی تحریک کا ایک نمائندہ بن جاتا ہے ۔ ۱۹۶۰ء مین شائع شدہ " ٹیک اے گرل لائک یو" (TAKE A GIRL LIKE YOU) کا درجہ " لکی جم " سے کمتر ہے ، مگر اس ناول کی خاص بات یہ ہے کہ یہان ایمس کے نقطۂ نظر مین گہرا ابہام نظر آتا ہے ۔ ناول نوجوان طبقے کے پیٹرک اسٹینڈش (PATRICK STANDISH) اور جینی بنی(JENNY BUNNY) کے تعلقات کے بارے مین ہے ۔ پیٹرک اسٹینڈش اور جینی بنی دونون نئے اقدار اپنانا چاہتے ہین مگر اس مین پرانے اقدار سے ایک جذباتی لگاؤ باقی رہتا ہے ۔

" ون فیٹ انگلش مین " (ONE FAT ENGLISHMAN) مین ایمس کا خاص موضوع یہ ہے کہ انگریز ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ روجر میچلڈین (ROGER MICHELDENE) ناول کا انگریز ہیرو ایک شریف زادہ (GENTLEMAN) ہے ۔ شریف زادے انگریزی کلچر کے سیاق مین متوسط یا بالائی متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہین ۔ میچلڈین مین وہ سب برائیان ہین جو اس طبقے مین پائی جاتی ہین ۔ میچلڈین کے ذریعے،ایمس اس طبقے کو اپنے طنز کا شکار بناتا ہے ۔ ناول بہت حد تک امریکا اور امریکنون پر بھی طنز ہے ۔ ایمس امریکا اور امریکی کلچر کو بھی ناپسند کرتا ہے ۔ اس طرح اس ناول مین " چھوٹے انگلستان " کا نفسیاتی مزاج خوب کھل کر سامنے آتا ہے ۔ " دی اینٹی ڈیتھ لیگ"(THE ANTI-DEATH LEAGUE) دنیا اور زندگی کی حقیقتون کے خلاف گویا ایک شکوہ ہے ۔ موت کے موضوع پر یہ ایک فکری ناول ہے جہان حقیقت نگاری کی جگہ اشاریت نے لے لی ہے ۔

ایمس نے ابھی لکھنا بند نہین کیا ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ انگریزی ادب مین ANGRY YOUNG MEN کی تحریک ابھی جاری ہے ۔

آئرس مرڈوک

آئرلینڈ میں ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئی ۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور اب آکسفورڈ یونیورسٹی میں فلسفے کی استاد ہے ۔ مرڈوک کے ناول اس بات کا ثبوت ہیں کہ انگریزی ناول میں جدید رنگ کی جدّت طرازی بھی موجود ہے ۔ اس کی ناولوں میں ایک طرف تو چھوٹے چھوٹے واقعات بڑی باریکی سے بیان کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف کہانی حقیقت کی حدود سے نکل کر ہمیشہ خیالی(PHANTASY) دنیا میں پہنچ جاتی ہے ۔ کردار بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے ساتھ واقعات تیزی سے اور ایک قسم کی شدّت کے ساتھ رونما ہوتے ہیں ۔ یہ دنیا روزمرہ کی نہیں بلکہ میلو ڈرامہ (MELODRAMA) کی ہے ۔

مرڈوک کی پہلی ناول " انڈر دی نٹ"(UNDER THE NET) ہے، جو ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی ۔ یہی غالباً اس کی سب سے کامیاب ناول بھی ہے ۔ فلسفیانہ خیالات پر مبنی یہ ناول اس کے دوسرے ناولوں کی نشان دہی کرتی ہے ۔ وہ فرائڈ کی نفسیات کا بھی استعمال حد سے زیادہ کرتی ہے ۔ اس کا خود یہ کہنا ہے کہ روایتی ناولوں میں کردار نگاری تو ہوتی ہے مگر یہ کردار نگاری شخصیت کی گہرائیوں تک نہیں پہنچتی ۔ بقول اس کے، ناولوں میں واقعات تیزی سے رونما ہونے سے شخصیت کی گہرائیوں تک پہنچنے کا موقع نہیں ملتا ہے ۔ مرڈوک کے ان خیالات سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ اس کے ناولوں میں جنس اور خصوصاً جنسی بے راہ روی کا اتنا زیادہ استعمال کیوں ہے ۔ یہی ذرائع ہیں جن کی مدد سے وہ فرائڈ کے نظریات اپنے ناولوں میں استعمال کرتی ہے ۔ " سینڈ کاسل" (SAND CASTLE) اور " دی بیل " (THE BELL) ۱۹۵۸ء کا بھی اس کے اچھے ناولوں میں شمار ہوتا ہے ۔

اگرچہ مرڈوک کے ناولون کے پڑھنے والے عموماً تعلیم یافتہ طبقے کے لوگ ھین ،لیکن مرڈوک کی تخلیقی صلاحیتین محدود ھین ۔ اس کے کردار کہین سے شروع ھوکر کہین پہنچ جاتے ھین، مگر ان مین جو تبدیلی آتی ھے، پڑھنے والا اس کا قائل نہین ھو پاتا ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اس کے کردار اس کی بنائی ھوئی کٹھ پتلیان ھین جو سارا کھیل اسی کے اشارے سے کھیلتی ھین ۔ یہ مرڈوک کے ناولون کی سب سے بڑی کمزوری ھے ۔

ولیم گولڈنگ

گولڈنگ ۱۹۱۱ء مین پیدا ھوا ۔ اس کی پہلی ناول "لینڈ آف دی فلائز" (LAND OF THE FLIES) ۱۹۵۴ء مین شائع ھوئی ۔ شروع مین تو کسی نے اس پر توجہ نہین دی مگر جلد ھی یہ ناول امریکا اور انگلستان مین بہت مقبول ھوگیا ۔ غالباً یہ پہلا ناول ھی گولڈنگ کا سب سے اچھا ناول ھے ۔ انیسوین صدی مین آر ۔ ایم ۔ بیلنٹائن (R.M.BALLANTYNE) نے بچون کے لئے "کورل آئیلینڈ" (CORAL ISLAND) کے نام سے ناول لکھا تھا جو بہت مقبول ھوا تھا ۔ اس مین کچھ انگریز بچے جو ایک جہاز کے ڈوبنے کے بعد بچ گئے ھین اپنے آپ کو ایک غیر آباد جزیرے مین پاتے ھین ۔ وھان یہ بچے جلد ھی ایک چھوٹا معاشرہ بنا لیتے ھین، جو خدا ترسی اور عیسائی اخلاقی اقدار سے معمور ھے ۔ "لینڈ آف دی فلائز" کا بھی پلاٹ تقریباً یہی ھے، سوائے اس کے یہ بچے خدا ترس معاشرہ بنانے کے بجائے، ایک شیطانی معاشرہ بنالیتے ھین اور شیطان کی پوجا شروع کردیتے ھین ۔ اس ناول مین گولڈنگ کا اشارہ انسان کی فطرت مین پوشیدہ شر کے عنصر کی طرف ھے ۔ "دی انھیریٹرز" (THE INHERITORS) ۱۹۵۵ء اور "پنچر مارٹن" (PINCHER MARTIN) ۱۹۵۶ء کا بھی اصل موضوع یہی ھے کہ انسان کے اندر کا شیطان کسی نہ کسی طرح رنگ لاکر ھی رھتا ھے ۔

فری فال (FREE FALL) ۱۹۵۹ء مین شائع ھوا ـ موضوع مین تھوڑی سی تبدیلی یہ آئی کہ گولڈنگ نے شر کے علاوہ انسان مین آزادیٔ عمل کو بھی اپنا موضوع بنالیا ـ رائٹس آف پیسیج (RITES OF PASSAGE)، جو ۱۹۸۰ء مین شائع ھوئی، غالباً " لینڈ آف دی فلائز" کے بعد گولڈنگ کا سب سے کامیاب ناول ھے۔

گولڈنگ ناول نگار سے زیادہ فرضی حکایات لکھنے والا (FABALIST) ھے، یعنی وہ اخلاقی درس دینے والی کہانیان لکھتا ھے ـ اس کی نثر مین غیر ضروری شدّت اور استعارون کی بھرمار ھوتی ھے، جو اس بات کا ثبوت ھے کہ گولڈنگ پڑھنے والون پر اپنے موضوع کی گہرائی کا بجا طور پر اثر ڈالنا چاھتا ھے ـ تجربہ کار پڑھنے والون کے لئے اس کے ناولون کا یہ سب سے ناپسندیدہ پہلو ھے ـ

۱۹۸۲ء گولڈنگ کو ادب کا نوبل انعام دیا گیا ـ

سموئیل بیکٹ

سموئیل بیکٹ (SAMUEL BECKET) ۱۹۰۶ء مین ڈبلن مین پیدا ھوا ـ ناولون کے علاوہ وہ ڈرامے بھی لکھتا ھے اور شاعر بھی ھے ـ ۱۹۶۹ء مین اس کو ادب کا نوبل انعام دیا گیا ـ اس نے اپنی زیادہ تر کتابین فرانسیسی زبان مین لکھین اور پھر ان کا انگریزی مین ترجمہ بھی خود ھی کیا ـ

بیکٹ موجودہ دور کے ان ناول نگارون مین ھے جنھین اکثر انسانیت پرستی کا مخالف (ANTIHUMANIST) کہا گیا ھے، اور یہ صحیح بھی ھے اس لئے کہ بیکٹ کے ناولون کے کردار ذلت اور پستی کی اتنی گہرائیون مین پڑے نظر آتے ھین کہ ان کو مکمل انسان نہین کہا جاسکتا ـ اس کے ناول مولوئے (MOLLOY) مین مولوئے اور " میلون ڈائز " (MALONE DIES) مین میلون ایسے ھی کردار ھین ـ بہرحال بیکٹ کے فن کا معمّہ (PARADOX) یہ ھے کہ ان کردارون کی کہانی، جو پستی کی انتہا کو پہنچے

ہوتے ہین، بڑی زور دار اور تخلیقی زبان مین کہی جاتی ہے ۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیکٹ کے ناولون کا موضوع وہ لغویت (ABSURDITY) ہے جو فرانس اور یورپ مین وجودیت (EXISTENTIALISM) کے قائل ادیبون کا موضوع ہے۔ یہ ضرور ہے کہ انگریزی ادب مین لغویت کا موضوع بہت کم برتا گیا ہے اسی لئے بیکٹ کے ناول انگریزی ادب کے سیاق سے باہر معلوم ہوتے ہین ۔

بہرحال بیکٹ کی اہمیت اس بات سے کم نہین ہوتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی تخلیقات کا گہرا مطالعہ کیا جائے ۔

انگریزی مین اور بھی کئی ناول نگار ہین جن کی اہمیت مسلم ہے ۔ ان مین ڈیوڈ اسٹوری (DAVID STOREY) سب سے زیادہ اپچ رکھتا ہے ۔ اس کی ناول " ریڈکلف" (RADCLIFFE) جو ۱۹۶۳ء مین شائع ہوئی، دوسری نصف صدی کے بہترین ناولون مین شمار ہوتی ہے ۔ اس کے مندرجہ ذیل دیگر ناول شائع ہوئے ہین :

۱۹۶۰ء مین " دی اسپورٹنگ لائف" (THE SPORTING LIFE) ، " پیسمور" (PAS MORE) ۱۹۷۲ء مین، " اے ٹیمپورری لائف" (A TEMPORARY LIFE) ۱۹۷۳ء مین اور سیویل (SAVILLE) ۱۹۷۶ء مین ۔

جون برین (JOHN BRAINE) اور ایلن سیلیٹو (ALAN SILLITOE) مزدور اور نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہین اور ان کے ناول بھی اسی طبقے کے بارے مین ہین۔ برین کی ۱۹۵۷ء مین شائع شدہ ناول " روم ایٹ دی ٹوپ" (ROOM AT THE TOP) اور سیلیٹو کی ۱۹۵۸ء مین شائع شدہ " سیٹرڈے نائٹ اینڈ سنڈے مارننگ" (SATURDAY NIGHT AND SUNDAY MORNING) کو اپنے وقت مین خاصی شہرت ملی ۔ ان ناولون کے ہیرو مزدور طبقے کے ماحول سے نکل جانے ہی مین اپنی نجات سمجھتے ہین ، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برین یا سیلیٹو کو اپنے طبقے سے کوئی خاص جذباتی لگاؤ نہین ہے ۔ سیلیٹو کے ناولٹ یا طویل افسانے " دی لونلی نس آف دی لانگ ڈسٹنس رنر "

(THE LONELINESS OF LONG-DISTANCE RUNNER)
کا ھیرو مزدور طبقے سے تعلق رکھنے والا بورسٹل جیل کا قیدی ھے۔ اس تصنیف کو سیلیٹو کے ناولون سے بھی زیادہ کامیابی حاصل ھوئی ۔

خواتین مین بھی کچھ ناول نگار ایسی ھین جن کو نظرانداز نہین کیا جاسکتا ۔ یہ خصوصی طور پر موجودہ دور، یعنی موجودہ نصف صدی مین، تعلیم یافتہ عورتون کے مسئلون کو اپنا موضوع بناتی ھین ۔ میوریل اسپارک (MURIEL SPARK) کے ناولون کا بھی یہی موضوع ھے، اگرچہ وہ عورتون سے کسی خاص ھمدردی کا اظہار نہین کرتی ۔ " دی پرائم آف مسز جین بروڈی" (THE PRIME OF MISS JANE BRODIE) اس کی سب سے مشہور ناول ھے ۔ وہ بہت ھی سلجھی ھوئی اور صاف ستھری نثر لکھتی ھے، جو ایک عورت کے سلیقہ پسندی کا مظہر ھے ۔ مارگریٹ ڈریبل (MARGARET DRABBLE) ویسے تو کئی ناولون کی مصنفہ ھے، مگر اس کی شہرت اس کے ابتدائی ناولون پر مبنی ھے جن کا تعلق موجودہ دور کی عورت کے مسائل سے ھے ۔ یہ ناول "دی مل اسٹون" (THE MILLSTONE) اور "دی نیڈلز آئی" (THE NEEDLE'S EYE) ھین، جو علی الترتیب ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۲ء مین شائع ھوئی تھین ۔ جین ریز (JANE RHYS) کے ناول بیسوین صدی کی دوسری اور تیسری دھائی مین لکھے گئے، مگر اس کو شہرت ۱۹۶۰ء کے بعد ملی ۔ اس لئے اس کو اس نصف صدی کا ھی ناول نگار سمجھنا چاھئیے ۔ اس کی " سرگاسو سی" (SARGASSO SEA) جو ۱۹۶۶ء مین شائع ھوئی اب بہت مقبول ھے ۔ اس ناول کا بھی تعلق عورتون کے مسائل سے ھے ۔ باربرا پم (BARBARA PYM) کے ناول جین آسٹن کی یاد تازہ کرتے ھین ۔ کوارٹیٹ ان آٹم (QUARTET IN AUTUMN) جو ۱۹۷۷ء مین شائع ھوئی اور " دی سویٹ ڈو ڈائز " (THE SWEET DOVE DIES) جو ۱۹۷۸ء مین منظر عام پر آئی، باربرا پم کے کامیاب ناولون مین ھے ۔

ان خاتون ناول نگارون مین ایک ناول نگار ایسی بھی ھے جو ۱۹۵۰ء کے بعد کے لکھنے والون مین غالباً سب سے زیادہ اھم

ہے ۔ یہ ڈورس لیسنگ ہے اور اس پر تفصیلی گفتگو ضروری ہے ۔

ڈورس لیسنگ

ڈورس لیسنگ (DORIS LESSING) ایک انگریز فوجی افسر کی بیٹی ہے ۔ ایران میں ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئی ، بچپن سے بلوغت تک کا زمانہ جنوبی افریقہ میں گزرا ، قومیت جنوبی افریقہ میں تھی ، مگر ۱۹۲۹ء میں جنوبی افریقہ کو خیرباد کہہ کر انگلستان میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوگئی ۔

لیسنگ کے ذاتی تجربات کچھ اس قسم کے ہیں ، جن کی اہمیت بیسویں صدی میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے ۔ اوّل تو یہ کہ جنوبی افریقہ میں رہنے کی وجہ سے اس کو بیسویں صدی کی نسل پرستی (RACISM) کا ذاتی تجربہ ہے ، دوسرے افریقہ میں وہ بہت عرصے تک بائیں بازو کے خیالات کی حامی رہی اور اس کا کیمونسٹوں سے بہت میل جول رہا ۔ تیسرے لیسنگ بالکل آزاد اور آزاد خیال عورت ہے ۔ آزاد اور آزاد خیال عورت بھی اس صدی کی پیداوار ہے ، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کی پیداوار ہے ۔ اس کے ناولوں کے مرکزی کردار ہمیشہ یہی آزاد عورت ہوتی ہے ۔ یہ عورت اپنے سماجی اور سیاسی خیالات اور جنسی احساسات کو اس لئے اچھی طرح سمجھنا چاہتی ہے تاکہ وہ اپنی شخصیت کی صحیح طور پر تعریف کرسکے ۔

لیسنگ کی پہلی ناول مارتھا کوئسٹ (MARTHA QUIST) ہے جو " چلڈرن آف وائلنس " (CHILDREN OF VIOLENCE) سلسلے کی پہلی ناول ہے اور ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی ۔ ناول کی ہیروئن مارتھا کوئسٹ جوانی کی عمر تک پہنچتے پہنچتے ہر قسم کے مسائل میں الجھ جاتی ہے : سیاسی ، نفسیاتی ، جنسی ، نسل پرستی اور شخصیت کی ذاتی الجھنیں ، شادی اور پھر طلاق ۔ اس سلسلے کی چوتھی ناول " لینڈ لوکڈ " (LANDLOCKED) ہے ، جو ۱۹۵۶ء میں چھپی ۔ اس میں مارتھا کوئسٹ جنوبی افریقہ چھوڑنے

کی تیاریان کر رہی ہے ۔ اس سلسلے کی آخری ناول " دی فورگیٹڈ سٹی" (THE FOUR-GATED CITY) ہے، جو دوسری جنگ عظیم کے بعد کے حالات اور مسائل سے تعلق رکھتی ہے، ۱۹٦۹ء مین شائع ہوئی ۔

لیسنگ کی سب سے مشہور ناول " دی گولڈن نوٹ بک " (THE GOLDEN NOTEBOOK) ہے جو روزنامچہ کی شکل مین ہے ۱۹٦۲ء مین شائع ہوئی۔ "دی بلیک نوٹ بک" (THE BLACK NOTEBOOK) کا موضوع جنوبی افریقہ کا نسلی امتیاز ہے، "دی ریڈ نوٹ بک" (THE RED NOTEBOOK) مین لیسنگ اشتمالیت کے ذاتی تجربے کا اظہار کرتی ہے، "دی بلو نوٹ بک" (THE BLUE NOTEBOOK) مین مردون سے تعلقات کا ذکر ہے، زرد رنگ کے روزنامچہ مین وہ ایسی کہانیان تخلیق کرتی ہے جو اس کی ذاتی زندگی پر مبنی ہین۔ یہ چار ٹکڑے یا افسانے مل کر ایک ناول بن جاتے ہین، جو تمام تر آزاد زندگی گزارنے والی عورتون کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتی ہے۔ ناول مین اتحاد کی کمی ہے اور کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے لیسنگ نے اپنی شخصیت کو چار ٹکڑون مین تقسیم کردیا ہے۔ کچھ ناقدین اس کو ناول سے زیادہ خود نوشتہ سوانح عمری تصوّر کرتے ہین۔ ناول مین اتحاد ہو یا نہ ہو، مگر یہ لیسنگ کے خیالات، تجربات اور احساسات کا مکمل اظہار ہے۔

آج کل لیسنگ نے خلا سے متعلق ناول (SPACE FICTION) لکھنے شروع کردئے ہین۔ "کینوپس ان آرگس : آرکائیوز" (CONOPUS IN ARGUS : ARCHIVES) سلسلے کی پہلی ناول "شکسلا" (SHIKASLA) ۱۹۷۹ء مین شائع ہوئی۔ پھر ۱۹۸۰ء مین "دی میریجز بٹوین زونس تھری اینڈ فور" (THE MARRIAGES BETWEEN ZONES THREE AND FOUR) شائع ہوئی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان ناولون کو سائنسی ناول نہین کہا جاسکتا ۔ ان ناولون کی اصل بنیاد انسانی تعلقات خصوصاً عورت اور مرد کے تعلقات ہین۔ ناولون کے علاوہ ڈورس لیسنگ بہت اچھے افسانے بھی لکھتی ہے۔ اس کے افسانون کے کئی مجموعے شائع ہوچکے ہین۔

چند انگریز ناول نگار ایسے بھی ہین جن کا ذہن قدرتی

طور پر انگلستان کے اس شاندار ماضی کی طرف جاتا ھے جس کو گزرے ہوئے ابھی زیادہ مدت نہین ہوئی - جے - جی - فیرل (J.G.FARRELL) کی " دی سیج آف کرشناپور" (THE SIEGE OF KRISHNAPUR)اور پال اسکاٹ (PAUL SCOTT) کی" دی جیویل ان دی کراؤن"(THE JEWEL IN THE CROWN) ھندوستان پر انگریزون کی حکومت سے متعلق ھین -

جیسا کہ شروع مین بتایا گیا ھے، موجودہ دور کے انگریزی ناول کے بارے مین عام شکایت یہ ھے،کہ اس مین جدّت طرازی کی کمی ھے - ناول نگار نئے راستے بنانے یا اظہار کے نئے طریقے ڈھونڈنے کی کوشش نہین کرتے - یہ شکوہ بہرحال بے جا ھے - جدّت طرازی، اگر محض جدّت طرازی کی خاطر کی جائے،تو اس کا کوئی فائدہ نہین - مگر جو اس شکوے کو بجا سمجھتے ھین ان کا ھدف جون فاؤلس (JOHN FOWLES) کی تصنیف " دی فرنچ لفٹننٹس وومن" (THE FRENCH LIEUTENANT'S WOMAN) ھے،جس کا بیانیہ انداز اور کردار نگاری انیسوین صدی کے ناولون کے طرز پر ھے- مگر ناول نگار جب اپنی کہہ چکتا ھے تو وہ اپنے آرٹ کی اس دنیا کی یہ کہہ کر توڑ پھوڑ شروع کردیتا ھے کہ جو کردار اس نے تخلیق کئے ھین ،وہ محض خیالی ھین اور ان کی کوئی حقیقت نہین - مصنّف اس توڑ پھوڑ کی وجہ یہ بتاتا ھے کہ یہ دور رونالڈ بارتھ (RONALD BARTH) اور ایلن روب گرلی (ALAN ROBE GRILLET) کا ھے - بیسوین صدی کے ان فرانسیسی ادیبون کا کیا کارنامہ ھے،اس کا تعلق فرانسیسی ادب سے ھے اور یہ ھمارے موضوع سے باھر ھے -

باب سوم

ڈرامہ ۱۹۴۵ء کے بعد

۱۹۴۵ء کے بعد جو ڈرامے انگریزی مین لکھے گئے وہ نئی سمتین تلاش کرتے ھین اور اکثر و بیشتر کامیاب ھین ۔ بیکٹ کا ڈرامہ " ویٹنگ فار گوڈوٹ" (WAITING FOR GODOT) بڑی کامیابی کے ساتھ، ۱۹۵۵ء مین پہلی بار لندن مین اسٹیج پر پیش کیا گیا ۔ یہ اس بات کا ثبوت ھے کہ یورپین اثرات خصوصاً وجودیت (EXISTENTIALISM) نے کم سے کم انگریزی اسٹیج پر اپنے قدم جما لئے ھین ۔ وہ حقیقت نگاری ،جس کی بنیاد اس صدی کے شروع مین ابسن (IBSEN) اور برنارڈ شا (BERNARD SHAW) کے ڈرامون سے پڑی تھی، انگریزی اسٹیج پر اب بھی قائم ھے، البتہ اب اس کو یورپین اثرات کا مقابلہ کرنا پڑ رھا ھے ۔

جون اوسبرن

جون اوسبرن (JOHN OSBORNE) ۱۹۲۹ء مین پیدا ھوا ۔ اس کے پہلے (۱۹۵۷ء) ڈرامے " لک بیک ان اینگر " (LOOK BACK IN ANGER) نے اس کو مشہور کردیا ۔ یہ ڈرامہ حقیقت نگاری کی روایت مین ھے ، مگر اس ڈرامے کا موضوع اپنے دور کے معاشرتی اور سیاسی حقائق ھین ۔ اوسبرن کا تعلق اس نسل سے ھے جس کو پہلی بار شدّت سے احساس ھوا کہ انگلستان ایک بڑے سامراج سے گھٹ کر، محض ایک چھوٹاسا ملک رہ گیا ھے۔ نفسیاتی

طور پر اوسبرن چھوٹے انگلستان (LITTLE ENGLAND) کی پیداوار ھے ۔ جمی پورٹر (JIMMY PORTER) ، جو LOOK BACK IN ANGER کا مرکزی کردار ھے، غصے سے بھری ھوئی مگر پریشان اور شکست خوردہ ذھنیت رکھتا ھے ۔ یہ کردار سیاسی اور معاشرتی حالات کا عکاس ھے جو جھوٹ اور ریا سے بھرا ھوا ھے۔ جمی پورٹر حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے ڈرامے کے آخر مین جذباتی رشتون مین پناہ تلاش کرتا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ اوسبرن اینگری ینگ مین (ANGRY YOUNG MEN) کی تحریک کا بانی سمجھا جاتا ھے ۔ " لک بیک ان اینگر" موجودہ دور کے انگریزی ڈرامون مین سنگ میل کی حیثیت رکھتا ھے ۔ اس ڈرامے مین وہ موضوع منظر عام پر آگئے، جو انگریزون نے اپنے ذھن سے، اور اپنے آپ سے چھپا رکھے تھے ۔ " لُک بَیک اِن اَینگر" کے بعد اس کا سب سے کامیاب ڈرامہ " اِن اَیڈمِیسِیبل ایویڈنس "(INADMISSIBLE EVIDENCE) ھے ۔ اس کے بعد دوسرے ڈرامے اتنے کامیاب نہین رھے ۔

آرنلڈ ویسکر

آرنلڈ ویسکر (ARNOLD WESKER) مشرقی لندن کے ایک غریب یہودی گھرانے مین ۱۹۳۲ء مین پیدا ھوا ۔ اس کے ڈرامے عموماً مزدورون اور افلاس زدہ یہودی خاندانون سے تعلق رکھتے ھین ۔ ان ھی ڈرامون نے اس کو شہرت بخشی ۔ اس سے پہلے، سوائے ڈی ۔ ایچ ۔ لارنس کے، کسی اور ڈرامہ نگار نے نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگون کے متعلق ڈرامے نہین لکھے تھے ۔

ویسکر اشتراکی (سوشلسٹ) ھے اور وہ اپنے ڈرامے اشتراکی خیالات کے پرچار کے لئے استعمال کرتا ھے ۔ اس کی ٹرائی لوجی (TRILOGY) کے ڈرامے "چکن سوپ وِد بارلی" (CHICKEN SOUP WITH BARLEY) ، "روٹس" (ROOTS) ، "آئم ٹو کنگ" (I'M TALKING) اور "اباؤٹ جیروسلم" (ABOUT JERUSALEM) اس صدی کی پانچوین دھائی کے مشہور ڈرامون مین ھین ۔ ان

ڈراموں کے کردار اگرچہ یہودی ہیں، مگر ڈرامے کے موضوعات کا تعلق یہودیوں سے بالکل نہیں ۔ ان ڈراموں کی زبان نچلے طبقے کی زبان ہے، جسے یہودی اپنے خاص انداز سے بولتے ہیں ۔

ہیرلڈ پنٹر

ویسکر کی طرح ہیرلڈ پنٹر (HAROLD PINTER) بھی مشرقی لندن کے ایک غریب یہودی گھرانے میں ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوا ۔ مگر ویسکر اور پنٹر میں مماثلت یہیں پر ختم ہوجاتی ہے ۔ پنٹر کو سیاست سے کوئی دل چسپی نہیں ۔ اس کے ڈراموں کے کردار اس طرح باتیں کرتے ہیں جیسے ان کو منطق اور عقلیت اور عقلی دلائل کی کوئی پروا نہ ہو ۔ پلاٹ بھی تشدّد کے کناروں پر منڈلاتا رہتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشدّد کسی بھی لمحے شروع ہوسکتا ہے ۔ ان ڈراموں کو پڑھنے والا یا دیکھنے والا اگر آج کل کے حالات کو ذہن میں رکھے، تو وہ تشدّد کے ان اشاروں سے آفاقیت کا تاثر لیتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی دنیا کسی لمحے بھی تشدّد سے بہت دور نہیں ہوتی ۔

پنٹر کے ڈراموں کے مرکزی کرداروں کا تعلق عموماً کسی نہ کسی قسم کے گناہ سے ہوتا ہے، جو ان سے برسوں پہلے کبھی سرزد ہوا تھا ۔ جب اس کا کوئی مرکزی کردار تشدّد کی زد میں آتا ہے، تو اس پر الزامات لگائے جاتے ہیں ؛ الزامات کا تعلق اس کردار کے گناہ سے صاف طور پر نہیں دکھایا جاتا ۔ مگر ڈرامہ دیکھنے والا یا خود یہ کردار یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تشدّد کا تعلق اس کے برسوں پہلے کے گناہ سے بھی ہے ۔

پنٹر انگریزی ڈراموں کو موجودہ دور کے فرانسیسی اور یورپین ڈراموں کے بہت قریب لے آیا ہے ۔ اس کے ڈراموں کا حقیقت نگاری کی پرانی روایت سے کوئی تعلق نہیں؛ وہ احساس گناہ یا جرم جو پنٹر کے ڈراموں کی روح ہے واضح طور پر ایک وجودی (EXISTENTIALIST) موضوع ہے ۔

سموئیل بیکٹ

سموئیل بیکٹ کا ذکر ناول نگار کی حیثیت سے پہلے ہوچکا ہے - اس نے کئی ڈرامے بھی لکھے ہین - بیکٹ کے ڈرامون نے انگریزی ڈرامے مین نئی روح پھونک دی - جیسا کہ پہلے بنایا گیا ہے ویٹنگ فار گوڈوٹ (WAITING FOR GODOT)جو ۱۹۵۵ ء مین لندن اسٹیج پر پیش کیا گیا انگریزی ڈرامے مین ہر طرح سے بالکل ایک نئی چیز تھی - اس ڈرامے کا کوئی پلاٹ نہین - ایک سڑک کے کنارے دو پریشان حال بوڑھے باتین کرتے ہوتے ہین - پاس مین ایک درخت ہے جس مین تین چار پتّے ہوتے ہین اور بس - یہان کوئی منظر نہین، کوئی حرکت نہین ، کردارون کی اپنی کوئی خاص نفسیات نہین ایک کردار ولاڈیمیر (VLADIMIR) پر امید ہے کہ گوڈوٹ آئے گا اور اسٹراگون (ESTRAGON) تقریباً نا امید ہے - دونون کے درمیان ہر موضوع پر بات ہوتی ہے، مگر ڈرامے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونون کو گوڈوٹ کا انتظار ہے ؛ وہ کل بھی یہان آئے تھے ، آج بھی یہان ہین ، شاید کل بھی آئین گے، اور آتے رہین گے، مگر گوڈوٹ کا کچھ پتہ نہین -

صرف باتون سے ڈرامہ پیدا کرنا بیکٹ ہی کا حق ہے- ظاہر ہے کہ باتون سے ڈرامہ پیدا کرنا اس وقت تک ممکن نہین جب تک باتون مین اتنی جان نہ ہو،کہ ہر سننے والے کو ان مین کچھ اشارے ملین - اسی طرح بیکٹ کا ایک اور ڈرامہ "نوٹ آئی"(NOT I) ہے، جو ۱۹۷۳ء مین اسٹیج کیا گیا - اس مین اندھیرے سے صرف ایک عورت کی آواز آتی ہے جس کا منھ تو نظر آتا ہے، مگر جسم نہین - پورا ڈرامہ ایسا ہے جیسے کوئی روح بول رہی ہو اس کے "آل دیٹ فال" (ALL THAT FALL) اور "اینڈ گیم" (END GAME) کا بھی اس کے اچھے ڈرامون مین شمار ہوتا ہے - یہ علی الترتیب ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء مین پیش کئے گئے -

ایڈورڈ بونڈ

ایڈورڈ بونڈ ۱۹۳۴ء مین پیدا هوا ۔ اس کے ڈرامے انگلستان مین بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے هین ۔ اس کا انداز بھی روایتی نہین ۔ اس نے یورپ کے اثرات قبول توکئے هین، مگر اس کے ڈرامے بیکٹ اور پنٹر کے ڈرامون کی طرح تصوّراتی یا لغو (ABSURD) نہین هوتے ۔ وہ اپنے آپ کو انقلابی اشتراکی کہتا هے ۔ وہ اپنے ڈرامون مین غریب کردارون کو اس طرح پیش کرتا هے، کہ وہ امیر اور حکمران طبقے کے استحصال کا شکار نظر آئین ۔ وہ آئیونسکو (IONESCU) کے بجائے بریخت (BRECHT) کی یاد دلاتا هے۔

بونڈ نے کئی ڈرامے لکھے هین جس مین "سیوڈ" (SAVED ، ۱۹۶۶ء) ، "نیرو روڈ ٹو ڈیپ نارتھ" (NARROW ROAD TO DEEP NORTH ، ۱۹۶۸ء) ، "لیئر" (LEAR ، ۱۹۷۲ء) "بنگو" (BINGO ، ۱۹۷۴ء) خاص طور پر قابل ذکر هین ۔

ڈیوڈ اسٹوری

ڈیوڈ اسٹوری (DAVID STOREY) کا ذکر ناول نگار کی حیثیت سے پہلے هوچکا هے ۔ اس کو ناول نگار کی حیثیت سے شہرت مل چکی تھی جب اس نے ۱۹۶۷ء مین اپنا پہلا ڈرامہ آرنلڈ مڈلٹن (ARNOLD MIDDLETON) لکھا ۔ ڈیوڈ اسٹوری ایک محنت کش خاندان مین پیدا هوا ۔ اس کے کردار عموماً محنت کش هی هوتے هین ، مگر محنت کشون کی زندگی اس کے ڈرامون کا موضوع نہین ۔ اس کا سب سے مشہور ڈرامہ " دی کنٹریکٹر" (THE CONTRACTOR ، ۱۹۷۰ء) هے جس مین کردار تو محنت کش هین ، مگر ڈرامے کا موضوع کاریگری یا هنرمندی (CRAFTSMANSHIP) هے ۔ اسٹیج پر شروع سے هی خیمہ بنانے کا کام شروع کردیا جاتا هے جو ڈرامے مین کاریگری کی علامت کے طور پر آخر تک رہتا هے۔

ڈرامے کا کوئی واضح مطلب نہین نکلتا ۔ خود اسٹوپرڈ کا یہ کہنا هے کہ اگر کسی ڈرامے کا کوئی واضح مطلب نکل جائے تو وہ ڈرامہ هی نہین ۔ ۸۰۲

ان کے علاوہ کئی اور ڈرامہ نگار بھی هین، جن کے لکھے هوئے ڈرامے اسٹیج پر کامیاب هوئے هین ۔ ان مین خاص طور پر قابل ذکر جو اورٹن (JOE ORTON) کا ڈرامہ "لوٹ" (LOOT)، جون آرڈن (JOHN ARDEN) کا "سارجینٹ مسگریوز ڈانس" (SERGEANT MUSGRAVE'S DANCE)، ٹام اسٹاپرڈ (TOM STOPPARD) کے "روزنکرانٹز اینڈ گلڈر اسٹون آر ڈیڈ" (ROSENCRANTZ AND GUILDERSTONE ARE DEAD) اور جمپرز (JUMPERS) هین ۔

موجودہ نصف صدی کے انگریزی ڈرامے مین انگریزی ناول سے زیادہ تکنیک کی جدّت اور موضوع کی اپج نظر آتی هے ۔ اس کی وجہ غالباً یہ هے کہ انگریزی ڈرامے نے یورپی اثرات قبول کئے هین، اور فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکون کے ڈرامون سے بہت کچھ سیکھا هے ۔ اگر انگریزی ڈرامے مین یہ انداز قائم رہا، تو هوسکتا هے کہ اس کی کامیابیان انگریزی ناول سے بڑھ جائین ۔

باب چہارم

تنقید ۱۹۴۵ کے بعد

انگریزی ادب نے بیسوین صدی کے پہلے نصف مین تین ممتاز نقّاد پیدا کئے ـ یہ تین آئی ـ اے ـ رچرڈ (I.A.RICHARD) ٹی ـ ایس ـ ایلیٹ (T.S.ELIOT) اور ایف ـ آر ـ لیوس (F.R.LEWIS) هین ـ ان تینون کا کارنامہ یہ هے کہ انھون نے اس تأثراتی تنقید کا، جو انیسوین صدی کے رومانـــی دور کی پیداوار تھی، یکسر رخ موڑ دیا اور اس کو معروضی اور غیر شخصی نہج پر ڈال دیا ـ

آئی ـ اے ـ رچرڈ کا حال هی مین انتقال هوا هے، مگر اس صدی کی تیسری دھائی سے هی رچرڈ کی دل چسپی ادب سے کم، اور زبان و معنی، پیچیدگیون سے زیادہ هونے لگی تھی ـ ایلیٹ کا انتقال ۱۹۶۴ء مین هوا، مگر انتقال کے کئی سال پہلے هی ایلیٹ کی بہترین تنقید کا دور ختم هوچکا تھا ـ لیوس کا انتقال ۱۹۷۸ء مین هوا، مگر وہ آخر عمر تک تنقید لکھتا رہا، اور ایسی تنقید کی جو کسی طرح بھی اس کے پہلے دور کی تنقید سے کم تر نہین ؛ اور اسی تنقید کی بنیاد پر لیوس کو دوسری نصف صدی کا ســب سے بڑا نقّاد ماننا پڑے گا ـ ایک تو موجودہ دور کے انگریزی ادب مین بڑے نقّاد عنقا هین، دوسرے یہ کہ جو فیصلے لیوس اپنے عــهــد مین کر گیا اسی کے سائے انگریزی تنقید پر اب بھی هر جگہ نظر آتے هین ـ

فرینک ریمنڈ لیوس

فرینک ریمنڈ لیوس (FRANK RAYMOND LEWIS) کیمبرج مین پیدا ہوا ۔ کیمبرج یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کی اور وہین اپنی سبکدوشی تک انگریزی ادب پڑھاتا رہا ۔ ۱۹۳۵ء اور ۱۹۷۸ء کے درمیان اس کے تنقیدی مضامین کے کئی مجموعے شائع ہوئے، جن مین کچھ مضامین ۱۹۳۵ء سے پہلے لکھے گئے تھے ۔ ڈی۔ ایچ۔ لارنس پر بھی دو کتابین شائع کین اور اپنی بیوی کوئینی لیوس (QUENNIE LEWIS) کے ساتھ مل کر ڈکنز (DICKENS) پر بھی کتاب لکھی ۔ ڈکنز پر کتاب کی ایک خاص اہمیت ہے ۔ پہلے لیوس ڈکنز کو ایک بڑا ناول نگار تسلیم کرنے پر تیار نہ تھا ؛ اپنی کتاب " دی گریٹ ٹریڈیشن"(THE GREAT TRADITION) مین اس نے ڈکنز کے صرف ایک ناول " ہارڈ ٹائمز"(HARD TIMES) کو انگریزی ناول کی عظیم روایت مین شامل کیا تھا، مگر بعد مین لیوس نے اپنی رائے بدل دی اور ڈکنز کو ایک عظیم تخلیقی قوت تسلیم کر لیا ۔

ایک بڑے نقّاد کی طرح لیوس صرف ادب کا ہی نہین بلکہ معاشرے کا بھی نقّاد ہے ۔ وہ اس بات کا قائل ہے کہ جو عقل و فہم ادب کی تنقید مین استعمال ہوتی ہے، اسی سے معاشرے کو بھی پرکھا جاسکتا ہے ۔ اس نے ایک کتابچہ " ماس سیویلائزیشن اینڈ مائناریٹی کلچر"(MASS CIVILIZATION AND MINORITY CULTURE) کے نام سے شائع کیا تھا، جو بیسوین صدی کی سائنسی اور صنعتی تہذیب پر کڑی نکتہ چینی تھی ۔ اسی کتابچے مین وہ اپنے اس خیال کا بھی اظہار کرتا ہے کہ ایسے دور مین ایک ذہین شخص کے لئے ہر قدم پر اپنی تنقیدی صلاحیتون کا استعمال ضروری ہے ۔ (واضح ہو کہ یہان پر " تنقید " سے لیوس کی مراد صرف ادبی تنقید کی صلاحیت ہی نہین، بلکہ ایک ایسا آزاد تنقیدی ذہن ہے، جو ہر اس چیز پر تنقیدی نظر ڈال سکے، جو

معاشرے پر اچھے یا برے اثرات مرتّب کرتی ہے) ۔ مگر ساتھ ساتھ لیوس یہ بھی سمجھتا ہے کہ ایسے تنقیدی ذہن کی پرورش اور تربیت صرف ادب کے تنقیدی مطالعے سے ہوسکتی ہے ۔ اس لئے اس کے تعلیمی پروگرام مین ادب کے مطالعے کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے ۔ ۱۹۲۵ء کے بعد جو تنقید لیوس نے لکھی، اس مین معاشرے سے بہت بے اطمینانی ظاہر ہوتی ہے اور یہ حیرت کی بات نہین ۔ اس لئے " ماس سیویلائزیشن اینڈ مائناریٹی کلچر" مین معاشرے کا جو تجزیہ اس نے پیش کیا ہے اس مین یہ بے اطمینانی موجود ہے ۔ ۱۹۵۹ء مین ایک انگریز ناول نگار سی ۔ پی ۔ اسنو (C.P.SNOW) نے ایک لکچر مین یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ آج کل کے سائنسی کلچر اور ادبی کلچر کے درمیان ایک خلیج حائل ہے، جو بڑھتی جا رہی ہے ؛ یہ لیکچر بہت پر اثر ثابت ہوا اور لوگ ہر طرف سائنسی اور ادبی کلچر کے درمیان خلیج کی باتین کرنے لگے، یہان تک کہ اسکولون اور کالجون مین بھی سائنس کے طالب علمون کو کچھ ادب اور ادب کے طالب علمون کو کچھ سائنس پڑھائی جانے لگی ۔ لیوس کے اپنے نقطۂ نظر سے سائنسی علوم کا جاننا یا سمجھنا، کلچر کی تعریف مین نہین آتا ہے ۔ اس نے ۱۹۶۲ء مین اسنو کے نقطۂ نظر کی رد مین ایک لیکچر دیا جس کا عنوان تھا " ٹو کلچرز ؟ اور دی سگنیفیکنس آف سی ۔ پی ۔ اسنو" (TWO CULTURES ? OR THE SIGNIFICANCE OF C.P.SNOW) ۔ اس لیکچر مین اسنو کے خیالات اور اس کی شخصیت کی شدید مذمت تھی ۔ لیوس نے جس انداز سے اور جن الفاظ مین اسنو کی مذمت کی، وہ بہت لوگون کو برا معلوم ہوا ۔ اتنی شدید زبان تنقید مین اس سے پہلے کہین نظر نہین آتی ۔ ایک مبصّر نے تو لیوس کے اس لیکچر کو انگریزی زبان مین تحقیری نثر کا شاہکار کہا ہے ۔ مگر شدّت اور حقارت سے قطع نظر، لیوس کے لیکچر کا اثر لوگون کے ذہنون پر اسنو کے لیکچر سے بھی زیادہ گہرا پڑا ۔ آج ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ لیوس نے مغرب کے ذہن مین ایک شدید کشمکش پیدا کر دی ہے ؛ کوئی بھی کھل کر یہ بات کہنے کو تیار نہین کہ سائنس کا

جاننا اور سائنسی علوم کے ذریعے ذھن کی تربیت کلچر نھین، مگر سب ڈرتے ھین کہ جو لیوس نے کہا ھے وہ شاید سچ ھی ھو۔

یہ لیوس کے ایک بہت بڑے نقّاد ھونے کی دلیل ھے کہ اس کی تنقید ادب اور معاشرے دونون پر بیک وقت تبصرہ معلوم ھوتی ھے۔ بیسوین صدی کی تہذیب اور معاشرہ لیوس کو کبھی پسند نھین آیا ۔ اس معاشرے نے جو ادب پیدا کیا لیوس اس کو اھمیت دینے سے ھمیشہ گریز کرتا رھا ۔ لارنس اور ٹی۔ ایس ۔ ایلیٹ کے بعد اس کے لئے بیسوین صدی کا ادب ختم ھو جاتا ھے ۔ لیوس نے موجودہ دور کے ادب کے لئے کچھ نھین کیا اور اگر کبھی کچھ کہا تو اس کی برائی ھی کی ۔ اس کی تنقید مین اکثر امریکا اور امریکی معاشرے کی برائی ملتی ھے کیون کہ وہ سمجھتا تھا کہ بیسوین صدی کی تہذیب کی جڑین امریکا ھی مین پیوست ھین ۔

یہ بات قابل ذکر ھے کہ کیمبرج یونیورسٹی مین، جہان وہ ریٹائر ھونے تک پڑھاتا رھا، اسے کبھی پروفیسر نھین بنایا گیا ۔ لیوس نے اپنے تنقید کے مخصوص انداز سے بہت دشمن بنالئے۔ اس کے اکثر تنقیدی مضامین مشھور نقّادون اور مشھرو پروفیسرون کی غلطیون کی نشان دھی سے شروع ھوتے ھین ۔ نقّاد کی حیثیت سے وہ ھر لحاظ سے میتھیو آرنلڈ کا جانشین ھے، مگر آرنلڈ جس طرح بڑی شخصیتون کو طرح دے جاتا تھا، وہ سلیقہ لیوس کو کبھی نھین آیا، یا یہ کہہ سکتے ھین کہ اس نے یہ طریقہ اپنانے کی کبھی کوشش ھی نھین کی ۔ اس کا اپنا کہنا ھے کہ " ھم کو اس بات کی ضرورت نھین تھی کہ نطشے آکر ھمین بتائے کہ زندگی خطرات مول لے کر ھی بسر کی جاسکتی ھے اور جینے کا کوئی دوسرا ڈھب ھے ھی نھین"۔

فرینک کرموڈ

اس دور مین انگلستان مین بڑے پائے کے نقّاد کم نظر آتے ھین البتہ فرینک کرموڈ (FRANK KERMODE) نے، جو حال تک

کیمبرج یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر تھے، نقّاد کی حیثیت سے کچھ نام پیدا کیا ہے ۔ ان کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے بیانیہ طرز (NARRATIVE) اور ناول نگاری کے اصولوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے ۔ " دی سینس آف این اینڈنگ " (THE SENSE OF AN ENDING) اور " دی جینیس آف سیکریسی" (THE GENIUS OF SECRECY) اسی قسم کے مطالعے ہیں ۔ اس کا کہنا ہے، اور یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ ایک کہانی جو ناول جتنی لمبی ہو اس کے ایک سے زیادہ بلکہ کئی معنی ہوسکتے ہیں ۔ بقول اس کے، ایک لمبی کہانی کو صرف ایک معنی اسی وقت دیا جاسکتا ہے جب کہانی کے متن (TEST) کو جان بوجھ کر نظرانداز کیا جائے ۔ ہنری جیمس (HENRY JAMES) اور جوزف کونریڈ (JOSEPH CONRAD) اس راز سے واقف تھے ۔ اور بقول کرموڈ، کونریڈ نے اس حقیقت سے بہت خوب صورتی کے ساتھ اپنے ناول "انڈر ویسٹرن آئیز" (UNDER WESTERN EYES) میں فائدہ اٹھایا ہے، جہاں پڑھنے والے کو یہ آخر تک پتہ نہیں چلتا کہ جو کہانی کہی گئی ہے اس کا پورا اعتبار کرے یا نہ کرے ۔

کرموڈ نے قصّہ گوئی کے رازوں کا جو تجزیہ کیا ہے وہ انگریزی تنقید کو فرانسیسی اور یورپین تنقید کے کچھ قریب لے آتی ہے ۔ فرانس میں روسی صوریت (RUSSIAN FORMALISM) اور سوسیور (SAUSSURE) کی لسانیات کے امتزاج سے جو تنقیدی مہم شروع ہوئی، اسے ساختیات (STRUCTURALISM) کہتے ہیں ۔ یہ تنقیدی مہم اس وقت فرانس میں غالب ہے ۔ رونالڈ بارتھیس (RONALD BARTHES) ، جو اس مکتبۂ فکر کا سب سے بڑا نقّاد ہے، اس بات کا پوری طرح قائل ہے کہ ہر متن کے ایک سے زیادہ معنی ہوسکتے ہیں ۔ فرینک کرموڈ کی تنقید روایتی انگریزی تنقید اور جدید فرانسیسی تنقید کے درمیان سمجھوتے کی بہت کامیاب کوشش نہ سہی، مگر پھر بھی ایک کوشش ہے ۔ انگریزی نقّاد ابھی تک بے حد روایتی ہیں اور جدید فرانسیسی تنقید کو غیر سنجیدہ

اور غیر ذمہ دارانہ سمجھتے ھین -

مارٹن گرین

مارٹن گرین (MARTIN GREEN) امریکا کی ایک یونیورسٹی مین انگریزی ادب کا پروفیسر ھے - گرین انگریز ھے، اور باوجود اس کے کہ وہ امریکا مین رھتا ھے، اس کی قومیت ابھی تک انگلستانی ھے - ویسے تو گرین کئی تنقیدی کتابون کا مصنّف ھے، مگر اس کی کتاب " ڈیڈس آف ایڈونچر، ڈریمز آف ایمپائر" (DEEDS OF ADVENTURE, DREAMS OF EMPIRE) انگریزی ناول پر بہت اھم کام ھے -

لیوس نے " دی گریٹ ٹریڈیشنز" مین بہترین انگریزی ناولون کے ارتقا اور باھمی رشتون کا ایک نقشہ کھینچا تھا، جو لوگون کے ذھن پر نقش ھوگیا - اب ھم جب بھی انگریزی ناول کے بارے مین سوچتے ھین تو ھماری سوچ، شعوری یا غیر شعوری طور پر، لیوس کے اس نقشے کے زیر اثر ھوتی ھے - مارٹن گرین نے اپنی کتاب لیوس کی " عظیم روایت " کے برخلاف انگریزی ناول مین ایک بہت اھم روایت ڈھونڈھ نکالی ھے - یہ روایت مہمّاتی کہانیون یا ADVENTURE STORIES کی ھے - اس کا کہنا ھے کہ یہ روایت انگریزی مین ڈیفو (DEFOE) کے ناول " رابنسن کروسو" (ROBINSON CRUSOE) سے شروع ھوتی ھے اور سر والٹر اسکاٹ کے ناولون سے گزرتی ھوئی کپلنگ (KIPLING) تک جا پہنچتی ھے - گرین کناڈا کے مشھور نقّاد نارتھروپ فرائی (NORTHROP FRYE) کے اس نظریے کا قائل ھے کہ تاریخ مین ھر زمانہ اپنے مزاج، ضرورتون اور اقدار کے تحت ایک دیومالا تیار کرتا ھے، اور اس زمانے کے ادبی شہ پارے اسی دیومالا کے زیر اثر تخلیق کئے جاتے ھین - اگر ھم انیسوین صدی کی یورپی سامراجی ذھنیت کو سامنے رکھین تو انیسوین صدی کی سب سے اھم دیومالا مہمّاتی کہانیان ھون گی - اسی لئے گرین مہمّاتی کہانیون کو انیسوین صدی کا بنیادی GENRE یا صنف

سمجھتا ھے اور مہمّاتی کہانیون اور ناولون کی اھمیت پر زور دیتا ھے ۔ گرین کے اس نظریے سے انگریزی ناول کی ایک اھم روایت یعنی مہمّاتی کہانیون کی روایت کو سمجھنے مین آسانی ھوتی ھے ۔

کپلنگ کے بعد انگریزی ادب مین مہمّاتی کہانیون کا لکھنے والا کوئی بڑا فنکار پیدا نہین ھوا ۔ گرین اس کی وجہ یہ بتاتا ھے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد یورپ کی سامراجی قوتین کمزور پڑ گئین اور مہمّاتی کہانیون کا اصل گڑھ امریکا ھوگیا، جہان انیسوین صدی ھی سے یہ روایت خاصی مضبوط تھی ۔ گرین نے امریکا کے مہمّاتی ناولون اور کہانیون پر جو کتاب لکھی ھے اس کا عنوان "دی گریٹ ایڈونچر" (THE GREAT ADVENTURE) ھے۔ یہ بڑے گہرے تنقیدی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ھے، جس مین گرین نے یہ دعوی کیا ھے کہ مہمّاتی ناولین اسی طرح امریکی ادب کی عظیم روایت ھین، جس طرح گھریلو ناول انگلستان کی عظیم روایت ھین۔ گرین عقیدتاً سامراجیت کا مخالف ھے، اور اس کا کہنا ھے کہ اگر آج کل کے امریکا کے مہمّاتی ادب کا مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ھوگا کہ سامراجیت کس طرح کمزور پڑتی جا رھی ھے ۔ اس کتاب مین گرین نے سول بیلو (SAUL BELLOW) کے ناول "وھائی آر وی اِن ویت نام؟" (WHY ARE WE IN VIETNAM ?) کا جو تجزیہ پیش کیا ھے اسے اس صدی کی بہترین انگریزی تنقید کا نمونہ کہا جاسکتا ھے ۔

کئی انگریز نقّاد اور بھی ھین، جنھون نے تنقید کی کئی اچھی کتابین لکھی ھین، مگر کسی نے کوئی ایسی کتاب نہین لکھی جو ایک پوری ادبی روایت پر نئی روشنی ڈالے، تاھم ایک کتاب ایسی ھے جو لیوس اور ایلیٹ کی تنقید کا بہترین نچوڑ معلوم ھوتی ھے "پیوریٹی آف ڈکشن ان انگلش ورس" (PURITY OF DICTION IN ENGLISH VERSE) ھے جس کا مصنّف ڈونلڈ ڈیوی (DONALD DEWEY) ھے ۔ ایلیٹ یہ سمجھتا تھا کہ شاعری کی زبان مین اچھی نثر کی خوبیان ضروری ھین۔ ڈیوی کی کتاب اسی خیال کے تحت لکھی گئی ھے اور بڑے سلیقے

سے لکھی گئی ہے ۔ اس کتاب کو پڑھ کر یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ موجودہ دور کی انگریزی شاعری کی زبان اتنی ستھری اور سلیس کیون ہے ۔ یاد رہے کہ ڈیوی خود بھی ایک اچھا شاعر ہے ۔

اس نصف صدی مین لیوس کے علاوہ کوئی بہت بڑا نقّاد نظر نہین آتا ، اور اگر سوچئیے تو اس مین چندان حیرت کی کوئی بات نہین ۔ کہتے ہین کہ انگریزی ادب نے ہر پچاس سال مین ایک بڑا نقّاد پیدا کیا ہے ۔ اس بات مین اتنی ہی صداقت ہے، جتنی ایسے سطحی مشاہدون مین ہوتی ہے ۔ لیوس کے پائے کے نقّاد ایک صدی مین بھی مشکل سے پیدا ہوتے ہین ۔ کبھی کبھی لیوس کا مقابلہ ہنگری کے مارکسی نقّاد لوکاکس(LUKACS) سے کیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ جب لوکاکس مارکس کے جدلیاتی فلسفے مین غوطے لگاتا ہے، تو ادبی تنقید دم توڑنے لگتی ہے ۔ لیوس کے تنقیدی تجزیون مین جو نکھار اور صفائی ہوتی ہے، وہ لوکاکس کی فلسفیانہ تنقید مین شاذ و نادر ہی کہین ملتی ہے ۔ لیوس اچھی طرح جانتا تھا کہ فلسفہ اور ادبی تنقید مین کیا فرق ہے، اس کا مضمون پڑھ کر دیکھئے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ لیوس ادبی تنقید کی خاطر فلسفے سے پرہیز کرنے کو تیار تھا اور پرہیز کرتا تھا ۔ ایسا نقّاد جس کی تنقیدی سوچ گہری بھی ہو، اور سلجھی ہوئی بھی ہو، اور جس کی طبیعت ادبی نزاکتون اور لطافتون کا پورا احساس رکھتی ہو صدیون مین ایک بار پیدا ہوتا ہے ۔ نرگس بے شک ہزارون سال روئے، مگر جب لیوس جیسا نقّاد پیدا ہوتا ہے تو اسے حادثہ ہی کہہ سکتے ہین ۔

BCC&T Published Books

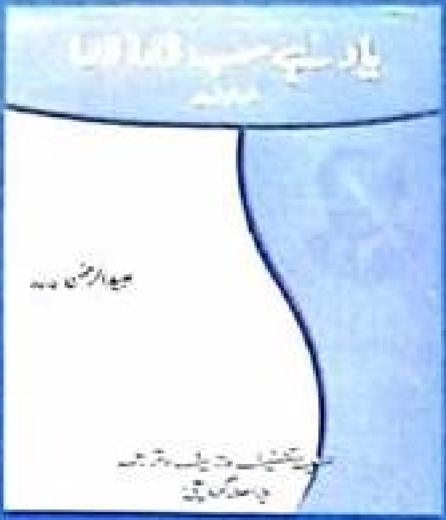

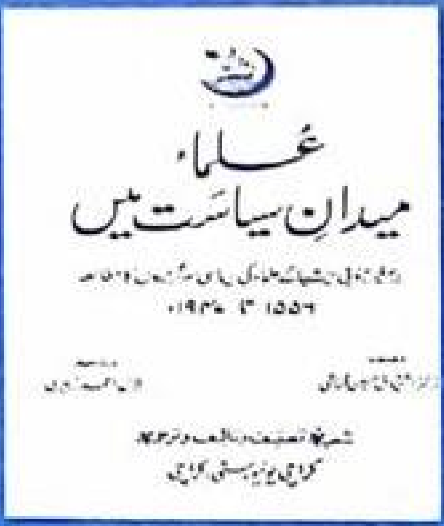

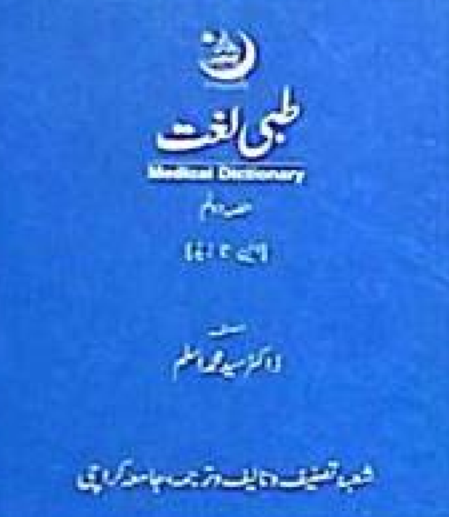

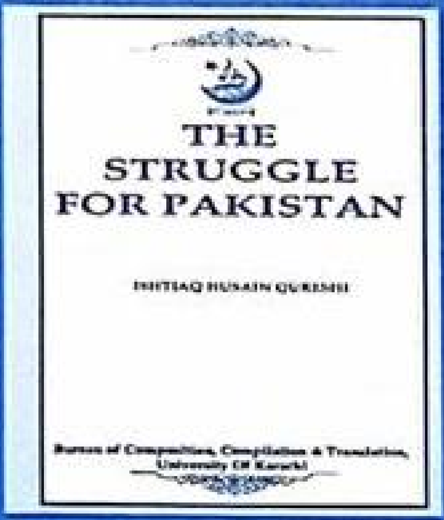

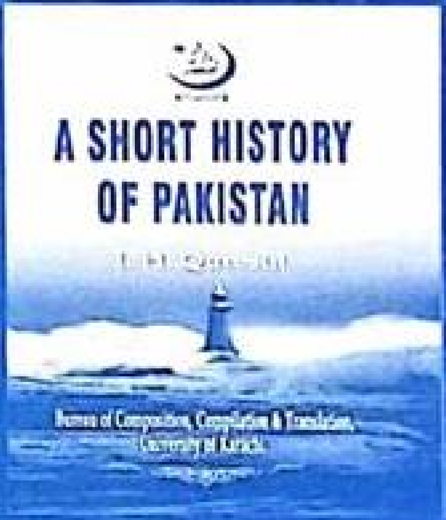

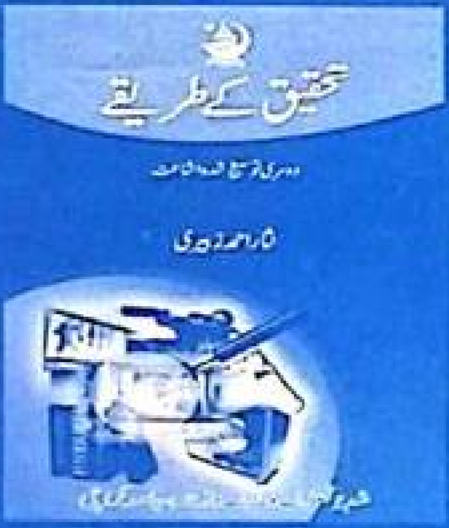

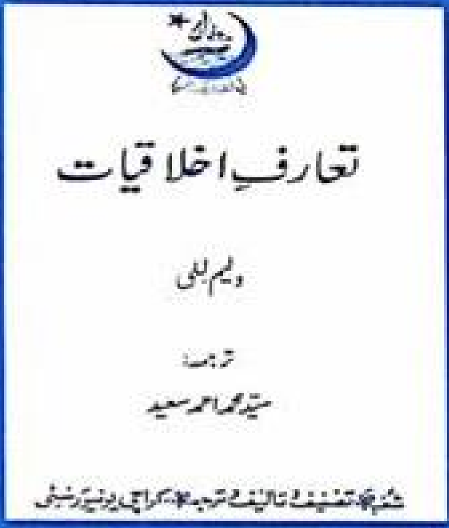

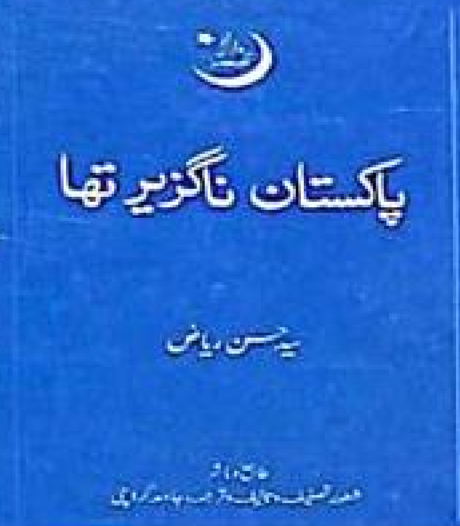

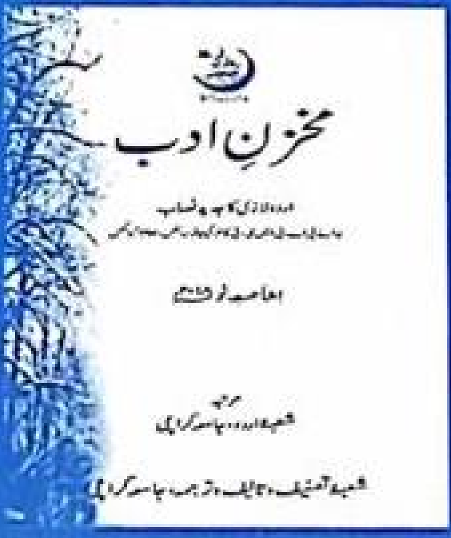

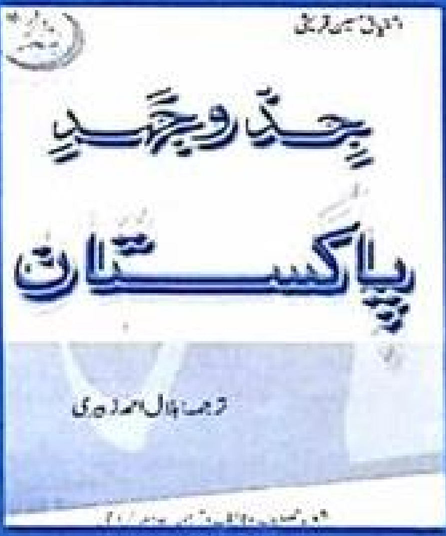

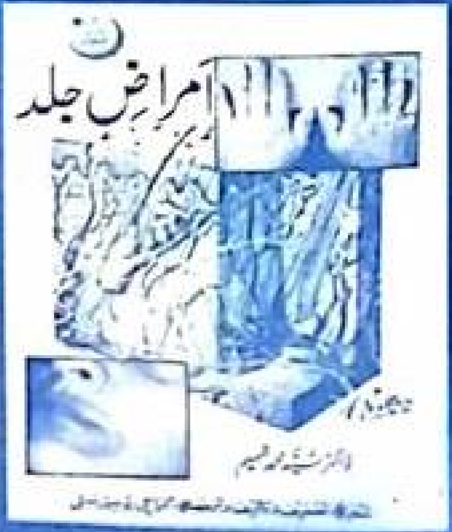

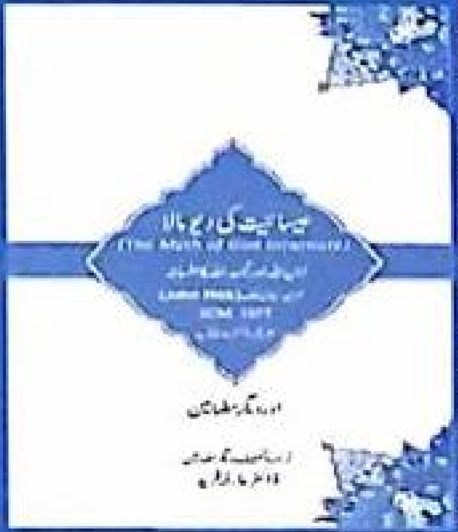

PRINTED IN BCC&T PRESS UNIVERSITY OF KARACHI